

سلسلہ دارالمصنفین، ۴

نایح صلیہ

جلد دوم

حسین

سہلی کے اسلامی کا تمدنی جغرافیہ، نظام حکومت، زراعت، صنعت، حرفت، تعمیرات،
تہذیب و معاشرت اور علوم و فنون کا یہ سلی مرقع دکھا کر یورپ پر سنی کے اسلامی تمدن
کے اثرات دکھائے گئے ہیں،

از

سید یحییٰ علی ندوی

فیق دارالامین، وسب ڈیڑمعارف،

باہتمام مولوی سعید علی حسنانی

مطبع معارف دارالامین، المصنفین عظیمہ گن میں چھپی
۱۹۲۶ء
۱۳۵۴ھ

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

CHECKED 1958

۹۰۵۸

بیان ہی پھر وہ آیات و معجزات ہیں، لہذا ذکر قرآن مجید میں
لہذا میں وہ ہیں جو مستند روایات سے ثابت ہیں، پھر جو
کی نامعتبر روایات کی تفسیر کا باب ہے، اور اس کے بعد وہ
بشارت نبویہ ہیں جو صحت سابقہ میں موجود ہیں، اور حلقہ
حوالے قرآن مجید و حدیث میں مذکور ہیں، اور آخر میں خاص
محمدی کا باب ہے، طبع اول تقطیع کلان، منہات۔
۵۹۶ صفحہ، قیمت باختلاف کاغذ سے ۱۰ روپے، طبع دوم
تقطیع خور و منہات ۹۴، قیمت باختلاف کاغذ معمر۔ ص ۱۰
سیرۃ النبی حصہ چہارم، منصب نبوت کی
تشریح، قبل اسلام عرب کے اخلاقی حالات، صبح
سعادت کا طلوع، تبلیغ نبوی کے اصول، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبرانہ کام، اسلام اور اس کے عقائد تفصیلی
اور کلیات بحث، تقطیع کلان، منہات ۱۰۰ صفحہ،
قیمت باختلاف کاغذ سے ۱۰ روپے، طبع دوم
منہات ۱۰۰ صفحہ، قیمت: باختلاف کاغذ معمر، ص ۱۰
سیرۃ النبی حصہ پنجم، اس جلد کا موضوع تعلیم، نبوی
میں سے عبادت کی تشریح کو تفصیل ہے، اس میں پہلے عبادت
کی حقیقت اور اسلام میں عبادت کے انواع و اقسام کا
بیان ہے، پھر اسلام کے فرائض خمسہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج
اور ہجرت میں سے ہر ایک پر علحدہ علحدہ مباحث ہیں، پھر نکاح و طہار
اخلاقیات، نبوی اور ان کے معانی و مطالب قرآن مجید کی تعلیم کی روشنی
میں لکھے گئے ہیں، تقطیع کلان، منہات ۱۰۰ صفحہ، قیمت تعلیم کاغذ معمر

ایک مسلمان کے لئے قرآن پاک کے بعد سے بڑا
سرمایہ فراں کے رسول کے احوال پاک اور کلمات طیبات
جنگلہ مجموعہ کا نام سیرۃ نبوی ہے، اور میں اس وقت بالاتفاق
سب کا مقرر و مدیر تفسیر نبوی میں وہ کتاب ہے جس کو مصنفین
نے شائع کیا ہے، واللہ،
اب تک اس کتاب کے پانچ حصے شائع ہو چکے
ہیں، اور دوسرے اور آتی ہیں،
سیرۃ النبی حصہ اول، از ولادت تا ختم سلسلہ نبوت
مع مقدمہ شریعت و سیرۃ و تاریخ عرب قبل بعثت
طبع دوم، منہات ۵۶۱ صفحہ، قیمت: للحد تقطیع خور،
سیرۃ النبی حصہ دوم، از ۱۰ تا ۱۰۰ سالہ جس میں
آیات، ان تائیں خلافت، اشاعت اسلام، انتظامات،
مذہبی، تعمیل شریعت، ہجرت، ولادت، وفات و شہادت، اخلاق
و عادات کی تفصیل، اور ازواج و اولاد کا مختصر تبصرہ ہو
طبع اول تقطیع کلان، منہات ۱۵۳ صفحہ، قیمت تعلیم اعلیٰ
میں ۱۰ روپے، طبع دوم تقطیع خور و منہات ۱۳۸ صفحہ، قیمت
باختلاف کاغذ معمر، ہے،
سیرۃ النبی حصہ سوم جس کے مقدمہ میں نفس نبویہ کی
حقیقت اور اس کے امکان و وقوع پر فلسفہ قدیمہ و جدیدہ کا علم
فلسفہ جدیدہ اور قرآن مجید کے نقطہ ہائے نظر سے مبسوط
بحث و تبصرہ ہو، اور اس کے بعد خاص نبوت یعنی محمد
النبی، وحی، نزول ملائکہ، عالم دیا، معراج، اور شرح صدر کا

دیسچا

Checked 1969.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلی جلد کے دیباچہ میں لکھا گیا تھا :-

”سہلی کی تاریخ ایک ایسی تمدن آفرین قوم کی سرگزشت ہو جس کی تمدنی ترقی

یورپ کی جدید ترقیوں کی بنیادوں میں سے ایک بنیادین“

اس دوسری جلد میں اُسی تمدن آفرین قوم کے تمدنی خط و خال دکھائے گئے ہیں، کتاب چند ابواب میں تقسیم کی گئی ہے پہلے باب ”عقلیت کے عہد اسلامی کا تاریخی و تمدنی جزا فیہ میں عقلیت کے مسلمانوں اسلامی آبادیوں اور یہاں کے رہنے والوں کی زبان ادیان و مذاہب فرق اور اخلاق و عادات کا بیان ہو سوزمین اور اسکے باشندوں کے تمدن کے بعد انکی تمدن حکومت کا بیان آتا ہے پھر معیشت کے باب میں انکے مشاغل اور طریق زندگی کی تفصیل ہو اس ضمن میں زراعت صنعت و معرفت تعمیر و تجارت کے مفصل حالات آگئے ہیں پھر علوم و فنون کا باب مسلمانانِ عقلیت کے ذہنی و ملی ترقیوں کا آئینہ دار ہے اسی میں رجالِ عقلیت کے مفصل سوانح بھی ملیں گے علماء و دہائے عقلیت کی علمی ادبی خدمات مختلف فنون کی تقسیم کیسا تھا جدا گانہ دکھائے گئے ہیں اسلئے ان لوگوں کا تذکرہ انکی مختلف علمی خدمات کی مناسبت کو ظم کے مختلف شعبوں میں ایک سوزاندہ مرتبہ آیا ہوا ہے ان میں سے جس شخص کا ذکر پہلی مرتبہ ظم کے جس شعبہ میں آیا ہو وہیں پر اسکے مفصل سوانح بھی درج کر دیئے گئے ہیں لیکن اگر کسی کی شہرت کسی خاص فن میں زیادہ نظر آئی اور ترتیب کتاب کے لحاظ سے کسی دوسرے فن میں اس کا ذکر اسکے خاص فن کے تذکرہ سے پہلے آیا ہو تو وہاں اسکے سوانح آئندہ کیلئے اٹھارے کوہین مثلاً قاضی اسد بن فرات کو ظم فقہ میں اور شریف الدیوبی کو ظم جغرافیہ میں شہرت حاصل ہوا و اول الذکر کو ظم حدیث (جس کا ذکر ظم فقہ سے پہلے ہے) سے اور آخر الذکر کو ظم ادب (جس کا تذکرہ ظم جغرافیہ سے پہلے ہے) سے بھی تعلق تھا تو ان دونوں جگہ ان کے ظم حدیث اور ادب مناسبت کا تذکرہ کر کے انکے سوانح فقہ اور جغرافیہ کے بیان

میں درج کو گنوہین گمراہی مثالیں پوری کتاب میں چند سے زیادہ نہیں نمونہ صاحبِ علم کے مولف اسی جگہ
ملین کے جہان پٹی مرتبہ اس کا ذکر آیا ہے

آخری باب "اسلامی تہذیب و تمدن پر ایک اجمالی نظر" مصلیٰ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات پر
پڑنے کے عنوان سے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تمام تریورپ امریکہ کے ممتاز اہل علم و مؤرخین کے بیانون پٹی جو اسلئے انکی تمام تر
ذمہ داری بھی انہی پر ہو کہ وہ اپنی زبان کی ترقیوں کے جو اسباب بیان کریں انہیں انکا حق حاصل ہو اس عنوان
کے ماتحت جو کچھ لکھا گیا ہو اس میں مولف کا کام صرف یہ رہا ہو کہ انکے نتائج فکر کو بالاسیغاب پڑھکر اس میں جو
مصلیٰ کے متعلق نظرات اسے پس چن کر مرتب کر لیا جائے یہی وجہ ہے کہ اس فصل میں اقتباسات زیادہ اور قدسی
طویل ہیں اور پچو کو پچسے مفکرین اور مستشرقین اس سلسلہ میں تقریباً یکساں خیالات و نظریات بیان کر
رہے ہیں اسلئے ان سب کے بیانون کا استقصاء کرنا بیسو و نظر آیا اس کے بجائے محض واقعہ کے اظہار کیلئے ان میں سے صرف
چند مؤرخین کی کتابیں سامنے رکھ لی گئیں کہ انہی بیانون پر دوسرے مستند مؤرخین کے بیانات کا قیاس کیا جاسکتا ہے
اس سلسلہ میں اس شبہ کا ازالہ بھی کر دینا ہو کہ اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی علوم و فنون سے مراد
وہ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون ہیں جو سسکی کی اسلامی حکومت کے عہد یا اس کے زوال کے بعد ملانوں
میں رائج رہے عام اذین کہ نفس دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق بھی ہوں یا نہ ہوں اسلئے دوسرے لفظوں
میں انہیں "مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون" کے الفاظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے

جلد اول کے دیباچہ میں فہرستِ اعلام و ماخذ کے آخر میں منسلک کئے جانے کا تذکرہ کیا گیا تھا لیکن
تین کتاب کی فہرستِ مضامین ہی اس طرز پر تیار کر لی گئی ہو کہ فہرستِ اعلام کی چند ان ضرورت باقی رہیں
رہی البتہ ماخذوں کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی مرتب کر کے آخر میں منسلک کر دی گئی ہو

سید ریاست علی ندوی

۱۲ شوال ۱۳۵۷ھ

شبلی منزل عظمیٰ گڑھ

۸ جنوری ۱۹۳۶ء

فہرستِ مضامینِ تاریخِ صفیہ جلد دوم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲	کثرتِ مساجد،	۱۰	برم بطور صدر مقام کے،		۱۔ صفیہ کے عہد
۲۳	جامع مسجد،	۱۱	قدیم شہر کی آبادی میں وسعت		اسلامی کاتارتخی و
۲۴	خانقاہیں،	۱۳	برم کے حلقے،		تمدنی جغرافیہ
۲۵	قریے،	۱۴	حارۃ برم،	۵۴-۱	
۲۶	برم کے چٹے،	۱۵	حارۃ برم کے دروازے،	۱۰-۱	مسلمانانِ صفیہ (۱)
۲۷	معدنِ جدید،	۱۶	خالصہ،	۱	عرب،
۲۸	برم ایک سیاح کی نگاہ میں،	۱۷	حارۃ العقابہ،	۵	مستعرب،
۲۹	چند دیگر اہم شہر،	۱۸	حارۃ المسجد،	۶	تقابلِ برابر،
۳۰	ساحل کے چند دیگر شہر،	۱۹	حارۃ الجدید،	۸	مواہل،
۳۱	اندرون ملک کے شہر،	۲۰	حارۃ الی حماز،	۹	قدیم باشندے مسلمانوں
۳۲	چند دیگر آبادیاں،	۲۱	برم کے شہری خصوصیات،	۱۰-۳۹	کی صف میں،
۳۳	عہدِ اسلامی میں صفیہ	۲۲	بازار،	۱۰	مسلمانوں کی مجموعی تعداد
۳۴	کی زبان	۲۳	ہوٹل اور جام،	۱۰	صفیہ کی اسلامی آبادیاں (۲)
۳۵	(۳)				برم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۸، ۷۹	دیوان انخراج (۷)	۹۰	ولایت کا عزل و نصب	۴۳ تا ۴۹	عہدِ اسلامی میں صقلیہ کے ادیان و مذاہب کے فرق، (۴)
۷۶	صاحبِ انفس	۷۷	ولایت صقلیہ عہدِ غالبین	۴۲	ادیان
۷۶	عہدِ غالبین	۷۷	غالبہ کے عہد میں طرزِ حکومت	۴۴	مذاہبِ فقہ
۷۷	عہدِ فاطمیین	۷۸	شاہانہ طرزِ زندگی	۴۵	فرق
۷۷	نحیِ صل	۷۹	صوبوں کی تقسیم اور	۴۶	مذہبِ شیعہ
۷۸	صقلیہ کے عیسائی عہدِ محاصل	۸۰	انکی حکومت (۴)		
۹۳-۷۸	صیغہ عدالت و قضاء (۸)	۷۹	صوبوں کی تقسیم	۵۰-۴۹	اخلاق و عادات (۵)
۷۸	محکمہ قضائی کی بنیاد	۷۹	صوبوں کے گورنر	۵۱	توہم پرستی
۷۹	دارالقضاء	۸۰	صوبہ ایتالیہ	۵۲	محسنِ اخلاق
۸۰	صوبوں میں محکمہ قضاء	۸۱	جزائر		۲- نظامِ حکومت
۸۱	قانون	۸۲	حکومتِ صقلیہ کے	۵۵-۱۱	
۸۲	عیسوی عدالت اور قانون	۸۳	تحت شعبہ (۵)	۵۵-۵۴	صقلیہ پر اسلامی حملے (۱)
۸۱	حقوق کی نگہداشت	۸۴	غالبہ کے عہد میں دواوین	۵۵	صقلیہ کے اسلامی محلوں پر
۸۲	صقلیہ کے صیغہ عدالت	۸۵	عہدِ کلیبیہ میں ایوانِ اسحاوت		ایک اجماعی محکمہ
۸۳	قضاء پر ایک غلط الزام	۸۶-۸۵	دیوان الکتاب (۶)	۵۷	حکومتِ صقلیہ کا تعلق
۸۴	مقدمات کی کثرت اور	۸۷	دیوان الکتاب یا دفتر وزارت	۵۸	غیر ملکی مرکزی حکومت
	بحوثی مشاوتین	۸۸	وزراء	۶۰	سے (۲)
۸۶	قضاء	۸۹	وزراء کے فرائض و اختیارات	۶۰-۶۱	حکومتِ صقلیہ (۳)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۴	دارالصناعہ کے کاریگر	۹۵	صاحب الشرطہ	۸۶	اسد بن فرات
	اور مزوور	"	دارالحبس (۱۱)	"	ابن کمالہ
"	جہاز سازی کا سامان	۱۱۶-۹۵	دیوان الجیش (۱۲)	۸۸	قاضی ابو عمر محمد بن میمون
"	دارالصناعہ مینا	۹۵	دیوان	۹۱	دعابہ بن محمد
"	دارالصناعہ باری	۹۶	مصلیہ پر حملہ اور اسلامی لشکر	"	ابو القاسم قسی
"	جنگی بیڑے	"	عزلی فوج	۹۲	تصفاء قاطمی
۱۰۵	امیر البحر	"	بربری فوج	"	اسحاق بن منہال
۱۰۶	آلات حرب	۹۷	رومی فوج	"	ابن قریب کے عہد میں
۱۰۷	اسلامی علم	"	اندلسی عرب	"	عہدہ تصار
۱۰۸	خبر رسانی	"	افرنقی فوجوں کی ملک	"	قاضی ابن خالی
"	اسیران جنگ	۹۹	سپہ سالار اور فوجی افسر	۹۳	تصفاء بعبہ کلیہ
۱۰۹	علاقوں کے ساتھ سلوک	۱۰۰	فوجی چھاوٹی	"	قاضی ابو اسحاق
۱۱۰	تصفیہ کے رومی علام اسلامی	۱۰۱	مرکزی چھاوٹی	"	قاضی ابو الفضل
"	ممالک میں مغز نمڈن پر	"	ملک کی اندرونی چھاوٹیاں	"	قاضی عثمان بن خزاز
"	جوہر صقلی	"	قلعہ	"	قاضی ابو ابراہیم اسحاق
"	عہدہ وزارت و سپہ سالاری	۱۰۲	فوج کی تنخواہیں	"	بن ماعلی
۱۱۱	روانگی مہر اور اس کا	۱۰۳	دیوان دارالصناعہ	۹۴	دیوان المظالم (۹)
	اعزاز	"	تصفیہ کے دارالصناعہ	"	محکمہ شرطہ (۱۰)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۰	آباد اور غیر آباد زمین،	۱۱۶	صقلیہ کے عیسائی	۱۱۲	مصر میں جرہر کے ہاتھوں
۱۳۱	پہاڑوں کی کثرت کے	۱۱۷	اسلامی حکومت کے		دولتِ فاطمی کا آغاز،
	ضرر رساں پہلو،	۱۱۸	ماتحت، (۱۳)	~	بنائے قاہرہ،
۱۳۲	سیلاب اور بادِ محوم کے		۳- معیشت،	~	جامع ازہر کی تعمیر
	نقصانات،		۱۱۸ - ۱۸۴	~	شام و حجاز پر اقدام اور
~	ملک کی سیاست کا اثر	۱۱۸ - ۱۳۰	قدرتی ذخائر و اشیا (۱)	~	خلافتِ فاطمی کو مصر میں
	زراعت پر،	۱۱۹	آب و ہوا،		منتقل کرنا،
~	مہل نوں کی زرعی ترقی	~	کوہستانی سلسلے،	۱۱۳	وفات،
۱۳۴	آبپاشی کے قدرتی ذخائر،	۱۲۰	کوہ اٹنا و برکان عرب	~	اولاد،
~	آبپاشی کے مصنوعی وسائل		جزائریہ نویسیوں کی نگاہ میں	~	یانس صقلی،
۱۳۶	موشی اور چرگاہین،	۱۲۴	دوسری پہاڑیاں،	۱۱۵	بشری صقلی،
~	موسم،	۱۲۶	دشت و جنگل،	~	زیدان صقلی،
~	فصلیں،	~	دریا،	~	قیمر صقلی،
۱۳۷	مقلے،	۱۲۸	معادن،	~	منظفر صقلی،
~	پیاز کی کاشت کا طریقہ،	۱۲۹	حیوانات،	~	قائد طارق صقلی،
۱۳۸	ایک تاریخی لطیفہ،	~	نباتات،	~	نصیر صقلی،
~	خجک و ترمیرے،	۱۳۱-۱۳۸	پیدائشِ دولت (۲)	۱۱۶	بایل صقلی،
۱۳۹	خوشبودار درخت اور پھل	۱۳۰	۱- زراعت	~	طرز صقلی،

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۲	نارمنون کے عہد میں اسلامی	۱۴۶	روغن سازی،	۱۳۹	خبازی مقلی،
	طرز تعمیر	"	شہد،	"	خبازی مقلی کی کاشت،
۱۵۵	مشہور عمارتیں اور ان کے آثار	"	دریا اور سمندر سے استفادہ	"	لکڑی،
۱۵۶	قصرِ نذیرہ و قریح کا زمانہ	"	ماہی گیری،	"	کستان، روئی، فیشٹری
	تعمیر اور ان کے صحیح نام،	۱۴۶	صدف ریزی،	"	صقلیہ کی زرعی چیز دین میں
۱۵۹	قصرِ نذیرہ و قریح کے تصاویر	"	فنونِ جمیلہ،	"	اضافہ،
۱۶۰	قصرِ نذیرہ	"	موسیقی،	۱۴۱	۲۔ صنعت و حرفت،
۱۶۱	قصرِ سعید	۱۴۹	تصویریں،	"	معدنیات سے استفادہ،
"	قصرِ جعفر	۱۵۰	فنِ تعمیر،	"	کان کنی،
۱۶۲	کیسہ انطاکیہ،	"	صقلیہ کے اسلامی فنِ تعمیر	"	آہنگری،
"	قصرِ بغیہ مینا،	"	کے خصوصیات،	۱۴۲	پہاڑوں سے استفادہ،
"	آثارِ باقیہ،	"	عمار تون میں پتھروں کا	"	جگلوں سے استفادہ،
۱۶۳	ہند سین صقلیہ،	۱۵۱	پہلی مرتبہ استعمال،	"	نباتات سے استفادہ،
۱۶۴	ابولیت مقلی اور جامع انشیدہ	"	ستون کی نوکدار محرابوں	۱۴۳	چٹائی بننا،
"	ابو محمد عبدالکریم مقلی ہند	"	کی ایجاد،	"	پارچہ بانی،
"	اور رصد خانہ مصر	"	آرائشی طاقے،	۱۴۵	شراب کشی،
"	ابوالفتح زیات مقلی و فیصل طرابلس	۱۵۲	سنہری روپئی قلعی،	"	مناب سازی،
"		"	نقش و محار،	۱۴۶	عداسے اطریش،

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۳	عبدِ اسلامی میں صفیہ کی علمی مرتبت،	۱۴۴	مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات،	۱۹۴	شجرِ صفی اور جامع طرابلس
۱۹۴	صفیہ میں تعلیم کا انتظام	۱۴۹	برآمد، درآمد	۱۹۵	۳۔ مال غنیمت،
۱۹۵-۲۰۶	علومِ اسلامیہ	۱۸۱	تقسیمِ دولت (۳)	۱۹۶	۴۔ تجارت،
"	علومِ قرآن (۱)	۱۸۴-۱۸۱	صرفِ دولت (۴)	"	ذرائع آمد و رفت،
۱۹۶	محمد بن خراسان،	"	۴۔ علوم و فنون	"	برسی راستے،
"	اسٹیل بن خلف صفی	۱۸۵ - ۴۱۳	"	"	بحری راستے،
۱۹۷	تالیفات،	۱۸۵	صفیہ کی قدیم علمی مرتبت،	۱۹۷	بندر گاہین،
۱۹۸	ذکی مازری،	۱۸۸	عربی علم و ادب،	۱۹۸	صفیہ سے افریقہ کا قریب تر راستہ،
۱۹۹	عبدالرحمن بن محمد شیرازی،	۱۹۰	صفیہ میں علمی ترقی کے اسباب،	۱۹۹	باد برداری،
"	ابن فیہم صفی،	۱۹۱	قاضی اسد کا جذبِ کشش،	"	سفر کے قیود،
۲۰۰	تالیفات	"	اہلِ علم کا فوجی خدمات سے	۱۹۳	مبادلہ،
"	عثمان بن علی سرقوسی،	"	مستثنیٰ ہونا،	"	تجارتی فروغ،
"	تلامذہ،	۱۹۲	اربابِ حکومت کا ارباب،	۱۹۴	تجارتی منڈیان،
"	تالیفات،	"	علم ہونا،	"	بازار،
۲۰۱	حجۃ الدین ابنِ طغر صفی،	"	جغرافیہ جابے وقوع،	"	گودیان،
"	جائے پیدائش نامِ کنیت	"	اہلِ علم کی کشش	۱۹۵	زور،
"	اور سالِ وفات،	۱۹۳	اہلِ علم کی قدر افزائی،	۱۹۶	ناپ اور تول،

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۵	ابوالقاسم صفی،	۲۱۰	ابوالعباس قلوری،	۲۰۳	مذہب،
"	ابوبکر صفی،	۲۱۱	عبداللہ بن حمدون صفی،	۲۰۴	تالیفات،
۲۱۶	ابوالقاسم جزقی،	"	قاضی ابو عمرو میمون،	۲۰۵	شرف الدین صفی،
	دورثانی	"	ابن الفراء صفی،	۲۰۶	حسن بن عبداللہ صفی،
	(پانچویں صدی ہجری)	۲۱۲	قاسم سرقوسی،	"	وفات،
۲۱۶	ابوبکر محمد بن علی تیمی صفی،	"	ابو عمران موسیٰ بن حسن صفی،	"	چند دیگر مقررین،
۲۱۷	ابو محمد عبد البکیر بن مخلوف صفی،	۲۱۳	ابوالقاسم عقیق بن محمد صفی،	"	علم حدیث (۲)
"	صفی،	"	ابو یحییٰ صفی	"	صحابہ کرام متعلیہ میں،
"	ابوبکر عقیق بن علی سنطاری،	"	ابو عمران موسیٰ بن حسن،	"	حضرت عمار بن یاسرؓ،
"	تالیفات،	۲۱۳	ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بکر صفی،	۲۰۷	معاویہ بن قیس،
۲۱۸	ابو الحسن علی بن مفرج صفی،	"	محمد بکر صفی،	۲۰۸	احادیث کے مجموعے متعلیہ میں،
"	قاضی ابن الحصار صفی،	"	سفر و شیوخ،	"	موطا،
"	ابوبکر محمد بن سابق صفی،	"	وفات،	"	مصحفین،
۲۱۹	تالیفات	۲۱۴	ابوبکر بن عقال صفی،	"	ترمذی،
"	ابن خضر صفی،	"	محمد بن خراسان،	۲۰۹	ابوداؤد،
۲۲۰	ابو یحییٰ عمر بن خلف صفی،	"	ابو علی حسن بن علی صفی،	"	طلب حدیث کے لئے سفر،
"	ابو الفضل عباس بن عمرو صفی،	"	وفات،	"	دوراؤل
"	صفی،	۲۱۵	ابو محمد بن صاحب الخضر صفی،	"	(تیسری اور چوتھی صدی ہجری)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۹	علم فقہ، (۳)	۲۲۸	نقد رجال کا ایک نمونہ	۲۲۱	ابوبکر محمد بن ابراہیم صقلی،
	دور اول	۲۳۰	مومن فاسق کے دخول	~	ابوبکر صقلی فرضی،
	(تیسری چوتھی صدی ہجری)		جنت کی تحقیق	۲۲۲	حسن بن عبد الباقی،
۲۴۱	قاضی اسد بن فرات،	۲۳۲	تحقیق لفظ مسیح،	~	ابو عمرو عثمان بن علی سرقوسی
۲۴۲	یونس میں تحصیل علم،	~	کسی نئے کا قبل وقوع		دور ثالث
~	امام مالک کے حلقہ درس		منسوخ ہونا،		(چھٹی اور ساتویں صدی ہجری)
	ین،	۲۲۳	لفظ فرق (برتن) کی	۲۲۲	امام مازری،
۲۴۵	عراق میں تحصیل علم،		تحقیق،	۲۲۳	تالیفات،
~	امام محمد کا التفات خاص	~	تعلیقات بروایات جزئی،	~	کتاب العلم،
۲۴۶	امام مالک کی وفات اور	~	شرح موطا امام مالک،	~	سبب تالیف،
	ان کے تلامذہ کی طرف مروجہ	۲۳۴	تلامذہ،	۲۲۴	کتاب العلم کا ایک نسخہ،
۲۴۷	صحابین کا اسد موطا کا	۲۳۵	اخلاق و عادات،	~	المعلم کی تشریح،
	درس لینا،	~	وفات و مدفن،	۲۲۶	المعلم کے چند اقتباسات،
۲۴۸	وطن کی واپسی،	۲۳۶	محمد بن مسلم مازری،	~	مسلم اور صحیح مسلم امام مازری
۲۵۰	اسد مصرین،	۲۳۷	ابو مسعود سلیمان صقلی،		کی نگاہ میں،
۲۵۱	اسدیہ کی تدوین،	~	شرف الدین صقلی،	۲۲۷	حقیقت کذب،
~	اسدیہ پر پہلا حملہ اور اسکی	~	محمد بن کی صقلی،	۲۲۸	معتزلہ کے نفی قدر کی
	پہلی نقل،	۲۳۸	ابوبکر محمد بن محمد صقلی،		تشریح،

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۴۲	حزقی،	۲۶۶	وفات،	۲۵۱	اسدیہ کی دوسری نقل،
"	ابن الکوئی صفقی،	"	ابن الحکام صفقی،	"	اسد کا ورود افریقیہ،
"	ابوالعباس احمد بن محمد	۲۶۷	تالیفات،	"	تلامذہ کی کثرت،
"	بن کلامی،	"	زمانہ،	۲۵۲	اسدیہ کی تیسری نقل موسومہ
"	ابن القابلیہ صفقی،	"	ابوالقاسم بن حداد صفقی،	"	المدونۃ الکبریٰ اور امام
"	ابوعبداللہ بن النبیاء،	"	دورثانی	"	سخنوں واسدین علیٰ حبیب
"	ابوبکر صفقی فرضی،	"	(پانچویں صدی ہجری)	"	اسد کا مذہب فقہ میں،
۲۴۳	ابوحسین عمر بن سائر الہاتمی،	۲۶۸	ابومحمد عبدالحق سہمی صفقی،	۲۶۰	اسد قاضی القضاۃ کے
"	ابوبکر بن عباس،	"	علم و فضل،	"	عہدہ پر،
"	ابوالعباس احمد بن محمد	"	سفر حج اور مشرق کے	۲۶۲	ابوبکی احمد بن محمد بن قادم
"	جزا صفقی،	"	اہل علم سے صحبتیں،	۲۶۳	وفات،
"	تلامذہ،	۲۶۹	امام اکبرین سے تحریری	۲۶۴	لقمان بن یوسف غسانی،
۲۶۴	سمنطاری،	"	سوال و جواب،	"	وفات،
"	ابومحمد بن محمد صفقی،	"	ورود مصر اور وفات،	"	ابوالقاسم عبدالرحمن بن
"	ابن ظفر صفقی،	"	تالیفات،	"	محمد بکری صفقی،
"	ابن یونس صفقی،	۲۷۱	ابن مفرج صفقی،	"	قاضی ابن الحصار صفقی،
"	اساتذہ،	"	تالیفات،	"	براہ ذی قہر و انی،
۲۷۵	علم و فضل،	"	ابن صاحب انس صفقی،	۲۷۵	ہجرت افریقیہ و سکونت مصطفیہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸۶	ابو محمد عبدالحق سہمی،	۲۸۱	وفات،	۲۷۵	فوجی خدمت،
"	ابن ظفر صفی،	"	احمد بن قاسم بن زید کی	"	تالیفات،
۲۸۸	محمد بن سابق صفی،	۲۸۲	ابو محمد بن صمنہ صفی،	"	وفات،
"	ابن صاحب انجس،	"	چند دیگر شاعر و فنکار،	"	ابن خلوت مقلی،
"	ابن ابی الفرج ذکی صفی،		دور رابع	۲۷۶	ابن ابی الفرج ذکی ماندی
"	امام غزالی سے مناظرہ،		(ساقون آنھوں صدی ہجری)	"	تلامذہ،
"	سیاحت ورود و مہند،	۲۸۳	فرالدین محمد بن محمد صفی،	"	استاذہ و تلامذہ کا اعتراف،
"	مناظرے،	"	تالیف،	۲۷۷	استاذ سے مخالفت،
۲۸۹	وفات،	"	وفات،	"	مشرق کا سفر،
"	محمد بن مسلم مازری،	"	ابن حجر مقلی،	۲۷۸	تالیفات،
۲۹۰	امام مازری،	۲۸۴	احمد بن عبد اللہ حسن بن		دور ثالث
"	امام مازری اور امام الحرمین		صدقہ،		(چھٹی صدی ہجری)
۲۹۳	امام مازری اور امام غزالی،	"	ابن حیون شمس مقلی،	"	امام مازری،
۳۰۳-۲۹۶	علم تصوف (۵)	۲۸۶-۲۸۴	علم کلام و مناظرہ (۴)	۲۷۹	تالیفات،
۲۹۸	شیخ ابو القاسم کبری مقلی،	۲۸۵	قاضی اسد بن فرات،	۲۸۱	ابو بکر محمد بن جری،
"	تصفیات	"	مسئلہ خلق قرآن،	"	وفات،
۲۹۸	شیخ ابو بکر محمد بن احمد السیوطی،	۲۸۶	رویت باری،	"	ابو عمر عثمان بن حجاج شافعی،
"	صفی،	۲۸۷	ابن حکار مقلی،	"	تالیفات،

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۵	محمد بن عبدون سوسی	۳۰۹-۳۰۸	علم ادب (۷)	۲۹۹	شیخ ابو عبد السلام مفرج
۳۱۶	ابن المودب قیروانی		(صرف نخواستہ، عرض و شکر)	۳۰۰	شیخ ابوالحسن علی حریری صفلی
۳۱۷	ابوالحسن ابن انجم ماربی	۳۰۷	شاهی خانوادوں کا ذوق	۳۰۱	ذوق نماز
	ارباب علم و ادب و شعر		ادب	۳۰۲	وفات
	دورِ اول		خانوادہ غالبہ کی شاعری	۳۰۳	ابو علی طغی
۳۱۸-۳۱۷	عبد اسلامی کے ادب		محبوبین ابراہیم طغی	۳۰۴	ابوالقاسم عتیق صفلی
۳۲۳	ابو علی حسن بن صفلی	۳۰۸	خانوادہ کلیدیہ میں شاعری	۳۰۵	وفات
	ابوالعلاء صاعد بن حسن	۳۰۹	امیر ابوالحسن احمد	۳۰۶	شیخ ابوالحسن علی بن عمرو صفلی
	نجدادی		امیر نقۃ الدولہ	۳۰۷	شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم صفلی
	وفات		امیر تاج الدولہ	۳۰۸	شیخ ابوبکر عتیق منطاری
	دمہ صفلی		امیر ابو محمد عمار بن منصور کلبی	۳۰۹	تصنیفات
۳۲۴	شہاب الدین عبدالحق صفلی	۳۱۰	ابوالقاسم عبد اللہ بن سلیمان	۳۱۰	شیخ ابو محمد عبد اللہ بن مبارک
	ابو حفص عمر بن حسن صفلی		کلبی	۳۱۱	صفلی
	ابو یونس یوسف بن باغ		عمدہ دار شعرا	۳۱۲	شیخ ابوبکر احمد صفلی
	طاہر بن محمد بن رقبانی	۳۱۱	کتاب و وزراء	۳۱۳-۳۱۲	علم تاریخ (۶)
۳۲۵	ابوالفضل علی بن طاہر بن	۳۱۲	نمونہ کلام	۳۱۴	تاریخ ممالک
	رقبانی	۳۱۳	شعرا و دربار	۳۱۵	سیرت و طبقات
	ابو طاہر اسماعیل بن خلف	۳۱۴	ابو محمد عبد اللہ بن محمد نونہی	۳۱۶	تذکرہ شعرا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۶	کتاب الصحاح کی روایت	۳۲۰	نظم و قصائد	۳۲۵	عثمان بن علی سر قوسی
۳۲۷	علم و فضل	۳۲۲	وفات	۳۲۶	عمر بن خلف
"	شعر و شاعری	"	ابوطاہر یحییٰ بن احمد برقی	"	تصنیفات
۳۲۸	مصطفیٰ سے ہجرت اور	۳۲۳	وفات	"	محمد بن علی
"	ورود مصر	"	علی بن عبد الرحمن مقلی	۳۲۷	ابوموسیٰ عیسیٰ بن عبد المنعم
"	وزیر مصر کے یہاں ملازمت	"	عمر بن علی بن عمر سر قوسی	"	مقلی
۳۳۸	تلامذہ	"	ابوبکر محمد بن عبد اللہ مقلی	"	تالیفات
۳۳۹	صحاح جوہری کی روایت	"	ابوحنف عمر بن سارولولائی	"	سعید بن نقون بن حکوم
"	کاشا خانہ	"	ابوالمصیب عبد اللہ بن	"	وفات
۳۴۰	تصنیفات	"	ابو مالک قیسی	"	ابو الحسن ابن ابی شریک
۳۴۴	وفات	۳۴۴	ابو الحسن علی بن حسن بن	"	شاعری
"	محمد اسلامی کے شعر	"	حبیب نقوی	۳۴۸	مجموعہ کلام
۳۴۴	چند شعرائے متقدمین	"	عمر بن مقلی	"	ابن کلامی
۳۴۵	ابو الحسن علی بن حسن بن علی	"	ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ	"	ابن فہام مقلی
۳۴۶	دیوان	"	ابن القطاع مقلی	"	ابو عمران موسیٰ بن امیہ
"	ابن السوسی	"	نام و نسب و فائز ان	"	قرطبی
"	سیمان بن محمد طائی	۳۴۶	ولادت	"	ابن شیبہ قزوانی
"	محمد بن ابوبکر مقلی	"	استاذہ	۳۵۰	تالیفات ہزمانہ قیام مصطفیٰ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	دورِ ثمانی	۳۵۲	چند دیگر تصائد و قطعات	۳۳۷	ابو محمد بن صمدہ
۳۶۴	شعرائے متوسطین	۳۵۵	احباب کی بے تکلف مجلسین	-	ابو الفضل جعفر بن برو
۳۶۵	عیسائی فرمانرواؤں کا	۳۵۶	زمانہ قیام انبیلیہ میں صقلیہ		مقلی
	ذوق عربی علم ادب کا		سے تعلقات		ابو العرب مصعب
-	مجیدہ تصائد پر قید سے ہائی	-	المستعد کی حکومت کا زوال		قرشی مقلی
۳۶۶	دشمن کے مداح شاعر کا قتل		اور ابنِ حمدیس	۳۴۹	وفات
-	یحییٰ بن تیفاشی	۳۵۷	قیامِ انعامات	-	دیوان
-	نارمنی دربار کے شعراء	۳۵۸	دولتِ صنهاجیہ سے وابستگی	-	ابنِ حمدیس سر قوی
۳۶۷	۱۔ عبدالرحمن بن محمد بن	۳۵۹	بجائیہ میں قیام	-	ولادت و تعلیم و تربیت
-	عمر بشری	۳۶۰	مرثیے	۳۵۰	صقلیہ سے روانگی اور ورنہ
-	۲۔ ابن بشر و مقلی	-	حمید پیری اور پریشان حالی		افریقہ
-	۳۔ قاضی عبدالرحمن بن	-	وطن کی یاد	-	ورود اندلس
	رمضان	۳۶۲	ورود میورقہ	۳۵۱	انبیلیہ کے زمانہ قیام کے
-	۴۔ ابوالغور سراج	-	وفات		تصائد و قطعات
۳۶۸	۵۔ احمد بن مفرج مقلی	۳۶۳	دیوان	-	المستعد کی شان میں تصائد
-	۶۔ ابو یحییٰ بن صبا ممدی	-	ابنِ حمدیس کی شاعری	۳۵۳	ابنِ حمدیس کے ایک قصیدہ
	ادبائے متوسطین		پر ناقہ بن ادب کی		سے ایک باغی گور زکی
۳۶۹	۱۔ ذکی مقلی		رائیں		جان بخشی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸۱	صقلیہ کے اطباء اور انکی تصنیفات	۳۶۹	۱۔ ابن قرقاس	۳۶۹	درس کے چند نکات
۳۸۲	۱۔ ابوسعید بن ابراہیم مقلی	۳۶۶	صقلیہ کے قیام کی یادگار	۳۶۰	۲۔ خلف بن عبد اللہ مقلی
۳۸۳	۲۔ امام مازری	"	صقلیہ سے واپسی اور دوا	"	۳۔ وفات و مقبرہ
"	۳۔ شیخ ابوبکر مقلی	"	ورود	۳۶۱	۳۔ ابن بلم
۳۸۴	اطباء صقلیہ کا ایک خاندان	"	صقلیہ سے روانگی اور وفات	"	وفات
"	۴۔ ابو محمد عبد السلام بن		دور ثالث	"	۴۔ امام مازری
"	ابراہیم مقلی	"	متاخرین شعراء وادباء	"	۵۔ لفر بن فتوح
"	تصنیفات	۳۶۰	۱۔ قاضی رشید احمد بن قاسم	"	۶۔ یعقوب بن علی
"	وفات	"	مقلی	"	۷۔ ابن طغر مقلی
"	۵۔ ابوالعباس احمد بن	۳۶۸	شاعری	۳۶۲	نحو و لغت کے بعض مسائل
"	عبد السلام شریف مقلی	"	۲۔ ابن الجری مقلی	"	میں مناظرہ
"	تصنیفات	"	۳۔ ابوسعود سلیمان بن	"	تصنیفات
۳۸۶	۶۔ ابو عبد اللہ محمد عثمان	"	عمود	"	نسب
"	صقلی	"	۴۔ ابوالقاسم مقلی	۳۶۳	کتاب کی مقبولیت اور
۳۸۷-۳۸۸	علم جغرافیہ	"	۵۔ جبر بن محمد مقلی	"	مختلف زبانوں میں ترجمہ
۳۸۹	مشہور عرب سیاح صقلیہ	۳۶۹	۶۔ عبد اللہ بن جبر مقلی	۳۶۴	دیگر تصنیفات
"	ابن حوقل	۳۶۵	علوم تعلیمات، یانیت و طب	۳۶۵	انشاء پر داری
۳۹۰	۳۸۰-۳۸۱ ابن جبیر	"	علم طب	"	۸۔ شریف ادیری

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹۳	شریف اور بیسی	۳۹۳	دفن	۳۹۳	صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن
۳۹۴	دنیا کا تقرنی کرہ	۳۹۴	علم ہیئت و ریاضیات	۳۹۴	ایک اجمالی نظر
۳۹۴	کرہ بنانے کا صلہ	۳۹۴	پانی کے آلات اور کارخانے	۳۹۴	۳۵۲-۳۱۴
۳۹۵	صقلیہ میں مستقل توطن	۳۹۵	عین الاوقات	۳۹۵	مسلمانوں کی خانہ جنگیوں کا
۳۹۵	شہانہ زندگی	۳۹۵	علم ہیئت کے آلات	۳۹۵	اثر تمدنی ترقیوں پر
۳۹۵	علمی سفر	۳۹۵	فن تعمیر کے آلات	۳۹۵	کیا صقلیہ کا اسلامی تمدن
۳۹۵	نزدہتہ المشتاق	۳۹۵	فن پارہ پائی کے آلات	۳۹۵	نارمنوں کے ہاتھوں فروغ پایا
۳۹۵	نزدہتہ المشتاق سے استغناء	۳۹۵	فن جنگ کے آلات	۳۹۵	نارمنی دور میں عقیدہ زبان
۳۹۵	نزدہتہ المشتاق کا ایک عربی	۳۹۵	ہیئت دان اور ریاضی دان	۳۹۵	اور معاشرت کی آزادی
۳۹۵	مختصر ارمنی اہل علم کے قلم سے	۳۹۵	فن کیمیا سازی (کیمیائی)	۳۹۵	قدیم نارمنی تمدن
۳۹۵	علمی جزافیہ کی تاریخ میں	۳۹۵	فلسفہ و منطق	۳۹۵	نارمنی عہد میں اسلامی تمدن
۳۹۵	ادریسی کا پایہ	۳۹۵	سعید بن خنوخ قرطبی	۳۹۵	صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن
۳۹۵	نزدہتہ المشتاق کے یورپی پیچھے	۳۹۵	تصنیفات	۳۹۵	تمدن کے اثرات یورپ پر
۳۹۵	نزدہتہ المشتاق کے نقشے	۳۹۵	ابو محمد عبد المعطی بن محمد	۳۹۵	یورپ کے عقائد پر اثر
۳۹۵	نزدہتہ المشتاق کے نقشے	۳۹۵	سرقوسی	۳۹۵	یورپ کا شرعی نظام
۳۹۵	ادریسی ولیم دوم کے عہد میں	۳۹۵	نارمن اور جرمن دودھوں	۳۹۵	یورپین عورتوں کے حقوق
۳۹۵	روض الانس	۳۹۵	میں علوم فلسفہ	۳۹۵	معاشرت و عادات پر
۳۹۵	سال وفات	۳۹۵	کتاب مسائل صقلیہ	۳۹۵	اثرات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵۳	یورپ کے اسلامی تہذیب	۴۴۰	پیٹرو او یورٹی	۴۳۱	صغیہ کے اسلامی نظام حکومت
۴۵۶ تا ۴۵۷	تہذیب کے آثار کا استیصال	۴۴۱	مارٹن اور باری کے مدارس		کا انٹرویو کے دستور حکومت میں
۴۵۴	یورپین یونیورسٹین کا اسلامی	"	یورپ میں عربی کتاؤں کے بیچ	"	یورپ کی زراعت صنعت
	علوم و فنون کا اخراج	۴۴۲	اسلامی فلسفہ و سائنس یورپ میں		حرف و تعمیر تجارت پر اثرات
۴۵۵	صغیہ کے اسلامی تہذیب	۴۴۶	اسلامی اثر سے علی مجلسوں کا	۴۴۴	علوم و فنون کے اثرات
"	کے آثار کی بربادی		قیام	۴۴۶	اٹلی کے دارالعلوم اور علوم تھیں
"	غیر خفائی نقوش	۴۴۷	عربی ادب کے اثرات	"	سلفو کا طبع کا ج
۴۵۷	مراقی				
۴۵۸	دعا	۴۴۹	عربی زبان کے اثرات	۴۴۸	سلفو یونیورٹی
۴۶۰-۴۵۹	تصحیح و استدراک		خاتمہ	۴۴۹	فن طب میں اضافے
۴-۳	ضمیمہ فہرست مأخذ	۴۵۸-۴۵۳		۴۴۰	نیپس یونیورٹی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صقلیہ کے عہدِ اسلامی کا تاریخی و تمدنی جغرافیہ

مسلمانانِ صقلیہ

صقلیہ کے ابتدائی حملوں ۸۳۳ء تا ۸۴۸ء میں جو مسلمان یہاں آتے رہے وہ عرب کے مختلف قبائل قریش، بنو کنندہ، بنو قریظہ، بنو فظلہ اور قبائل انصار اور اولادِ خزیمہ کے لوگ اور افریقیہ کے قدیم باشندے بربریتھے پھر صقلیہ کے دارالاسلام قرار پانے کے بعد ۸۴۸ء سے مجاہدین کے جو قبائل یہاں اقامت کی نیت کیساتھ آئے وہ قبائلی و جماعتی حیثیت سے تین قسم کے تھے، ۱۔ عرب، بربر، اور عوامی، پھر آئندہ مل کر یہاں کے قدیم باشندوں کی ایک بڑی جماعت مسلمانوں کی صف میں داخل ہو گئی یہ جو جمعی قسم تھی، عرب، عوامیوں اور خاندانوں میں سے بنو تمیم اور بنو کلب صقلیہ کے فرمانروا خاندان کی حیثیت سے یہاں سب میں ممتاز تھے، کیونکہ حنیظہ متفرق والیوں کے علاوہ انہی دو فون فاندانوں کے لوگ یہاں عموماً حکمران رہے یہ دونوں عرب کی دو جدا گانہ نسل عدنان و قحطان میں سے تھے اور چونکہ عربوں کے شاخ و رشاخ قبائل میں سے تھے اس لیے انہیں جاکر انہی دونوں نسلوں میں سے کسی ایک سے ملتا ہوا سب سے ان دونوں خاندانوں کی حکمرانی سے تمام قبائل اشراف کی تہم خدائی

بنو تمیم نے سعد بن یحییٰ کی نیابت کی، اور بنو کلب نے قحطانیوں کی قائم مقامی کی،
بنو تمیم حقیقہ کے مشہور فرمانروا بنو ابراہیم بن یحییٰ تھے بنو اغلب، اغلب بن ابی اسیر بن یحییٰ کی طرف منسوب
ہیں، اغلب کا سب سے بڑا نسب تمیم تک اس طرح پہنچتا ہے،

أُغْلَبُ بْنُ سَالِمِ بْنِ عَقَالِ بْنِ خُصَاعِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ مَنَظَرِ بْنِ حُرْثِ بْنِ سَعْدِ بْنِ حِزَامِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ
بْنِ سَعْدِ بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ تَمِيمِ بْنِ مَرَّةَ بْنِ أَدَانَ بْنِ طَاغِبِ بْنِ أَيْكِسَ بْنِ مَضَرَ بْنِ زَارِ بْنِ مَعْدِ بْنِ عَدْنَانَ،
أُغْلَبُ بْنُ سَالِمِ بْنِ عَقَالِ بْنِ خُصَاعِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ مَنَظَرِ بْنِ حُرْثِ بْنِ سَعْدِ بْنِ حِزَامِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ
بْنِ سَعْدِ بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ تَمِيمِ بْنِ مَرَّةَ بْنِ أَدَانَ بْنِ طَاغِبِ بْنِ أَيْكِسَ بْنِ مَضَرَ بْنِ زَارِ بْنِ مَعْدِ بْنِ عَدْنَانَ،
اس کے اہل بحال نہیں سکونت پذیر ہو گئے، چند سال کے بعد خاندان اغلب کی قسمت کا پانسہ پٹا اور اس
کا لڑکا ابراہیم بن اغلب ستم سے بین خلیفہ ہارون رشید کے حکم سے عمدہ ولایت پر مقرر ہوا، اور افریقیہ کی
ولایت اسی خاندان کیلئے مخصوص ہو گئی،

صقلیہ میں قیام حکومت کے بعد یہاں کی ولایت پر بالعموم خاندان اغالبہ ہی کے ممتاز افراد مقرر
ہو کر آتے رہے جنہوں نے یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی، اسی توسل سے بنو اغلب کے بہت سے خاندان
یہاں آ کر آباد ہو گئے، کچھ تو ان شاہی خدمات کی انجام دہی کیلئے آئے، اور کچھ ان اسیامیوں
کی بدلت مقیم ہو گئے، جو خانوادہ اغلبیہ میں ہونے کے باعث ان کو میان جہل ہوئیں و ولایت اغالبہ
کے زوال کے بعد صقلیہ کے غلبی تمیمی کے امتساب سے مشہور ہوئے چنانچہ ابن القطائع صقلی
غلبی تمیمی کہلاتا ہے،

اس کے علاوہ تمیم کی دوسری شاخوں کے خاندان بھی یہاں آباد تھے جنہیں امام مازری اور ابوبکر

لہ یہ سلسلہ نسب نہایت مشہور ہے، ابن عساکان (جلد ۲ ص ۲۰۲ ترجمہ ابن القطائع) اور کتاب المعتمد علیہ ابن الاثیر القضاہی
وغیرہ میں مذکور ہے، دونوں میں کین کین اختلاف بھی ہے، مثلاً ابن ابار نے حرث کے بجائے عرب، یا سعد کی جگہ سید لکھا ہے، لیکن سوز
کا اختلاف کین چاہئے، البتہ ایک اختلاف نہایت بڑا ہے، وہ ابن ابار کا ابن حزام کے بجائے ابن عقال لکھا ہے،

محمد بن عبداللہ بن یونس قمی وغیرہ ممتاز اہل علم گذرے ہیں،

بنو کلب قبیلہ کلب میں کا شاخ و شاخ ایک معزز قحطانی قبیلہ ہے، اس کا ایک خانوادہ

نسلہ بقیہ میں آباد تھا، جن سے حسن بن علی الکلبی کا سلسلہ میں ولایت صفیہ کیلئے انتخاب ہوا، اور پھر کلبی

فرمانرواؤں نے خلافتِ فاطمیہ کی سیادت میں صفیہ میں بادشاہی کی، اس زمانہ میں اس خاندان کے

بہت سے ممتاز امراء و رؤسا یہاں کے معزز عہد و ن پر فائز تھے، اور

اہل علم کی ایک جماعت بھی ان میں موجود تھی، عبداللہ بن محمد بن الکلبی وغیرہ ممتاز علما، اس خاندان میں گذرے ہیں

ان دونوں قبیلوں کے علاوہ یہاں جن دوسرے قبیلوں کے خانوادے آباد ہوئے ان میں

سے چند حسب ذیل میں جنہیں ہم ان کے انتساب کے ساتھ درج کرتے ہیں،

فہری عرب کے قدیم قبیلہ فہر بن مالک بن کنانہ کی طرف منسوب ہے، قبیلہ قریش، محارب اور

حرب وغیرہ اسی قبیلہ کی مختلف شاخیں ہیں، مغرب میں عبدالملک بن قطن الفہری الی اندلس کو شہرت حاصل

عجب کیا کہ صفیہ کے بنو فہری اسی والی اندلس کے خانوادہ سے ہوں، اور اصبح بن وکیل اندلس کے

ساتھ اوائل میں یہاں آئے ہوں، نیز افسر بقیہ میں عقبہ بن نافع الفہری اور عبدالرحمن بن حبیب الفہری

ولادہ افریقہ کے خاندان بھی پھلے پھولے،

حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ بن نافع الفہری کا نام صفیہ کے حملہ آور و ن میں آتا ہے،

صفیہ کے متعدد اہل علم اس قبیلہ کی طرف منسوب ہیں،

ربیع عرب کا شاخ و شاخ مشہور قبیلہ ہے، ربیع بن نزار کی طرف منسوب ہے ایک ربیعی

خاندان جرجسہ میں آباد تھا، ان میں ابو بکر محمد بن حسن بن علی الربیعی کو شہرت حاصل ہے،

بکر بنی مختلف خانوادے اس نسبت سے مشہور ہیں، زیادہ شہرت قبیلہ بکر بن وائل کو

صفیہ کے مختلف اہل علم ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بن عبدالبر البکری وغیرہ اس نسبت سے مشہور ہیں

وَدَّانی حرمین کے درمیان ایک کھول ہو جو ہر ودان کہا جاتا ہے، حضرت مصعب بن خثامہ بن قیس ودانی اسی کی طرف منسوب ہیں، جو صحابہ میں تھے اور ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے آئے تھے، ودانی کی نسبت انہی کی طرف ہے، متقلیہ میں یہ خاندان بھی آباد تھا، جیسے سہل بن علی بن ابی اسحاق ابراہیم بن الودانی ابو القاسم احمد بن ابراہیم الودانی ابو الحسن علی بن عبد الجبار الودانی وغیرہ مشہور ہیں،

سہمی قریش کی ایک شاخ ہے، جو ہم بن عمرو بن مہیص بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر القرشی سے نکلی ہے، جو ہم کی ایک شاخیں اور بھی ہیں لیکن متقلیہ میں جو خاندان آباد تھا، وہ سہمی قرشی تھا، ابو محمد عبد الحق بن محمد بن ہارون السہمی القرشی وغیرہ اسی خاندان کی طرف منسوب ہیں، معافر می، یہ انتساب قطان کے مشہور قبیلہ معافر کی طرف ہے، اس قبیلہ میں ممتاز اہل علم پیدا ہوئے، متقلیہ میں بھی ایک خاندان آباد تھا جن میں ابو محمد عبد العزیز بن حاکم المعافری شہرت رکھتے ہیں،

کنانی کنانہ کے انتساب سے مختلف قبائل مشہور ہیں جن میں ایک قرشی قبیلہ بھی ہے، غالباً اسی کی ایک شاخ صقلیہ آئی تھی، ان میں قاضی ابو الفضل حسن بن ابراہیم الشافعی الکسانی ماہو کن علی بن عبد بن الشافعی الکسانی اور ابو الفتح احمد بن علی الشافعی غیرہ مشہور ہیں،

کحنی، قوم میں کا مشہور قبیلہ ہے، ان میں قاضی ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زید النعمانی الکحنی مشہور ہیں،

قرشی یون تو قریش کی مختلف شاخوں نے مختلف انتساب اختیار کر لئے، لیکن بعض خاندانوں نے قرشی کا انتساب قائم رکھا، کہا جاتا ہے، کہ اندلس کے اموی اپنے قدیم اموی انتساب کو چھوڑ کر اپنے کو قرشی کہنے لگے تھے لیکن ہے کہ صقلیہ میں بھی یہی جماعت آباد ہو، ان میں سید ابو العوب

مصعب بن محمد بن ابی الفرات القرشی مشہور ہے

قیسی عرب کا مشہور قبیلہ ہے، جو قیس بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہے، اس کا ایک خاندان متعلیہ میں آباد تھا جنہیں ابو مصعب عبداللہ بن ابی مالک القسی الصقلی وغیرہ کو شہرت حاصل ہے، ان کے علاوہ متعلیہ میں طبری، بھڑی، طرزی، اور عامری وغیرہ کی مختلف نسبتوں سے مختلف ہمسراؤں اور خاندانوں کا پتہ چلتا ہے، جو یہاں مستقل طور پر آباد تھے۔

مسترب متعلیہ کے ان عرب قبائل کی نسبت یورپ کے مورخین کا خیال ہے کہ:-

یہاں جو مسلمان مکران تھے، ان میں اکثر مصنوعی عرب تھے، کیونکہ درحقیقت وہ افریقی تھے جنہوں نے عرب کے عقیدہ زبان اور معاشرت کو اختیار کر لیا تھا،

ہمیں بھی اسکی صداقت سے انکار نہیں بشہ طیکہ اسکو صرف مسلمانان متعلیہ سے متعلق کہنے کے بجائے ان تمام ممالک کے متعلق کہا جائے، جو عربوں کے زیر حکومت رہے، اور عالم اسلامی کھلائے عرب جس سرزمین میں پہنچے، وہاں کے باشندے اسکی شادی یا ایک تعلقات قائم کر لے، خصوصاً باندیوں کا جو دستور تھا، اوس سے انکی نسل کو بہت فسرغ ہوا، اور انہی حالات کی بنا پر عربوں کے ہر متوج ملک میں ایسے بہت کم خانوادے نکلیں گے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہو، اور ان میں عربی خون کی آمیزش نہ ہو گئی ہو۔

اسلئے عربوں کے ہر متوج ملک میں اگر ایک جماعت خالص عربی النسل ہوتی، تو ایک بڑی جماعت ایسی بھی ہوتی، جو اپنے جدید سلسلہ سے عرب کسی جاتی، اور اپنے اداری تعلق کے لحاظ سے وہ لوگ خالص اسی ملک کے باشندے ہوتے چنانچہ یہاں بھی دونوں طرح کے عرب آباد تھے، اور وہی جماعت میں کچھ ایسے تھے جنکی نانہال فسریتہ تھی، اور کچھ ایسے تھے جنکی نانہال خاص متعلیہ میں تھی،

لے قبائل کے حالات کتاب الانساب سمانی سے اخذ ہیں، لے انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا (مذکرہ ص ۱)

وحدتِ نسب کی ثبوت کیلئے دو چیزیں ضروری تھیں، اولاً جسمانی ساخت و شبہات و دوسرے زبانِ معاشرت اور عقیدے کی یکسانی، اُن کی رگوں میں عربوں کا گرم خون تیزی سے روان تھا، اولاً ان میں نہ صرف جسمانی شبہات موجود تھی، بلکہ وہ عربیت کے تمام شریفانہ خصائل و عادات کے حامل تھے اور زبان، معاشرت اور عقیدہ کی وحدت کیلئے یہ کافی تھا کہ وہ بھی بادۂ توحید کے متوالوں میں تھے جس نے انہیں ایک ہی رنگ میں رنگ دیا تھا،

اسلئے عربوں کا یہ دوسرا گروہ بھی حقیقی معنوں میں عرب تھا، اور عربیہ پدری سلسلہ نسب کہنے کے باعث وہ لوگ جس قبیلہ خانوادہ سے اپنا انتساب رکھتے تھے، وہ دراصل اسی کے حقیقی فرزند تھے، صفیہ کے یہ عرب و متعرب یہاں کے معزز عہدوں، صوبہ دار، سپہ سالاری اور مرکزی حکومت کے مختلف شعبوں کی انصرمی پتھن تھے، پھر ان خاندانوں کے کچھ لوگ اپنی فوجی کارگزاریوں سے زمین داریاں حاصل کر کے روسا و امراء بن گئے تھے اور نظامِ حکومت سے الگ ہو کر عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے تھے، اور جب ضرورت ہوتی، فوجی خدمات بھی انجام دیتے رہتے تھے، صفیہ کے ممتاز اہل علم و اہل فضل بالعموم انہی خانوادہ ن سے وابستہ تھے، نیز یہی لوگ یہاں کی صفت، حرفت، تجارت، زراعت اور تمدن کے تمام شعبوں میں سرگرمی سے مصروف عمل اور یہاں کے اسلامی تمدن کے حقیقی روحِ مروان تھے،

قبائلِ ہبرا بربر انسر لقیہ کے قدیم ترین باشندے ہیں، جو شاخ و شاخ مختلف قبائل میں منقسم تھے سب سے پہلے انکی دو شاخیں ہوتی ہیں، ایک ماوغیس جسکو تبر بھی کہتے ہیں اور دوسرے برنس، پھر ان میں سے ہر ایک کی مختلف شاخیں ہیں، چنانچہ برنس کے جو قبائل سمجھے جاتے ہیں، ان میں ازداہر، مضمودہ، اور بے غمیسیہ، صنماہ، اور کتامہ مشہور ہیں، یہ قبائل بربر اسلامی فوج میں سان بن نعمان کے عہدِ ولایت میں داخل ہوئے، اور عربوں کے دوش بدوش لڑائیوں میں شریک ہوئے، چنانچہ صفیہ کے

مفتوح ہونے سے پیشتر اس پر حقد را ابتدائی حملے ہوئے، ان میں یہ بھی موجود تھے پھر ۱۳ھ کے حملہ میں یہ بربر بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے، اور جس طرح عرب قبائل نے دہان بودیش اختیار کر لی، اسی طرح یہ بھی مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے،

صقلیہ کے قبائل بربر میں سے بنو کتاما کو سب پر فوقیت حاصل ہے،

بنو کتاما کتام بن یونس کی طرف منسوب ہیں لیکن عرب مورخین ابن کعبی اور طبری وغیرہ نے ان کو عرب علمائے انساب کی روایت کے رو سے نسل حمیر کی ایک شاخ بتایا ہے جو فسریس بن صفی کے ہم کاب جو ملوک بنو بعمہ میں تھا، افریقہ میں داخل ہوئے، اور سین ٹون پذیر ہو گئے، ابن خلدون نے قبیلہ صنهاجہ کی طرح ان کو بھی عرب ثابت کرتے ہوئے اسی نظریہ کی پر زور تائید کی ہے نہیں کہا جاسکتا، اصل حقیقت کیا ہے، یہ قبیلہ بربریوں میں اپنی شجاعت، تہوار، طاقت، قوت اور اپنے مستقل عہد و ارادے کے اوصاف میں مشہور ہے، یہ افسوس کے حکمران قبائل میں تھا اور عہد اسلامی میں بھی اس کو نمایاں تفوق حاصل رہا کسی زمانہ میں تو افریقہ کی سیاست کی کبھی اسی کے ہاتھ میں تھی،

صقلیہ میں کتابیوں کی کافی آبادی تھی، وہ یہاں کے نظام حکومت میں دخل تھے ملکی عہدوں پر سرفراز ہوتے، فوجی خدمات انجام دیتے، اور ان کو اکثر فوجوں کی سپہ سالاری کا منصب ملتا، جزیرہ کی بڑی بڑی زمیندار یوں کے بھی مالک تھے تجارت، صنعت، حرفت، اور زراعت میں نمایاں تھے، اور صقلیہ میں انکا اعزاز و اکرام عربوں ہی کے ہر تہہ تھا کیونکہ اسکی فتح میں انھوں نے عربوں کے دوش بدوش یکساں سبزیان کی تھیں،

یہاں بربریوں کا ایک نمول خاندان بنو طیزی کے نام سے تھا، جس کو یہاں

کی سیاسی حکمت عملیوں میں رسوخ و دخل تھا، عوام ان کے زیر اثر تھے لیکن یہ لوگ اپنے اثر سے کوئی مفید خدمت انجام دینے کے بجائے اپنی خود غرضیوں اور ذاتی نام و نمود کیلئے بسا اوقات ملک کی عام بدامنی کی بھی پروا نہ کرتے،

مقلیہ کے برسوں کو اسلامی حکومت کے زوال کے کچھ پہلے انکی سیاسی طاقت کے خاتمہ کے لئے یہاں سے متاہل پولی افریقہ جلا وطن کر دیا گیا۔

موالی | موالی کا لفظ اگرچہ عرب میں قدیم زمانہ سے پایا جاتا ہے، لیکن اسلامی فتوحات کے بعد اس کے مفہوم میں تغیر ہوتا گیا، اور رفتہ رفتہ اس کا اطلاق ایک ایسی غیر عرب جماعت پر ہونے لگا، جو لڑائیوں کے قیدیوں پر مشتمل ہوتی، اور قبول اسلام کے بعد عربی طرز معاشرت اختیار کر لیتی، یہ لوگ ابتداً پابہ زنجیر اپنے قانوں کی خدمت میں پیش ہوئے جنہوں نے شفقت و مہرحم سے انکی زنجیریں کاٹ دیں، وطن سے بے وطن ہو چکے تھے، عزیز و اقارب سے چھوٹ چکے تھے، اسلئے قبول اسلام کے بعد جس عرب خاوندہ میں داخل ہوئے وہی ان کا خاندان تھا، وہی ان کے اعزہ اور وہی ان کے قارب تھے،

رفتہ رفتہ متقلیہ میں عربوں اور برسوں کے موالیوں کی ایک مستقل جماعت پیدا ہو گئی، جو حکومت کے ذیلی خدمات انجام دیتی تھی،

عہد اسلامی میں موالی کو نہایت عظمت و شوکت حاصل رہی ہو، اور متقلیہ میں بھی یہ جماعت کچھ کم باثر و باسوخ نہیں تھی، ان کو یہاں سیاسی قوت حاصل تھی، اس جماعت کی بڑی تعداد جو موالی بنو کتہہ پر مشتمل تھی، ہجاز کے کارخانوں میں کام کرتی تھی، شہرہ میں چند معاملات میں ان موالی امہ ان کے عرب و بربر قاتلین میں کچھ شکر بخشی ہوئی اور نوبت کشت و خون تک جا پہنچی، متقلیہ کے تمام موالی دیگر قبائل کی متحدہ قوت کو ٹکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، اور جزیرہ میں عام بغاوت پھیل

گئی، دینی حقیقت کو حکومت سے دستبردار ہونا پڑا، اور جدید والی نے موالی کے حسبِ منشاء، معاملات طے کر کے بناوتِ فسر کی، لیکن ان میں سے شاہی خاندانِ کلیتہ کے جو موالی تھے، انھوں نے سیاسیات میں ایسا دخل دیا، کہ ایک کبھی فسر مزدا کے حکم سے ایک بناوت کی منز میں سب سے ترجیح کر دے، گو اس طرح حقیقت سے اسلامی حکومت کے خاتمہ سے پہلے قابلِ برہم موالی دونوں کا استیصال ہو چکا تھا،

قدیم باشندہ مسلمانوں کی صف میں، مسلمانانِ حقیقیہ جزیرہ میں ایک فاتح قوم کی حیثیت سے آباد تھے، جنھیں فوجی استقلال کے ساتھ تمدنی و معاشرتی اور ذہنی تفوق بھی حاصل تھا، ایک خاص تہذیب و تمدن کے مالک تھے، جو قدیم باشندگانِ حقیقیہ میں بھی قبولیت حاصل ہوئی،

قدیم باشندگانِ حقیقیہ میں اسلامی تہذیب کے جو مقبولیت حاصل ہوئی، اور جس نے اس کو جس استعداد سے قبول کیا، اسی کے مطابق مسلمانوں کی معاشرت اور زبان کو بھی اختیار کیا اور پھر جو تہذیب کی سب سے آخری منزل یعنی عقیدہ تک جا پہنچا، وہ قدیم باشندگانِ حقیقیہ کی صف سے نکل کر مسلمانانِ حقیقیہ کی صف میں داخل ہو گیا، اس لئے مسلمانانِ حقیقیہ میں عرب برابر اور موالی کے علاوہ یہ چوتھی جماعت نو مسلم عقلمین کی تھی،

مسلمانوں کی مجموعی تعداد اسی وجہ سے حقیقیہ میں مسلمانوں کی تعداد میں روز افزون ترقی ہوتی رہی، اور اس تعداد میں اسلامی حکومت کے خاتمہ تک اضافہ ہوتا رہا، تاکہ نامزد فسر مزدا کے کسی غیر مسلم کیلئے اسلام قبول کرنا قانوناً ممنوع قرار دیا، لیکن حقیقیہ میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد کا بتانا دشوار ہے، مختلف واقعات سے ایک اجمالی تیس لکھا جاسکتا ہے، مثلاً جب ۳۵۰ھ میں ایک مرتبہ سائے جزیرہ کے غیر مختون مسلمان بچوں کے فتنہ کی تقریب ایک شاہی جشنِ مسرت کے طور پر انجام پانے لگی، تو پندرہ ہزار مسلمان بچے غیر مختون نکلے، اسی طرح ایک روایت کے رو سے ۳۵۰ھ میں صرف

ایک شہر ازرکی مجموعی آبادی تقریباً پچاس لاکھ تھی جنہیں سے نصف یعنی تقریباً بیس لاکھ مسلمان تھے،

مصطفیٰ کی اسلامی آبادیاں

عہد اسلامی میں آبادیوں کی جو صحیح تعداد تھی، اس کا تذکرہ جلد اول میں گذر چکا ہے، مسلمانوں نے یہاں حکومت قائم کر کے اولاً قدیم شہری عہد کے پایہ تخت پتھر سے کونا چاردارا حکومت قرار دیا اور اس کو بلرم سے موسوم کیا، اور اس کو شہری و تمدنی حیثیت سے معراج کمال پر پہنچا دیا پھر اسی طرح جن شہروں میں مسلمان آباد ہوتے گئے، ان کو ترقی دیتے گئے، ذیل میں اولاً بلرم کا تمدنی جزا فیہ پھر ان دوسرے شہروں کے تمدنی حالات بہ ترتیب پیش کئے جاتے ہیں، جہاں اسلامی تہذیب و تمدن قائم تھا۔

بلرم | بلرم (پلزم) عہد اسلامی میں دارالحکومت تھا، اس کو دی شہرت حاصل ہوئی، جو اندلس میں قرطبہ و غرناطہ کو تھی، عربوں نے اس کی آبادی کے ترقی دینے اور اس کو پر رونق بنانے میں گہری دلچسپی لی اور یہ مصطفیٰ میں اسلامی تہذیب و تمدن کا صحیح مرقع تھا،

بلرم بطور صدر | اس شہر کی یہ اہم خصوصیت ہے، کہ مشرقی اور مغربی اور سامی اور آریائی فاتحین میں سے مقام کے، مشرقی اور سامی قوموں ہی نے اس کو سب سے پہلی مرتبہ عروس البلاد بنایا،

یہ وہ زمانہ تھا، جب کہ فنیقی یونانیوں کے حملوں سے مجبور ہو کر مشرقی مصطفیٰ کو چھوڑ کر شمال مغرب میں ہٹ گئے، اور بلرم کی مضبوط شہر بنانہ میں امان حاصل کی، اسی زمانہ میں بلرم جس کو نیز مس کہلاتا تھا، مصطفیٰ کا سب سے پہلی مرتبہ دارالحکومت قرار پایا،

۱۔ عربوں کے یہاں اس کے مختلف نام، بلرم، بلرموہ، بلرمہ اور بلرم وغیرہ رہا ہے اور بعض لوگوں کی تحقیق میں اس شہر کا جو قدیم نام تھا اس کے نویں مسمیٰ شہر کے تھے اس مناسبت سے اور نیز دارالحکومت ہو چکی، جو اسے لوگ اسکو المیدینہ شہر بھی کہتے تھے

پھر جب قرطاج نے فقیہوں کے مغربی مقبوضات پر قبضہ کرنا شروع کیا، تو بزم بھی ان کے قبضہ میں آیا، اور قرطاج نے صقلی مقبوضات کا صدر مقام قرار پایا،

لیکن جب یونانی، رومی اور بیزنطی حکومتوں کا دور آیا تو باوجودیکہ صقلیہ میں بسا اوقات ایک ہی وقت میں مختلف حکومتیں قائم رہیں، لیکن بزم اس زمانہ میں مجسمہ مقام کا رازار کے کمی حد مقام بنکر تہذیب تمدن کا گوارہ بن سکا۔

یہاں تک کہ جب بزم ۱۲۸۵ء میں بیان اسلامی پرچم لہرایا، تو ایک مرتبہ پھر اس کی قیمت جاگی اور صدر مقام قرار پایا، اور اس وقت سے آج تک یہ بیان کا پایہ تخت ہے،

مشرقی قوموں کے عہد حکومت میں اس کا دار الحکومت بننا دراصل اسکی جغرافیہ خصوصیت کی بنا پر تھا، خصوصاً اس میں اسکی مشرقی بندرگاہ اور اسکے سرزمین افسرہ قیہ سے قریب ہونے کو خصوصیت سے دخل ہے، اور یہی اسباب تھے جن کی بنا پر عربوں کی نگاہ انتخاب بھی اسی پر پڑی، اور اسی کو انھوں نے صدر مقام قرار دیا،

بزم کے مفتوح ہونے کے بعد صقلیہ کی مزید فوجی مہین روک دی گئیں اور اسکی بھٹی صقلیہ بیان قیام پذیر ہو کر اولاً ملکی نظم و نسق میں مصروف رہا، پھر دار الحکومت کے بناؤ تعمیر پر توجہ کی جس سے بزم کی شہریت میں دفعتاً انقلاب پیدا ہو گیا اور چند ہی دنوں میں اسکی شہرت، مرکزیت، آبادی اور شہری ترقیوں میں ایسا اضافہ ہوا، کہ دفعتاً و فتنہ دس کا شمار یورپ کے ممتاز ترین شہروں میں ہونے لگا،

قدیم شہر کی آبادی اگرچہ بیان کی آبادی اسلامی محاصرہ سے پیشتر تقریباً تین ہزار بتائی جاتی ہے، لیکن شہر میں دست و پاؤں کے داخلہ کے وقت یہاں کی آبادی تین ہزار سے زیادہ نہ تھی، اسکے بعد اسلامی دور

حکومت میں اسکو ایسی مرکزیت حاصل ہوئی، کہ یہاں کی آبادی بڑھتے بڑھتے کئی لاکھ نفوس تک پہنچ گئی اور اسلامی حکومت نے اسی مناسبت سے شہر کی وسعت میں استعدا اضافہ کیا کہ گویا اسلامی حکومت کا ایک نوابا د شہر بن گیا،

قدیم شہر ایک محدود قصبہ میں شہر بنیاد کے اندر آباد تھا، پھر اسلامی عہد میں اسکی آبادی میں رُو بروز ترقی ہوئی اس لئے شہر بنیاد کی دیوار کی وجہ سے شہر گنجان ہو گیا، اور شہروں کے قدیم طرز بنا کے اصول پر اسکو سمار بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، بلکہ اسلامی حکومت نے شہر کی اہمیت کے لحاظ سے اس پر قبضہ کرتے ہی شہر بنیاد کے استحکام کو مزید تقویت پہنچائی تھی،

اب اگر وہ شہر کی آبادی کے تناسب سے اسکے مضافات میں مزید محلے قائم کر کے اس کو وسعت دیتی، تو شہر بنیاد کو لازمی طور پر نقصان پہنچتا، اور اگر اسکو سرے سے مسمار کر دیتی، اور بغیر شہر بنیاد کے آبادیاں قائم کرتی، تو وہ محفوظ نہ ہوتیں،

اسلئے اسلامی حکومت نے اس مشکل مرحلہ کو خوش اسلوبی سے یوں طے کیا، کہ اسی کے پہلو میں اسی قدر وسعت کا ایک نیا شہر آباد کیا، اور اس کے استحکام، حفاظت اور باشندوں کی راحت و رسانی کے وہ جملہ سامان ہیا کئے جو ایک شہر کیلئے ضروری ہو سکتے تھے پہنچا پس جدید آبادی میں مضبوط شہر بنیاد اس میں حسب موقع جایا استحکم دوانے عالیشان عمارتیں مانتھیں بازار خصوصاً بازاروں کیلئے کیان کازن کی تعمیر عمدہ بختہ منظرین، سرسبز باغ آب رسانی و آب پاشی کے لئے نہریں، کوئیں، اور اسی قسم کی دوسری ضروری چیزیں موجود تھیں،

چنانچہ جب ابن حوقل ۳۳۵ھ میں یہاں پہنچا، تو قدیم و جدید آبادیوں کو ملا کر ایسے پانچ مقامات تھے جنہیں سے ہر ایک مقام ایک جدا گانہ شہر کی حیثیت رکھتا تھا اسلئے بعض جغرافیہ نویسوں نے ان میں سے ہر ایک کو مستقل شہر قرار دے کر ان کا جدا جدا تذکرہ کیا ہے، یہاں تک کہ یعقوب حموی نے بھی

اس کے بعض حصوں کو مستقل شہر شمار کر کے اپنی کتاب میں مختلف حروف تہجی کے ذیل میں درج کیا ہے، حالانکہ وہ سب صرف ایک شہر برم کے مختلف حصے مختلف ناموں سے موسوم تھے، یعنی شہر چند حلقوں (واوٹوں) میں اس طرح تقسیم تھا کہ ہر ایک حلقہ جو عمارہ کہلاتا تھا، ایک مستقل شہر نظر آتا تھا، چنانچہ ابن حوقل لکھتا ہے:-

وہو حصہ حارات محمد و دودہ غیر
یہ شہر بارخ حلقوں میں منقسم ہے جو ایک دوسرے
متباینۃ بعید مسافت وان کانت
سے زیادہ دور نہیں، اگرچہ ان کے حدود
حدود دھانطا ہرے لہ
الگ الگ نمایاں ہیں،

برم کے طبقے، برم کے یہ پانچوں حلقے حسب ذیل ہیں،

برم، فالصہ، صقلیہ (المعروف بابن صقلاب)، حارۃ الجدیدہ، اور حارۃ السجد، ان کے علاوہ چند چھوٹے محلے بھی تھے، جن میں سے حارۃ الیہود اور حارۃ ابی حماز کے نام تاریخوں میں آتے ہیں،
حدۃ برم | برم کی یہی قدیم آبادی تھی، جو اسی نام سے موسوم تھی، پھر بعد میں اس کو بطور امتیاز الفطر القدیم بھی کہنے لگے، یہ اسلامی دور حکومت میں دورا غالبہ تک صقلیہ کا پایہ تخت رہا، والی صقلیہ اور تمام شمال حکومت اسی میں سکونت پذیر تھے، اسلئے اسکی آبادی گنجان اور پر رونق تھی، ممتاز رؤساء امراء اور تجار اپنے عالیشان محل تعمیر کر کے اسی میں آباد ہو گئے تھے، اور اس کثرت آبادی کے لحاظ سے یہاں بکثرت مسجدیں، ہوٹل، حمام، اور بازار تھے،

برم کا سب سے بڑا بازار چھتھین میں مشرق سے مغرب کی ایک کشادہ سڑک پر تھا، اور یہ سڑک یہاں کی شاہراہ تھی، جس پر قیمتی پتھر بچھے ہوئے تھے، دوکانوں کی عمارتیں دور و یہ بنائی گئی تھیں، ابن حوقل کا بیان ہے، کہ یہ پورا بازار نہایت آباد تھا،

لے کتب المساکل لکھناک ابن حوقل ص ۸۲،

یونانوں کا وہ شہر معروف کلیسا بھی ہیں تھا، جس میں ارسطو کا مجسمہ نصب تھا، اس کو اسلامی حکومت نے مسجد بنالیا تھا، اور بعد میں نازمنوں نے پھر کلیسا میں منتقل کر دیا،

حارہ برم کے دروازے مسلمانوں کے داخلہ کے وقت اس کی فصیل میں صرف چند دروازے تھے، جس کی تعداد غالباً چار سے زیادہ نہ تھی، جنہیں سے باب شنتخات اور باب الانبار کے متعلق یقینی طور پر معلوم ہے، کہ وہ پہلے سے قائم تھے، ان کے علاوہ ممکن ہے، ایک دو اور بخلین، لیکن ان کے سوا اس کے اکثر دروازے اسلامی عہد حکومت میں تعمیر ہوئے، کیونکہ شہر نہایت شہر کے محصور ہونے کی وجہ سے شہری مختلف فوائد سے محروم تھے، سب زیادہ شہر میں پانی کی کمی تھی، کیونکہ آبادی کے اندر چند کوؤں کے سوا اس کا کوئی سامان نہ تھا، حالانکہ فصیل کے بالکل نیچے سے بعض نہایت شیریں چشے اور نہرین جاری تھیں، لیکن دروازوں کے بے موقع ہونے کی وجہ سے شہری اون سے فائدہ اٹھانے سے معذور تھے، لہٰذا شہر یون کی استدعا سے اسلامی حکومت نے جا بجا دروازے تعمیر کئے،

اس کے علاوہ جب برم کی آبادی میں اضافہ ہوا، اور اس کے سوا آبادی کے دوسرے طبقے قائم ہو گئے، تو آمد و رفت کے لئے دروازوں کی ضرورت بڑی اور انہی کے ذریعہ ان آبادیوں کو اس متصل کیا گیا، رفتہ رفتہ اتنے دروازے قائم ہو گئے کہ جب ابن حوقل صقلیہ پہنچا تو اس نے فصیل کے پورے احکام کے ساتھ اس میں جا بجا نو دروازے دیکھے جو کہ شہر کی صرف ایک فصیل میں ہونا اس کے لئے تعجب انگیز تھا، ذیل میں ابن حوقل سے لیس کر تمام قدیم و جدید دروازوں اور ان کی تعمیر کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے، جس سے اندازہ ہوگا، کہ اسلامی حکومت نے فوجی نقطہ نظر سے برم کو محفوظ رکھ کر باشندگان شہر کی راحت و سانی کا کیا سامان بہم پہنچایا،

باب البحر، اس دروازہ سے برم کا بحر روم سے تعلق تھا،

۱۔ کتب المسالك والماک ابن حوقل ۸۵، ۸۶: نزہۃ المشتاق (تذکرہ برم)

باب الشہاء،	یہ دروازہ ابو الحسن احمد بن حسن بن ابی حسین نے یہاں کے باشندوں کی استدعا پر باب البحر کے قریب چٹمہ شہر پر بنوایا تھا،
باب متغاث،	یہ اسلامی حکومت کے پہلے سے قائم تھا،
باب روطہ،	روٹہ ایک دریا تھا، جو شہر پناہ کے قریب سے گزرتا تھا، یہ دروازہ اسی سے فائدہ اٹھانے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔
باب بن قریب،	اس کو ابن قریب نے تعمیر کیا تھا، لیکن موقع کے لحاظ سے مناسب مقام پر نہ تھا، اسلئے
باب الریاض،	ابو الحسن نے ہمارا کرادیا، اور باب ابن قریب کے بجائے باب الریاض تعمیر کرایا،
باب الانباء،	یہ شہر کا قدیم ترین دروازہ ہے،
باب السودان،	یہ باب الانباء کے بعد ہے،
باب الحدادین،	یہ باب السودان کے سامنے ہے،
باب احمدید،	اس دروازہ سے یہودیوں کے محلہ کو راستہ جاتا تھا،
باب ابی الحسن،	باب احمدید ہی کے قریب ابو الحسن نے بنوایا تھا، ابن حوقل کے زمانہ تک اسکا کوئی نام نہیں رکھا گیا تھا، اس سے محلہ ابی حماز کو راستہ جاتا تھا،
<p>خالصہ اور سراسر حصہ خالصہ ہے، جسکی بنیاد خاص اسلامی عہد حکومت میں مصالح حکومت کی بنا پر ۳۲۵ھ میں ڈالی گئی، اسکی تعمیر سے قبل تک ولایت متعلیہ کے شاہی محل حکومت کے صدر دفاتر اور فوجی چھاؤنیان ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ دور دور پر قائم تھیں، انہی وجوہ سے والی متعلیہ خلیل بن اسحاق نے یہ نیا شہر بسایا تاکہ حکومت کے تمام شعبوں کی عملدہن اور شاہی محلات یکجا ہو جائیں،</p>	
<p>۸۵۔ کتاب المساکت المساک ابن حوقل، ص ۸۵،</p>	

چنانچہ اس نے بالکل اسی طرح جیسے قیروان کے قریب منصور بن قسطاط کے قریب قاہرہ اور قرطبہ کے پاس برینہ الزہر آباد ہوا تھا، بلرم کے متصل خالصہ آباد کیا، اور اس کی تعمیر کے بعد حکومت کے تمام دفاتر بیان منتقل کر دئے گئے،

حقیقت یہ ہے، کہ ولادۂ عمال حکومت کے محل اور سرکاری دفاتر کے مخلوط آبادی کے عین وسط میں ہونے کی وجہ سے معاشرتی طور پر ایسا اثر پڑتا تھا جو حکومت کے رعب و اب کے خلاف تھا، کبھی کبھی بعض عمال حکومت کو ایسی مجبوریاں پیش آئیں، کہ وہ ضرورت کے وقت فوجی مظاہر کرنے سے معذور ہو گئے، اور کبھی تو ایسا ہوا کہ شہر کے باشندوں نے محض معمولی اختلاف پر والی صقلیہ پر حملہ کر دیا، اور اس کو کسی بڑوسی کے مکان میں پناہ گزین ہونے کی نوبت آگئی، یہ اداران کے ماسوا بعض وقتی حالات کی بنا پر تحلیل نے خالصہ کی بنا رکھی، اور اسی سلسلہ میں اسکو

اس موقع پر بیان ہو گا، اگر ہم ادیسی کی نفز ش قلم پر بھی نظر ڈالتے ہیں صقلیہ کے جغرافی حالات میں ادیسی سے زیادہ مستند اور کون ہو سکتا ہے، لیکن اس موقع پر اس سے ایسا سماع ہوا، جس سے دوسرے جغرافیہ نویس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے، ادیسی نے خالصہ کا تذکرہ اس انداز میں کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی آبادی اسلامی دور حکومت کے پہلے سے قائم تھی، چنانچہ لکھا ہے،

وبہ المدینۃ القدیمۃ المسماۃ بالخالصہ
التي بها كان سكنو السلطان والخاصۃ
فیما ہر المسلمین (نزهۃ المشتاق ص ۲۳)
یہیں پر قدیم شہر خالصہ کے نام موسوم ہے جو سلاطین
کی جائے قیام رہا ہے، اور خصوصاً مسلمانوں کے
عہد حکومت میں یہ دارالسلطنت تھا،

ادیسی کے الفاظ قدیم اور آٹھویں صدی میں مسلمانوں کا مقصود یہ ہے، کہ ان مہنوں سے پہلے مسلمانوں کے عہد حکومت میں خصوصیت سے یہ دارالحکومت تھا، لیکن اس کے اس بیان سے بعض دوسرے جغرافیہ نویس اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے، کہ یہ عہد اسلامی سے پیشہ کا شہر ہے، اور مسلمانوں نے اسکو پایہ تخت کیلئے منتخب کیا تھا، حالانکہ یہ خالصہ اسلامی آبادی تھی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی طالب دمشقی اور ابن اثیر وغیرہ نے اس کی بنا و تعمیر کو تصریح سے لکھا جو شمس الدین

بلرم کے غیر مسلح کرنے کی بھی ضرورت پیش آئی، اس لئے اس نے یہاں کی تعمیرات کا نام مسادہ بلرم کی تفصیل کے بعض حصوں اور غالباً عمال حکومت کی پرانی قیام گاہوں کو شمار کر کے حاصل کیا، اور ایک نہایت مستحکم و مضبوط فصیل بنوائی، جو چاروں طرف محیط تھی، اور پھر ایک دوسری فصیل کھڑی کی، جس میں ہر چار طرف ایک ایک دروازہ لگایا، اور پھر اس کے اندر عمارتیں تعمیر کیں، جو حکومت کے لیوان مختلف محکموں کے دفاتر، و قیام کے محل فوجی بارکین، قیخانہ، جہاز اور دیگر سامان حرب کی تیاری کے کارخانے وغیرہ مشتمل تھیں، اور ایک مختصر مسجد اور باجی حاکم بھی بنوائے،

ان عمارتوں کی تعمیر میں یہ خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا، کہ اس کی آبادی فستہ رفتہ مخلوط نہ ہونے پائے، اس لئے بازار دو کانین اور ہوٹل وغیرہ نہیں کھولے گئے، چنانچہ ان حوصل ان سب کو بہ تصریح یون لکھتا ہے،

یسا کہ السطان و اتباعہ و لیس
یہاں مسکنائے مغلیہ اور اس کے تحت
فیما اسواق و فنادق و باحانات
عمال رہتے ہیں، اس میں بازار اور ہوٹل وغیرہ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷) و شقی لکھتا ہے،

الخالصۃ وہی محدثۃ بنیت فی ایام
الخالصۃ القاسم بن المہدی سنۃ خمس عشر
و ثلاث مائۃ (نسخۃ لایعرب الیہ و الیہ و الیہ)
خالصہ بنیائے شہر ہے، جو کہ ابوالقاسم المہدی
المہدی کے زمانہ میں ۳۲۵ھ ہجری میں
تعمیر ہوا،

اسی طرح ابن اثیر نے شہر کی بنا ڈالنے کے اسباب و وجوہ بیان کر کے لکھا ہے،

فتنۃ خلیل فی بناء مدنہ علی مری
للدینۃ و حصنہا و نقض کثیرا من المدن
واخذ ابوابہا و سماها الخالصۃ (مدنہ)
پھر خلیل (دانی مغلیہ) نے شہر (بلرم) کے بندر گاہ کی طرف
ایک شہر کی تعمیر شروع کی اور اس کو مستحکم کیا، اس
سے قدیم شہر کو بھی نقصان پہنچا اس کے دروازے

فیہا مسجد جامع صغیر معتضد بنین بن، البتہ عام بنادے گئے ہیں، اس میں ایک
وفیہا حبس السلطان و دار حرمنا جامع مسجد بھی جو حبس کے باشندوں کیلئے مخصوص ہے
المجر والد یوان بلہ نیز قید خانہ، جہاز سازی کے کارخانے اور یوان محلات

لیکن امتداد زمانہ سے بعد میں یہ التزام قائم نہیں رہا، خود اسلامی حکومت کی ضرورتیں رفتہ
رفتہ وسیع ہوتی گئیں، اور اس کو اپنے حدود سے تجاوز کرنا پڑا چنانچہ جس وقت خالصہ کی بنا پڑی
تھی فوجی چھاؤنیان بھی وہیں بنیں، جیسا کہ موزن نے عام طور پر تذکرہ کیا ہے، لیکن کچھ ہی دنوں کے
بعد یعنی ۳۲۲ھ میں فوج کی چھاؤنی اس سے علحدہ کر دی گئی، اور اس کے قریب ایک دوسرے
مقام پر قائم کی گئی، اور وہ مقام ہی مسکو کے نام سے مشہور ہے،

پھر زامن دور حکومت میں خالصہ کی خصوصی حیثیت بھی زائل ہو گئی، اور یہ منجملہ دوسری
آبادیوں کے ایک شہری آبادی بن گیا، اور بعد کے جغرافیہ نویسوں نے تو اس کی حیثیت کہ وہ صرف
دور حکومت سے متعلق تھا، بالکل فراموش کر دی ہے، البتہ یا قوت نے اس کے ان تغیرات کی طرف
اشارہ کر دیا جو چنانچہ لکھتا ہے،

وَحَدَّثَنِي أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ بَادِيسٍ مجھ سے ابو الحسن علی بن بادیس کہتے تھے، کہ
انھا اليوم محلّة في وسط بلده آج کل بلرم کے پچون بیچ میں ایک محلہ ہے،
بلرم محیط بها بلہ بلرم ہر طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہے،

حارة الصقالہ | حارة الصقالہ کو صقلاب بھی کہتے ہیں، یہ شہر کی شمالی آبادی ہے جنوب کی طرف بلرم قدیم ہے،
باب الشما اور باب شفتخاٹ اسی کے سامنے کھلتے ہیں، مشرقی حصہ میں دو ترک ساحل سمندر ہے، اس کو

۱۵ الملک والمالک ابن حوقل ص ۸۳ و مجمع البلدان جلد ۲ ص ۳۹۰

۱۶ مجمع البلدان جلد ۲ ص ۳۹۰

بلرم کا قدرتی بندرگاہ اسی حصہ میں تھا، جو مختلف حیثیات سے اہمیت رکھتا تھا، وسط آبادی میں متعدد چٹے ہیں جنہیں سے بعض جنوبی حصہ میں پتے ہیں، اور اسکو بلرم کی قدیم آبادی سے جدا کرتے ہیں؛
حارۃ المسجد | حارۃ المسجد حارۃ ابن صقلاب بھی کہلاتا ہے، جو حقیقت میں حارۃ مسجد ابن مقلاب، جو یہ جنوب کی آبادی ہے، اس کے شمال مغرب میں بلرم قدیم ہے، باب السودان اس کے سامنے واقع ہے، اور شمال مغرب میں حارۃ الیہود آباد ہے، سمندر کی لہر اس کے ساحل سے آکر ٹکراتی ہیں، اور اسی جگہ اس کے اوپر حارۃ ابن حماز ہے، پھر جنوب مغرب میں اسکی سرحد پر الخالصہ کا کچھ حصہ آتا ہے، اور پھر جنوب میں مغرب سے مشرق تک حارۃ العبدیدہ پڑتا ہے،

اس میں اگرچہ فیصل نہیں تھی، لیکن پھر بھی مختلف مخلون سے اسکی آبادی بالکل جدا گانہ تھی، البتہ جنوب میں حارۃ المسجد اور حارۃ العبدیدہ کی آبادی کیا ہوگئی تھی، اور حارۃ المسجد کا صدر بازار یہیں پر واقع تھا، حارۃ المسجد کو بلرم کی تجارتی منڈی تھی، اور اس کو اسی حیثیت کو شہرت حاصل تھی، یہاں کی آبادی زیادہ تر تاجروں پر مشتمل تھی،

آبادی کے اندر چٹے اور نہریں وغیرہ نہیں تھیں، اسلامی حکومت نے جا بجا کوئین کھدوائے تھے، البتہ اس کے قریب سے نہر عباس گذرتی تھی، جو مشرق سے مغرب میں جاری تھی، اور اسلامی حکومت نے رفا عام کیلئے اس میں نکلیاں لگائی تھیں، لیکن پھر بھی اس سے یہاں کے باغوں کی آبپاشی نہیں ہوتی تھی،
حارۃ العبدیدہ | حارۃ العبدیدہ کی جائے وقوع ذکر بالا بیان سے واضح ہو گیا ہوگا، کہ یہ شہر کا بالکل جنوبی حصہ ہے، مشرق میں خالصہ اور شمال میں حارۃ المسجد واقع ہے، اور اگرچہ حارۃ المسجد اور حارۃ العبدیدہ دو جدا گانہ محلے تھے، لیکن آبادی دونوں کی تقریباً مخلوط ہوگئی تھی،

حارۃ الیہود | حارۃ الیہود بلرم قدیم کے باب العبدیدہ کے سامنے شمال میں واقع تھا، اور اس کے شمال میں

عادۃ السجدا ودر شرق میں عمارۃ ابی حماز پڑتا تھا، غالباً یہ خالص یہودیوں کی آبادی تھی،
 عمارۃ ابی حماز اجدادۃ ابی حماز بلرم قدیم کے مشرقی گوشہ پر ایک چھوٹا سا کنوئیا تھا، اور مشرق میں بحر روم کی موجیں
 آکر اس سے ٹکراتی تھیں،

خالصہ، عمارۃ العقابہ مسجد جدیدہ، یہود اور عمارۃ ابی حماز اسلامی عہد حکومت کی آبادیاں تھیں
 اور تقسیم انبی کے عہد حکومت تک قائم رہی، مسٹر لکٹیا نواریو کلومیڈا، پروفیسر لرمپو یونیورسٹی نے جمہوریہ
 بیاگوئارا میں ایک طویل مقالہ بلرم اسلامی عہد حکومت کے عنوان سے لکھا ہے، اور اسی سلسلہ میں
 اسلامی عہد حکومت کا ایک نقشہ بھی مرتب کیا ہے، جو ان اوراق کے ساتھ منسلک ہے،

عہد اسلامی میں بلرم اپنے خصوصیات میں نہ صرف حقیقہ کا شیراز تھا، بلکہ اس عہد میں دنیا کے ممتاز
 کے شہری خصوصیات شہروں میں تھا، شہر کی محلہ وار تقسیم ہر حصہ کا جدا گانہ انتظام، سرکاری عمارتیں، صیغہ
 کے جدا گانہ دفاتر، امار کے عالی شان محل، بھلون کے خانہ باغ، مکانوں کے ارد گرد چین بندیاں، نہرست
 بخش فوارے، مرمیں اور رنگ رخام کی کشادہ سڑکیں، پر رونق بازار، بازاروں کی کیماں دکش دوکانیں
 عالی شان مہمان سرا، تپ تکلف ہوٹل، آرام دہ حمام، اور دلفریب تفریح گاہیں، اور حاموں کا اہتمام، وغیرہ
 اس شہر کی نمایاں خصوصیات تھیں اور جو اپنے دور میں ایسے ہی جاذبِ نظر تھیں، جس طرح مسٹر اسکاٹ کے
 بقول آج عروس البلاد (پیرس) میں تہذیب جدید کا آب و رنگ ایک نووارد کی نگاہیں خیرہ کر دیتا ہے،
 مسٹر اسکاٹ اسکے ہاں شہری خصوصیات کے متعلق لکھتے ہیں:۔

”ابن حوقل جیسے سیاح اور ادیبی جیسے جزانیہ دان حقیقہ کے نامذنون کے زمانہ کے اسلامی
 شہروں کے دلچسپ حالات چھوڑ گئے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ تمام شہروں میں بڑھو کو تفوق حاصل

۱۔ المسالک والممالک ابن حوقل ص ۳۸، ویمم البلدان ج ۵ ص ۳۷، ۳۸ ابن حوقل نامذنون سے پہلے

۲۔ میں حقیقہ گیا تھا، ”سما“

تھا نہ صرف اسلئے کہ وہ دارالحکومت تھا، بلکہ اسلئے بھی کہ وہ بے زیادہ دو بلند شہر تھا، وہاں کے باشندے نہایت مہذب اور ذہین ہوتے تھے..... ہر طرف مسجد ہی وہ عمارتیں نہ تھیں جہاں باشندگان پڑھو کے اسراف و تکلفات کے نونے اور شان و شوکت کے نظارے دکھائی دیتے تھے، بلکہ دو بلندوں اور مہربان کے مکانات بھی ایسے ہی ہوتے تھے، کہ جنگی نظیر سوارے قریطہ کے اور کسی اسلامی شہر میں نہیں ملتی تھی، جو صنعت و فراغت ان عمارتوں میں تھی، وہ واقعی اس مسالے اور قیمتی پتھروں کے قابل تھی جن سے وہ بنائی گئی تھی، انکی دیواریں رنگارنگ کے پتھروں کی ہوتیں، تمام فرش میں قیمتی پتھر کی پیچی کاری ہوئی چتھوں میں پارچے وضع کے ساتھ مہندی اصول کے مطابق نقش و نگار بنے ہوتے، جگہ جگہ اوشیں مختلف رنگوں سے مزین کیا جاتا یا سونے کا کام ہوتا، محزون میں خوشبودار پھولوں کے درخت لگے ہوتے جن سے تمام مکان طبلہ عطار بناتا،..... نہرین تھیں، کہ ہر ایک بڑی عمارت کے خانہ باغ میں بدرہی تھیں، زمانہ قدیم کے طرز کے فارسے ہر سیرگاہ اور سرسبز مقامات میں اوچل رہے تھے..... شہر میں مشرق سے مغرب منڈیاں بنی ہوئی تھیں، تمام بازار کشادہ تھے، اور پتھروں کا صاف ثغاف فرش تھا، بازاروں میں بیش قیمت اور بیش بہا مال بھرا رہتا،..... مکانات ریختہ پتھروں کے ہوتے جن کے چوڑ نہایت احتیاطاً خوبصورتی سے ملائے جاتے، تمام کوچہ و بازار میں روشنی ہوتی، محلات مالیشان اور خوبصورت تو تھے ہی، غراب کے مکان بھی اچھی گنجائش اور آرام کے ہوتے، اور وہ جیسے کچھ بھی تھے، بہر حال لندن اور پیرس کے اس زمانہ کے غراب کے مکانوں سے بدرجہا بہتر تھے ۛ

بازار ابن حوقل یہاں کے بازاروں کا حال تعجب سے بیان کرتا ہے، کہ یہ بازار خالصہ کے علاوہ تمام محلوں میں جدا جدا قائم تھے، بلکہ کما صدر بازار سماط کھاتا تھا، جو مشرق سے مغرب میں پھیلا ہوا تھا، اسکی خصوصیت یہ تھی کہ تمام دوکانوں کے مکانات ایک ہی وضع قطع کے قطار در قطار بنے ہوئے تھے، بازار کی دست

کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، کہ صرف قصابوں کی دوکان کی تعداد ۵۰ تھی، وہ لکھتا ہے،
 ”مثلاً تہم زیتون کے تیل بیچنے والوں صرافوں، عطاریوں، جوتہ سازوں، صیفیل گروں، تانبے کے
 برتن بنانے والوں، اور گیہوں اور غلہ کے بازار اور کی فصیل سے باہر ہیں، اور اسطرح اور مختلف
 پیشہ وروں کا حال ہر شہر کے اندر ۵۰۰ دوکانیں قصابوں کی ہیں، جو گوشت بیچتے ہیں۔“

بوٹل دھام | بلرم میں جا بجا عالیشان ہوٹل قائم تھے، جن میں طعام و قیام کا بہترین انتظام تھا، دوسرے ملکوں
 کے مسافر و سیاح انہی ہوٹلوں میں ٹھہر کرتے تھے جن مسافروں کو زیادہ دنوں تک قیام کی حاجت
 ہوتی، یہ ہوٹل اون کیلئے بھی ضروری سامان بہم پہنچاتے، مشہور اندلسی سیاح ابن جبیر ایک صاحب منزلت
 سیاح کی حیثیت سے داخل ہوا، اور اپنے اعزاز و مرتبہ کے لحاظ سے متعدد درتبہ شاہ عقلیہ کا مکان بنا، مگر
 اس کا مستقل قیام ہوٹل ہی میں تھا جس کے نظم و نسق کی اس نے تعریف کی ہے، اسی طرح ہر محلہ میں
 کثرت سے حمام قائم تھے،

کثرتِ مساجد | بلرم کی دوسری خصوصیات کے ساتھ یہاں مساجد کی کثرت بھی ہے، تین سو سے زیادہ مسجدیں
 تھیں جن کی عمارتیں نہایت شاندار تھیں، بلرم کی اس کثرتِ مساجد سے ابن حوقل محو حیرت ہو گیا، وہ لکھتا ہے
 میں نے ایک دن بخور دیکھا، تو صرف اس قدر مسافت میں جہاں تک ایک تیر پہنچ سکتا ہے، وہیں مسجدیں
 موجود تھیں، اسی طرح بلرم کے قرب و جوار میں بھی کثرت سے مسجدیں تھیں،

ادریسی نے محکمہ سے بیضا، ایک تین میل کی آبادی میں دو سو مسجدیں بتائی ہیں، اسی طرح یاقوت
 حاکم کی شہر نپاہ کے ارد گرد دو سو مسجدیں بتا رہا ہے،

اسکی ایک بڑی وجہ یہ تھی، کہ بلرم کے معوزین اور رؤساء کے خانوادوں میں قبائلی و خاندانی
 مسجدوں کا رواج تھا، لوگ اپنے اپنے کنبہ کیلئے جدا جدا مسجدیں بناتے تھے جن میں ان کے اہل و

عیال، حوالی مولیٰ اور خرم و چشم ناز پڑھتے تھے، نیز دوسری وجہ یہ بھی ہے، کہ اس وقت تک مدرسوں کیلئے جداگانہ عمارتوں کا رواج نہ تھا، بلکہ شہر کی مسجدوں ہی میں مدرسے قائم تھے، چنانچہ ابن حجر کے بیان کے مطابق خرم کی اکثر مسجدوں میں تعلیم قرآن کے مدرسے قائم تھے،

جامع مسجد ایمان کی جامع مسجد خرم قدیم میں واقع تھی، جو کلیسا سے منتقل کر کے مسجد بنائی گئی تھی، اور کلیسا بننے سے پیشتر حمد قدیم میں یونانیوں کا مقدس مندر تھا، وہ مشہور سیکل اسی میں تھا، جہاں یونانیوں نے ارسطو کا مجسمہ رکھا تھا، سیکل کی چھت میں ایک لکڑی لٹکی ہوئی تھی، مجسمہ اسی پر رکھا تھا، ایسیائیوں نے مجسمہ کو تہوں باقی رکھا تھا، اور خوش عقیدہ یونانیوں سے متاثر ہو کر وہ بھی اسکی عزت و تکریم کرتے، اور حاجت روائی چاہتے تھے، اسلئے وہ اب تک باقی تھا، چونکہ یہ شہر کاسے بڑا مسجد تھا، اور ایسیائیوں کو بھی اس پر قبضہ رکھنے کا کوئی حق نہ تھا، اسلئے عربوں نے اسکو جامع مسجد بنالیا، ارسطو کا مجسمہ ہٹا دیا گیا، مگر وہ لکڑی جس پر مجسمہ آویزاں تھا، مدتوں لٹکتی رہی، ابن حوقل نے بھی اسکو دیکھا تھا،

خانقاہین | خرم میں ارباب تصوف کی خانقاہیں بھی بکثرت تھیں، لیکن ان میں اہل ذوق صوفیائے کرام کے بجائے متصوفین کی ایسی جماعت بھر گئی تھی، جو زہد و روح کی زندگی بسر کرنے کے بجائے فسق و فجور کی ہر منزل سے گذرتی، اسکے متعلق ابن حوقل کا چشم دید بیان ہے، جو کسی دوسری جگہ آئے گا،

قریہ | خرم کے آس پاس کے مشہور قریوں میں ایک معسکر ہے، جو شہر سے بالکل قریب، ادوی عباس پر واقع تھا، جب یہاں فوج کی جماعتی قائم نہیں رہی، تو دیہی آبادی قائم ہو گئی، ایک دوسرا قریہ بیضا تھا، جو شہر سے کسی قدر لمبی پر آباد تھا، نہر عباس اس کے ایک حصہ سے ہو کر گذرتی تھی، نیز عین بیضا، اسے سیراب کرتا تھا، تیسرا قصبہ پلہ (کے نام سے آباد تھا، جو سرسبز و شادابی میں شہرت رکھتا تھا، امین انگوڑ کے باغ کثرت سے تھے، یہاں بھی نہر عباس گذرتی تھی، اور دوسری سمت میں عین ماحوس کے نام سے ایک چشمہ تھا، جو اسکی سرزمین کو سیراب کرتا تھا، اسی طرح ایک اور قریہ برج البطلال کے نام سے تھا، جو عین ابی مالک

پر آباد تھا، اس میں بھی کثرت سے باغ تھے،

یہ مقامات اگرچہ شہرِ پناہ کے باہر ہونے کی بنا پر قریہ کہلائے، لیکن دراصل یہ بلرم ہی کے مختلف حصے تھے، جو شہر کی آبادی کے گنجان ہو جانے اور بعض زرعی ضرورتوں کی وجہ سے شہرِ پناہ کے باہر قائم کئے گئے تھے، قیرون کی آبادیان بھی بہت گنجان تھیں یہاں تک کہ صرف قریہ بیضا میں عیا کہ معلوم ہوا، دو مسجدیں تھیں، ان قیروں میں زیادہ تر زمیندار و کاشتکار تھے، نہایت عمدہ کاشت ہوتی تھی، اور نہایت بلند اور باغ لگے ہوتے تھے،

بلرم کے چٹنے | بلرم کے ارد گرد جو دریا، وادیاں، اور چٹنے بہتے تھے، ان ہی سے اس کی آبپاشی ہوتی تھی، بلرم کے ارد گرد کے دیوان، وادیوں اور پہاڑیوں، کا تذکرہ کسی دوسری جگہ آئے گا لیکن بلرم کے چٹنوں کا ذکر ہمیں ضروری ہے، وہ ہیں غزال، عین ابی سعید، عین حدید، عین مادوس، عین بیضا، اور عین ابی مالک وغیرہ ہیں،

مدن جدید | قصبہ بلرم میں وہ ہے کی ایک کان بھی تھی، جہاں کان کنی کا سلسلہ اعلیٰ پائے پر جاری تھا، اس کا لواٹنا بھی جہازوں کی ساخت کے کام میں لایا جاتا تھا، یہ کان خاندان اقلب کی ذاتی ملکیت میں تھی،

بلرم ایک سیاح کی جگہ ہیں | ابن جبیر کنانی اندلسی نے بلرم کا نقشہ ایک دلچسپ پیرایہ میں کھینچا ہے، وہ ۵۵۸ میں صقلیہ گیا تھا، جو ناموں کا زمانہ تھا، لیکن ناموں نے اس وقت تک ہجر ایک کلیسا کے کوئی اضماع نہیں کیا تھا، اور وہ کلیسا بھی مسلمان کارگروں کے ہاتھوں تعمیر ہوا تھا، اس لئے یہ نقشہ عہدِ اسلامی کے بلرم کا صحیح ترقع اور اسلامی تہذیب و تمدن کا ایک دلکش منظر ہے اس لئے اور زیادہ قابلِ لحاظ ہے، کہ یہ ایک اندلسی سیاح کے ہاتھوں کھینچا ہوا ہے، جس کی نگاہوں کے سامنے قرطبہ، قنص، الجیر، زلیخہ،

بلرم، بلدان، یا قوت و زہتہ، الشقاق اور سی درعتا بن و حیر ذکر بلرم و کتاب المسالک الممالک ص ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸،

کے مناظر موجود تھے، وہ لکھتا ہے:-

”یہاں تک کہ ہم قصر سعد پہنچے، قصر سعد شہر بلرم سے ایک فرسخ پر ساہل سمندر پر نہایت نفیس ہستکھ اور پرانے زمانہ کی عمارت ہے، جب کہ اس جزیرہ میں مسلمانوں کی حکومت تھی اس وقت سے اب تک یہاں مسلمان رہتے ہیں، اب یہ عابدون اور زاہدون کی قیامگاہ ہے، اس کے گروایے زاہدون اور متقیوں کے عزارات ہیں جن کے فضائل و برکات آج تک مشہور ہیں، اور لوگ دور دور سے زیارت کو آتے ہیں، اسکے سامنے ایک خمینہ مجنونہ کے نام سے ہوتا ہے، قصر میں ایک مضبوط آنہی پھاٹک لگا ہوا ہے، اس کے اندر قیامگاہیں، بالاحاقہ اور مرتب منظم مکانات ہیں، رہنے والوں کیلئے پوری آسائش کا سامان ہو..... اسکے بلند حصہ پر ایک نہایت نفیس محراب رحیم ترین اور دنیا کی مساجد میں سے نادر زمانہ مسجد ہے، اس میں نہایت عمدہ چٹانیں بھی ہوئی ہیں، ایسی اچھی صنعت کی چٹانیاں آج تک دیکھنے میں نہیں آئیں، مسجد میں تپیل، اور شیشے کی تقریباً پالینڈ قندیلین آویزاں ہیں، قصر کے سامنے ایک وسیع شارع ہے، جو قصر کے بالائی حصہ کی طرف جا کر چاروں طرف گھوم گیا ہے، اور قصر کے نشیبی حصہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں ہے، رات کو اسی مسجد میں ہم ٹھہرے نہایت اچھی رات گزری، یہاں ایک مدت کے بعد ہمارے کانون میں اذان کی آواز آئی، مسجد کیلئے ایک امام مقرر ہے، اوس نے نماز اور تراویح پڑھائی، یہاں کے لوگ ہمارے ساتھ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے،

قصر حفصہ ایک دوسرا محل ہے، جو اسی قصر سعد کے قریب شہر کی طرف بڑھتے ہوئے ایک میل پر واقع ہے، اس میں ایک حوض ہے، جس میں زمین کے سوتوں سے میٹھا پانی اور پھل پھرتا رہتا ہے، داخلہ بلرم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ہم نے شہر بلرم کا رخ کیا، جیسے ہی ہم شہر میں داخل ہونا چاہتے تھے، کہ روکے گئے، اور ایک دروازہ پر لیجائے گئے، جو قصر شاہی سے متصل تھا، یہاں

ہم ایک سرکاری عہدہ دار کے سامنے پیش کئے گئے، جو نو وار دون سے شہرین ان کے داخل ہوئے
پیشتران کے سفر کے مقصد وغیرہ کی تحقیقات کرتا ہے پچانچہ یہی سوالات ہم سے بھی کئے گئے،
شہرین داخل ہو کر ہم نے بلند دروازے، سر فلک محلات، خوش قطع وسیع میدان و باغ، او
خلصورت سرکاری عمارتیں، اس کثرت سے دیکھیں کہ نگاہیں خرو اور عقل حیران ہو گئی.....

شبابی محلات یہ نظارہ کرتی ہوئی ہماری نگاہیں ایک وسیع میدان
میں پہنچیں، جو باغوں سے چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا، اور اس میں گردا گرد وسیع و خوبصورت
محلات تعمیر کئے گئے تھے، گویا کہ یہی عمارتیں سارے میدان میں چھائی ہوئی تھیں، خوبصورت عمارتوں
کی یہ کثرت اور مناظر کی دلنہایت حیرت انگیز تھی،

ہمیں بتایا گیا کہ سین بادشاہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ دن کا کھانا کھا کر اسے اور یہ عمارتیں اون
محنت معزز حکام و عہدہ دار و اہل خدمت کے دفا ترین، جو بادشاہ کے حضور میں حاضر
ہو کر فرائض حکومت و خدمات شبابی انجام دیتے ہیں،

اس جگہ ایک شبابی افسر اعلیٰ اپنے دفتر سے نکلا، جو ایک سن رسیدہ رعب دار و باوقار شخص تھا،
اسکی موٹھیں لمبی اور سفید تھیں، اگر احترام میں دو آدمی و دونوں طرف سے اسکے دامن اٹھائے تھے اور چاروں
طرف خدام کا مجمع تھا، وہ ہوگوں کی طرف خطاب کر کے نہایت نرمی سے عربی زبان میں ہمارا مقصد سفر
اور ملن دریافت کرنے لگا، ہم نے اسے یہ باتیں بتا دیں جس پر وہ بڑی ہر بانی سے پیش آیا، اور ہمیں وہاں
کی اجازت و دیگر بڑے اخلاق سے و داعی سلام و پیام کیا، اسکے اس حسن خلق پر ہمیں تعجب آیا،

اٹھائے گفتگو میں اس نے سب سے پہلا سوال ہم سے قسطنطنیہ عظمیٰ کے متعلق کیا، لیکن ہمارے
پاس اس کے متعلق معلومات نہ تھے، البتہ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا تھا، جس پر ہمیں حیرت و تعجب ہوا،
وہ یہ کہ ایک عیسائی دربان جو قصر فرما ہی کے پچانک پر مامور تھا، ہمیں مخاطب کر کے کہنے لگا، اوصاف

ذرا اپنے مال یہاں کے مال و محصلین سے محفوظ رکھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ پیر چروہ دستی کریں، اوس کا خیال تھا کہ ہم لوگوں کے پاس کچھ ایسا مال تجارت نہ ہو جس پر محصول عائد ہوتا ہے، لیکن اوسکی بات کو ایک دوسرے عیسائی نے فوراً کاٹ کر یوں کہا تھا راہی عجیب حال ہو، جو لوگ حرم شاہی میں داخل ہو چکے ہوں وہ کسی چیز سے خوف کھائیں، تم نے ان لوگوں کو اپنا نقد کچھ سپرد نہیں کیا ہے جس کا اس درجہ ہراس ہے، پھر ہماری طرف مخاطب ہو کر کہا آپ لوگ صحیح و سلامت چلے جائیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے، اس گفتگو سے بہن حیرت ہوئی، اس کے بعد ایک ہوٹل میں ہوگئے پیچھے، اور وہیں قیام کیا، یہ واقعہ یوم شنبہ ۱۶ رمضان مبارک مطابق ۲۲ دسمبر کا ہے،

اس قصر سے نکل کر بہن ایک طویل سڑک ملی جس پر پتھر بچھے ہوئے تھے، اور اوپر چھت قائم تھی، یہ راستہ قصر شاہی سے یہاں کے ایک مشہور گنبد تک جاتا ہے، اور یہ شاہی سڑک ہو اس سڑک پر ایک لمبی مسافت طے کر کے ہم ایک ہوٹل میں پہنچے، اور اس میں قیام پذیر ہوئے، برآمد میں داخل ہو یوم شنبہ ۱۶ رمضان المبارک مطابق ۲۲ دسمبر کو ہوا،

شہر طبریم، یہ شہر تمدن کا گوارہ ہے جس میں ہر قسم کا حُسن نمایاں ہو، قدیم ہے خوشگما ہے، نظر فرود ہے، ہمیشہ تو ہم کی جملہ انسانی خواہشات کے پورا ہونے کے سامان موجود ہیں، اور شہر کے حسن و حسن ثناب کی تازگی و رونق کی جھلک ٹپکتی ہے، اور گویا کہ یہ شہر روئے زمین کا خوش قطعہ خوبصورت جمن زار ہے، کوہ و بازار اور گلیاں اور سڑکیں کشادہ اور وسیع ہیں، جن کے حسن منظر سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے، شہر کا عمومی منظر دلچسپ ہے، اسے قریب سے ایک گونہ مشابہت حاصل ہوا، اسکی عمارتیں سنگ رخام کی ہیں، اوسکے وسط میں ایک نہر روان ہے، اور آبادی کے چاروں طرف چٹے ستے تین، یہاں گے فرنگی بادشاہ نے اسی اسلامی عہد کے دنیاوی ساز و سامان دکھایا، اوس کو اپنا

لے اذلابیان سے ظاہر ہے، کہ یہ طبریم کے مدینہ خالصہ کا ذکر ہے، جہاں شاہی محلات تھے،

دارالسلطنت بنایا ہے، یہاں شاہی محلات و قصور بہ کثرت تعمیر کئے گئے ہیں، اور ان ٹنگر
محلون کی چوٹیوں پر توبن کا مسلسل سلسلہ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے کسی نوجوان کے گلے میں موتیوں کا
بار ہو بہت سے باغ اور میدان سیہ و تفریح کیلئے ہیں..... نہر میں ایک ممتاز مسجد جامع ہے،
اس شہر کے سطین ایک قدیم قطعہ ہے جسے قصر قدیم کہتے ہیں، وہ قطعہ آبادی کے بیچ میں ہے،
جس کے چاروں طرف نئی آبادیاں ہیں، اس لئے اس شہر کی قطعہ قرطبہ سے ملتی جلتی ہو، قرطبہ کی آبادی
کی بھی بعینہ یہی صورت ہو، اس قصر قدیم میں ایسی خوبصورت عمارتیں، اور بالافانے ہیں کہ گویا وہ تہا
شاہدار محلات میں کچھ منظر سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور عین کو حیرت ہوتی ہے، ہم نے یہاں کفر
کے آثار میں سب سے عجیب تر ایک گرجا عید میلاد کے دن دیکھا، وہ کہنہ انطاکی ہے، اس کے احاطہ
بیان میں نہیں آسکتے، اس کی اندرونی دیواریں تمام تر سونے کی ہیں، بیچ میں رنگین سنگ مرمر کی پیر
ہیں، جن پر پتھر سے نگینے جڑے ہوئے ہیں، اور پھر بیچ میں سبز نگون کی شاخیں نکال کر نہایت خوش
قطعہ بیل بوٹے بنائے ہیں، دیکھ کر حصہ میں شیش کی تھری جھنجھریٹ گئی ہوئی ہیں جنکی شاعون سے آنکھوں
میں چکا چوندھ لگ جاتی ہے، ہکو معلوم ہوا ہے کہ اس کے بانی نے اس میں ڈھیر کا ڈھیر سونا خرچ
کیا ہے، اس گرجے میں ایک بلند مینا ہے، اور مینا کی بلندی پر ایک قبة ہے، جس کو صومہ سوری کہتے
ہیں، کیونکہ وہ نگین پتھروں کے ستونوں پر قائم ہو، مینا کی بلندی پر ایک اور قبة ہو وہ بھی ستونوں پر ڈھال گیا ہو، یہ
مینا دیکھنے میں نہایت خوشنما ہو، اللہ تعالیٰ جلد اس مینا کو اذان کے شرف سے مشرف فرمائے۔

چند دیگر اہم شہر اعمد اسلامی کے صقلیہ کے چند اہم شہر حسب ذیل ہیں،

شرمہ (THERMA) بحر سے ۲۵ میل پر جنوب کی طرف مشرقی ساحل پر آباد تھا

عمد اسلامی میں مسلمان و عیسائی دونوں آباد تھے، مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی، جو نامون کے عہد میں
سمت کر ایک محد و حلقہ میں لگتی تھی، ابن جبر کہتا ہے: ”اس جگہ کی آبادی خوبصورت اور بارونہ ہے“

یہاں مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی عامہ قائم ہے جس میں ان کی مسجدیں ہیں، شہر کے نشیب میں گرم پانی کا ایک چشمہ ہے، جسکی وجہ سے اہل شہر کو حمام کی ضرورت نہیں، سرسبز میوے اور پیداوار کی کثرت ہے، یہ سارا جزیرہ اسی طرح سرسبز ہے، شہر کی حفاظت کیلئے ایک بلند قلعہ ہے،

عہد اسلامی میں مسلمانوں کی مسجدیں عالیشان تھیں، اور یہ مقام ندی و تجارتی حیثیت سے مشہور تھا، زراعت و تجارت مسلمانوں و نصاریٰ دونوں کے ہاتھوں میں تھی، ابن قاضی اسکندری نے شہر پر ایک نظم لکھی ہے جس کے چند شعراوت نے نقل کئے ہیں،

شفلوودی (CEFALW) اس شہر کا نام عربوں میں شفلودی جنودوی، اور جنودوی

اور جنود کے تلفظ کیا تھا لیا جاتا ہے، یہ بھی بالکل سائل سمندر پہ صقلیہ کے سب سے بڑے سلسلہ کوہ کے دامن میں شہر سے ۲۵ میل پر آباد تھا، یہ ایک قلعہ تھا، جو رفتہ رفتہ آبادی بگیا اسلئے اسکو شہری حیثیت سے کوئی تفویض حاصل نہ تھا لیکن یہاں کی سرزمین نہایت سرسبز و شاداب تھی، انگوڑے کے باغ کثرت سے لگے ہوئے تھے، اسلئے بازار پر رونق رہتے تھے، یہاں کی لکڑیاں جہازوں کے بنانے کے کام میں لائی جاتی تھیں، مسلمانوں اور عیسائیوں کی مخلوط آبادی تھی، شہر کے اندر ایک شیریں چشمہ تھا، مسلمانوں نے اس میں پھکیان قائم کر رکھی تھیں، اسلامی عہد کے زوال کے بعد مسلمان یہاں بھی موجود تھے، ابن جریر لکھتا ہے، ”یہاں مسلمان بھی آباد ہیں، شہر کے گرد پہاڑ محیط ہے، اور اس کی چوٹی پر مسلمانوں کے بحری کھلو کور دکنے کے لئے ایک مستحکم قلعہ بنا دیا گیا ہے“

اس کے بعد مشرقی ساحل پر شمال کی طرف بڑھ کر چند دیگر شہر اور ایسے تھے، جو کسی نہ کسی خصوصیت کے لحاظ سے اسلامی آثار کے حامل تھے، اور وہ عہد اسلامی میں القارونہ، شدت مارکو،

نفطش (NASO)، اور میلاص (MILAZAS)

کے نام سے موسوم تھے، میلاص شمالی ساحل کا سب سے آخری قابل ذکر شہر ہے جو صقلیہ کے بڑے شہروں

میں شمار کیے جاتے تھے، عیسائی عالیشان عمارتیں، پر رونق بازار اور جملہ لوازم مذہب پائے جاتے تھے؟

میں اس پر جانب جنوب مشرقی ساحل ختم ہو جاتا ہے، پھر اسی طرح بڑھ کر مغربی ساحل پر پہنچا
شہر سینا پڑتا ہے،

مسیحیوں کی جگہ سے وقوع پہلے گزر چکی ہے، عربی زمین کے بیان کے مطابق اسلامی عہد میں آبادی
اور شہر کی رونق اور شہرت کے لحاظ سے ہرم کے بعد صفیہ کا یہ دوسرا کمزری شہر تھا، افسر فیک اور یورپ
کے تاجر یہیں تجارتی اشیاء کا مبادلہ کرتے تھے، اس کا بندر صفیہ کی تمام بندرگاہوں سے بڑا تھا، اجازت
سے اگر لگ جاتے تھے مسلمانوں کی آبادی یہاں قائم ہو گئی تھی، باشندوں کا بڑا طبقہ کاروباری تھا
اس کے ارد گرد کی پیداوار اچھی تھی خصوصاً باغ بہ کثرت تھے مسلمانوں نے اس کے علاقہ میں بننے
والے دیواروں میں پچلیان قائم کی تھیں، اور یہاں مسلمان ہر قسم کی صنعت، حرفت، زراعت اور تجارت
میں مصروف تھے، مگر اسلامی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہی محض مزدور پیشہ بن کر رہ گئے تھے، ابن
جبیر لکھتا ہے:-

”یہ مقام تمام اطراف کے بحری مسافروں اور تاجروں کا مرکز و مدار تھا، صلیب پرستوں سے آباد
ہو گیا ہے، آبادی کی یہ کثرت ہو کہ ہاتھ بھر خالی زمین مشکل سے بکے گی، لیکن مسلمانوں کیلئے ایک گھڑی
ٹھہرنا بھی بیان و ثواب ہو، اسلئے کسی ایسی مسلمان مسافروں کی دلچسپی کا بھی سامان نہیں،

بازار نہایت خوبصورت قرار دیتے ہیں، چیرین اور ان ملتی ہیں، اس کی آبادی کے تین
طرف پہاڑ اور ایک جانب سمندر ہے، پہاڑی سمتوں میں کھدوں اور پختہ خندقوں سے شہر کی حفاظت
ہوتی ہے، سمندر کی جانب عمدہ بندرگاہ ہو، جو دنیا کی بندرگاہوں میں عجیب تر ہے، یہاں بڑے بڑے
جہاز خشکی سے اگر اس طرح ٹکراتے ہیں کہ ہاتھ بڑھا کر خشکی کی چیزیں لے لیا سکتی ہیں چنانچہ جہاز

اور خشکی پر مھنٹ ایک تختہ رکھ کر حیزین اتاری جاتی ہیں، چھوٹی کشتیوں کی ضرورت نہیں پڑتی، شہر سینا میں مسلمان بہت کم ہیں، صرف کچھ مزدور نظر آتے ہیں، اسی لئے اجنبی مسلمان کو یہاں وحشت ہوتی ہو۔

طبرمین، ساحل سمندر پر کوہ آتش فشان کے دامن میں اس کے مشرقی جانب آباد تھا، مسلمانوں کی آبادی قائم تھی، کسی زمانہ میں تو فاطمہ اسلامی آبادی المنعزہ کے نام سے ہو گئی تھی، یہ بھی یورپ کے درمیان برآمد کا ایک بندر تھا، یہاں سونے کی ایک کان بھی بتائی جاتی تھی،

قطانیہ (CATANIA) عہد اسلامی میں کوہ آتش فشان کے دامن میں آباد تھا مسلمانوں کے زمانہ میں مدنی حیثیت سے شہر کو ترقی حاصل ہوئی، جابجا مسجدیں، جامع مسجد بنوئیل، حمام اور شفا خانے موجود تھے، ایک مضبوط شہر بنایا، قائم تھی، بازار پر رونق تھی، مصفیہ میں سب سے بہتر حالت اسی کے میدان میں ہوتی تھی، مگر دریاؤں کا یہ حال تھا، کہ کبھی بچکیاں چلین، کبھی بالکل پایاب ہو جاتے، زراعت کی وجہ سے اسلامی عہد میں یہ شہر تجارت کی بڑی منڈی تھا، مسلمان اوسکو ایک قدیم مندر کے انتساب سے منیۃ النیس بھی کہتے تھے، یہ بات بھی سیاہ پتھر کا بنا ہوا ایک بلند عمارت پر قائم تھا، اسلامی عہد میں عیسائیوں نے اوسکو وسط شہر کے کلیسائے ربہان میں لا کر نصب کر دیا تھا، کلیسائے ربہان ایک خوبصورت کلیسا تھا، اس کے فرش پر سنگ رخام بچھے ہوئے تھے،

قطانیہ عہد اسلامی تک پوری شان و شوکت سے قائم رہا، نام میں عہد میں کوہ آتش فشان کی نذر ہو گیا، نارمنوں نے اس کے بجائے ایک دوسرا شہر عطارہ آباد کیا،

۱۔ تقویم البلدان ابو العباس، نزہۃ المشتاق ص ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱

لیانج (ACI) قطنیہ کے بعد ساحل ہند پر کوہ آتش نشان کے مشرق میں آباد ہے، اگرچہ اسکو عمدہ قدیم مین نمایان درجہ حاصل تھا، مگر اسلامی عہد میں معمولی درجہ کے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، زراعت اچھی ہوتی تھی جس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ پورے جزیرہ میں سب سے پہلے عین کی زراعت تیار ہوتی، اور پہلے کافی جاتی، اسکو تجارتی حیثیت بھی کچھ نہ کچھ حاصل تھی نفت اور بعض عمدہ قسم کی لکڑیاں یہاں سے دوسرے ملکوں کو جاتی تھیں،

لنتینی (LENTENI) سمندر سے چھ میل پر دریائے لیتینی پر آباد تھا، مسلمانوں کی آبادی تھی، تجارتی کاروبار جاری تھا، ہا زوریا کے راستہ سے شہر تک آجاتے تھے، متوسط درجہ کے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا،

سیراقوسہ (SYRACUSE) عمدہ اسلامی سے پیشتر گویا ایک جنگی قلعہ تھا، مسلمانوں نے اسکی فتح کے بعد اسکو غیر مسلح کر کے پر امن شہر بنا دیا تھا، اور مسلمانوں کے شریف گھرانے آباد ہو گئے تھے، اسکی جائے وقوع عمدہ اسلامی مین بھی قریب قریب وہی رہی، جو پہلے بیان کیا چکی ہے، یہ گویا ایک جزیرہ تھا، جو شمالی جانب خشکی سے ملا ہوا تھا، اسی طرف ایک دروازہ شہر مین داخلہ کا تھا، اسلامی عہد میں بھی وہ پُلی موجود تھا، جو اسکو صقلیہ سے ملاتا تھا، اگرچہ اسلامی عہد میں اسکی قدیم شاہانہ شان و شوکت باقی نہیں رہی تھی تاہم یہ اپنی بربادی کے بعد پھر ایسا آباد ہو گیا تھا کہ بڑے شہروں میں شمار کیا گیا، باشندوں مین دولت مند مسلمان زمیندار اور تاجر تھے، اسکی بندرگاہ بہ تجارت کی گویا قائم تھیں، اور پر رونق بازار ہا لیشان مکانات، آرام دہ مہمان خانے اور حمام وغیرہ شہر مین جا بجا موجود تھے، یہاں کے مسلمان خانوادوں مین متاثر علماء و اہل علم ابوالقاسم عبدالرحمن بن ابی بکر سرقوسی، ابو عمر عثمان بن علی سرقوسی، علی بن عمر سرقوسی اور شہو

شاہ ابن حمزہ سر قوسی وغیرہ گذرے ہیں، اسلامی حکومت کے زوال کے بعد بھی اسلامی آبادی رہی، یہ لوگ مینڈائے کاشتکار بنکر رہ گئے تھے، اس عہد میں بھی سر قوسہ کے مضافات کی زمین انہی سے آباد تھی جو عیسائی زمینداروں کو سالانہ مالگداری دیتے تھے۔

شکلہ (SCICLI) ساحل بندر سے ۲ میل پر آباد تھا، اگرچہ مصفیہ کے متناظر میں میں شمار نہیں کیا جاسکتا، تاہم اسکی زرعی پیداوار قابل ذکر ہے، اٹلی، انسپقہ اور جزائر بحر روم ملتا وغیرہ اس کے تجارتی تعلقات قائم تھے، اسلامی عہد میں یہاں کے باغ مشہور تھے، مسلمانوں نے یہاں کے دریائیں جابجا پچکیان قائم کی تھیں، اسی دریا میں ایک مین الاوقات کے نام سے پچکی تھی، جس سے نماز کے اوقات میں گھنٹے بجتے تھے، متنازل اہل علم بھی گذرے ہیں، جو اس شہر کی طرف منسوب ہیں،

رعوض (ROUSE) شکلہ سے ۱۳ میل پر واقع تھا، اسکو اسلامی عہد کے آخری دور میں تھوڑی سی اہمیت حاصل ہو گئی تھی، ورنہ ابتداءً اسلامی عہد میں اسکو کوئی اہمیت حاصل نہیں رہی، مسلمانوں سے پہلے یہاں ایک اہم قلعہ تھا، مسلمانوں نے اس کے جنگی استحکامات ٹھا دے تھے، اور ایک پراسن غیر مسلح آبادی ہو گیا تھا، اسلامی آبادی زراعت و تجارت میں مصروف تھی۔

اس کے بعد جانب شمال کے شہر شروع ہوتے ہیں جنہیں پہلا شہر بشیرہ ہے،

بشیرہ (BUTERA) اہم اسلامی آبادی کا آباد شہر تھا، اہم اسلامی مین مضبوط قلعوں مرتب بازاروں نہان سراؤں، اور حماموں سے شہر کی رونق میں اضافہ ہوا، اوس کے دیہات بھی سرسبز تھے، ایک دریا بہتا تھا، مسلمانوں نے اس کے گرد اگر دباغ لگائے تھے، متنازل اہل علم

سلفیۃ الدہر و عجائب البر و البحر دارمی ص ۱۳، مع البلدان جلد ۵ ص ۴۴، و زمرۃ المشتاق ص ۲۵، طراز ابن جسیر

ص ۳۲ وغیرہ زمرۃ المشتاق ص ۳۰،

بھی یہاں گزرے ہیں ۱۰

لنبیادہ (LEGATA) میں اسلامی آبادی موجود تھی، شہر محض معمولی تھا، تاہم مہولی شہری ضروریات کی چیزیں میا تھیں، اوس کی شہر نہا ہر طرف سے بند تھی، شہر میں داخلہ کا صرف ایک دروازہ تھا،

شاقہ (SCIACCA) جزیرت سے ۲۵ میل پر ساحل پر آباد تھا، یہاں مسلمانوں کے ممتاز خاندان آباد تھے، عمارتیں شاندار تھیں، بازار پر رونق بہتے تھے، یہاں کی بندرگاہ پر افریقہ و اطلس وغیرہ کے جہاز آتے تھے، اور سامان تجارت لاتے اور لیجاتے تھے، اہل علم بھی گزرے ہیں، امام سلفی کے استاذ ابو عثمان بن حجاج الشاقی ساکن اسکندریہ اسی کی طرف منسوب ہیں ۱۱

مازر (MAZZARO) مصفیہ کا سب سے پہلا اسلامی شہر ہے، اور یہی کتاب ہے: اپنی خوبصورتی میں تمام شہروں پر فائق تھا، اہل اس کے عالیشان محل اسلامی طرز تعمیر کا نمونہ تھے، شہر کی آبادی خوبصورتی سے بسائی گئی تھی، جا بجا باغ لگے ہوئے تھے، پھولوں کی تختہ بنیدان تھیں، مٹرکین صاف اور کشادہ تھیں، آبادی میں مہمان سرائے، حمام، اور ہوٹل قائم تھے، یہاں کی تجارت کو بھی فروع حاصل تھا، یہ تجارتی حیثیت سے افریقہ اور مصفیہ کا نقطہ اتصال تھا، کشتیاں ایک دریا سے گذر کر اسکی شہر نہا کی بنیادوں سے ٹکراتی تھیں، اہل علم کی ایک بڑی جماعت اس خاک سے اٹھی، اور اسی میں پونہ ہوئی، یہاں کے اہل علم میں امام مازر می کو لازوال شہرت حاصل ہو، جن کا شمار علم حدیث کے اساطین میں ہے ۱۲

طراپنس (TRAPANI) ایک جزیرہ نما کی شکل میں ہے، جسکو زمین

۱۳ جزیرہ الشاق ص ۱۳۰ ۱۴ جزیرہ الشاق ص ۱۳۱ ۱۵ جزیرہ الشاق ص ۱۳۲ ۱۶ جزیرہ الشاق ص ۱۳۳

کی ایک چلی چٹ صقلیہ سے ملائے ہوئے تھی، لیکن یہ چلی چٹ بھی عام رہ گزر کے قابل نہ تھی اسلئے یہ گویا ایک مستقل جزیرہ تھا، چنانچہ آمد و رفت کیلئے مشرق کی طرف ۳۰۰ فٹ طویل اور ۲۰ فٹ عرض ایک پُل بنایا گیا تھا، اسلامی عہد میں یہاں کی تجارتی اشیاء میں نوٹکا، اومچیلیاں وغیرہ تھیں نوٹکا اس کے ساحل سے نکالاجاتا تھا، جو اس کثرت سے نکلتا تھا، کہ ابن وردی کہتا ہے کہ یہاں کے سترہ کی تیرہ درخت کی طرح مرجان اُگتے ہیں، پھلیوں کا شکار بڑی تعداد میں ہوتا تھا، چنانچہ ہی گیری یہاں کے باشندوں کا خاص پیشہ سمجھا جاتا تھا اس کا ساحل جہازوں کیلئے ہوار تھا، کیونکہ سطح آب نہایت پرسکون، اور مد و جزر سے محفوظ تھی، بحر روم کے مختلف جزائر ملیطہ (۶ میل) یا بسہ (۱۰ میل) اور جزیرہ رابہ (۵ میل) وغیرہ اس سے قریب تھے، نیز ٹیونس کا راستہ یہاں سے صرف ایک دن کا تھا، اسلئے ان جزائر اور افسرہ قے سے اس کے وسیع تعلقات تھے، مسلمانوں کے مسوز خاندان آباد تھے، سلیمان بن محمد طرابلسی وغیرہ اسی کی نظر منسوب ہیں، ایک زمانہ میں یہ شہر اسلامی حکومت کا عارضی پایہ تخت بھی رہا تھا، اسلامی حکومت کے زوال کے بعد صقلیہ میں مسلمانوں کا بکرم کے بعد دوسرا مرکزی مقام تھا، جس میں اویغین اپنی اجتماعی طاقت سے اپنی حیثیت کو بکسر اور نمایاں رکھنے کا موقع حاصل رہا، کیونکہ اس زمانہ میں بھی یہاں مسلمانوں کی آبادی عیسائیوں سے زیادہ تھی،

قلعہ اوبی (CALATOB0) ساحل کے اوسط درجہ کے شہروں میں تھا،

آبادی خاصی تھی، شہر میں لوازم تمدن موجود تھے، زراعت اچھی تھی، عہد اسلامی میں اس کو خاص طور پر اسلئے شہرت حاصل تھی کہ یہاں ایک لوہے کی کان کو لوہا نکال کر نیچکیاں ڈھالی جاتی تھیں

سہ نزہتہ المشتاق - علامہ ابن جریر ص ۲۳، معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۶ و جلد ۵ ص ۵۵، یا قوت نے طرابلس اور طرابلس و ناموں کو دو جدا گانہ شہر قرار دیا، حالانکہ دونوں ایک ہی شہر کے نام ہیں، بعض لوگ طرابلس اور بعض طرابلس لکھتے ہیں، سہ نزہتہ المشتاق ص ۳۴،

برٹینق (PARTINICO) قلعہ ابوبی اور بزم کے درمیان قلعہ ابوبی سے ۱۲ میل پر سمندر پر آباد ہے، یہاں کی زمین روئی کی کاشت کیلئے موزوں تھی اور بکثرت پیدا ہوتی تھی، درمیان پنجگیاں قائم تھیں مسلمانوں کی آبادی نامی تھی،

ساحل کے چند دیگر شہر اگرچہ مذکورہ بالا شہروں کے بیان میں بزم سے مل کر ساحل پر گھومتے ہوئے پھر اس کے حدود میں داخل ہو گئے لیکن ساحل کے تمام شہروں کو استقصا سے بیان نہیں کیا گیا، مذکورہ بالا شہروں کے علاوہ حاجا جیسی آبادیاں بھی تھیں جو پہلے قلعہ تھیں لیکن بڑھتے بڑھتے شہر میں شمار ہونے لگیں، چنانچہ یا قوت نے ان میں سے اکثر کو شہر کی حیثیت سے بحکم البلدان میں درج کیا ہے، ان میں سے اشقوبل، بنیش، ویش، طرہ، قریون، قراط، مری علی، اور قریش خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، اور جیسی نے بھی ان میں سے اکثر کا ذکر کیا ہے، یہاں زراعت تجارت اور صنعت و حرفت کے پیشے جاری تھے اور اسلامی آبادیاں قائم تھیں،

اندرون ملک کے شہر عہد اسلامی میں صقلیہ کے جو شہر ملک کے اندرونی حصہ میں آباد تھے، ان میں زیادہ نمایاں جرجنت، فوطس اور قصر یانہ ہیں،

جرجنت (GIRGENTI) ساحل سے ۳ میل پر لنیا ذہ سے شمال میں آباد ہے، عہد اسلامی کے مشہور و متہدن شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، اس کو جزیرہ میں عہد قدیم سے عظمت حاصل رہی، اس کا قلعہ مضبوط ترین قلعوں میں تھا، شہر کی آبادی و رونق اپنے کمال پر تھی، اور جیسی نے شہر کی خوبصورتی کی تعریف کی ہے، کہ یہ ایک خوبصورت شہر ہے، عہد قدیم سے شہرہ آفاق ہے، تجارتی کشتیاں اس کے ساحل پر سگڑا لڈا ہوتی ہیں، اس کے بلند عمارتیں مکانات اور خصوصاً امراء کے محل نظر کو خیرہ کرتے ہیں، مختلف قسم کی صنعت و حرفت کا

بازار گرم رہتا ہے، خرید و فروخت کا سلسلہ قائم ہے، سرزمین سرسبز و شاداب و ترخیز ہے، خوبصورت مرغزار اور گلہائے رنگارنگ کے تختے بچے ہوئے ہیں، بہ کثرت بہارات آتے ہیں، اور یہاں کا سامان تجارت میک کر باہر جاتے ہیں، اسلامی عہد میں سیاسی حیثیت سے بھی اس کو تفوق حاصل رہا، ذی اثر مسلمان امراء کے خاندان آباد تھے جو سیاسی تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے نیز یہاں ممتاز اہل علم گزرے ہیں۔

نوتس (NOTO) سمندر سے میل پر آباد تھا یہ پہلے سیراکوز کا محض ایک حفاظتی قلعہ تھا، رفتہ رفتہ شہر کی حیثیت میں آگیا، اور قلعہ بندی کی حیثیت بھی قائم رہی، شہر کے جملہ لوازم پر رونق بازار اور عالیشان عمارتیں وغیرہ موجود تھیں، زراعت و صنعت و حرفت ابھی تھی، زمین زرخیز اور آباد تھی مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی، جب جزیرہ میں مسلمانوں پر دوبار آیا تھا، تو یہی مقام اس جزیرہ میں اس کا سب سے آخری ٹھاؤ ماوی بنا،

قصر پائہ (CASTROGOVANNA) کو قدیم تاریخی عظمت حاصل تھی، اس کی سرنگھٹ عمارتیں رومہ اکبری کے قدیم جاہ و جلال کی یاد تازہ کرتی تھیں، اس کی پہاڑی کی چوٹی پر اہل صقلیہ کی مقدس دیوی سیرس کا مندر تھا، یہ صقلیہ کے عجیب ترین شہروں میں شمار کیا گیا ہے، شہر مضبوط شہر نہاد اور قدرتی پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا، صرف ایک دروازہ آمد و رفت کا تھا، مسلمانوں کو اس کی فتح میں بڑی دشواریاں پیش آئی تھیں، حکومت بیزنطی نے سر قوسہ پرزد پٹنے کے بعد اس کو اپنا پایہ تخت بنالیا تھا، مسلمان ۲۴۲ھ میں اس میں داخل ہوئے، اور اس کے استحکام کو مزید تقویت پہنچائی، اور شہر میں روز بروز ترقی ہوتی گئی، رفتہ رفتہ اسلامی عہد کا ممتاز شہر ہو گیا، اس کی آب و ہوا لطیف و خوشگوار تھی، پہاڑیوں کے چشے اس کی رونق کو دو بالا کرتے تھے، مسلمانوں

سلف زہرہ الشقاق ص ۱۸ معجم البلدان جلد ۵ ص ۲۴۲ قوت نے جرجٹ کو گرفتار کیا، ص ۲۹

نے اہتمام سے اوسکو پر رونق بنایا، پہاڑیوں کو جابجا باغ لگائے اور شہین بنائیں، ساری آبادی پہاڑی پر آباد تھی، لوگ صنعت و حرفت اور تجارت میں سرگرم عمل تھے، اس کے قدرتی استحکام سے نارمن بھی اوس کو مسلمانوں سے جنگ سے نہ لے سکے صلح و امن سے حاصل کیا، اب عہد قدیم کی کوئی یادگار باقی نہیں، لیکن اسلامی دور حکومت کا ایک قلعہ اور چند عمارتیں باقی رہ گئی ہیں،^۱ علقمہ بلرم اور اطراف شہر کے راستہ پر واقع تھا جب ابن جبیر یہاں پہنچا تو یہاں خالص مسلمان آبادی تھی، وہ لکھتا ہے، شب کو شہر علقمہ میں قیام رہا، یہ مقام نہایت وسیع ہے، بازار اور مسجدیں ہیں، یہاں کے باشندے مسلمان ہیں، لکھتے ہیں کہ سب بستیوں میں مسلمانوں کی آبادی ہے، ابن سعید نے علقمہ کا اطلاق بلرم کے اوس حصہ پر کیا ہے، جو نارمنوں کے عہد میں مسلمانوں کی آبادی کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا، لیکن اگر اس سے مقصود عیسائیوں اور مسلمانوں کی فرقہ وارانہ جنگ کے بعد بلرم سے مسلمانوں کی ہجرت کرنے اور ایک نئی آبادی قائم کرنے کی طرف اشارہ ہے، تو یہ صحیح نہیں، ابن جبیر ولیم دوم کے عہد میں صفیہ لکھتا تھا، اور یہ واقعات ولیم دوم کی وفات کے بعد پیش آئے، ولیم دوم کے عہد یعنی ابن جبیر کے صفیہ پہنچنے کے وقت تک بلرم میں اسلامی آبادی موجود تھی، اور علقمہ وغیرہ دراصل بلرم کے مضافات و توابع میں داخل تھے،

اندون ملک کی ملک اندرونی حصہ میں اون مذکورہ بالا شہروں کے علاوہ زیادہ تر ایسے قلعے چند دیگر آبادیاں تھے، جو مختلف شہروں کی حفاظت کیلئے چوکی کے طور پر تعمیر ہوئے تھے، اور ان میں رفتہ رفتہ لوگ آباد ہو گئے تھے، لیکن اون قلعوں کے اسواچند ایسے شہر بھی تھے، جو تجارتی کاروبار و آبادی کے لحاظ سے اچھے خاصے شہر اور جنگی استحکام کی حیثیت سے مضبوط قلعے تھے، نیز مسلمان

۱۔ نزہۃ المشتاق ص ۴۲، و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۹۲ و آثار البلاد و اخبار العباد وغیرہ ص ۵۴ رحلۃ ابن جبیر ص ۳۳

علم اسلامی میں صقلیہ کی زبان

مسلمانوں کی خصوصیت یہی ہے، کہ وہ جس ملک میں پہنچے، تہذیب و معاشرت کے لازمی جزو زبان پر بھی قبضہ کر لیا، اور کچھ عربی تہذیب میں ایسی دلاویزی تھی کہ عربی زبان کو مفتوح ملکوں میں بہت جلد مقبولیت حاصل ہو جاتی، اور اسی وجہ سے چند ہی دن میں بادیہ عرب کی یہ زبان دنیا کی رقع آبادی کی مادری زبان بن گئی، اور عرب کے ماسوا عراق، عجم، ایران، مصر، شمالی افریقہ اور اندلس میں عربی زبان کے ایسے ایسے ادیب پیدا ہوئے جن پر عرب اہل زبان نے فخر کیا یہی صورت صقلیہ میں بھی پیش آئی، یہاں کے قدیم باشندوں میں اوسکورسوخ حاصل ہوا، اور صقلیہ اور لوس کے ارد گرد میں عام سند قبول حاصل کی، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

”عرب جاہلیت کے قصائد اور نظمیں نہ صرف پلر نو (الرم) میں بلکہ ہمسایہ شہر روم میں اوی قدیم شان اور لب و لہجہ میں پڑھی جاتی تھیں، اور مسلمان اور غیر مسلمان دونوں تہذیب و آفرین کرتے اور دعویت کرتے“

لیکن مسلمانوں نے اپنی زبان کی اشاعت میں قومی عصبیت نہیں برتی، اوی خون نے نہایت فروغ دلی سے صقلیہ کی قدیم زبانوں کو بھی زندہ رکھا، چنانچہ صقلیہ کے پورے اسلامی دور میں وہاں کی قدیم زبانوں میں سے لاطینی اور یونانی رائج رہیں، اور شخص آزاد تھا کہ وہ جس زبان کو چاہے، استعمال کرے، چنانچہ یہ دونوں زبانیں بھی تحریری زبان کی حیثیت سے اسلامی عہدِ حکومت میں استعمال ہوتی رہیں۔

مسلمانوں کی اس قومی واداری کا صلہ اسی سرزمین میں نہیں ملا جس طرح انھوں نے
 قدیم زبانوں کی حفاظت کی تھی، اس سے زیادہ ان کے یورپی اخلاف ناسنوں نے عربی زبان کی
 ترقی میں حصہ لیا، عرب ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی کی، حکومت کی دفتری زبان عربی
 رکھی، شاہانِ مصطفیٰ کی مراسلت، ملکی سکوں کے نقوش، فرمانروا کی ہر حکومت کا نشان، امتیازِ مذہبی
 سب عربی زبان میں تھے یہاں تک کہ گرجوں میں خوبصورت خطِ کوفی کے طفرے بنائے جاتے تھے گویا یہی انکی توہنی نہی نہ تھی
 اس طرح عربی زبان مصطفیٰ کے اسلامی عہدِ حکومت سے تارمنوں کے زمانہ تک پانچ سو سال
 تک ملک کی حقیقی ترقی یافتہ زبان رہی، اور اس کا خاتمہ اسی وقت ہوا جب سلمان ان جزائر سے
 بالکل شہر بدر کر دیے گئے، اور اس زبان کی جگہ مختلف یورپی زبانوں لاطینی، فرانسیسی اور اطالوی نے
 لے لی، لیکن ان زبانوں میں بھی مصطفیٰ کی عربی زبان کے بہت کچھ اثرات باقی رہ گئے، اور آج بھی دیکھتے ہیں
 مثلاً جزیرہ مالٹا کی موجودہ زبان کو پیش کیا جاسکتا ہے، عسری زبان صرف اسی زمانہ میں
 ۲۲۰ سال تک جب یہ جزیرہ مصطفیٰ کی اسلامی حکومت کے ماتحت تھا، یہاں کی ملکی زبان ہی سیکن
 تقریباً ایک سو ارب برس گزرنے کے بعد بھی یہاں کی موجودہ ملکی زبان پر عربوں کے اس ۲۲۰ سالہ حکومت کے
 دور کے ایسے گہرے نقوش قائم ہیں، کہ کوئی ماہرِ لغت آج مالٹا کی زبان کی اصل بحرِ عربی کے کسی دوسری
 زبان کو قرار نہیں دیکھتا، بلکہ اگر اس مالٹا کی زبان کا رسم خط لاطینی کے بجائے عربی ہوتا تو آج مصر اور مالٹا
 کی زبانوں میں سرو مو فرق نہ ہوتا، کہ مصر کی موجودہ زبان کی طرح مالٹا کی زبان میں بھی ۱۰ فیصدی سے زیادہ
 غیر عربی زبان کے الفاظ نہین، ذیل کے چند اقتباسوں سے اس حقیقت کا اندازہ ہوگا

الفاظ

عربی الفاظ	مالٹا بولنے والے الفاظ	عربی الفاظ	مالٹا بولنے والے الفاظ	عربی الفاظ	مالٹا بولنے والے الفاظ
الحبیب	حبز	الزینیت	زیت	النبیذ	امبیت

عہدِ اسلامی میں مصطفیٰ کے ادیان و مذاہب و فرق

ادیان [اصطفیٰ میں مذہبِ اسلام کے داخلہ کے وقت جو ادیان و مذاہب تھے، اون کا تذکرہ جلد اول میں گذر چکا ہے، یعنی زیادہ تر لوگ کیتھولک مذہب کے پیرو تھے، چند لاند مذہب اور کچھ یہودی تھے اور ایک مختصر گروہ بت پرستوں کا تھا، مسلمان اپنے ساتھ مذہبِ اسلام لائے۔

مذہبِ اسلام نے مصطفیٰ میں جس سرعت سے ترقی کی، وہ حیرت انگیز ہے، اسلام کی صدا کا یہ اثر تھا کہ چند صدیوں میں مصطفیٰ کی بڑی آبادی مذہبِ اسلام کی حلقہ گروش ہو گئی، خصوصاً جو مقامات ساحلِ افریقہ کی جانب تھے، وہاں کے قدیم باشندوں کو مسلمانوں سے ملنے جلنے کا موقع زیادہ ملا، اور وہ اثر صحبت سے اسلام قبول کرتے گئے، قبولِ اسلام کا یہ سلسلہ نہ صرف عہدِ اسلامی میں قائم رہا، بلکہ اسلامی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بھی لوگ اسلام کے دائرے میں داخل ہوتے رہے، یہاں تک کہ جب راجہ اول نے اسلام میں داخلہ کا دروازہ قانوناً بند کر دیا، تب بھی لوگ مسلمانوں کے فیض صحبت سے اسلام لاتے، اور چھپ چھپا کر عبادت کرتے تھے، تاہم ایک بڑی جماعت یہاں غیر مذاہب والوں کی بھی باقی رہ گئی جس میں عیسائی، بت پرست اور یہودی تھے۔

مسلمانوں نے یہاں کے ادیانِ قدیم مذاہب کے ساتھ نہایت رواداری کا سلوک کیا، اور ادیانِ غیر مسلموں کو کامل مذہبی آزادی دی، جسکی شہادت، یورپ کے مصنفین دیتے ہیں، مصطفیٰ کی اسلامی تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی بت پرست یا یہودی یا عیسائی مذہب کیلئے قتل کیا گیا ہو، تبدیلِ مذہب کیلئے حکومت نے کوئی جبر واکراہ نہیں کیا، یونانیوں کے مندر یہودیوں کی قربانیاں، اور عیسائیوں کے کلیسے بدستور قائم رہے، چنانچہ میکس بلرم اور کینیڈین طغانیہ کی وہی عظمت

اسلامی دور میں بھی برقرار رہی جو اسے پہلے سے حاصل تھی، اگرچہ ایک دو مثالیں ایسی بھی ہیں کہ بعض ایسے کلیساؤں کو جو پہلے بت پرستوں کے مندر تھے، مسجد بنالیا گیا، لیکن عام طور پر صقلیہ کے قدیم معابد بدستور قائم رہے، اور ان معابد پر پہلے سے جو اوقاف چلے آتے تھے، اسلامی حکومت نے ان سب کو برقرار رکھا۔

مذہب فقہ صقلیہ کے اسلامی مذاہب و فرق کی تاریخ افریقہ کے مذاہب و فرق کی تاریخ کی مشابہت ہے اور وہاں کے اسلامی مذاہب کی تاریخ میں **فلاح صقلیہ** اسد بن فرات کی شخصیت نمایاں ہے، قاضی اسد بن فرات مذاہب فقہ کے جامع تھے، انھوں نے امام مالک کے براہ راست اون کے فقہ کی تحصیل کی اور امام ابوحنیفہ کے تلامذہ سے فقہ حنفی پر عبور حاصل کیا، مالکی مذاہب مصنفین نے ان کو مذہب مالکی کا پیرو بتایا، اور حنفی مذہب کی طرف رجحان رکھنے والے مصنفین انھیں حنفی مذاہب سمجھے اور کہا گیا کہ انہی کے ذریعہ افریقہ اور پھر صقلیہ میں مذہب حنفی کی ترویج ہوئی، لیکن جیسا کہ آئندہ اسد کے سوانح حیات میں تفصیل سے معلوم ہوگا، کہ گو خود اسد عبادات میں مالکی مذاہب تھے، مگر معاملات اور فصل مقدمات میں فقہ حنفی کا بھی اتباع کرتے تھے، البتہ ان کے تلامذہ اور حلقہ بگوشوں میں ایک بڑی تعداد حنفی مذاہب تھی، سرزمین افریقہ میں حنفی کا ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا عالم موجود نہ تھا،

جب قاضی اسد صقلیہ آئے تو ان کے تلامذہ بھی اون کے ہمراہ تھے جن میں حنفی و مالکی دونوں مذاہب کے پیرو موجود تھے، لیکن ان میں اخلاف کی تعداد زیادہ تھی، اسلئے یہ کہا جاسکتا ہے، کہ صقلیہ میں مذاہب فقہ میں سے ابتداء مذاہب حنفی کو فسر رخ

۱۵ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا جلد ۲۵ (سلی) طبع یا زوہم اخبار الانس جلد ۲ ص ۶۶ اسٹوری آف دی میڈیٹریئن جلد ۲

حاصل ہوا اور اسی لئے مقدسی (رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ بیان اپنی جگہ صحیح ہے کہ

والا کثر اهل صقلیۃ حنفیون^۱ اور اکثر اہل صقلیہ حنفی ہیں۔

اس کے بعد اعلیٰ خاندان کے جو شاہزادے یہاں والی مقرر ہو کر آئے ان میں سے اکثر و لا مالکی مشائخ امام حنفیوں وغیرہ سے عقیدت رکھتے تھے اسی طرح عمدہ تغار پر بھی مالکی مذہب کے علما مانو ہوتے رہے ان وجوہ سے یہاں رفتہ رفتہ مالکی مذہب کو مقبولیت ہوئی گئی اور پھر جب سنیوں میں المعز بن بادیس نے افریقہ میں مذہب مالکی کو قانوناً نافذ کر دیا، تو افریقہ کے اکثر صقلیہ میں بھی اسکی اشاعت زیادہ ہوئی، یہاں تک کہ پانچویں صدی کے علماء صقلیہ اور اہل علم بالعموم مذہب مالکی کے متبع نظر آتے ہیں، اور نیز صقلیہ کے جو اہل مسلم وہاں سے ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں جا بسے اور ان میں صقلی خاندانوں میں جو علماء و فضلا پیدا ہوئے، وہ بھی مذہب مالکی کے متبع تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بالآخر یہاں مذہب مالکی کو کامل تفوق حاصل ہو گیا تھا،

فرق قاضی اسد اور ان کے تبعین کلام و عقائد میں سلف صالحین کے پیرو تھے، اسلئے صقلیہ کے متقدم اصناف بھی اسی مسلک پر قائم تھے، اور جو لوگ مالکی المذہب تھے ان کے مالکی المذہب معلوم ہو جاتا کے بعد علم کلام میں بھی اودن کا مسلک معلوم ہو جاتا ہے، کہ تاج سبکی و دیگر ائمہ کی تصریح ہے کہ "کوئی مالکی اشعری کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا"۔

اسلئے صقلیہ کے الکلیہ بھی یقیناً امام ابو الحسن اشعری کے متبع تھے، جیسا کہ آئینہ صقلیہ کے علم کلام کی تاریخ سے پتہ چلے گا کہ یہاں کے اکثر اہل علم نے مذہب اشعری پر مختلف مضامین کتابت کی ہیں، تا لیس کین،

۱۔ احسن التقاسیم مقدسی، ۲۔ مطبع بریلی، ۱۹۰۷ء، مقدسی کا یہ بیان جس طویل روایت کے سلسلہ میں آیا ہے وہ محل نظر ہو جس پر اسد کے سوانح میں گفتگو کی گئی ہو، ۳۔ معالم الايمان جلد ۲، مطبع طبقات الشافعیہ الکبریٰ تاج سبکی

مذہب فقہ و فرق کلام کے ذیل میں یہ اہلسنت کے مذہب کا تذکرہ تھا لیکن مولت
افالہ کے زوال کے بعد جب فاطمیوں کا دور آیا تو صقلیہ کا سرکاری مذہب شیعی قرار پایا۔

مذہب شیعی | افریقہ میں فاطمی حکومت تمام مذہب کی بنیاد پر قائم تھی، اسلئے اسکے آغاز ہند ہی سے مذہبی
معاملات میں رواداری قائم نہیں رہی، یوں تو عام مورخین فاطمیوں کے مذہبی تشدد کو خوفناک
شکون میں بیان کرتے ہیں تاہم فاطمیوں کے مذہبی غلو سے انکار نہیں کیا جاسکتا، مثلاً فقہاء و اصحاب
افتاء کو مجاز مذہب شیعی کے کسی دوسری فقہ کے روئے فتویٰ دینے سے روک دیا گیا، علماء و اصحاب
فضل، ابوالقاسم طرزی قاضی صقلیہ اور ابوالعباس بن بطریقہ وغیرہ کو کوڑے لگوائے گئے، ابن یزید اور
ابراہیم بن برودم وغیرہ جیسے اہل فضل کو تہ تیغ کیا گیا، اذانوں میں ”حی علی خیر العمل“ کا جبری اضافہ
ہوا، لوگوں نے جماعت کی نمازین چھوڑ دیں، لوگوں کے ہاں و اسباب ضبط ہوئے، یہاں تک کہ جن
قلعون اور مسجدوں پر ان کے بانیوں کے نام کندہ تھے ان کو مٹا کر خلفائے فاطمی کے نام لکھے گئے،
افریقہ میں شیعیت کے دست مبارک و چو کچھ تھے، وہ چند قابلِ بربر تھے، جو دار السلطنت قیروان
سے منزلوں دور تھے، اور ان تک اسلامی تعلیمات صحیح طور پر پہنچی بھی نہ تھیں، ورنہ عام اہل افریقہ نے
بالعموم اس جو روتشد کے باوجود مذہب شیعی قبول نہیں کیا، یعنی قیام سلطنت کے بعد اس کے اثر
سے اس مذہب کو افریقہ میں فروغ حاصل نہیں ہوا، صرف خال خال افراد نے اپنے عقائد کی تبدیلی
کا اقرار کیا تھا،

جب شیعیت کو افریقہ میں عام قبول ماحصل نہیں ہوا، تو صقلیہ تک اس کے
اثرات کیا پہنچے جہاں ان کے مذہب کی نشر و اشاعت کی منظم کوششیں بھی نہیں ہوئی تھیں بلکہ
یہاں کے مسلمانوں کو اچانک انقلاب حکومت کی اطلاع ملی، اور افریقہ کے انقلاب سے یہاں

کی حکومت بھی بدل گئی۔

یہی وجہ ہے کہ جب صقلیہ میں فاطمی اسماعیلی حکومت کے قیام کے بعد حکومت کا سرکاری مذہب شیعہ اسماعیلی قرار پایا، اور حکومت کے مختلف شعبوں میں اسکے شیعہ ہونے کے اثرات نمودار ہوئے، جن سے اس مذہب کی اشاعت کا امکان تھا، لیکن دولت اسماعیلی کی یہ حکمت عملی عملاً ناکام ثابت ہوئی اور اسکی وجہ سے صقلیہ کا امن و امان ایسے خطرہ میں پڑا، کہ ابنِ قریب کی قیادت میں مسلمانانِ صقلیہ نے ہم بغاوت کی، اور اپنا رشتہ دولتِ فاطمیہ سے کاٹ کر دولتِ عباسیہ بغداد سے جوڑ لیا، اس کے بعد جب فاطمیوں کو صقلیہ پر دوبارہ اقتدار ہوا، تو انھوں نے اسی پر اکتفا کیا، کہ ان کی سلطنت کو یہاں قیامِ محکم حاصل رہے، اور تحفظِ سلطنت کی خاطر وہ یہاں اپنے مذہبی عقیدہ کی اشاعت سے دست کش ہو گئے، اسی لئے ہمارے سامنے ایسا کوئی واقعہ نہیں کہ حکومتِ فاطمیہ کے عہد میں سرزمینِ صقلیہ میں ابنِ قریب کے ہنگامہ کے بعد کبھی شیعہ سنی تنازع کا کوئی سوال پیش آیا ہو، حالانکہ انہی دنوں سرزمینِ افریقہ ان دنوں مذاہب کا دنگل تھی، لیکن صقلیہ میں اگرچہ خانوادہ کلبیہ کے لوگ عقیدہ شیعہ تھے، اور اس عہد میں مختلف معزز عہدوں پر بھی شیعہ مقرر ہوئے، لیکن وہ شیعہ ہونے کی حیثیت سے نہیں، بلکہ خانوادہ کلبیہ یا اس کے جان نثار افراد کی حیثیت سے ممتاز تھے،

البتہ اس سلسلہ میں بہنِ اوس صقلی وفد کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے، جو ۳۴۷ھ میں معززینِ وُوسا صقلیہ پر مشتمل ہو کر دربارِ افریقہ میں حصولِ بیعت کیلئے بارِباب پہنچے، لیکن جہاں تک عام حالات سے سمجھا جاسکتا ہے، یہ وفد عقیدت و اطاعت کے اظہار کیلئے افریقہ آیا تھا، اور اسکی غرض تمام تر سیاسی تھی، گو اس میں زیادہ تر تعداد شیعہ افراد کی تھی،

لیکن جہاں تک دولتِ کلبیہ کا تعلق ہے، وہ خالصتہ شیعہ تھی، اور افریقہ کے شیعہ اسکو اپنا

پشت پناہ تصور کرتے تھے چنانچہ جب المعز بن بادیس افریقیہ میں شعیون کیلئے شمشیر برہنہ بنا تو انھوں نے مصفیہ کو اپنے لئے مامن تصور کیا، مگر دولت کلیبیہ کا کوئی عمل بجز اسکے کہ وہ حکومت فاطمی مصر کی مطیع و متقاد تھی، نظاہر ایسا نہ تھا کہ جس سے اس کی شیعیت کا اظہار ہوتا، اور نہ کوئی ایسا واقعہ معلوم ہے کہ اس نے مصفیہ میں شیعیت کو بزور رائج کیا ہو، اگر دولت کلیبیہ کے تمام عہد میں اس قسم کی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے تو صرف اس وقت جب اس کی آخری سالیں چل رہی تھیں، اور تائید الدولہ نے سیاسی مصالح کے لئے ملک میں نفاق انگیزی کے ذریعہ رعایا کے ایک طبقہ کو براہیختہ کر دیا تھا، اس وقت ان لوگوں نے المعز سے اس وجہ سے دولت کلیبیہ کے خلاف استدعا کی، کہ وہ افریقیہ سے شیعیت کا تسلیع قمع کر رہا ہے، اس لئے وہ مصفیہ کے خلاف فوج کشی پر جلد آمادہ ہو جائے گا، لیکن جہاں تک واقعات کی رفتار سے سمجھا جاسکتا ہے یہ مسلمانان مصفیہ کی ایک سیاسی حکمت عملی تھی، اسے مذہبی عناد و تعصب سے کوئی لگاؤ نہ تھا چنانچہ جب ہوا کا رخ بدلا تو وہی سنی المذہب مسلمانان مصفیہ جو افریقیہ سے فوج بلا لائے تھے، تائید الدولہ کی حمایت میں طواریں سنبھال کر المعز کے جگر گوشوں پر ٹوٹ پڑے،

اسے اگرچہ مصفیہ میں تقریباً سو برس تک شیعہ حکومت قائم رہی، لیکن فرقہ وارانہ شیعیت سے اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا، نہ حکومت نے کبھی شیعیت کو فروغ دینے کی کوشش کی، نہ رعایا نے اس کی بجانب مذہبی حیثیت سے تنفر یا میلان کا اظہار کیا، وہ جس طرح اہلسنت تھے، اپنے عقائد پر قائم رہے، اور نیز اس عہد میں بھی جب مصفیہ سے حکومت اسلامی کا خاتمہ ہو گیا جو مسلمان یہاں آباد رہے، جابل علم ان میں پیدا ہوئے، جو باکمال شعرا، نامین درباروں میں ممتاز ہوئے، جو معزز و سادہ حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز اور جو شہری و بدوی نازمنوں کے فوجی نظام میں داخل ہوئے، سب کے سب اہل سنت و الجماعہ تھے، المدونہ کا درس تھا، مسجدوں میں پانچون وقت باجماعت نماز ہوتی، مالکی فقہاء

کے قناعتی نافذ ہوتے، اور پھر صلیبیہ کے جو اسلامی خانوادے، اور اہل علم و دہان سے ہجرت کر کے دوسرے اسلامی ممالک، اندلس، افریقہ، مصر و شام اور حجاز میں جا کر سکونت پذیر ہوئے، اور جنگی حالات ہم تک پہنچ سکے، سب کے سب اپنے قدیم مذہب و مسلک اہل سنت و الجماعہ پر قائم رہ کر راسخ و متعصب سنی المذہب، الکی و اشعری تھے،

اخلاق و عادات

قوموں کے امتیاز کا معیار ان کے نظام اخلاق اور عقلی نشوونما کو پیش نظر رکھ کر قائم کیا جاتا ہے، ان اخلاقی و عقلی اوصاف کی تشکیل خاندانی روایات بچپن کی تربیت اور ملک کے جغرافیہ حدود و آب و ہوا اور گرد و پیش سے ہوتی ہے۔

صلیبیہ میں عہد اسلامی تک کوئی واحد مسلمین قوم موجود نہ تھی، اسکی سرزمین مختلف قوموں کا آماجگاہ رہی، اور ہر حملہ آور قوم نے توطن اختیار کر کے اسکو اپنا مزہوم قرار دیا، اور یہاں کی اگلی قوموں کو اپنا جزو تصور کیا، انہی میں ایک مسلمان بھی تھے، اور چونکہ صلیبیہ کی ان مختلف قوموں کے اخلاقی عادات کے قوائے تشکیل ایک دوسرے سے مختلف تھے، اسلئے ان قوائے تشکیل کے مظاہر یعنی اخلاقی عادات اور رسم و رواج میں بھی اختلاف کا جو ضروری تھا، البتہ مزہوم کے اتحاد سے ان کے جغرافیہ حدود و آب و ہوا، اور گرد و پیش کے اثرات کیسان تھے، اسلئے ضرور ہے کہ ان کے نظام اخلاق میں بھی اتحاد پایا جائے،

لیکن اس موقع پر صلیبیہ میں ان مختلف قوموں کی توطن پذیری کے زائین جو تقدم و تاخر ہے، اس کے اثرات کو فراموش نہ کرنا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ ان مختلف اعتبارات سے یہیں صلیبیہ کے عہد اسلامی میں یہاں کے باشندوں کے مختلف گرد و ہون میں مختلف نظام اخلاقی کی جھلک نظر

آتی ہے، یہ مختلف گروہ بہ ترتیب یہ ہیں،

۱۔ صقلیہ کے وہ قدیم باشندے جو عہد قدیم سے مسلمانوں کے داخلہ کے بہت پہلے یہاں آباد ہو چکے تھے،

۲۔ حملہ آور اور نوآباد مسلمانان صقلیہ،

۳۔ وہ قدیم باشندے جو نئے گرویش سے متاثر ہوئے اور عقیدہ توحید قبول کر لیا، ان تین قسم تھے باشندوں کے نظام اخلاق کی ذیل کی تین مختلف حالتیں تھیں،

۱۔ یہاں کے قیام کی طویل مدت میں باہمی اختلاط و آمیزش سے قدیم باشندوں کے نسلی خاندانی اور وراثی اخلاق و عوائد رفتہ رفتہ ان کے جدید مزاج و عہد یعنی صقلیہ کے اثرات سے مسخ ہو کر انہی میں غم ہوئے، اور وہ سب مختلف قومیں کیساں نظام اخلاق سے متحد ہو گئیں،

۲۔ حملہ آور اور نوآباد مسلمانان صقلیہ عرب و بربر کے مختلف شریف قبیلوں سے تھے، اور عقیدہ توحید قبول کر کے ایک ہی قسم کے اخلاق سے متصف ہو گئے تھے، اور وہ ان کے اسلامی اخلاق تھے جو اعتقادی تعلیم کے باعث مزاج و عہد کے اثرات سے متاثر نہیں ہوئے، اور یہاں انکی قیام پر اتنی مدت گزری تھی، جو مزاج و عہد کے اثرات قبول کرنے کیلئے کافی نہ تھی،

۳۔ صقلیہ کے قدیم نو مسلم باشندے ابتداء اپنے موروثی اخلاق و عوائد سے متصف رہے، پھر عقیدہ توحید اور اسلام کے اخلاقی تعلیمات پر پختہ یقین سے رفتہ رفتہ ان کے اخلاق بھی بدل گئے، اگرچہ مزاج عقلی کے موثرات سے قوموں کا اساسی اخلاق نہیں بدلتا، لیکن عقیدہ و زبان اور سیاست کی وحدت کلی، اساسی اخلاق کے بدلنے میں بہ نسبت دیگر موثرات کے جلد اثر انداز ہوتی ہے،

یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے عہد اسلامی میں ایک غیر ملکی سیاح ابن حوقل کو صقلیہ میں متضاد قسم کے ایسے اخلاق و عوائد نظر آئے جنہیں دیکھ کر اسے حیرت ہوئی، اور اس نے اپنے مشاہدات و

تجربات کو ایک مستقل رسالہ میں قلمبند کیا چنانچہ وہ وہاں کی آب و ہوا کے جوہر سے اثراتِ مہان کے باشندوں کے عقلی نشو و نما اور نظامِ اخلاق پر پڑے تھے، اوں کا عمومی طور پر یوں تذکرہ کرتا ہے :-

”اکثر مملکتوں اور شہروں کو یمن کا پانی پیا جاتا ہے، جو نہایت ثقیل اور غیر خوشگوار ہوتا ہے، اور انھوں نے شیریں اور دیتے ہوئے پانی کو چھوڑ کر اسکو اسٹلے پسند کیا کہ اوں میں شرافت کی کمی ہے، وہ لوگ اپنے گھروں میں صبح و شام بہ کثرت کچی پیاز استعمال کرتے ہیں، جس نے اوکو بہت نقصان پہنچایا، اُن کے تخیل کو خراب کیا ہے، اوں کے دامخون کو نقصان پہنچایا جو اوردان کے حواس کو حیران کر دیا ہے، اوں کی عقلوں کو بدل دیا جو اوں کی سمجھ کو نقصان پہنچایا ہے، اور ان کے چہروں کو بگاڑ دیا ہے، اوردان کے مزاج کو بدل دیا ہے، یہاں تک کہ اوکو اکثر چیزیں اپنی اصلی حالت کے برعکس نظر آتی ہیں“

”اہلِ متعلیہ نہایت کم عقل اور بے وقوف ہیں، انھوں کی طرف بہت کم توجہ ہوتی ہے، اوردان کے بڑے حریف ہیں“

ہمارے نقطہ نظر سے ابنِ حوقل کی مذکورہ بالا تصریح اوں قدیم باشندوں کے حق میں جو مسلمانوں کے دامن سے پہلے موجود تھے، اور جنہیں ایک بڑی تعداد نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا تبدیلِ مذہب سے نسلی و قومی خوبو فورا نہیں بدل جاتی، ابنِ حوقل ۳۳۰ھ میں متعلیہ میں پہنچا تھا، اسوقت مسلمانوں کے داخل ہونے پر صرف ڈیڑھ سو برس گزرے تھے، وہ قدیم باشندے اسلام کے دائرہ بہرہ میں اس کے بعد داخل ہوئے تھے، اسلئے یہ سو سو سال کی مختصر مدت قوموں کے مزاج عقلی کے بدلنے کیلئے کافی نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ انھوں نے جب مذہب اسلام کو قبول کیا اپنے قومی و نسلی اخلاق و عوامی بدولت اس کے حدود و شرائط کی بھی پابندی نہ کر سکے، چنانچہ ابنِ حوقل

اپنے اسی رسالہ کے دیامین جسکو یا قوت نے نجم البلدان میں نقل کیا ہے، لکھا ہے،
 پھر میں نے ان کی بد اخلاقی بڑے اور بد بودار کھانے اور گندے، باب اور بہت جھگڑاؤ ہونے کا
 ذکر کیا ہے، اس کے ساتھ وہ پاک رہتے ہیں، نہ ناپڑھتے ہیں نہ ریح کرتے نہ زکوٰۃ دیتے ہیں،
 اور بسا اوقات وہ روزہ لکھتے ہیں، اور جنابت کا غسل نہیں کرتے،

اس کے ساتھ گھوٹن ان کے یہاں سال بھر نہیں بھرتا، بکا عقلیہ کی آب ہوا کی خرابی سے کھلیاں ہی
 میں مزہ جاتا ہے، ان کی گند گھوٹن کے مثل یہودیوں کی گند کی اور ان کے گھروں کی تاریکی کے مثل
 سیاہ اندھوں کی سیاہی بھی نہیں، وہ ان کے بڑے بڑے گھروں کے گھروں میں مرغیان بھرتی دیتی ہیں
 اونکے بہتوں پر بیٹ کرتی ہیں، اور ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا،

تو ہم پرستی، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنی اخلاقی اور ذہنی پستی سے سخت تو ہم پرستی میں بھی مبتلا تھے جو ان کی
 زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تھی، اس کا اندازہ اون روایات سے ہوتا ہے جو وہ کوہ آتش
 فشان کے متعلق بنیدگی سے بیان کرتے تھے، اور اس سے یہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ کے افراد بھی نہ
 بچ سکے تھے مثلاً:-

علی بن ابی کرہ ہادی عقلیہ کے ایک اہل علم سے روایت کرتے ہیں، کہ مجھ سے عقلیہ کے ایک
 عالم نے بیان کیا کہ جبل برکان سے ایک جانور نکلتا ہے، جو مسان کی شکل اور خاکسری رنگ کا ہوتا ہے
 وہ اوس میں سے نکل کر فضا میں پرواز کرتا نظر آتا ہے، اور پھر اوڑتے اوڑتے اوس میں واپس
 چلا جاتا ہے۔

جس طرح عقلیہ میں کوہ آتش فشان کی موتی تھی اسی طرح جنوبی آبی کے بعض پہاڑ بھی ان کی
 آتش فشانیاں کرتے تھے، سسلی کے جموے بجائے باشندے ان دونوں کی آتش فشانوں

سے اس نتیجہ تک پہنچے تھے، کہ اون دونوں پہاڑوں میں سخت دشمنی اور عداوت ہے، اور سمندر کا میدان اون کا میدان کا زرار ہے، اور اون کی شعلہ فشانیاں دراصل ان کی مسرکہ آرائیوں کے ظاہری آثار ہیں۔

محسنِ اخلاق | دوسری طرف ابنِ حوقل کو یہاں کے مسلمانوں میں بلند اخلاق و اوصاف بھی نظر آئے، اور ان کے عام فضائلِ اخلاق کو تسلیم کر کے انہیں سراہا، یا قوتِ ابنِ حوقل کے اسی رسالہ کو سامنے رکھ کر لکھتا ہے،

”اور ابنِ حوقل نے کہا کہ میں وہاں ملت میں تھا، اور پھر اس نے اون کے حسنِ اخلاق کے کچھ اوصاف بیان کئے اور پھر لکھتا ہے، اور میں نے اون لوگوں کے اوصاف اور ان کے قصے اور عقلیت کے حالات اور یہاں کے باشندے اس قوم کے جن فضائل سے متصف ہیں، سب کو ایک کتاب میں پورے طور پر بیان کیا ہے، اور اس کا نام میں نے محسنِ اہلِ عقلیت رکھا ہے، اس کے بعد میں نے اون کی بد اخلاق کو بیان کیا جو....“

افسوس جو کہ یا قوت نے اہلِ عقلیت کے اون معائب کا تو اس کے بعد غلامہ ویدیا ہے، مگر جس کا صرف اسی قدر ذکر کیا، ورنہ مسلمانانِ عقلیت کے عام محسن و فضائل کا بھی پورا اندازہ ہو جاتا، اور اہلِ عقلیت کے اخلاق و عوائد کے انہی متضاد حالات کی بنا پر ہم نے عقلیت کے باشندوں میں وہ تقسیم قرار دیکر ان کی تطبیق دی کہ یہ اخلاقی محسن و فضائل دراصل اون مسلمانوں میں تھے، جو یہاں نو وارد تھے اور جو اپنے مودونی و نسلی اخلاق و عوائد کے ساتھ اسلامی اخلاق کی تعلیمات پر عامل تھے،

اس کے بعد فتنہ رقتہ عقلیت کے اون نو مسلموں کے اخلاق و عوائد جو اس جزیرہ کے قدیم باشندے تھے، اس وقت بدے جیب اون کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر چند صدیاں گزر گئیں، چنانچہ ”

میں جب ابن جبیر صلیبیہ پہنچا، تو صفیہ کے تمام مسلمان یکساں زیورِ اخلاق سے آراستہ تھے، کہ اسلامی برکات نے ان کے تمام سابقہ حالات بدل دیے، اور وہ کچھ سے کچھ ہو گئے، ابن جبیر خاص طور پر مسلمانوں کے اخلاقی و مذہبی حالات پر ان الفاظ میں عمومی تبصرہ کرتا ہے:

”اُن میں کوئی عین جو حصولِ ثواب کیلئے عینوں کے فضل و روزے نہ رکھتا ہو، اور تقربِ الٰہی کیلئے صدقہ نہ دیتا ہو، وہ قیدیوں کو چھڑاتے ہیں، اور اپنے چھوٹے بچوں کو محبت و باتوں میں ان کے نکاح کرتے ہیں، اور ان پر احسان کرتے ہیں، اور جہانگیر ہو سکتا ہے، نیکی کے کام کرتے ہیں، یہ سب اس جزیرہ کے مسلمانوں پر خدا کا احسان ہے، نیکی کے کاموں کے متعلق وہ بہت سی روایتیں، کہتے ہیں، اور قیدیوں کے چھڑانے کے متعلق خدا نے ان کے احسانات کو قبول کر لیا ہے، اور ان کے تمام خدا ^{روں} کا کی بھی یہی حالت ہو۔“

اس کے علاوہ ابن جبیر نے اور جابجا اودن کے حسن سیرت، حسن اخلاق، حسنِ عمل، صدقِ نیت، صداقت، رحمہ، دیانت، امانت، اور وفا، شجاری کو سراہا ہے جس کو ان کے نظامِ اخلاق کی بڑی اشکالا ہوئی ہے۔

نظام حکومت

صقلیہ پر اسلامی حملے

صقلیہ کے اسلامی حملوں | عربی فتوحات کے متعلق موسیو لیبان کا یہ خیال صحیح ہے کہ
 ”اُن کی ملک گیری و قسم کی جو کرتی ہے، یا تو یہ کسی ملک کی قیام کرنے کے ارادہ
 سے فتح کیا کرتے تھے، یا محض فوج کے ساتھ ملک گذر جاتے تھے پہلی صورت میں وہ ہمیشہ باشندوں
 کی دُجوئی کیا کرتے، اور پہلے کے تمام ملک گیرون کے طریقہ کے برخلاف مفتوحہ اقوام کو مذہب و رسوم و رواج
 و قانون کی پوری آزادی دیتے، اور اس کے عوض میں اُن سے ایک خفیفہ ساجزیہ لیتے
 لیکن دوسری صورت میں جب کہ وہ ملک میں قیام کرنا نہ چاہتے، ان کا طرز بالکل جداگانہ ہوتا تھا،
 یعنی شل اور ملک گیرون کے یہ بھی مفتوحہ ممالک کو محض ایک مال غنیمت سمجھتے، اور جب قدر مال متاع
 ان کے ہاتھ لگتا ہے لیتے، اور جو نہ لیتے او کو غارت کر دیتے“

پہلی جلد میں عربوں کی سرگذشت سے معلوم ہو چکا ہے کہ صقلیہ پر بھی عربوں کے دو قسم
 کے حملے ہوئے، ایک ان کے ابتدائی حملے تھے جن کا سلسلہ عہد عثمانی سے شروع ہو کر افریقیہ میں
 دولت افالبہ کے قیام تک جاری رہا، اور اس کے بعد دوسری قسم کا حملہ ۲۱۲ھ میں ہوا
 اور اس حملہ کے شروع کرنے کے پہلے صقلیہ کو دارالاسلام قرار دیا گیا تھا، چنانچہ موسیو لیبان بھی صقلیہ

پران دونوں قسم کے حملوں کو یوں بیان کرتے ہیں :-

..... صقلیہ میں اونھوں نے ان دونوں طریقوں کو یکے بعد دیگرے بتا دیا۔ اول میں جب اون کی قضا بہت کم تھی، اور صقلیہ اور ایک حصہ ایتالیا کا شمشاپان قسطنطنیہ کی تخت میں تھا، اونھوں نے محض فوری حملوں پر کتنا کافی اور ملک کو لوٹا، اور جس کسی صوبہ میں داخل ہوئے جو کچھ پایا لے لیا جن باشندوں نے مقابلہ کیا، انھیں قتل کیا، اور پھر ملکہ ہی سے اپنی سرحد میں واپس آگئے چند ایسی کامیابیوں کے بعد اور جب اونھیں ملک کا لے لینا یقینی معلوم ہوا تو اونھوں نے باشندوں کے ساتھ مدارات شروع کر دی، اور جس دن سے اون کا تسلط ہو گیا، تو پھر لوٹ مار کو بالکل ترک کر دیا، اور منترہ ملک کو ہر قسم کی آسائش دی، وہاں اپنا تمدن پھیلایا، اور شل اندلس کے اسے بھی تسخیر کر دیا۔

لیکن جیسا کہ پہلی جلد میں ”صقلیہ پر عربوں کے ابتدائی حملے“ کا باب پڑھنے سے اندازہ ہوا ہو گا کہ صقلیہ پر عربوں کے اس پہلی قدم کے حملے بھی جارحانہ اقدام کی حیثیت سے نہیں ہوئے، کہ درحقیقت ساتویں صدی میں روم و عرب کی آویزش کی یہ بھی ایک کڑی تھی، اور عربوں کو صقلیہ پر اسی وقت حملہ کا خیال پیدا ہوا جب یہ جزیرہ بحر روم میں رومیوں کا ایک اہم بحری مرکز قرار پایا، اسلئے ”صقلیہ“ پر جب قدر یہ ابتدائی حملے ہوئے، وہ محض فوری حملے کر کے ملک کو لوٹنے کے خیال پر مبنی نہیں تھے بلکہ جیسا کہ پہلی جلد میں بہ تصریح دکھایا گیا ہے، ہر کے سب ایک مرتب سلسلہ کی کڑیاں تھیں، اور اصل مطمح نظر صرف یہ تھا کہ یہ جزیرہ رومیوں کا بحری مرکز قرار پانے کے بجائے اسلامی حکومت کا اس حیثیت سے باجگذار رہے، کہ اسلامی حکومت کی سیاست کو قبول کر لے، چنانچہ انھیں اس مقصد میں پہلی کامیابی ۱۲۳ھ میں عبدالرحمن فاتح سرقسہ کے ہاتھوں حاصل ہوئی، اور ”صقلیہ“ اسلامی حکومت کا باجگذار بن گیا، لیکن جب ادائے جزیرہ کا سلسلہ منقطع ہو گیا، تو ۱۳۵ھ میں دوبارہ حملہ کر کے اس معاہدہ کی تجدید کی گئی،

اس کے بعد ہی افریقہ میں دورِ احتلال آجانے سے صقلیہ نے اس قدر فوجی استحکام اور ایسی بحری طاقت حاصل کر لی کہ مسلمانوں کے تجارتی جہازوں کیلئے مستقل خطرہ پیدا ہو گیا، اور بالآخر ان تمام سبب کی بنا پر جو صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کیلئے پیدا ہو گئے تھے اور جنکی تصریح جلد اول میں گذر چکی ہے، عربوں نے صقلیہ کو دارالاسلام قرار دیا،

عربوں نے اسی زمانہ میں جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کرنے کے علاوہ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، ایطالیہ میں بھی پیش قدمیاں کیں، اور بالآخر پاپے روم کو خراج کے ادا کرنے پر مجبور کیا، فلوریہ اور آکبرہ کے مختلف شہروں پر قبضہ کر کے یہاں اسلامی حکومت قائم کی، اور بحر روم کے مختلف جزائر پر اپنا تسلط جما، لیکن موسیو لیان کا خیال ہے کہ اٹلی کے اون ممالک پر عربوں کا حملہ اسی قسم میں داخل ہے جو وہ ملک سے گذر کر اسکو لوٹے، مارتے جاتے تھے، اور اس لئے ان کے تمدنی اثرات یہاں قائم نہیں ہوئے،

ایمن شہسہ نہیں کہ ایطالیہ پر عربوں کے حملہ کی نوعیت صقلیہ کے حملوں سے مختلف تھی، اٹلی پر جس قدر حملے کئے گئے جیسا کہ جلد اول میں تفصیل سے اسکو دکھایا جا چکا ہے، جب رمانہ ہونے کے بجائے صقلیہ کی حفاظت میں مدافعت تھی،

اگر اٹلی پر مسلمانوں کے حملے محض لوٹ مار اور گزر جانے کیلئے کئے جاتے تو نہ یہاں مستقل اسلامی حکومت قائم ہوتی، نہ ولایت نامزد ہوتے اور نہ یہ حکومت ۱۲۰۶ء تک قائم رہتی، جس کے مستقل تمدنی اثرات یہاں بھی باقی رہے،

حکومت صقلیہ کا تعلق غیر ملکی مرکزی حکومت سے

صقلیہ پر عربوں کا سب سے پہلا حملہ عبد عثمانی میں مرکزی حکومت اسلامی کے ماتحت ہوا، اسکے بعد

افریقہ میں اسلامی حکومت مستحکم ہو گئی، اور مرکزی حکومت اسلامی نے جزیرہ صقلیہ کی زیر نبطی سیاسیات کی نگرانی حکومتِ افریقہ کے سپرد کر دی، اس لئے اسکے بعد صقلیہ پر عربوں کے جس قدر ابتدائی حملے ہوئے، وہ دولتِ اسلامی افریقہ ہی کے ماتحت انجام پائے، اگرچہ اس زمانہ میں بھی ایک دو موٹے ایسے پیش آئے، کہ مرکزی حکومتِ اسلامی کی جانب سے صقلیہ پر حملے کئے گئے، لیکن وہ شام پر عیسائی حملوں کے جوابات تھے،

پھر جب ۸۲۷ء میں افریقہ میں صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کا قطعی فیصلہ ہوا، اور مازن بن سبے پہلے اسلامی حکومت صقلیہ کی داغ بیل ڈالی گئی، تو اسی وقت اسکی حیثیت شمالی افریقہ کی ایک ماتحت نوآبادی کی قسم پائی، اور اسلئے مرکزی حکومتِ اسلامی بغداد کو صقلیہ کو کبھی براہ راست تعلق پیدا نہیں ہوا، اور اسلئے بغداد کے داخلی و خارجی سیاسی انقلابات کا بھی کوئی اثر صقلیہ تک کبھی نہیں پہنچا، بخلاف اسکے افریقہ کے معمولی معمولی تغیر و تبدل اور سیاسی انقلابات کے گہرے اثرات صقلیہ پر بھیغیہ مترتب ہوتے رہے، اور بلکہ کسی وقت حکومتِ افریقہ کے محض خفیف تغیر و تبدل کا صقلیہ پر نہایت حیرت انگیز طور پر شدید اثر پہنچا، اس لئے درحقیقت حکومتِ صقلیہ کیلئے اسکی مرکزی حکومتِ خلافتِ بغداد کے بجائے حکومتِ افریقہ تھی،

اگر صقلیہ کو بغداد کی حکومت سے کوئی لگاؤ تھا، تو صرف اسکی روحانی حیثیت سے اسکی خلافت سے تھا، اور اس عہد کے اسلامی دستور کے بموجب صقلیہ کی جامع مسجد و مین خلیفہ بغداد کا نام دیا جاتا، لیکن افریقہ کی حکومت کا فائز و ابھی فراموش نہیں کیا جاتا تھا، اور خلفائے بغداد کے پہلو پر پہلو فائز و ابیان افریقہ کے نام بھی خطبوں میں لئے جاتے تھے،

جس وقت صقلیہ میں اسلامی نوآبادی قائم ہوئی، اس وقت تک افریقہ کے سیاسی حالات میں نمایاں تغیر ہو چکا تھا، اور خانوادہ غالبہ کو مرکزی حکومتِ بغداد کی طرف سے افریقہ کی موروثی

حکومت عطا ہو چکی تھی، اگرچہ اس عہد کے اسلامی سیاسی روایات کے بموجب فرمانروایان غالبہ نے اپنے لئے شاہی لقب کبھی اختیار نہیں کیا، اور ہمیشہ خلفائے عباسیہ کے مطیع و منقاد رہ کر ان کے ولایت کی حیثیت سے حکومت کی، لیکن درحقیقت یہی غالبہ افریقہ کے سیاہ و سپید کے مالک تھے، اور اپنے داخلی اور خارجی سیاسیات میں کامل خود مختار تھے، خلفائے عباسیہ کو علمائے دین کے معاملات سے کوئی لگاؤ نہیں تھا، صرف خراج کی سالانہ موعودہ رقم سالانہ بعد ازیں بھیج دیا جاتا تھا، اور افریقہ میں ولایت کے عزل و نصب ہو جانے کے بعد اس کی تصدیق دیا جاتی تھی، تاریخ غالبہ میں خلفائے عباسیہ کے حکومت افریقہ کے معاملات میں دخل مونس کے جو ایک دو واقعات ہیں ان کی مستثنیٰ حیثیت ہے کہ خلفائے عباسیہ کی یہ دخل اندازی بھی باشندگان افریقہ ہی کی استدعا اور مرضی پر مبنی تھی، اس لئے درحقیقت جب تک حکومت افریقہ پر غالبہ قابض رہی، صفیہ کی عنان حکومت بھی اسی خانوادہ کے ہاتھوں میں رہی،

پھر جب افریقہ کے تخت پر بنو فاطمہ ٹھکن ہوئے، تو صفیہ کو بھی ایک انقلاب دوچار ہونا پڑا، اہل الباطن صفیہ میں غلطی حکومت قائم ہو گئی، اور وقت خلافت عباسیہ سے صفیہ کا دور روحانی رشتہ بھی منقطع ہو گیا، جو اب تک خطبہ جمعہ کے ذریعہ قائم تھا، اسکے بعد صفیہ میں ابن قریب کی چند روزہ خود مختار حکومت قائم ہوئی، اور یہ پہلا موقع تھا کہ حکومت صفیہ حکومت افریقہ سے بے تعلق ہوئی، اور ابن قریب ہی کو وہ تمام اختیارات حاصل ہو گئے جو مرکزی حکومت کو حاصل تھے، اور اسی زمانہ میں صفیہ عارضی طور پر خلافت بغداد سے وابستہ ہو گیا، لیکن اگرچہ اس موقع پر صفیہ خلافت بغداد کا ایک صوبہ قرار پایا، تاہم یہ بھی ایک رسمی رشتہ بندی تھی، درحقیقت ابن قریب کامل خود مختار تھا، اور بغداد سے صرف وہی اس کی روحانی وابستگی قائم ہوئی تھی،

پھر ابن قریب کی چند روزہ خود مختار حکومت کے خاتمہ کے بعد حسن بن علی کلبی صفیہ آیا، اور

سین سے صقلیہ کی حکومت میں پھر ایک نیا دور شروع ہوا، اور یہاں دولتِ کلہیہ کے نام سے اسکے خاندان کی موروثی حکومت قائم ہو گئی، اس حکومت کا حکومتِ افریقہ سے ایک برائے نام تعلق باقی رہا، یعنی دولتِ کلہیہ روحانی حیثیت سے دولتِ فاطمیہ سے وابستہ ہوئی، اور خطبات میں خلفائے فاطمی کا نام خلفائے عباسیہ کے بجائے لیا جانے لگا،

اس کے بعد جب المعز فاطمی نے شمالی افریقہ کو چھوڑ کر قاہرہ مصر کو دار الحکومت قرار دیا اور افریقہ میں صنهاجی حکومت قائم ہوئی، اس وقت صقلیہ کا تعلق افریقہ کے بجائے خلفائے مصری سے براہِ راست قائم رہا، اور پھر صقلیہ میں دولتِ کلہیہ کے زوال کے بعد جب طوائف الملوک کی پھیلی تو اگرچہ صقلیہ کے پایہ تخت برہم میں ایک مرکزی حکومت قائم کی گئی، مگر درحقیقت کسی نے اسکی مرکزیت تسلیم نہیں کی، اور ادھر فاطمی خلافت بھی صقلیہ پر اقتدار قائم رکھنے کے دعویٰ سے دستبردار نہیں ہوئی اور اس کو اپنا زیر اثر صوبہ سمجھتی رہی، مگر اہل صقلیہ نے اسکی بھی کوئی اہمیت نہیں دی، یہاں تک کہ انہی جوڑ سے خلافت مصر کی جانب سے جذبہ انتقام میں صقلیہ کے پایہ تخت برہم پر بارمنوں کو حملہ آور کی دعوت دی گئی،

حکومتِ صقلیہ

ولایت کا عزل و نصب | حکومتِ صقلیہ کے جو خلفات اسکی مرکزی حکومت سے ان مختلف دوروں میں قائم رہے، مذکورہ بالا بیان سے اون کا ایک خاکہ سامنے آیا ہوگا، انہی تعلقات کو روحوں مرکزی حکومتیں صقلیہ میں اپنے ولایت نامزد کرتی تھیں، اور انہیں حسب ضرورت معزول کرتی تھیں، ان ولایت کی حیثیت دورِ حاضر کی اصطلاح میں گورنر جنرل، یعنی والی عام کی تھی،

ولایتِ صقلیہ عہدِ اغالبہ میں | حکومتِ اغالبہ کے عہد میں ولایت کے عزل و نصب کی تین صورتیں پیش آئیں

اولاً زیادۃً ائمہ نے اسد کو یہاں کا سب سے پہلا والی مقرر کیا، اسد کی شخصیت میں امارت ملک امارت لشکر اور قضاوت میں جہتیں مجتمع ہوئیں، اور ان کی اچانک وفات کے بعد صغلیہ کے اسلامی لشکر نے اپنا امیر خود منتخب کیا، اور اس کی اطلاع دربار قیروان میں ارسال کی، ابتداءً دو ایک تقرر اسی طرح عمل میں آئے، پھر استحکام حکومت کے بعد افریقہ سے ولایت آنے لگے، جو خاندان غالبہ ہی کے ممتاز افراد ہوتے، ان ولایت کا عزل و نصب اگرچہ فرمانروایان افریقہ کی جانب سے ہوتا تھا، تاہم اس عزل و نصب میں صغلیہ کے ان اعلیٰ خانوادوں کو زیادہ رخصت تھا، جو یہاں سکونت پذیر ہو گئے تھے، اور اس طرح کبھی کبھی یہاں کے ولایت یہاں کے باشندوں کی مرضی اور برسر حکومت والی کی نامزدگی سے بھی مقرر ہوئے لیکن ان کی تصدیق کیلئے مرکزی حکومت افریقہ کی سند ضروری تھی، بعض مغربی مورخین کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ صغلیہ کے والی دربار قیروان کی منظوری اور اطلاع کے بغیر حکومت پر قبضہ کر لیا کرتے تھے، اگرچہ یہ سند ولایت بالعموم اسی انتخاب کی تصدیق میں ملتی تھی لیکن کبھی ایسا بھی پیش آتا کہ فرمانروے افریقہ کی جانب سے اس انتخاب کو مسترد کر دیا جاتا، اور حسب اقتضای مصلحت کسی نئے والی کو بھیج دیا جاتا، اور ثابت ہو کہ صغلیہ بے چون و چرا اس کی اطاعت کر لیتے، اور ان کے سابق منتخب کئے ہوئے والی کی حیثیت جدید والی کے تقرر سے پہلے تک ایک قائم مقام والی کی ہوتی، علاوہ ازیں عارضی تقریران، کسی والی کی اچانک وفات کے وقت ہوتی تھیں، اس زمانہ میں رسل و رسائل کی موجودہ آسانیاں حاصل نہیں تھیں، اس لئے تاوقتیکہ کوئی دوسرا والی دربار قیروان کی طرف سے نامزد نہ ہوتا کسی نہ کسی کو ولایت پر مامور مہنا تھا، اور صغلیہ میں والی کے بعد سب سے بڑا عہدیدار امیر لشکر تھا، اس لئے بالعموم وہی قائم مقام بنایا جاتا، وہ قائم مقام والی اس منصب کے فرائض عارضی طور پر انجام دیتا، پھر اگر کسی دربار قیروان کی جانب سے والی بنا دیا جاتا، تو اس کے مستقل تقرر کا اعلان ہوتا، ورنہ جدید والی یہاں اگر زمانہ حکومت لے لیتا، اس کی ایک سے بہت زیادہ مثالیں جلد اول میں گذر رہی ہیں،

اس سلسلہ میں ایک اور امر لائق ذکر ہے، کہ صفیہ کی ولایت آغالبہ کے عہد حکومت میں کچھ دنوں کے بعد شاہی خانوادہ آغالبہ کے درمیان بطور ایک شکست کے استعمال ہونے لگی تھی، کیونکہ جیسا کہ اوں سے پہلے کسی موقع پر بتایا جا چکا ہے، کہ آخر قیہ میں آغالبہ کے اقتدار کے قیام کا اصل راز، اون کی باہمی کجی تھی، اور جنوں نے حکومت کے مختلف شعبوں اور ولایتوں کو باہم تقسیم کر لیا تھا، اس خاندان کی مختلف شاخیں ہو گئی تھیں، ان شاخوں کے مختلف اکابر مختلف ممتاز عہدوں پر فائز تھے، اور اپنے فرائض کا دل خود مختاری سے انجام دیتے تھے، اسی باہمی مخالفت میں صفیہ کی ولایت کا بھی ایک معزز عہدہ تھا، چنانچہ صفیہ میں دور آغالبہ کے ابتدائی دور اور درمیان کی چند مستثنیٰ مثالوں کے بجز لوہے دور میں صفیہ کی ولایت خانوادہ آغالبہ کے شاہزادوں ہی کے سپرد رہی، جو کامل مطلق انسانی سے یہاں سرشار وائی کرتے تھے، اور حکومت کے داخلی و خارجی معاملات، رومی ممالک پر حملے، اور رومیوں سے صلح و جنگ کرنے میں وہ کامل خود مختار تھے،

صفیہ کے دور آغالبہ میں خانوادہ آغالبہ کی جو مختلف شاخیں برسر حکومت رہیں، ان میں سے نمایاں طور پر بنو عبد اللہ (فرمانروایان قیروان کے بنو عسہم، بنو یعقوب اور بنو سفیان) فرمانروایان قیروان کے بنو اخ، کے نام نظر آتے ہیں، بنو عبد اللہ میں سے محمد بن عبد اللہ اور ابو الازلب ابراہیم شخصیتیں ہیں جنہوں نے صفیہ میں حکومت کی حقیقی تشکیل کی، اور انہی بنو عبد اللہ میں سے کچھ دنوں کے بعد عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم اور ابو مالک احمد بھی یہاں کی ولایت پر سرسراز ہوئے، ان کے بعد صفیہ کی ولایت بنو یعقوب کے سپرد ہوئی، عباس بن فضل اس خاندان کا پہلا والی تھا، اس کے بعد اگرچہ بنو یعقوب صفیہ میں برسر اقتدار نہیں رہے اور آغالبہ کے بنو اخ بنو سفیان میں سے قفاہ اور محمد بن قفاہ کے بعد دیگرے والی ہوئے لیکن

اس کے بعد ہی بنو یعقوب کو دوبارہ اقتدار حاصل ہو گیا اور ربیع بن یعقوب اور حسین بن ربیع وغیرہ ولی ہوئے اور پھر ان کے بعد سابق والی صفیہ محمد بن عبد اللہ کا ممتاز علم و دست ملاقف فرزند علیہ آیا، اور اس کے بعد انہی بنو عبد اللہ میں ہی ابوالکمال علی مقرر ہوا،

اگرچہ بنو مختلف خانوادوں بنو عبد اللہ بنو یعقوب اور بنو سفیان میں سے کسی ایک شاخ کی یہاں کوئی موردنی حکومت قائم نہ ہو سکی تاہم ان کو وہی مطلق الخانی اور خود مختاری حاصل رہی جو ایک موردنی فسرانہ زوا کیلئے ہو سکتی ہے اور درحقیقت ان مختلف شاخوں کا مختلف اوقات میں رد و بدل ہو کر ہر اقتدار ہونا، صرف ان کی باہمی مسابقت کا نتیجہ تھا، اور جس فسرانہ زوے قیروان کے عہد میں ان شاخوں میں سے جس شاخ کو زیادہ رسوخ ہوتا، یا یون کہا جائے کہ افریقہ میں جس شاخ کو زیادہ سیاسی اہمیت حاصل ہوتی صفیہ کی ولایت بھی اسی کے حصہ میں آجاتی تھی صفیہ کے غلی خانوادہ کی مختلف شاخوں میں صفیہ کی ولایت کے لئے جو باہمی مقابلہ جاری تھا، اسی کا نتیجہ تھا، کہ ایک مرتبہ ایک غلی شاخ زادہ حکومت افریقہ سے بھی بناوٹ کر کے صفیہ پر مستولی ہو گیا، اس لئے اس کے بعد صفیہ کی ولایت شاہی خانوادہ میں سے مقرر ہوا اور افریقہ کے حصہ میں کر لی گئی، اور ایسے لوگ یہاں کے والی مقرر ہونے لگے جن میں سے ہر ایک اپنے مختلف زمانوں میں ولایت صفیہ پر آنے سے پہلے یا اس کے بعد تخت قیروان پر بھی نظر آتا ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں ابوالعباس بن ابراہیم، ابراہیم سابق فسرانہ زوے افریقہ اور ابو مضر زیادہ اللہ بن ابی العباس کے نام آتے ہیں،

لیکن پھر اسی زمانہ میں اس تاجدار خانوادہ کا ستارہ اقبال گردش میں آیا، اور افریقہ میں لوکاں غلی بلند ہوا، اور غلی حکومت کا دم واپسین آ پہنچا انہی دنوں صفیہ کے سلسلہ ولایت میں دواہیے تمام نظر آتے ہیں جن کے متعلق یقین نہیں کیا جاسکتا کہ انہیں غالبہ ہی کا سلسلہ نسب حاصل تھا، یا

کسی اور خاندان سے وابستہ تھے یہ دو فون محمد بن سر قوسی اور علی بن محمد بن ابی الفوارس ہیں، اور ان کے بعد احمد بن ابی یسین بن رباح انجلی عمدہ ولایت پر آیا، اور اس پر بعد اغالبہ کا خاندان ہو گیا،

صقلیہ میں اغالبہ کا عہد حکومت ۲۱۷ھ سے ۲۹۶ھ تک ۸۴ سال قائم رہا، اور اس کا شمار میں ولایت کا عزل و نصب ہوا، مغربی مورخین کا خیال ہے کہ صقلیہ کی ولایت اس حیثیت سے بہت ہی ناکام رہی کہ یہاں ہر نئے نئے والی کا تقرر ہوتا اور ولایت میں ہمیشہ تغیر و تبدل کیا جاتا، لیکن ہمارے خیال میں اغالبہ کے ۸۴ سالہ عہد حکومت کو دیکھتے ہوئے، ولایت کی فہرست میں صرف ۱۶، ۲۷ ناموں کے اندراج کو کسی طویل فہرست سے موسوم نہیں کر سکتے خصوصاً اسلئے کہ انہی میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو اپنی طبیعت سے لگے ہوئے، اور ان کے ماسوا بشیر تعداویسے ولایت کی ہے جن کا صقلیہ کی ولایت سے عزل و نصب فرمانروایانِ افریقہ کی بعض حکمت عملیوں کے زیر اثر عمل میں آیا، جہاں اہل صقلیہ کی بغاوت اور ولایت کی نااہلی کو بہت کم دخل تھا جس کا الزام یہ مغربی مورخین دیتے ہیں چنانچہ صقلیہ کے ولایت کی فہرست پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ ایک ہی شخص دو دو تین تین مرتبہ والی مقرر ہوا، پہلے صقلیہ کی ولایت پر آتا، کوئی ضرورت پڑتی تو افریقہ طلب کر لیا جاتا، یہاں ضرورت پوری ہوئے پر پھر صقلیہ بھیج دیا جاتا، کیونکہ فرمانروایانِ افریقہ اکثر موقعوں پر افریقہ کی سیاسی ضرورتوں کو صقلیہ کی ضرورتوں پر مقدم رکھتے، اور افریقہ میں اگر کبھی بغاوت رونما ہوتی، یا افریقہ کے کسی صوبہ کو کسی لائق والی کی ضرورت پڑتی، یا مرکز کی حکومت میں کسی صیغہ کیلئے کسی تجربہ کار شخص کی ضرورت پیش آتی، تو نگاہِ انتخاب فوراً والیانِ صقلیہ کی جانب اوجھاتی، اور اس امر کا لحاظ کئے بغیر کہ اس وقت صقلیہ کے سیاسی حالات کیا ہیں، وہاں سے ولایت کو طلب کر لیا جاتا تھا یقیناً فرمانروایانِ افریقہ کا یہ طرزِ عمل لائقِ استحسان نہیں تھا،

اس موقع پر ایک چیز اور بھی نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، یعنی ہمارے خیال میں مغربی مورخین کو اس مسئلہ میں بڑی حد تک اس لئے التباس ہوا، کہ افریقہ سے جب کوئی فوج آئی اور

اس کے سپہ سالار نے سرزمینِ صفیہ پر قدم رکھا، تو ان لوگوں نے اسکی آمد کو ایک صدید والی کے
تقرر سے تعبیر کر لیا، حالانکہ تفسیرِ کرم کے بعد سے صفیہ میں جو نظام حکومت قائم ہوا، اسکے روسے والی
صفیہ اور سپہ سالارِ صفیہ کے دو جداگانہ عہدے قائم ہو گئے تھے، جس کا اشارہ جلد اول میں کیا جا چکا ہو،
اگرچہ عام طور پر عرب مورخین نے بھی صفیہ کے حالات سرسری طور پر لکھنے کی وجہ سے اس فرق کو
ٹھوٹا نہیں رکھا، اور ان سے بھی اس قسم کے تراح ہو گئے، لیکن انہی میں سے بعض
عرب مورخین نے اس فرق کو پیش نظر رکھا ہے، چنانچہ حسین بن محمد بن داود ان صاحبِ تاریخ تونس
نے ان دونوں عہدوں کیلئے دو جداگانہ لفظ اختیار کئے ہیں وہ ولادۂ صفیہ کو لفظ والی سے موسوم کرتا
ہے، اور فوج کے سپہ سالار اُن کو لفظ امیر سے اس کے اس نقطہ نظر کا فرق اسکی ذیل کی عبارت سے معلوم
ہوتا ہے عباس بن فضل کے تذکرہ میں لکھتا ہے :-

مصکان علی عہد کا (ابی العباس	یعنی ابو العباس کے زمانہ میں عباس بن
عبد اللہ بن ابراہیم بن الاغلب)	فضل صفیہ کا امیر (سپہ سالار) تھا،
امیراً علی صفیہ العباس بن الفضل	پھر اس کو ۲۳۳ھ میں اس نے وہان
بن یعقوب بن فزاسکا "فولاہ سنہ	کا والی (گورنر) بنادیا،
سبع و ثلاثین و اثنین.	

ہاں اس سلسلہ میں یہ کسی قدر صحیح ہے کہ صفیہ میں اکثر بغاوتیں ہوئیں، لیکن عہدِ غالبہ پر غائر
نظر ڈالنے سے اندازہ ہو گا کہ یہ بغاوتیں جیسا کہ کہا جاتا ہے، مسلمانوں کی قبائلی دشمنی سے نہیں، بلکہ بیز فطری
حکومت کی خفیہ ریشہ و دانیوں سے یہاں کی عیسائی آبادی برپا کرتی رہی مسلمانوں میں اگر قبائلی دشمنی کی
کوئی مثال ہو، تو صرف آغاز عہد میں افریقی و اندلسی نزاع کا پیش آنا ہو، ورنہ اس کے علاوہ اگر یہاں کوئی
نزاع پیش آئی، تو وہ قبائلی نہیں، بلکہ صرف خانوادہِ غالبہ کی مختلف شاخوں کی باہمی مسابقت

کی ایک کھٹش تھی لیکن اسکی کوئی بھی مثال نہیں کہ اسکی بدولت کوئی عام فتنہ برپا ہوا ہو، اور کوئی عمومی بغاوت کھڑی ہوگئی ہو، البتہ مجبزا اس واقعہ کے کہ غلبی شاہزادے غلب بن محمد نے صقلیہ پر غلبہ حاصل کر لیا، لیکن اسکی حیثیت مالی صقلیہ کے بجائے متغلب صقلیہ کی تھی، کہ اوس غیر مرکزی حکومت افریقہ سے اعلان جنگ کیا تھا، اور یہ واقعہ بھی دراصل صرف اسلئے پیش آیا، کہ حکومت افریقہ سے یہ ایک شدید سیاسی غلطی ہوئی تھی کہ اسے افریقہ میں فتنہ و فساد کے جب قدر عناصر تھے، سب کو صقلیہ میں جلا وطن کر کے افریقہ کو ان کے شر سے پاک کرنا چاہا تھا، اسلئے یہ فتنہ پر داز جماعت یہاں پہنچ کر حکومت صقلیہ کی راہ میں مشکلات پیدا کرتی رہی، لیکن اسکی کامیابی بجز اس غلبی شاہزادے کے ماضی تسلط و غلب کے اور کبھی بطور پذیر نہیں ہوئی،

اغالبہ کے عہد میں طرز حکومت | الغرض اغالبہ کے عہد حکومت میں یہی طرز حکومت قائم رہا، کہ بالعموم شاہی خاندان اغالبہ کے شاہزادے یہاں کی ولایت پر سر فراز کئے جاتے، اور وہ یہاں اپنی مطلق العنان حکومت قائم رکھتے، انہیں ملکی نظم و نسق کے علاوہ صقلیہ کے رومی علاقوں پر حملہ کرنے اور متحارب حکومتوں کو جنگ اور صلح کے معاہدے کرنے کے اختیارات حاصل تھے، پھر فوج کے سپہ سالار اگرچہ افریقہ سے نامزد ہو کر آتے، لیکن وہ ولادہ صقلیہ کے ماتحت ہوتے، مالیات کی نگرانی بھی انہی کے سر ہوئی، البتہ عہدہ قضا پر افریقہ کے اہل علم و فقہار مامور ہو کر یہاں آتے، جو ولادہ کی دشر سے باہر ہوتے، اگرچہ عمومی حیثیت سے یہ عہدہ بھی اس کے ماتحت تھا، اور اسکو قضا کے استعفا وغیرہ قبول کرنے کا حق حاصل تھا، اور اسی طرح پورا جزیرہ مختلف صوبوں میں تقسیم ہو کر ایک ایک مالی کے ماتحت تھا، اور صوبوں کے ولادہ والی عام کے ماتحت ہوتے،

اغالبہ کے آخری دہر میں مرکزی حکومت افریقہ میں حکومت کے نظم و نسق کی سہولت کیلئے ایک شخص صقلیہ کے معاملات کی نگرانی کیلئے بھی مقرر ہوتا تھا، اور اسکو صاحب صقلیہ کہا جاتا تھا، یہ گویا فرانزک

افریقہ کی اعانت کیلئے وزیرِ صفیہ تھا، چنانچہ ابراہیم کے عہدِ حکومت میں نصر بن مہصامہ اس عہدہ پر پرمسفر فرمایا، اور پھر اس کے قتل کے بعد حسن بن نافذ اس عہدہ پر آیا،

یہ صاحبِ ولایتِ صفیہ کے معاملات کے نگران ہوتے، اور اس کے ولایت کے عزل و نصب تک میں انھیں اختیار ہوتا، چنانچہ جلد اول میں مشعر بن گزرجا ہو، کہ آخر لڑکر حاجب نے احمد بن عمروالی صفیہ کو معزول کر کے ابوالکسین محمد بن افضل کو مقرر کیا،

لیکن ہمارے سامنے ایسی کوئی تصریح نہیں جس سے معلوم ہو کہ حاجبِ صفیہ کا عہدہ مرکزی حکومت میں ہمیشہ قائم رہا لیکن بہر حال جب بھی رہا تو اس وقت ہی عہدیدار والی صفیہ اور فزائرو اسے افریقہ کے درمیان کی ایک کڑی رہا، اور حکومت کے تمام معاملات اسی کے ذریعہ انجام پائے،

اس کے بعد جب فاطمیوں کا دور آیا، تو آغا ز عہد میں ولایتِ صفیہ کے بارے میں ان کی بھی بالکل وہی روش قائم رہی، جو غالبہ کے زمانہ میں تھی، اسی طرح افریقہ سے ولایت کا پروانہ عزل و نصب آتا، اور اسی طرح جب ضرورت پڑتی، انہیں افریقہ بلا لیا جاتا،

ابنِ فاطمیوں کے آغا ز عہد میں ان کے اور اہلِ صفیہ کے درمیان، اخلاص، اعتماد، اور اطاعت گزاری کے وہ جذبات قائم نہیں تھے، جو راعی و رعایا کے درمیان ہونے چاہئیں، اور جو غالبہ کو حاصل تھے، اس لئے اس زمانہ میں غالبہ کے عہد کے برخلاف ولایتِ صفیہ پر شدید یورشیں، اور نظم و نظام بنائے ہوئے، اور اس سلسلہ میں اہلِ صفیہ کو مطیع کرنے کے لئے کبھی کبھی ولایت کا عزل و نصب بھی عمل میں آیا، اور اسی زمانہ میں باشندگانِ صفیہ کی طرف سے ابنِ قریب کی سرکردگی میں علمِ بغاوت بلند ہوا، اسی لئے اس دور میں ولایتِ صفیہ کو بھی نہایت تشدد آمیز طرزِ عمل اختیار کرنا پڑا، اور خلیل بن اسحاق نے اپنی سخت گیری سے صفیہ میں ۶ ہزار سے زیادہ انسانوں کا خون بہایا،

اسی کے بعد ۳۶۶ میں حسن کجی صفیہ آیا، اور اپنی حکمتِ عملیوں سے دولتِ کعبیہ کی صفیہ میں

بنیاد ڈالی، اور اسی زمانہ سے صفیہ میں ایک موروثی خود مختار اسلامی حکومت قائم ہو گئی، مرکزی حکومت سے اسکو ایک برائے نام تعلق باقی رہ گیا، صرف ایک متعینہ رقم خرچ کی سال بہ سال چلی جاتی، اور اسلامی صفیہ کے تخت پر خانوادہ کلیدیہ میں سے کوئی نہ کوئی سرفراز رہتا، اگرچہ فرمانروایان کبھی کو اپنی حکومت کے لئے خلیفہ فاطمی نے منطوری یعنی ضروری تھی، لیکن یہ صرف ایک رسمی باقی رہ گئی تھی، ورنہ بالعموم فرمانروایان کبھی اپنا جانشین خود مقرر کرتے، اور اس میں باشندگان صفیہ اور امرائے کلین کی رضامندی شامل رہتی، اور اسی کے ساتھ کچھ دنوں میں تو ان فرمانروایان صفیہ کو خلافت فاطمی سے ایسے خطابات و خلعت عطا ہونے لگے، جو اس عہد میں سلاطین کو دربار خلافت سرحدے جاتے تھے، یہ کبھی فرمانروا خود مختارانہ حیثیت سے ایک متمدن نظام حکومت کے ذریعہ صفیہ پر سرمارز والی کرتے رہے،

ولاء صفیہ کا طرز ہندو مانڈ، ولایت صفیہ پر سوار کے مالیشان قصر میں اقامت پذیر رہے، طرز بود و ماند مشرقی طرز شاہانستان و شوکت کاشا تھا، شاہی محل میں خدم و حشم اور غلاموں اور خیرہ سرائوں کا جھومٹا رہتا، دربارین مشرق کے شاہانہ آداب مجلس قائم تھے، فہرین باؤٹا کی سواری شاہانہ ترکہ، اقتسام سے نکلنے جبین چتر و جلوس کا اہتمام رہتا،

چتر و جلوس کے یہ شاہانہ مراسم فاطمین کے ذریعہ میان رائج ہوئے کلین کے سامنے انہی فاطمین کی مثال تھی، یہ شاہی چتر و حال کی شکل کا ہوتا، جو سونے کے ایک خوشنما آبدار نیزے کی انی پر قائم رہتا، چتر میں قیمتی جواہر لگے ہوتے، اس چتر کو ایک شخص جو صاحب المظاہر کہا جاتا تھا، ہاتھ میں لے کر تخت یا سواری کے سامنے آفتاب کی کرنوں سے سایہ کرتا، صفیہ کے کلین سے نامزدین میں اس کا رواج ہوا، قاضی ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حماد لکھتے ہیں :-

ولا یعلم احد من الملوك اتخذ هذا
اسلامی سلاطین میں بجز عبیدین کے کسی اور کے

المطلقة الامام بنو عبید خاصہ ثم الامام
 التوہد واصقلیہ
 متعلق معلوم نہیں کہ اس چتر کو اختیار کیا ہو عبید بن
 نے اس کو اختیار کیا پھر رومی بادشاہ نے مصطفیٰ بن سکوت
 مسٹر اسکاٹ کبھی فرمانرواؤں کے شاہانہ طور و طریق کے متعلق لکھتے ہیں :-

اُن کے بادشاہ عوام سے میل جول نہ رکھتے اور الگ تھلگ رہتے ہیں، ایسیائی خود مختار فرمانرواؤں
 کے بدترین نمونہ تھے، انتہا یہ ہے کہ ان کی رعایا کا کثیر حصہ ایسا تھا کہ جو ان کا صورت آشنا بھی نہ تھا،
 اپنے بادشاہ کو دیکھ کر وہ پہچان بھی نہ سکتے تھے یہ باقتضائے احتیاط یا یا بن خیال کہ حجاب میں رہنے کو
 رعب و ابھام قائم رہتا ہے، وہ دربار بھی کرتے اور مقدمات کا فیصلہ بھی کرتے تھے، مگر پردہ کے نیچے
 بیٹھ کر، جو نہ صرف ان کو بلکہ ان کے تخت کو بھی آنکھوں سے اوجھل رکھتا تھا، خاندانِ فاطمین
 مصر کے چند نالائق بادشاہوں کی طرح وہ بھی اگر کہیں نکلتے تھے، تو پردہ دار پالکی کے اندر بیٹھ کر اس پالکی
 کو خواجہ سرا اپنی جھڑ میں لئے رہتے، ان میں سے جن بادشاہوں نے میدانِ جنگ میں
 کوئی کارِ نبیان کر کے ثمرت حاصل کی، وہ اپنی موت سے مرے، مگر زیادہ تعداد ان بادشاہوں کی
 تھی، جو اپنی جگہ میدانِ جنگ میں کسی اور کو ترجیح دیتے، اور یہ لوگ خفیہ طور پر مقتول ہوتے، یہ بھی ایک
 عجیب خصوصیت ہے، جو کہیں اور نہیں ملتی

جلد اول میں ہر فرمانرواؤں کے عہد کی پوری تفصیل مع حوالوں کے گزرنی چکی ہے، ان پر بامحان
 نظر ڈالئے، اور پھر دیکھئے کہ مسٹر اسکاٹ کی یہ قیاس آمانیاں کس قدر بے بنیاد ہیں، مسٹر اسکاٹ نے کسی ایک

۱۵ کتاب ہنڈالٹ جی افکار ملوک منہاج درامی ص ۱۱۱، صاحب کتاب پھر قیاس سے لکھتا ہے کہ شاہد اس کو سکون عبید نے
 ان کے پاس ہدیہ بھیجا جو، پھر اشتباہ سے لکھتا ہے، "شاید اس کو میں نے کسی سے سنا ہے، لیکن بدلایا و تحائف کا وسیلہ
 پر کرنے کی ضرورت نہیں، مصطفیٰ بن عبید میں کے روایات کے حامل کتبیں تھیں، اور زارمن، انہی کتبیں کے بارش میں ہیں
 ۱۵ اخبار الامام ص ۲۰ ص ۱۱۱

واقعہ پر پورے عہدِ اسلامی کا قیاس کر لیا تاہم یونین میں ثقہ الدولہ کے متعلق مذکور ہو کہ جب تاج الدولہ جعفر کے خلاف بغاوت ہوئی، تو وہ بغاوت فرو کرنے کیلئے متحف پر سوار ہو کر آیا، اور جعفر کو پکڑ لیا، کہاں امر واقعہ یہ کہ ایک سابق فسرز و امض اپنی علالت کے باعث پاکی پر سوار ہو کر مجمع میں آتا ہے اور فرما دے وقت کے خلاف چونکہ بغاوت پھیل چکی ہوئی تھی اور متعلق مجمع محل شاہی کے گرد مجتمع تھا اسلئے وہ روپوش ہو جاتا ہے، اس واقعہ پر اپنے قیاس کی بنیاد قائم کر کے علی الاطلاق یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ یہاں کے فسرز و روپوش رہتے اور پالکیوں میں سوار ہوتے کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے (ثقہ الدولہ مجمع کے سامنے ہی فیصلہ کیلئے آیا تھا) تو پردہ کے اندر سے کرتے، اور باہر نکلتے، تو پردہ پاکی میں بیٹھتے،

اسی طرح ابوالاعلیٰ کے متعلق تاریخوں میں آتا ہے، کہ وہ اپنی فسرز وائی کے طویل عہد میں بزم سے باہر نہیں نکلا، سپہ سالاروں کی نگرانی میں فوجیں بھیجا کرتا تھا، بجز اس واقعہ صفیہ کے پورے عہدِ اسلامی میں شاید کوئی اور مثال نہیں پیش کی جاسکتی، مگر اس کو صفیہ کے فرمانرواؤں کیلئے ایک کھیت کے طور پر پیش کر دیا گیا، اور محل کے آدمی پسند فرمانرواؤں کیلئے عمومی طور پر کہا گیا کہ وہ خفیہ مقتول ہوتے تھے حالانکہ ان کے قتل کے واقعات اگر پیش آئے ہین، تو صرف دولتِ غالبہ کے دور میں اور وہ بھی محض تین وایوں کا قتل ہے جنہیں خواجه تومیدان جنگ سے واپسی کے بعد قتل کیا گیا، اور دوسرا قتل اس کے لڑکے محمد کا ہوا، اور تیسرا جعفر بن محمد کا اور موخر الذکر قتل کا ذمہ دار بھی رعایا کے طبقہ میں سے ہونے کے بجائے ایک ایسا اعلیٰ شاہزادہ تھا، جو افریقہ سے یہاں جلاوطن کیا گیا تھا، اور پھر محمد بن خواجه اور جعفر بن محمد کے عہدِ حکومت کو دیکھتے تو معلوم ہو کہ ان کے عہدِ حکومت کا کتنا وقت لڑائیوں کے میدان میں گذرا، اسلئے بعد دولتِ صفیہ کے عہد میں تائید الدولہ قتل کیا گیا لیکن تائید الدولہ محلوں میں روپوش رہنے کے بجائے جسٹوبی اٹلی کی صفوں میں جاتا، اور صفیہ

کی مختلف جماعتوں سے مل کر ساز باز کرتا تھا، اور اس کے نتیجہ میں قتل کیا گیا،

صوبہ کی تقسیم اور انکی حکومت

صوبوں کی تقسیم | صلیبیہ اسلامی حکومت سے پیشتر دھوون سیرا کیوز (مرقوسہ) اور پرمو (لبرم) میں
ان کی حکومت | تقسیم تھا، لیکن اسلامی دور میں اسکی اس قدیم تقسیم کے بجائے، انکی جزائی تقسیم
پر سیاسی تقسیم بھی قائم کی گئی، صلیبیہ کے جغرافیہ طبعی میں گذرا ہے، اگر عربوں نے صلیبیہ کی شکل کو مثلث

قرار دے کر دو متساوی ساقین اور تین زاویوں میں تقسیم کیا تھا، چنانچہ اسی پر پورچ جزیرہ کو تین
صوبوں میں تقسیم کیا، موسولیبان صوبوں کی تقسیم اور انکی حکومت کے متعلق کہتے ہیں :-

”جب عرب صلیبیہ کی فتح سے فارغ ہوئے، تو وہاں انھوں نے انتظام شروع کیا،
کارنجیوں کے وقت سے جزیرہ کے دو حصے تھے، ایک میں سیرا کیوز کے صوبے تھے، اور
دوسرے میں پرمو کے، عربوں نے اوکو تین ولایتوں میں تقسیم کر دیا، احمد و دجرائی کے رو
نہایت درست تقسیم تھی، ہر ایک ولایت میں کئی اضلاع تھے، جن پر ایک والی حکومت کرتا
تھا، اور اسکے تحت میں کئی قائد تھے“

لیکن سلسلہ واقعات کے لحاظ سے صلیبیہ میں سب سے پہلا عربی صوبہ مازر قرار پایا، اور ابوزر کی
کنانی یہاں کا سب سے پہلا گورنر یا صوبہ دار تھا، جسکو فاتح صلیبیہ اسد نے مقرر کیا تھا، پھر حبیبیہ و فتوحات
میں اضافہ ہوتا گیا، صوبوں میں رد و بدل ہوتا گیا، اسلئے ایک مدت دراز تک صلیبیہ میں کل تین صوبے
لبرم، قهرمانہ، اور مسینا رہے، لیکن پوسے جزیرہ کی فتح کے بعد اسکو پانچ بڑے صوبوں میں تقسیم کیا گیا،
اور شمر لبرم، جرجنت اور مسینا، مازر اور قهرمانہ صلیبیہ کے صوبوں کے دارالحکومت رہے، اور ان پر الگ

ایک ولایت امور تھے، اور اس طرح پورا جزیرہ پانچ صوبوں میں تقسیم تھا، اسی لئے موسیو سدیو نے صوبوں کی تقسیم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

پھر انھوں نے ان ملکوں کو دو صوبوں میں تقسیم کیا، ایک کا نام سرانغوی (سر قوس) اور دوسرے کا نام پانز تباہی (برہم) تھا، مزارہ (ماند) فوط (فوطس) موند (قصریان) میں تین والی مقرر کئے، ہڑالی کے ماتحت ایک ایک حاکم تھا، اس حاکم کے ماتحت اور سپہ سالار تھے، جو ان ولایتوں کے اطراف کی بگڑانی کا کام کرتے تھے، غرض جو بون نے ان ملکوں کی جو ترتیب دی، اور ان کو تقسیم کیا، وہ بہت ہی اچھی طرح پر کیا۔

الغرض صوبہ کا گورنر دارا حکومت میں رہتا، اور اسکے ماتحت ہر شہر میں ایک ایک حاکم ہوتا، یہ صوبے اپنے اندرونی نظم و نسق میں کامل آزاد تھے، اور ان کی فوج بھی مرکزی حکومت سے آزاد تھی، اور مرکزی حکومت کی امداد کیلئے ہمیشہ تیار رہتی تھی،

صوبوں کے گورنر اگرچہ ان صوبوں کے گورنروں کے نام تاریخ میں نظر نہیں آتے، لیکن صفیہ کی پوری سیاسی تاریخ کو سامنے رکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ گورنر ولایت صفیہ کی طرف سے مقرر کئے جاتے تھے، جو ان کے معتد ترین اشخاص ہوتے تھے، اور اسی لئے گورنری کے عہدہ پر بالعموم ولایت صفیہ کے اعضاء خاص سرفراز رہتے، اور اسلئے یہ گورنر مرکزی حکومت کے خلاف برپا ہونے والی بغاوتوں کے موقعوں پر ولایت صفیہ کے دست راست ہوتے، اور اسکی متعدد مثالیں جلد اول میں گذری ہیں، کہ ان گورنروں نے اپنی فوج کے ساتھ برہم پہنچ کر ولایت صفیہ کی امداد کی دولتِ غلبہ کے بعد دولتِ غلبہ میں بھی اسی پر عمل درآمد کیا، چنانچہ ۲۹۷ھ میں جب حسن بن احمد بن ابی انخریزہ صفیہ کا والی مقرر ہوا، تو اس نے

لے بیان سر قوس کے بجائے مدین ہونا چاہئے، فضل بن جعفر ہمدانی اس صوبہ کا پہلا گورنر تھا، ۳۰۰ھ تاریخ خوب

مازپر قدم رکھتے ہی جرجنت کی ولایت اپنے بھائی کے سپرد کی،

صوبہ ایتالیہ | یون تو ایتالیہ میں مسلمانوں نے اوائل میں بعض شہروں پر قبضہ کر لیا تھا لیکن حکومت کی باضابطہ تشکیل ۲۳۲ھ کے بعد مفرج بن سالم کے ہاتھوں ہوئی، اور وہی بیان کا سب سے پہلا غوثنا مسلمانزاد تھا، جبکو خلیفہ عباسی متوکل نے سند ولایت بھیجی، لیکن اس کے قتل کے بعد اٹلی کے اسلامی مقبوضات صقلیہ کے ایک صوبہ کی حیثیت سے صقلیہ کے ماتحت آگئے، جنگی حفاظت و صیانت کیلئے صقلیہ کو بارہا فوج کشی کرنی پڑی،

اس کے بعد فرنانز واسے افریقہ، ابو الفزین محمد بن احمد نے اٹلی کے اسلامی مقبوضات کے لیے ایک مستقل والی مقرر کیا اور ان کو صقلیہ سے آزاد کر کے حکومت اعلیٰ کے ایک مستقل صوبہ کی حیثیت دی، عبداللہ بن یعقوب اور اسکی وفات پر ابو العباس بن یعقوب بن عبداللہ یہاں کے والی بنائے گئے،

لیکن پھر یہ نظام قائم نہیں رہا، اور ایتالیہ کے اسلامی مقبوضات دوبارہ حکومت صقلیہ کے ماتحت آگئے، اور جنوبی ایتالیہ کیلئے ایک والی مقرر ہونے لگا،

جزائر | جزائر صقلیہ میں سے جو جزیرہ صقلیہ کے جس صوبے کے قریب تھا، وہ اس صوبہ کے ماتحت تھا، البتہ جزیرہ مالٹا میں حکومت صقلیہ کی سیادت میں یہاں کے باشندوں کی جداگانہ حکومت قائم تھی، اور صرف صقلیہ کا ایک اسلامی دستہ شہر مالٹا میں موجود رہتا تھا، جس کے مصارف اسی جزیرہ سے ادا ہوتے تھے،

اسی طرح جس جزیرہ سرزمین کا انتظام براہ راست حکومت افریقہ کے ماتحت چلا گیا، اور صقلیہ کی حکومت سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا،

حکومتِ مصلیہ کے ماتحت شعبے

مصلیہ کی اسلامی حکومت مختلف شعبوں پر مشتمل تھی جن میں سے دیوان الکتاب (دفتر وزارت) دیوان اخراج (صیغہ مالیات) صیغہ عدالت و قضاء، محکمہ شرطہ (پولیس) اور دیوان الجیوش (صیغہ عسکری) کے حالات ملتے ہیں،

لیکن یہ امر کہ مصلیہ میں ان دواوین خصوصاً دیوان الکتاب کی ابتدا کب ہوئی، نہایت مشتبہ ہے، بہر حال ایک عینی شاہد کی حیثیت سے ابن حوقل کی روایت سب سے قدیم ہے، وہ ۳۳۰ھ میں مصلیہ گیا تھا، اس نے یہ ظاہر ان کی ابتدا دولتِ فاطمیہ سے سمجھنی چاہئے، اور اگر جدید پایہ تخت خالصہ کی تعمیر پر قیاس کریں تو دولتِ فاطمیہ کے دوسرے دور کے آغاز سے ان کی ابتدا ہوگی،

اغالہ کے عہد میں دواوین اگرچہ اغالہ کے عہدِ حکومت میں ان دواوین کی تشکیل کی کوئی شہادت دستیاب نہیں ہوئی، تاہم ان دواوین میں سے صیغہ عسکری اور صیغہ قضا، ابتدا ہی سے دو جدا گانہ شعبے

قائم تھے، اسلئے عہدِ اغالہ میں والی سپہ سالار اور قاضی، تین جلیل القدر عہدہ دار تھے، نیز صیغہ مال کے منتظم صاحبِ انھس کے عہدہ کا بھی پتہ چلتا ہے، اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ عہدِ اغالہ میں حکومت کے اہم خدمات پر مصلیہ کے ولایہ اپنے ہی خانوادہ یعنی اغالہ کے ممتاز افراد کو مقرر کرتے تھے،

عہدِ کلیدی میں دیوان کا حکومت کی تعمیر پہلو میں خالصہ کی بنیاد ڈالی، اس کی تعمیر کی اصل غرض حکومت کے دفاتر کو یکجا

کرنا تھا، اس جدید دار الحکومت میں حکومت کے دفاتر کیلئے جدا گانہ ہمار تین تعمیر ہوئیں، ابن حوقل کا یہ بیان کسی جگہ گزر چکا ہے، کہ

”خالصہ میں سلطان مصلیہ اور اس کے ماتحت عمال رہتے ہیں، اسی میں بازار اور ہوٹل وغیرہ جو

آبادی کے لوازم ہیں، انہیں مین، البتہ حمام بنائے گئے ہیں، اس میں ایک جامع مسجد بھی ہے، جو
ہیمن کے باشندوں کیلئے مخصوص ہے، نیز قید خانہ، جہاز سازی کے کارخانے اور دیوان حکومت
کی علامتیں بنی ہوئی ہیں،
چنانچہ خالصہ کی تعمیر کے بعد حکومت کے دفاتر باضابطہ طور پر خالصہ میں کھل گئے،

دیوان الکتاب

دیوان الکتاب | حکومت کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ دیوان الکتاب تھا جو گویا دور حاضر کا دفتر وزارت
دفتر وزارت | عظمیٰ تھا، وزراء کا تقرر و فرائض و ایامِ حقیقیہ کی جانب سے ہوتا تھا، حکومت کے تمام محکمے انہی
کی نگرانی میں ہوتے تھے، ان کا لقب "کاتب" ہوتا اور عہدہ کی مناسبت سے صاحب دیوان کہلاتے تھے،

وزراء | عقلیہ کے عہدہ وزارت پر سرفراز ہونے والوں میں سے جن اشخاص کے نام دستیاب ہوئے ہیں
جن کا ذکر خوش قسمتی سے ابن القطاع نے الدرۃ الحظیوہ میں شہداء کی حیثیت سے کیا ہے، وہ حسب ذیل ہیں،

ابوعلیٰ حسن بن محمد کاتب، ابوالسحاق ابراہیم محمد بن حنیف وزیر الکاتب، ابوالفضل بن احمد بن داؤد
ابوالقاسم عبدالرحمن بن حسن الکاتب، ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالرحمن الانصاری الکاتب، ابوالحسن علی
بن عبدالرحمن الکاتب، اسی طرح یعقوب حموی نے ابوالحسن علی بن اسحاق الودانی کو صاحب الدیوان
عقلیہ بتایا ہے، اور حسن بن محمد باغانی کا نام بھی تاریخوں میں آیا ہے،

یہ فاضل روزگار تھے، علوم و ادب میں دست گاہ اور شعر و شاعری کا پاکیزہ مذاق رکھتے تھے، اور اپنی
علمی منزلت ہی کی بدولت اس ممتاز عہدہ پر سرفراز کئے گئے تھے۔

لے الدرۃ الحظیوہ | یاد دہاری مضامین ج ۱ ص ۲۹۵ کتاب المشرق و صناعا و للمفروق ص ۱۲۳

یا قوت حموی و مجموعہ الماری ص ۱۲۳

وزراء کے لئے یہ وزراء امور مملکت میں مختار کل ہوتے تھے، حکومت کے تمام صیغوں کی نگرانی اور قوانین
اختیارات کا انضباط اجرا ان کے سپرد تھا، جین یہ لوگ عوام کی مرضی کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔

میں حسن بن محمد بنائی نے اس کے خلاف روش اختیار کی، اور تلخ نتائج پیش آئے، عوام نے
اوسکی معزولی کا مطالبہ کیا، اور جب تاج الدولہ نے عوام کے مطالبہ کو ٹھکرا دیا، اور اسے عہد وزارت
پر قائم رکھا تو خود تاج الدولہ کے خلاف اہم بغاوت بلند ہوا اور بالآخر ثقہ الدولہ یوسف محمدر سے عوام کے
سامنے آیا، اور اوس کی رائے قبول کرنے کا وعدہ کیا، چنانچہ نویری لکھتا ہے:

وعدہم انہ لا یخرج عن اور اوس لوگوں سے وعدہ کیا کہ وہ ان کی
راضی رہیں۔

دیوان الخراج

صاحب الخس | صفیہ میں محاصل کی تحصیل وصول کیلئے ایک مستقل محکمہ دیوان الخراج قائم تھا، اس محکمہ
کے افسر اعلیٰ کو صاحب الخس کہتے تھے یہ عہدہ حکومت کے معزز عہدوں میں تھا چنانچہ جب ایک
مرتبہ ۲۹۹ میں حسن بن احمد والی صفیہ بعض شکلات میں گھر گیا، اور باشندگان صفیہ نے اوسکو گرفتار
کر کے اوس سے عنان حکومت چھین لی، تو اس موقع پر خلیل صاحب الخس نے عنان حکومت
بہمال نی اور صفیہ کی رعایا نے اوسکی اطاعت قبول کر لی،

عہد غالبہ میں | صاحب الخس کا عہدہ غالبہ کے عہد سے قائم تھا، لیکن افسوس ہمارے عہدہ داروں کا تذکرہ
تاریخوں میں موجود نہیں صرف عمر ان صاحب الخس کا ذکر اس عہد کے عہدہ داروں میں آتا ہے
جو صفیہ میں مقتول ہوا۔

عہد فاطمیہ میں | اسی طرح خلیل صاحب انجمن کے ذکر سے عہد فاطمیہ میں اس عہد کا پتہ چلتا ہے، وہ ۲۹۹ھ میں اس عہدہ پر سر فزا تھا، صاحب انجمن سارے جزیرہ کے مداخل و مخارج کا نگران تھا جس کے تحت افسر ہر ہر تہمین بطور محصل متعین تھے، موسیٰ ولیبان لکھتے ہیں:

”ہر ایک شہر میں ایک محصل دار تھا، اور ایک بڑی مجلس تھی، جسے دیوان کہتے تھے، اور مداخل و مخارج کی نگرانی اس مجلس سے متعلق تھی۔“

چونکہ زکوٰۃ کی تحصیل وصول بھی اسی محکمہ کے سپرد تھی، اسلئے صاحب انجمن کا عہدہ ایک نیم مذہبی تھا، اور اسی لئے اس عہدہ کیلئے اسلام کی شرط ضروری تھی یک نامہ میں جب محمد بن فضل والی صقلیہ کی نگاہ اس عہدہ کے لئے ایک عیسائی پر پڑی، اور اوسکو یہ خدمت تفویض کرنی چاہی تو اس نے اس عہدہ کی اوسی نیم مذہبی حیثیت کے باعث پہلے اوس کو قبول اسلام کی دعوت دی، جس پر وہ آمادہ نہیں ہوا، اور یہ تقریر عمل میں نہ آسکا۔

محاصل صقلیہ کی اسلامی حکومت میں وہی محاصل بطور قانون ماخذ تھے جو اس عہد میں اسلامی ممالک اربعہ وغیرہ میں رائج تھے، اسلامی ممالک میں محاصل کی مختلف قسمیں زمینوں کی مختلف حیثیات اور شہروں کے مفتوح ہونے کی مختلف نوعیتوں کے لحاظ سے رائج تھیں، صقلیہ میں بھی زمین کی مختلف قسمیں تھیں اور یہاں کے مختلف شہر مختلف نوعیتوں سے مفتوح ہوئے تھے، اسلئے محاصل کی مختلف قسمیں مختلف حصہ ملک کا جاری تھیں، اسی کے ساتھ صقلیہ میں تجارت، صنفت و حرفت کی بھی گرم بازاری تھی، اور ساحل سمندر پر آباد ہونے کی وجہ سے وہ محاصل بھی ماخذ تھے جو موتی و مونگھکا کی نکاسی اور عام تجارتی کشتیوں کی آمد و رفت پر ماخذ ہوتے تھے،

البتہ باغائی کے اجراء قانون عشر کے خلاف ہنگامہ آرائی سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ یہاں عشر کا قانون رائج نہ تھا، کیونکہ باغائی نے ممالک اسلامیہ کے اسی عام قانون کو یہاں بھی نافذ کرنا چاہا، اور

اوس کی پاداش میں مارا گیا، یہاں عشر کے بجائے رواجی قانونِ محاصل نافذ تھا، اور لگان پیداوار یا زمین کے اعتبار سے لینے کے بجائے ہل اور بیل کی تعداد کے لحاظ سے وصول کی جاتی تھی۔ صقلیہ کی عیسائی رعایا پر محاصل صقلیہ کے عیسائیوں پر جزیہ کی رقم عائد تھی، جو انھیں فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے ادا کرنی پڑتی تھی، اسلامی حکومت نے ان کے ساتھ یہ خاص رعایت کی تھی کہ جزیہ کی رقم عیسائی عہدہ داروں ہی کے ذریعہ وصول کی جاتی تھی، موسیو دیبان ایک سلسلہ میں صقلیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”یہ عیسائیوں کے باہمی قضا یا کو فیصل کرتے، اور جزیہ جو عربوں نے مقرر کیا تھا، وصول کرتے تھے، یہ جزیہ امراء کے لئے سالانہ ڈالتیں دینا، خوش باشوں کے لئے چوبیس دینار اور مزدوروں کے لئے بارہ دینار تھا، اور یونانی رومی حکومتوں کے محصولوں کے مقابلہ میں بہت کم تھے، راہب تھوین اور بیچے بالکل جزیہ سے مستثنیٰ تھے“
اسی طرح مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:

”دربارِ قسطنطنیہ کے محاصل پر نسبت مسلمانوں کے جزیہ کے بہت سخت تھے، مسلمانوں کا ایک محصول ایک وقت مقررہ پُر اگر جزیہ وصول کرے جاتا تھا، اور دربارِ قسطنطنیہ کا تقاضا ہے بد قاکم رہتا تھا۔“

صیغہ عدالتِ قضا

محکم قضا کی بنیاد یہ عجیب اتفاق ہے کہ صقلیہ میں محکمہ قضا کی بنیاد اس کے مفتوح ہونے سے پیشتر ۲۱۴ھ ہی میں پڑی، صقلیہ کی اسلامی حکومت کے بانی قاضی اسد کے ولایتِ صقلیہ پر مقرر ہونے کے

ذکر میں گذر چکا ہے، کہ جب انھیں امارت کا عہدہ سپرد ہوا، تو ان پر اپنے قدیم منصب قضاات سے جدا ہونا شاق گذرنا اور جیب خیز یا دہائیت تک پہنچی، تو اوس کما کہ میں نے تھیں عہدہ قضا سے معزول نہیں کیا بلکہ تھیں عہدہ امارت پر سرفراز کیا، پھر قضاات سے زیادہ معزز ہے، اب میں تھیں قضاات کیلئے بھی نامزد کرتا ہوں اور تم کیلئے قاضی بھی اور امیر بھی زیادہ اللہ کے انہی الفاظ سے عقلیہ میں محکمہ قضا کی بنیاد پڑی، اور پھر رفتہ رفتہ اس محکمہ نے ایک نہایت منظم و مکمل صورت اختیار کر لی،

دارالقضا چنانچہ جب عقلیہ میں نظام حکومت کی تشکیل ہوئی، تو محکمہ قضا کا بھی افتتاح ہوا اور جب دارالقضا میں دارالحکومت کی تعمیر ہوئی، تو محکمہ قضا کیلئے بھی ایک شاندار عمارت تعمیر ہوئی، جس میں قضاۃ صقلیہ سکونت پذیر ہو گئے تھے، اور اسی میں عدالت کے اجلاس ہوتے اور مقدمات کے فیصلے سنائے جاتے تھے، قاضی صقلیہ ابو عمرو محمد بن مہمون متوفی ۳۱۶ھ ایک سادہ مزاج متقی بزرگ تھے، جب عہدہ قضا پر عقلیہ آئے، اور سعید بن عثمان عقلی نے ان کا استقبال کر کے انھیں دارالقضا میں ٹھہرایا، تو وہ اس کی عظیم الشان عمارت کی زیب و زینت دیکھ کر کہنے لگے یہ تو اکابر اعلیٰ کی قیام گاہ ہے، میں اس میں ٹھہر کر کیا کروں گا، اور اسکے بعد ایک مختصر مکان میں اٹھ آئے۔

صوبوں میں محکمہ قضا فترتات کے بعد جب ولایتیں قائم ہوئیں، تو ہر جگہ محکمہ قضا کی بھی جداگانہ بنیاد پڑی، اور ہر مہم کے قاضی کو قاضی القضاۃ کی حیثیت حاصل ہوئی، موسیٰ ولید بن عقلیہ کے نظام حکومت میں سے محکمہ قضا کے متعلق اجمالاً لکھتے ہیں:-

”پہلے میں ایک مفتی تھا، اور ہر ایک ولایت میں ایک ایک قاضی اور اوس کا ایک مفتی (مقرر تھا)۔“

قانون مقدمات کا فیصلہ فقہ اسلامی کے روسے ہوتا تھا، افریقہ دولت عباسیہ کے ماتحت اور صقلیہ

افریقہ کے ماتحت تھا، اسلئے یہاں بھی فقہ حنفی کا قانون رائج تھا، اسی لئے مقدسی نے لکھا،

واحد اہل صقلیہ حنفیون ۱۰ اکثر باشندگان صقلیہ حنفی الذہب تھے،

جو علماء و فقہاء یہاں عہدہ قضا پر مامور ہوئے، ان میں سے بیشتر مالکی مذہب کے پیرو تھے، لیکن جیسا کہ بتایا گیا، افریقہ و صقلیہ میں مذہب حنفی و مالکی میں ایک امتزاج ہو گیا تھا اور خود قاضی اسد بن مسرات کی شخصیت ان دونوں مذاہب کا جامع تھی، اسد مدینہ و عراق دونوں مہتممون سے سیراب ہوئے تھے، اسلئے خصوصاً صقلیہ میں فقہ مالکی کو کچھ قبولیت تھی، وہ عبادات میں بھی لیکن معاملات یعنی قوانین کا تمام دار و مدار فقہ حنفی ہی پر رہا، اور بیشتر مقدمات اسی کے روئے فیصل ہوتے تھے، حبیب فاطمیون کا دور آیا، تو حکومت کا مذہب شیعہ قرار پایا، اور اگر ہم افریقہ میں مذہب شیعہ کے بزور اشاعت دینے کے واقعات پر صقلیہ کے حالات کا قیاس کریں تو شاید اوائل میں یہاں بھی مذہب شیعہ کے مطابق فیصلے ہوتے ہوں، لیکن پھر اس پر عمل نہیں رہا، اور دولت کلبیہ کے عہد میں عہدہ ہضار پر شہنشاہی مذہب عظیمیٰ مقرر ہوئے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت کے شیعہ مذہب کے باوجود یہاں شیعہ کے قوانین نافذ تھے،

عیسوی عدالت اہل قانون | البتہ اسلامی حکومت نے صقلیہ کے عیسائی باشندوں کیلئے جداگانہ عدالتیں قائم کی تھیں، اور ان کے خاص نوع کے مقدمات انہی عدالتوں میں پیش ہوتے، اور انہی کے قوانین کے روئے فیصل ہوتے تھے، موسولیبیان لکھتے ہیں:

”ان امور میں جو عام فائدہ ملی سے متعلق نہ تھے، عیسائی خود اپنے قانون کے پابند اور اپنے احکام کے ماتحت تھے، پرانے یونانی حکام فوجداری جنہیں اسٹرائیج کہتے تھے، اب تک قائم تھے، اور نہ فقط ان کے فرائض اور حقوق مثل سابق کے برقرار تھے، بلکہ ان کا نام تک نہیں بدلا گیا تھا، یہ

مصلیہ کے صیغہ عدالت لیکن مصلیہ کے صیغہ عدالت و قضاء کے ان حالات اور موسیو لیان کی اس
 قضا پر ایک غلط الزام تصریحی شہادت کے باوجود اخبار لائڈس کے مصنف مسٹر اسکاٹ مصلیہ کے
 صیغہ عدالت و قضا کے نظام سے مطمئن نہیں ہیں، اور اس پر اس اسلوب بیان میں نکتہ چینی
 کرتے ہیں:-

چونکہ مسلمانوں کی عکداری تھی، اس لئے ظاہر ہے کہ مقدمات کا فیصلہ فقہ اسلامی کے موافق
 ہوتا تھا، یہ کچھ غیر معمولی بات نہ تھی، کہ اکثر لوگ قانونی دار و گیر سے بالکل بیخ جاتے تھے یا سزا
 قانونی میں اتنی سختی نہیں کجاتی تھی، جتنی کہ بانی قانون کا منشاء تھا، چونکہ خوریزی کے نظام سے
 ہر وقت وہاں کے حکام کے سامنے رہتے تھے، نیز عوام الناس ان کے اقتدار کی اتنی
 عظمت نہیں کرتے تھے جس کی بحقیقت وہ مستحق تھے، اس لئے ان کے مزاج میں وحشیانہ
 سختی آگئی تھی۔

ذکورہ بالا بیان میں مسٹر اسکاٹ سے کسی حد تک غلط بحث ہو گیا ہے مصلیہ میں حکومت
 اسلامی تھی، اس لئے مقدمات کا فیصلہ یقیناً فقہ اسلامی کے رو سے ہوتا تھا لیکن فقہ اسلامی کے
 قوانین غیر مسلمانوں کے لئے نافذ تھے عیسائیوں کیلئے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، عدالت
 کا جدا گانہ نظام قائم تھا جس کا تذکرہ مسٹر اسکاٹ بھی ایک دوسرے موقع پر کر چکے ہیں،
 مسٹر اسکاٹ مجرمین کے قانونی دار و گیر سے بچ جانے کا الزام بیان کی عدالتوں پر ڈالتے
 ہیں لیکن اس میں بھی ایک مغالطہ پنہان ہوا، اس سے ان کا رویہ سخن ناو مجرمین کی جانب سے جو حکومت
 وقت کے خلاف بنادیتیں، اور سازشیں کرتے اور ان کے فہم ہونے کے بعد عفو عام کے
 فرامین حاصل کر لیتے تھے لیکن مصلیہ کی سیاسی تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہوا جو گا کہ مسٹر اسکاٹ

کایہ بیان کھیتہ صحیح نہیں کیونکہ اگر کیفر پہلی کے طریق حکومت میں عفو عام اور قتل کے مجرمین سے چشم پوشی کی مثالیں نظر آتی ہیں تو دوسری طرف ایسے بھی واقعات ہیں کہ صرف ایک والی (میل) کے مختصر عرصہ میں ۶ ہزار سے زیادہ اشتخاص کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، اور باغیوں اور مجرمین کو پاداش جرم میں ڈنڈوں پیٹ پیٹ کر ہلاک کرنے تک کی عبرت انگیز سزائیں دی گئیں اسلئے اگر صقلیہ کا اول الذکر طرز عمل سیاسی حکمت عملی و دانائی پر مبنی ہونے کے بجائے اصول قانون و انصاف کے خلاف سمجھا جائے گا، تو موخر الذکر واقعات کو سفاکی و خوریزی کہنے کے بجائے مبنی بر عدل و انصاف قرار دینا پڑے گا،

لیکن یہاں مسئلہ اسکاٹ کو اصل معاملہ یہ ہوا ہے، کہ انھوں نے ان امور کی ذمہ داری صقلیہ کے صیغہ عدالت و قضاء پر ڈالی جو حالانکہ صقلیہ کے صیغہ عدالت و قضاء کا نظام اگرچہ مکمل تھا تاہم یقیناً وہ دور حاضر کے مثل نہ تھا، کہ ان عدالتوں کے سامنے حکومت بھی ایک فریق بن سکتی، اور حکومت کے مجرموں کو انہی عدالتوں سے سزائیں لائی جاتیں، اگرچہ اس سے انکار نہیں کہ اس عہد کی بعض اسلامی حکومتوں میں یہ طریقہ بھی رائج تھا

صقلیہ کے سیاسی حالات ایسے نہیں تھے کہ یہ طریقہ برتا جاتا، اور سیاسی مقدمات بھی انہی عدالتوں میں لائے جاتے، حکومت کے تمام معاملات براہ راست حکومت اور عدالت حکومت سے متعلق تھے، اس لئے ایسے مقدمات جنہیں اگر ایک فریق رکھ لیا، اور دوسرا فریق حکومت وقت ہونی تھی، اور مجرمین پر تشدد پر دازی و بغاوت، ایگریزی وغیرہ کے الزامات ہوتے تھے تو وہ ان عدالتوں کے حق سماعت سے بالاتر ہوتے تھے اس قسم کے تمام مقدمات ولایت اور عدالت حکومت کے سامنے پیش ہوتے اور ان سیاسی مجرمین کے مقدمات کے فیصلے مصالح حکومت کے مطابق کئے جاتے تھے، البتہ عدالت حکومت کے خلاف شکایات اور مقدموں

کی سماعت کیلئے ایک جداگانہ قسم کی عدالت دیوانِ المظالم قائم تھی،

مقامات کی کثرت اور جمہوریت | چونکہ صفیہ کے بعض سیاسی حالات اور مختلف قوموں کے اجتماع اور شہادتوں کی بھرمار،

صفیہ کے باشندوں میں مختلف قسم کی خاندانی قبائلی، وطنی اور غیر وطنی محبتیں پیدا ہو گئی تھیں، اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں اور باہمی مخالفتیں رہتی تھیں، ایسے یہاں کی عدالتوں میں حق و ناحق مقامات بہترت دائر ہوتے تھے، اور انہی وجہ سے عدالتوں میں جمہوریت بھی گواہیوں کی بھرمار ہوتی تھی جس سے یہاں کے قضا کو دشواریاں پیش آتی تھیں، چنانچہ عثمان بن خزار ایک متقی و صالح بزرگ تھے، وہ جب یہاں کے عہدہ قضا پر مامور ہوئے، اور انہیں یہاں کے مقامات کی عیبت کا اندازہ ہوا، تو تمام اہل صفیہ سے اس درجہ برگشتہ ہو گئے، کہ صفیہ کے ہر ایک باشندہ کی شہادت قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور مقامات کا فیصلہ شہادتوں پر کرنے کے بجائے باہمی مصاحبت سے کرنے لگے، اپنے تمام عہد میں اسی پر عمل پیرا رہا اور جب ان کی وفات کا وقت آیا، تو انھیں فوری طور پر قضائے عہدہ پر اپنا قائم مقام نامزد کرنے کیلئے اہل صفیہ میں سے کوئی نظر نہ آیا، ان کو قتل لکھنا پڑا۔

وَحَدَّثَنِي غَيْرُ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ أَنَّ عُثْمَانَ

بْنَ الْخَزَارِ أَمْرًا رَاحِي قَضَاءِ هُمْ وَكَانَ

وَرَعًا فَامَّا جَرِيحُهُمْ لِمَقْبِلِ شَهَادَةِ

وَلِأَحَدٍ مِنْهُمْ كَافِي قَلِيلٍ وَكَافٍ كَثِيرٍ

وَكَانَ يَفْضَلُ بَيْنَ النَّاسِ بِالْمَصَالِحِ

إِلَى أَنَّ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ فَغُلِبَ مِنْهُ

الْخَلِيفَةُ بَعْدَهُ فَكَانَ لَيْسَ فِي جَمِيعِ

مجھ سے متقدّم آدمیوں نے بیان کیا کہ عثمان بن

خزار یہاں کے قاضی مقرر ہوئے، ایک تورع

بزرگ تھے، انہیں اہل صفیہ کا تورع ہوا تو ان

میں کو کسی ایک کی بھی شہادت قبول نہ کرنے لگے

نہ کسی چھوٹے معاملہ میں نہ کسی بڑے معاملہ میں

اور لوگوں میں مصاحبت کے ذریعہ فیصلہ کرنے تک

کہ انکی وفات کا زمانہ آیا تو انہوں نے انکے قائم مقام

البلد من یوصی الیہ

متعلق رہتا گیا تو کہا کہ ملک میں ایسا کوئی شخص بھی

نہیں جو جسے اسکے لئے وصیت کی جائے،

لیکن یہ صرف عثمان بن خزار کی واحد ذات تھی جنہوں نے اپنے زہد و تقشف سے یہ رویہ اختیار کیا، اور فیصلہ لاطن کے بجائے مصاحت کر اوسنے کی روش اختیار کی، ورنہ ہم قضاۃ ان مشکلات پر حاوی تھے، اور شداتوں کی جانچ پڑتال کر کے فیصلے سناتے تھے،

یہی وجہ تھی کہ صقلیہ کے عمدہ قضا، پرافریقہ کے وہ ممتاز اور تجربہ کار اعیان فقہا نامزد کئے جاتے تھے، جو وہاں کے حکمہ قضا، یا دیوان المظالم میں خدمات انجام دے چکے ہوتے، اور انہیں ہر کم کا تجربہ حاصل ہوتا تھا اسلئے قضاۃ کا تقرر ولایۃ صقلیہ کی طرح براہ راست حکومت افریقہ کی جانب سے ہوتا تھا، تمام عہدہ غالبہ میں اسی پر عملدرآمد رہا، اس کے بعد جب فاطمیوں کا دور آیا، تو آغاز ہمد میں ولای صقلیہ ہی نے منصب قضا، پر ایک شخص کو نامزد کیا، پھر ان قبر مجبے اپنے چند روزہ عہد حکومت میں اپنا قاضی مقرر کیا جو اس کی حکومت کے خاتمہ پر گرفتار کر کے افریقہ بھیج دیا گیا، اب باشندگان صقلیہ نے اپنے قدیم دستور کے مطابق فاطمی تاجدار سے درخواست کی کہ اپنی جانب سے ایک الی اور ایک قاضی مقرر کر کے صقلیہ روانہ کرے،

اسی کے ساتھ یہ تصریح بھی ضروری ہے، کہ افریقہ جب تک صقلیہ کا مرکز رہا، صقلیہ کے قضا کا انتخاب افریقہ کے فسر مزرواؤں کے بجائے وہاں کے قاضی القضاۃ کرتے تھے، فرمانروائے افریقہ، افریقہ کے قاضی القضاۃ کو منتخب کرتا، اور یہ قاضی القضاۃ افریقہ کی تمام ولایتوں کے لئے جدا جدا قاضی مقرر کرتا تھا اور اس طرح ولایت صقلیہ کے لئے بھی قاضی مقرر ہوتا تھا، جو یہاں اگر قاضی القضاۃ کی حیثیت رکھتا، اور صقلیہ کے مختلف صوبوں پر یہ اختیار خود قضاۃ

مقرر کرتا ہے

پھر دولتِ کلیہ میں خود سر ملز و ایانِ صقلیہ اس منصب پر لوگوں کو نامزد کرنے لگے، جو افریقہ ہی کے علما و فقہاء ہوتے، اور کبھی کبھی صقلی فقہاء بھی مامور کئے جاتے تھے،

قضاۃ | صقلیہ کے قضاۃ کا تذکرہ عام تاریخوں میں صقلیہ کے حوادثِ سن کے ذیل میں بجز ایک دو ناموں کے بالعموم موجود نہیں، البتہ تراجم و طبقات کی کتابوں میں جا بجا ایسے اکابر علما و فقہاء کے حالات ملتے ہیں جن صقلیہ کے عمدہ قضا پر مامور ہوئے، اگرچہ ذیل میں انکی کافی تعداد جمع ہو گئی ہے، اور ان کے زمانہ کے لحاظ سے ان کی ترتیب بھی قائم کر لی گئی ہے، مگر ان کے تقدم و تاخر کی تعیین ہو سکتی، اور نہ اسے صقلیہ کے قضاۃ کی مکمل فہرست کہہ سکتے ہیں، بہر حال صقلیہ کے قضاۃ کے جہد و زہم دریافت ہوئے، وہ درج ذیل ہیں، یہاں ان کے محض وہ حالات پیش کئے گئے ہیں، جو صقلیہ کی قضاۃ سے متعلق ہیں،

اسد بن فرات | قضاۃ صقلیہ کیلئے یہ باعثِ فخر ہے، کہ انکی جماعت میں سب پہلا نام قاضی اسد بن فرات فارح صقلیہ کا آتا ہے جنہیں فرج کی سپہ سالاری کے ساتھ قضاۃ کا عمدہ بھی ملا اور فرما کر قضاۃ کی جانب سے قاضی امیر کا لقب عطا ہوا، صقلیہ میں ان کا محض مختصر زمانہ گزرا ہے اسوقت کہ مستوحات کی ایسی عمل نہ ہو سکی تھی، کہ محکمہ قضا کی باقاعدہ بنیاد ڈالی جاتی، ان کے سامنے صرف ایک مقدمہ ان کے شاگرد ابن قادم کا پیش ہوا تھا، جسکی نوعیت سیاسی تھی، اسلئے وحقیقت ان کے ساتھ صقلیہ کے عمدہ قضا کا انتساب محض ایک ہی حقیقت ہو سکتا ہے،

ابن کمالہ | قاضی ابوالزیج سلیمان بن سالم الکندی القطان الفقیہ الموصوف بہ ابن کمالہ، ابراہیم بن اسلم کے

سے معاملہ ایمان جلد ۳، ۱۳۷ وغیرہ یہ اصول معاملہ ایمان میں افریقہ کے قاضی القضاۃ اور ولایات افریقہ کے قضاۃ کے سوانح حیات سے اسی وضاحت کے ساتھ افہم ہوتا ہے، اسلئے انکے محض سوانح حیات علم فقہ کی بیان میں آئیں گے،

عبدالمکرم میں سلسلہ میں مصیبت کے بعد قضا پر سرفراز ہوئے، یہ افریقہ کے مشہور مالکی فقیہ امام محمد بن صاحب المدونہ کے تلامذہ میں تھے، ان کے علاوہ ان کے شیوخ حدیث میں عون بن یوسف و داؤد بن یحییٰ محمد بن یحییٰ بن حماد بن جعدی، اور ابن زبیر وغیرہ علماء افریقہ بھی داخل ہیں، پھر انھوں نے مشرق کا سفر کیا مدینہ منورہ پہنچے، تو یہاں امام مالک کے صاحبزادے محمد بن مالک بن انس کے درس سے فیضیاب ہوئے، ابن کمالہ کے تلامذہ کی فہرست میں مشہور مؤرخ ابوالعرب اور ابو جعفر احمد بن عبد الرحمن القصری ہیں، اپنے تلامذہ کے ساتھ ان کا بڑا و نہایت شفقت آمیز تھا، ابوالعرب کا بیان ہے

کان ثقة کثیر الصب والشیوخ
حسن الاخلاق باسرا بطلبة العلم
ادباً صریحاً وکان لا یمیل
علیه الرویة والنقید

معتبر تھے، بہت سی کتابیں لکھی تھیں، ان کے شیوخ بہت تھے، خوش اخلاق طلبہ کے ساتھ سلوک کرنے والے، باب ادب اور فیاض تھے، اور زیادہ تر روایت کرتے تھے اور ان کو لکھتے تھے

یحییٰ کی روایت ہے، -

حکام من اهل الفقه البارع کثیر
الروایہ حسن الاخلاق بارالمن
یاتی الیہ السماع علیہ ذادب و
نفس و عقل و نزاهة۔

وہ بڑے فقیہ اور بہت روایت کرنے والے تھے،
جو طلبہ ان کے پاس حدیث سننے کیلئے آتے تھے،
انکے ساتھ سلوک کرتے تھے، باادب، زاهد، عاقل
اور پاکیزہ ہوتے،

مذہبِ مالکی تھے، فقہ مالکی میں کتابیں بھی لکھی ہیں، ایک کتاب انکے نام کے انتساب کے کتابِ اسلامیہ سے موسوم ہے،

دروہ مصطفیٰ سے پیشتر افریقہ کے قاضی القضاۃ ابن طالب نے انھیں اولاً ولایت باجہ کا قاضی مقرر کیا، پھر مہدی بن مسکین قاضی القضاۃ افریقہ نے انھیں دار الحکومت قیروان بلالیہ اور دیوان النظام

کا افسر علی مقرر کیا یہ دیوان المظالم میں تو دینا تک کے مقدمات کی سماعت کرتے تھے، اس کے بعد
عیسیٰ بن یسکین نے انھیں قیروان کے دیوان المظالم سے الگ کر کے صفیہ کے عہدہ قضا پر مامور کیا انھوں
میں ۲۵۰ھ میں اگر زمام قضا پر ہاتھ میں پائی،

ابن حلالہ صفیہ میں عہدہ قضا کی خدمت کے علاوہ علوم کی نشر و اشاعت بھی کی اور انہی کے توسط
سے صفیہ میں مذہب مالکی کو بھی فروغ حاصل ہوا ابن فرعون لکھتا ہے :

شُفَّ رُوحًا قَضَاءً صَفِيَّةً فُجَّجَ الْيَهُادُ پھر صفیہ کے قضا پر مامور ہوئے اور یہاں
وَنَشَرَّ بِهَا عِلْمًا كَثِيرًا وَعَنْهُ انْتَشَرَ علم کی کثیر اشاعت کی، اور انہی سے یہاں مذہب
مذہب مالک بھیجا۔ مالکی کو فروغ حاصل ہوا۔

زندگی کے آخری لمحوں تک اسی عہدہ پر سر فرما رہے ۲۵۰ھ میں وفات پائی، اور صفیہ میں
دفن ہوئے، ان کی تمام زندگی نہایت زہد و سیرت میں گزری، باوجودیکہ ایک ممتاز عہد پر سر فرما رہے تھے لیکن
تقاعدت کا یہ عالم تھا کہ جب وفات پائی، تو ایک جبہ بھی پاس سے نہیں نکلا، سب کچھ راہ خدا میں
صرف کر چکے تھے۔

قاضی ابو محمد بن میمون | قاضی ابو محمد بن میمون بن عمرو افریقیہ کے ممتاز علماء اور عباد و مکرر بزرگوں میں تھے
امام سحنون اور ابو مصعب زہری سے علوم کی تحصیل کی، تلامذہ سحنون میں سے افریقیہ میں سب سے آخری
مسل شہب چراغ باقی رہ گئے تھے انھوں نے سو سال کی عمر یا اس سے زیادہ میں وفات پائی،
صفیہ کے عہدہ قضا پر آنے سے پہلے افریقیہ کے عہدہ قضا کے خدمات انجام دیکھے تھے،

قاضی محمد بن میمون ایک نہایت سادہ مزاج بزرگ تھے، اور اپنے عہد میں سلف کے عادات

۱۔ معالم الامان جلد ۲ ص ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹،

وخصائل کے حامل تھے، زہد و اتقا، خاکساری و فروتنی بدرجہ کمال موجود تھی، دنیاوی جاہ و خشم سے بطوراً
نفور رکھتے، اور اس کے اثرات ان کے عہدہ قضا میں نمایاں تھے جب متعلیہ کے عہدہ
قضا پر مامور ہوئے، اور بندرگاہ سوسہ سے روانہ ہونے لگے تو لوگوں کو مخاطب کر کے کہا،

”باشندگان سوسہ! دیکھو میری چادر ہے، یہ میرا جتہ ہے، یہ میرا تھیلا ہے، حسین میری کتابیں بھری
ہیں، اور میری جشی کنسیز ہے، جو میری خدمت کرتی ہے، اور اس کے پاس بھی صرف اسکا
پیراہن اور اسکی چادر ہے،

میں بس انہی چیزوں کے ساتھ جا رہا ہوں، جب واپس آؤں تو دیکھ لینا، کن چیزوں
کے ساتھ لوٹتا ہوں“

متعلیہ پہنچے تو حسب دستور انھیں دارالقضا کی شاندار عمارت میں ٹھہرایا گیا، لیکن اپنی
فردوسی و خاکساری سے یہ کلمہ اٹھ آئے کئی عمار و عظماء کی قیام گاہ ہے، میں اس میں کیا کرونگا، اور
ایک مختصر مکان میں قیام پذیر ہوں،

اسی کے ساتھ قضا کے معاوضہ میں حکومت سے کوئی تنخواہ نہیں لی، اون کی
جشی خادمہ اپنے چرخہ پر روزانہ سوت کاتی، اور اسکو فروخت کر کے ان دونوں کی بسر و قات ہوتی
مقدمات کے فیصلہ میں عجب شان ہوتی، دروازہ برابر بند رہتا، فسر یقیناً اگر دروازہ
کھٹکھٹاتے، دروازہ پر کوئی صاحب تھانہ دربان، خادمہ باہر آتی، اور دروازہ کھول کر کہتی،
”ٹھہر وقاضی کو خبر کرتی ہوں، ابھی آتے ہیں“ قاضی صاحب باہر تشریف لاتے، مقدمہ کی روداد سنتے
تسلیم بخش فیصلہ کرتے، اور دونوں فریق واپس چلے جاتے،

چند سال اسی طرح گزر گئے اور اسی ساوہ زندگی سے متعلیہ کے باشندوں کے دلوں میں
گھر کر لیا، ایک دن دروازہ پر چند اشخاص آئے، دروازہ کھٹکھٹایا، وہ بند کا بندر بار، لوگ واپس چلے گئے

دوسرے دن یہی اتفاق پیش آیا، لوگوں میں تشویش پیدا ہوئی، اور تیسرے دن دروازہ پر مجمع لگ گیا، خادموں پر آم ہوئی، اور لوگوں سے کہنا مکان کے اندر آؤ، اپنے قاضی کی عیادت کرو۔
مجمع جوش عقیدت کو بے تابانہ اندر داخل ہوا، دیکھا کہ قاضی محمد بن میمون ایک چٹائی پر لیٹے ہیں، سر کے نیچے جس بھر ایک تکیہ رکھا ہے، مجمع کی عقیدت دیکھ کر وہ بھی ضبط نہ کر سکے، آبدیرہ ہو کر کہنے لگے:-

”جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا، میں نے مقدمات کے فیصلہ کی خدمت انجام دی، اب میں نے
امیر صقلیہ سے درخواست کی ہے، کہ وہ مجھے معذور سمجھیں، اور اس خدمت سے بکھڑوش کر دیں،
میں اب بوڑھا ہو چکا، قیروان لوٹ جاؤں گا،
یہ گفتگو سن کر مجمع زار و قطار رونے لگا،

بالآخر وہ اثنائے علالت ہی میں صقلیہ سے روانہ ہو گئے، سو سہ سو پونچھ، تو اہل سوسہ کو
مخاطب کر کے کہا:-

”سو سہ والو! دیکھو! جیسا میں گیا تھا ویسا ہی لوٹ آیا، یہ میرا جہ، چادر، تھیلا، اور کتابیں
ہیں، اور اسی طرح یہ جیشی خادمہ خدا کی قسم میں نے دنیا سے کوئی سروکار نہیں رکھا، او
اسی حال میں واپس آیا ہوں“

سال وفات میں سخت اختلاف ہے، ابو العرب ۳۲۳ھ لکھتا ہے، یہ سب زیادہ قریب
کی روایت ہے، کیونکہ ابو العرب ان کے تلامذہ میں اور ۳۲۳ھ تک ان کے درس میں حاضر تھا،
اسکے بعد مختلف روایتیں ہیں، ابن ماجی کہتا ہے، کہ ۳۲۳ھ میں وفات پائی، صاحب ریاض النفوس
کہا بیان ہے، کہ ۳۲۳ھ میں قیروان میں وفات پائی، اور باب سلم میں مدفون ہوئے، ابن قرقون
نے سال وفات ۳۲۳ھ لکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی عمر میں بھی اختلاف ہے، بعضوں نے سو

انابہ کے زوال کے بعد افریقہ میں قیام پذیر تھے یہ وہی زمانہ تھا جب افریقہ میں مذہب شعی بھی پھیلا یا جا رہا تھا اور فقہائے افریقہ کے نام فرمان جاری ہوا تھا کہ ایسے لوگوں کے فادوی اور دستاویزین نہ لکھیں جو مذہب شعی نہ اختیار کریں چنانچہ اس جبر و تشدد میں افریقہ کے علما و فقہاء موردِ عتاب بنے اور ۱۹۹۰ء میں قاضی ابوالقاسم ہاشمی بھی اس جرم میں ابوالعباس شعی قائم مقام والی کے عتاب میں آئے اور انہیں کوڑے لگائے گئے، ماہ رمضان ۱۳۳۵ء میں وفات پائی، دنیا سے بے تعلق ایسے رہے کہ کنفی کی قیمت بھی گھر سے نہ نکلی، عبدالحمید میر فی نے تجنیز و تکفین کا سامان کیا،

قضاۃ فاطمی | صفیہ میں فاطمیوں کے پہلے دو وزین جسے پہلا شعی قاضی مقرر ہوا، وہ اسحاق بن منہال تھا، اسحاق بن منہال | اسحاق بن منہال کو حسن بن احمد بن ابی النخزیر نے ۲۹۵ء میں عہدہ قضا پر مامور کیا، اس کے متعلق ابن اثیر لکھتا ہے،

هو اقل قاضي قولي بها المحدث يسبق پہلا قاضی ہے جو مدی علوی کی طرح

العلوی۔ یہاں عہدہ قضا پر آیا،

ابن قریب کے عہد میں | لیکن جب کچھ دنوں کے بعد صفیہ میں انقلاب ہوا، اور ابن قریب کی خود مختار حکومت عہدہ قضا قائم ہوئی، تو قاضی اسحاق بن منہال بھی معزول ہو گئے، اور ابن قریب نے اپنا قاضی مقرر کر لیا،

قاضی ابن خالی | ابن قریب کے عہد حکومت کے قاضی ابن خالی تھے جب اس کو زوال آیا، اور اس نے اندلس کا راستہ لینا چاہا، تو قاضی ابن خالی بھی اس کے ہمراہ تھے، لیکن باشندگان صفیہ کے اصرار پر ابن قریب کے ساتھ ہی گرفتار کرنے گئے اور جیسا کہ سیاسی سرگذشت میں گزر چکا ہے، حسن بن ابی النخزیر کی قبر پر آئے

سہ ترتیب المدارک در یادگیری مفامین ج ۱ ص ۲۰۰ و ریاض النفوس در ارای ص ۱۰۹ ترتیب المدارک میں ابوالقاسم کو طرطری کے بجائے طرزی لکھا گیا ہے، و محالہ ایمان جلد ۲ ص ۷۰

پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیے گئے،

قضاۃ جہدِ کلبیہ | دولتِ کلبیہ کے ذیل کے قضاۃ کے نام دستیاب ہوئے، ان میں سے اکثر ناکی، اندسہ

ہیں، کیونکہ کلبیوں نے پچھلے تجربہ کی بنا پر حکومت سے مذہب کو علحدہ کر دیا تھا، اور رعایا کی کثیر آبادی کے لحاظ سے عمدہ قضا پرستی فقہار ہی مہرِ فرائض کے جاتے تھے،

قاضی ابواسحاق | قاضی ابواسحاق بن ملک المعافری دولتِ کلبیہ میں عمدہ قضا پر مامور تھے، مذہبِ مالکی تھے، شعر و شاعری کا ذوق تھا، عدل و انصاف میں شہرت رکھتے تھے، ابن القطائع لکھتا ہے:-

احد قضاۃ الجزیرۃ المشہورین جزیرہ کے قضاۃ میں سے ایک قاضی تھے

بالعدل والاحکام جو عدالت گسری میں شہرت رکھتے تھے،

قاضی ابوالفضل | قاضی ابوالفضل ابراہیم الشامی الکفانی بھی عمدہ کلبیہ ہی کے قضاۃ میں ہیں اشاعری

کا اچھا مذاق تھا، عماد الدین الکاتب اور یاقوت نے اپنی خریدہ اور معجم البلدان میں اون کا تذکرہ کیا ہے،

قاضی عثمان بن خزار | قاضی عثمان بن خزار صفیہ کے متقی، دیندار، اور پرہیزگار قضاۃ میں تھے، جیسا کہ گذر

چکا ہے، اہلِ صفیہ پر انھیں اعتماد نہ تھا، مقدمات میں ہمیشہ مصاحبت کر دیتے تھے، دینداری کا یہ

عالم تھا، کہ جب وفات پانے لگے، اور ان کے قائم مقام کی بابت استفسار کیا گیا، تو پوچھے جزیرہ میں

انکی نگاہ میں اس عمدہ کے لائق کوئی نظر نہیں آیا،

قاضی ابوبکر بن الماطی | قاضی ابوبکر بن الماطی صفیہ ہی کے رہنے والے تھے، قاضی

عثمان بن خزار کے بعد اس عمدہ قضا پر مامور ہوئے،

اس کے بعد صفیہ کی اسلامی حکومت کے آخری دور تک کون کون لوگ اس عمدہ پر آئے،

۱۔ کتاب الحان السید فی علی جزیرہ صفیہ دیباچہ گاری مضامین جلد اس ۲۹۷ء خریدہ القصر درانی ۵۹۵

۲۔ معجم البلدان ج ۵ ص ۲۷۳، معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۶۶،

دیوان المظالم

دیوان المظالم صیغہ عدالت و قضاء کی ایک شاخ ہے، اگرچہ یہ اس صیغہ کے ماتحت نہیں تھا، اس عدالت میں امراء و عمال حکومت کے خلاف مقدمات دائر ہوتے تھے، فریق مقدمہ خواہ حکومت کا مہموی عہد دار ہو یا فرمانروا یا خانوادہ کا شاہزادہ سب کو حاضر عدالت ہونا پڑتا تھا،

صلیبیہ میں اسکی زیادہ ضرورت خصوصاً سولے تھی، کہ یہاں کی عدالتوں میں سیاسی مقدمات پیش نہیں ہوتے تھے، پہلے جب حکام اپنے زیادہ حکومت میں جا بجا برائے روش اختیار کرتے، ناکردہ گناہوں کو مجرم بناتے، دوسروں کے مال پر جا بجا قبضہ کرتے تو ان سب کے خلاف یہاں مقدمات دائر ہوتے، اور تحقیقات کے بعد تدارک کیا جاتا، اور اس طرح عملاً عدالت حکومت کی ان بدعنوانیوں کا بھی سد باب ہو جاتا جسکی مقدمات کے فیصلہ میں ان سے سرزد ہونے کا امکان ہوتا،

اسلامی عہد کے دیوان المظالم کا نظام مکمل تھا، نارمنوں نے بھی اسکو اسی طرح قائم رکھا، اور عیسائی مؤرخین کے بقول یورپ میں اس سے ایک نئی قسم کی عدالت کا رواج ہوا،

محکمہ شرط

محکمہ شرط (پولیس) بھی گویا شعبہ عدالت کی ایک کڑی تھی، یہ ایک حد تک عدالت کو تقویت بخشتا تھا، جرائم میں مدد دیتا، عدالت کے فیصلوں کو نافذ کرتا، شرعی معاصی سے نوشی اور زنا وغیرہ پر حدود شرعی قائم کرتا، جرائم کا انسداد کرتا، اور روپوش مجرموں کی جستجو کرتا تھا،

لے منایہ الالب نویری درامری تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان،

صاحب الشرط | اس حکم کے افسر اعلیٰ کو صاحب الشرط کہتے تھے، ابو الفضل احمد بن علی الفہری صاحب الشرط کا نام تاریخوں میں آیا ہے،

ایک مرتبہ مغرب کا مشہور شاعر ابن مودب مصلیہ پہنچا، اس وقت ثقۃ الدولہ مصلیہ کا فرمانروا تھا، اسکی شان میں ایک قصیدہ پیش کیا، لیکن اس کو اس کا دغواہ صلہ نہ ملا، سمجھلا کر ایک جھوٹے ڈانی شدہ شدہ ارباب حکومت تک خبر پہنچی، اسکی گرفتاری کا حکم جاری ہوا، یہ روپوش ہو گیا، بدلتوں تلاش جاری رہی، آخر ایک دن غراب کے نشہ سے مست باہر نکل پڑا، پولیس نے فوراً گرفتار کر لیا، اور ثقۃ الدولہ کے سامنے بجا کر پیش کیا،

دارالحبس

دارالحبس (جیل خانہ) کے قائم کرنے کا رواج اسلامی حکومتوں میں ہو چکا تھا، چنانچہ مصلیہ میں بھی تھا (برہم) میں جیل خانہ قائم تھا،

دیوان الجیوش

دیوان | اسلامی حکومت میں دیوان کے لفظ کا اطلاق ابتداءً فوجی دفتر پر کیا جاتا تھا، گو بعد میں بھی بغیر کسی اضافت و انتساب کے اس لفظ کے معنی فوجی دفتر کے تھے تاہم بعض موقعوں پر دوسرے دفاتر سے تیز کرنے کیلئے اسکو کبھی دیوان الجیش یا دیوان الجیوش بھی کہتے تھے، چنانچہ مصلیہ کی اسلامی حکومت میں بھی دیوان کا لفظ فوجی دفتر کیلئے مخصوص تھا، مصلیہ کا یہ دیوان برہم کے نوابا حصہ خالصہ میں قائم تھا،

صقلیہ پر حملہ اور اسلامی لشکر
اسلامی فوج کا یہ نمایاں پہلو رہا ہے کہ اس کی تقسیم ہمیشہ قبیلوں پر ہی
پھر عرب اور عجم کی تفریق قائم ہوئی، اسلئے صقلیہ کی اسلامی فوج میں بھی تقسیم موجود تھیں،
عربی فوج | صقلیہ پر جوابدائی حملہ براہ راست مرکزی دارالخلافہ کی نگرانی میں ہوا تھا، وہ اسلئے افریقہ کے نزدیک
اقتدار آنے سے پیشتر ہوا تھا، اور یہ مستند طور پر معلوم ہے کہ اس عہد تک اسلام کی مرکزی حکومت کے لشکر
میں صرف عرب عنصر تھا، اسلئے صقلیہ پر ابتدائی اسلامی حملہ خالص عربی لشکر کے ہاتھوں انجام پایا،
بربری فوج | اس کے بعد گو اسلام کی مرکزی حکومت کی فوج میں عجمیوں کا داخلہ اموی دور کے بعد عجمی
عہد میں ہوا لیکن صقلیہ کی حملہ آور فوج میں عہد اموی میں بھی عرب قبائل کے دوش بدوش عجمی قبائل
تھے، ان عجمی قبائل سے پہاڑی مراد بربر ہے، جب افریقہ مفتوح ہوا تو بربر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے
وہ ہمیشہ سے ایک جنگجو قوم تھے، اسلئے ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی جنگی قوتوں میں اور نشوونما ہوئی
اور وہ رومی ممالک کے ماتحت و تاراج میں عربوں کے شریک ہو گئے،

عربی لشکر میں قبائل بربر کی شرکت کا آغاز حسان بن نعمان والی افریقہ کے عہد سے شروع ہوا تھا
بار بار کی بناؤں کے بعد آخر میں جب وہ مغلوب ہو گئے تو اس شرط پر انھیں امان دی گئی کہ قبائل بربر میں سے
حسب حصہ رسد ۱۲ ہزار اشخاص اسلامی لشکر میں داخل ہوں جو عربوں کے ساتھ ملکر افریقہ کو رومیوں
سے خالی کرائیں، چنانچہ یہ بارہ ہزار اشخاص افریقہ کی مشہور کاہنہ کے ڈولڑاکوں کی سرکردگی میں اسلامی
لشکر میں داخل ہوئے اور سارے شمالی افریقہ پر انھیں کی مدد سے قبضہ کر کے بیزنطی حکومت کا یہاں
سے خاتمہ کیا گیا،

افریقہ کی فتح کے بعد جب جزائر پر حملے شروع ہوئے، جن میں صقلیہ پر ابتدائی حملے شامل تھے
تو ان میں ان بربریوں نے بھی شرکت کی، پھر آٹھمے کے آخری فاتحانہ حملہ میں بھی عرب قبیلوں کے

بربرقی قبیلوں کے افراد بہ کثرت شریک تھے،

اسلامی لشکریں رومی فوج | اس کے بعد جب ۱۲۱۳ء میں یہ اسلامی لشکر آذربائیجان، تو خلافت توقع تیسرے دن صلیبیہ کے مشہور رومی بیرونی کی فوج کا وہ باقی ماندہ حصہ بھی اسلامی فوج میں آکر شامل ہو گیا، جو سبکی کی آمد کا منتظر تھا، لیکن جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، رومیوں کا یہ گروہ بغیر کسی ایک حملہ میں شرکت کے اسلامی لشکر سے علیحدہ کر دیا گیا، اسلئے اسلامی لشکر میں رومیوں کی چند روزہ موجودگی کو ان کی شرکت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا،

صلیبیہ کے اسلامی لشکر | اسکے بعد بعض اتفاقی واقعات کے ماتحت ۱۲۱۵ء میں اندلسی بیڑے میں بعض آزادوں میں اندلسی عرب سرداروں کی سرکردگی میں اندلسی عربوں کا ایک دستہ آیا، اور افریقی فوج کے پہلوئے سپہنضرات انجام دینے لگا، اس اندلسی دستہ کی وجہ سے صلیبیہ میں مسلمانوں کو بعض اہم فوائد حاصل ہوئے اور اس سے اندلسی عربوں کو بھی کچھ رسوخ حاصل ہو چلا تھا، لیکن بہت جلد ان کو مغلوب ہو کر افریقی فوج کی برتری قبول کرنی پڑی، اور ان کو کوئی قابل ذکر حثیت صلیبیہ میں حاصل نہیں ہوئی، اور پھر بعد میں صلیبیہ کے اسلامی لشکر میں اندلسی عرب شامل ہوئے،

افریقی فوجوں کی کمک | جب تک انصاری صلیبیہ پر برسرِ اقتدار رہے، حسب ضرورت افریقہ سے فوجی کمک صلیبیہ آتی رہی، صلیبیہ کے نام پر افریقہ میں فوجیں فراہم کجائیں، اور اسکے لئے بڑی بڑی تحوز ہوں اور انفاموں کا اعلان کیا جاتا، علاوہ ازیں یہاں ویسٹ جہاد کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا، اسلئے لوگ مال غنیمت سے فائدہ اٹھانے کے خیال سے بڑی تعداد میں فوجوں میں شریک ہوئے اور جب کوئی نیا والی، افریقہ سے صلیبیہ آتا، یا یہاں کوئی نیا واقعہ ظہور پذیر ہوتا، تو افریقہ سے فوجی کمک روانہ کجاتی،

اسلئے درحقیقت صلیبیہ کے فوجی نظم و نسق میں فوجوں کی فراہمی کا حقیقی تعلق براہِ راست حکومت

افریقہ سے قائم تھا، اور حسب ضرورت وہیں کی فوج صقلیہ کو خدمات انجام دیتی تھی، لیکن اس کے ساتھ صقلیہ کے دیوان میں بھی فوج کا انتظام قائم رہتا، کیونکہ جو فوجیں مختلف زمانوں میں افریقہ سے صقلیہ آئیں، وہ یہاں کی وقتی ضرورتیں پوری کرتیں اور جس حصہ ملک پر قابض ہوتیں، وہ مقام انھیں بطور نوابی کے دیدیا جاتا، اور وہاں بود و باش اختیار کرتیں، اس طرح مختلف زمانوں میں افریقہ کی فوج کا بیشتر حصہ صقلیہ میں اگر فوجی زندگی چھوڑ کر شہری زندگی بسر کرنے لگتا، پھر یہ معزز شہری حسب ضرورت نہایت جنگجو سپاہی بھی بن جاتے،

اسی حقیقت میں تاریخ صقلیہ میں ہم جہاں کہیں کسی صقلی فوج کا تذکرہ دیکھتے ہیں، جو لڑائی کے موقعوں پر اکٹھا ہوتی تھی، اس سے مراد یہی شہری ہوتے ہیں جنہوں نے فوجی خدمات سے کبھو نہ ہوا کرشمہری زندگی اختیار کر لی تھی،

اس لئے ہمیں اس صقلی فوج سے کبھی فریب نہ کھانا چاہئے، جیسا کہ بعض مؤرخین کو خیال ہوا ہے، کہ اس سے مراد یہاں کے قدیم باشندے ہیں، یہاں کے قدیم باشندے ہمیشہ فوجی خدمات سے مستثنیٰ رہے، البتہ صقلیہ کے وہ قدیم باشندے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، ان میں کا ایک حصہ اسلامی فوج میں معمولی ضروریات، کیلئے داخل کر لیا گیا تھا، کیونکہ مسلمانان صقلیہ میں اس وقت پہنچ چکی روح موجود تھی، اس لحاظ سے گویا صقلیہ کا ہر کلمہ گودان کی اسلامی فوج کا ایک سپاہی تھا، اور ضرورت کے وقت مستحق ہو کر میدان جنگ میں آجاتا تھا، اور یہی حالات دولتِ غالبہ اور پھر نوربنا طرہ کے ابتدائی عہد تک قائم رہے،

پھر جب کلیبین کی آزاد خود مختار حکومت کا دور آیا، تو صقلیہ کے فوجی نظام میں بھی فرق کر آیا، اس وقت تک روسا، امرا، تجار، صنّاع، اور کاشتکاروں اور مزدوروں وغیرہ کا طبقہ فوج سے کٹ کر الگ ہو چکا تھا، اور دوسری طرف حالات میں بھی ایسا تغیر ہوا کہ دولتِ کلیبیہ حکومتِ افریقہ یا مورے

ایک گونہ آزاد ہو گئی، اور صفیہ کی فوج کا پورا بار خود حکومت صفیہ کے دیوان اجمیوش پر عائد ہو گیا، چنانچہ اس زمانہ میں صفیہ میں فوجی اور شہری ایک دوسرے سے الگ نظر آتے تھے، فوج بانٹا چھاؤنی میں رہتی، اسکو ملک کی زراعت و تجارت وغیرہ سے کوئی سروکار نہ ہوتا، وہ صرف ضرورت کے وقت مصالح کے ماتحت چھاؤنیوں سے باہر نکلتی، دولتِ غالبین بھی صفیہ میں شہری تھے، لیکن وہ ضرورت کی وقت مسلح ہو کر میدان جنگ میں اتر آتے تھے، مگر دولتِ کلہیہ کے عہد میں یہ متمول اور فارغ البال طبقہ رسیانہ طرز زندگی اختیار کر کے محلات میں مقیم ہو چکا تھا، اب یہ لوگ مرنے اسکے نظم و نسق سے کسی قدر تعلق قائم رکھتے تھے،

اس دور میں افریقہ سے فوج کی آمد بند ہو جانے کی وجہ سے یہاں کے نو مسلم کثیر تعداد میں فوج میں داخل کئے گئے، اور اسی دور میں صفیہ کی فوج میں قبائلی، نسلی اور وطنی تقسیم پیدا ہوئی، چنانچہ بزرگ جنہیں بنو کتام کو اکثریت تھی، عرب، توائی، ولایہ صفیہ اور اس کے قدیم باشندے اس عہد میں فوج کی نمایاں جماعتیں تھیں، اور عام شہری آبادی میں بھی انہی کو رسوخ حاصل تھا اور اپنے اس اثر و رسوخ سے حکومت کے معاملات میں بھی دخل ہوتے تھے، اور ان سب میں باہمی عصبیت کا رفرما تھی، دولتِ کلہیہ کے بعض فرمانرواؤں نے فوج کی اس قبائلی و قومی عصبیت سے فائدہ اٹھانا چاہا، اور اپنی حمایت سے اسکو مزید استحکام پہنچایا، لیکن بالآخر اسی عصبیت کی بدولت دولتِ کلہیہ کو زوال آیا، اور بالآخر اسلام کا آفتاب بھی صفیہ سے غروب ہو گیا،

سپہ سالار اور فوجی افسر سپہ سالار کا مستقل عہدہ بزم کی تسخیر کے بعد سے قائم ہوا جب والی صفیہ ملک کی نظم و نسق میں زیادہ مصروف ہو گیا، ورنہ اس سے پہلے وہی ولایہ صفیہ فوج کے سپہ سالار بھی ہوتے تھے اسکے بعد سپہ سالاری اور فوج کی افسری کے عہدہ پر دو قسم کے لوگ مقرر ہوتے تھے، ایک تو اس عہد کے والی صفیہ کا لڑکا یا بھائی اس منصب پر فائز ہوتا، جو آئندہ چلکر ولایت کے فرائض انجام دیتا، اور دوسرے

و فوجی افسر ہوتے، جو افریقہ کی امدادی فوج کے افسر بن کر آتے،

اسلئے مصلیہ کے سپہ سالاروں میں زیادہ تعداد ایسے ہی اشخاص کی نکلتی ہے، جو اپنے عہدہ سالاری سے پہلے یا اس کے بعد مصلیہ کی ولایت پر بھی فائز ہوئے، یا اگر مصلیہ کی ولایت پر نہیں تو اس کے کسی صوبہ کی ولایت پر مامور کئے گئے،

ولایت مصلیہ کے ان خدمات کے علاوہ جو وہ خود لڑائیوں میں شریک ہو کر انجام دیتے، ذیل کے سپہ سالاروں نے نمایان خدمات انجام دیے،

سلیمان بن مافیہ، (ططوسی، ۲۱۵ھ) اصبن بن وکیل اندلسی، (۲۱۵ھ) محمد بن سالم، (۲۲۰ھ) فضل بن یعقوب، (۲۲۲ھ) عبدالسلام بن وہاب، (۲۲۲ھ) عباس بن فضل بن یعقوب، (۲۲۲ھ) فضل بن جعفر ہمدانی، (۲۲۲ھ) رباح، (۲۲۳ھ) محمود بن خفاجہ، (۲۲۳ھ) محمد بن خفاجہ، حسین بن رباح، (۲۲۳ھ) حسین بن عباس، (۲۲۴ھ) حارب مصلی، (۲۲۴ھ) مفرج بن سالم، حسین بن احمد، (۲۲۴ھ) سوادہ بن محمد بن خفاجہ، (۲۲۴ھ) اور محمد بن فضل، (۲۲۹ھ) وغیرہ،

اس کے بعد دولتِ کلبیہ کے عہد میں بالعموم مصلیہ کا ولی عہد سپہ سالار مقرر کیا جاتا، جو فرما کر مصلیہ کے بعد زمامِ حکومت سنبھال لیتا، اسلئے ان کے علاوہ اور دوسری اہم شخصیتیں بھی ایسی ہیں جنہوں نے اس عہدہ کے فرائض انجام دئے جنہیں سے ہونا غلطہ کے عہد آغاز میں قوارب، مسعود اور صائب مصلیہ کی فوج کے سپہ سالار بن کر یہاں پہنچے، پھر دولتِ کلبیہ کے آغاز کے بعد فرج مصلی، عمار، اور ابن عمار وغیرہ دولتِ کلبیہ کے زوال کے بعد جب طوائف الملوک کی پھیلی، تو پھر ہر خود سر والی سپہ سالار تھا، اور نیز اسی زمانہ میں معمر بن بادیس کے رٹکے عبداللہ اور علی افریقہ کے امدادی لشکر کے سپہ سالار تھے،

فوجی چھاؤنی | مصلیہ میں اسلامی لشکر کی سب سے پہلی چھاؤنی ماز میں قائم ہوئی، اور اس کے بعد ایک

چھاؤنی کی بنیاد قصریانہ کے محاصرہ میں اسوقت پڑی جب مسلمانوں نے جہازوں کو نذر آتش کر کے اپنی اور صفیہ کی قسمت کا آخری فیصلہ کر ڈالا اور قصریانہ کی فتح میں دیر ہو جانے کے باعث شہر سے باہر ہی میدانِ محاصرہ میں اسلامی فوج کے قیام کیلئے پختہ بارکیں تعمیر کرائیں،

مرکزی چھاؤنی | برہم کی فتح کے بعد اس کا قدیم قلعہ اسلامی فوج کی سکونت کیلئے مخصوص ہوا یہی مقام اسلامی حکومت کی مرکزی چھاؤنی قرار دیا گیا، پھر جب خالصہ کی تعمیر ہوئی اور حکومت کے تمام دفاتر کیلئے متحدہ محلہ عمارتیں بنیں تو فوجی دفتر کے ساتھ فوجی چھاؤنی کی بنا بھی پڑی جو ان دفتری عمارتوں سے بھی ہنجر وادی عباس کے کنارے ایک جدا مقام میں قائم کی گئی، اور یہ مقام محسک (جسے قیام لشکر) سے موسوم ہوا اور آخر وقت تک صفیہ کی مرکزی اسلامی چھاؤنی رہا،

ملک کی اندرونی چھاؤنیاں | صفیہ کے قدیم عہد میں کچھ ایسے حالات تھے کہ وہاں کی ہر ایک آبادی بجائے خود ایک مستحکم اور مسلح قلعہ تھی لیکن جیسا معلوم ہو چکا ہے، اسلامی حکومت نے اپنے مقبوضات میں مختلف اہم شہروں کی حفاظت کیلئے جدا جدا قلعوں کا اہتمام بھی کیا تھا اور اس طریقہ سے ملک میں جا بجا انہی قلعوں کی تشکیل میں فوجی چھاؤنیاں قائم ہو گئی تھیں،

قلعے | صفیہ کے اندرون ملک میں جس سیاسی نوعیت سے قلعوں کی کثرت تھی اس کا تذکرہ گذر چکا ہے قلعوں کی مجموعی تعداد ۳۲۰ بیان کی جاتی ہے جنہیں ابن القطاع کے بیان کے رو سے اندرون ملک میں کم سے کم ۳۰۰ عدد ایسے قلعے تھے جنکی حیثیت جنگی قلعوں کی تھی، جنگ میں ان سے کام لیا جاتا تھا لیکن وہ کون کون تھے اس کا فیصلہ دشوار ہے، ابن فضل اللہ شہتی نے اہم قلعوں کو کچھ درج کیا ہے جو یہ ہیں لیکن ان میں سے بعض میں شہری آبادیاں بھی تھیں بہر حال وہ حسب ذیل ہیں :-

قلعہ قواب، حصن، ہنفیہ، حصن جابطہ، حصن طرزی، حصن قرلیوں، قلعہ الطریق، حصن برزو، حصن رابہ، حصن شہر

حصن ابلاطون، قلعہ سنزاریہ یا قلعہ مجنون، قلعہ آبی شامہ، قلعہ میناؤ، قلعہ الفار، حصن ابلاطون، حصن طابیس، قلعہ آبی شور،
 حصن بقارہ، حصن اسبرنگہ، حصن النیقشیہ، حصن فی، قلعہ الصراط، حصن قرطوش، حصن المد، حصن سطلون،
 اور قلعہ متت الیان،

اور سی نے ان مذکورہ بالا قلعوں کے علاوہ جن دوسرے قلعوں کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے قابل ذکر حسب ذیل ہیں:-

حصن لیری، قلعہ سعد، قلعہ جعفر، حصن خزاں، حصن بزانہ، حصن جاپو، قلعہ نو، حصن بطلاری،
 قلعہ بلوط، حصن میرجا، حصن احمد، حصن المدارج، قلعہ ابن منکود، قلعہ مورد، حصن نشا، حصن سابوقہ، قلعہ انسا،
 حصن حجر مشقوب، حصن طابیس، حصن بطون،

فوج کی خواہش | فوج کی خواہش میں بالعموم بھرتی زرا داکرنے کے بجائے بصورتِ جاگیر و بجائی تھیں،
 فوج کے معزز عمدہ دار ایک ایک علاقہ پر قابض ہوتے، ان کا ایک منصب مقرر ہوتا، اور فرائض
 میں یہ ہوتا کہ حسب طلب ایک مقرر تعداد میں فوج لیکر دربار حکومت میں حاضر ہوں چنانچہ وہی
 عمدہ دار زمیندار کی حیثیت رکھتے، اور وہاں کے باشندے عام کاشتکار ہوتے، علاوہ ازیں اسلام کی
 شرعی تقسیم کو روسے مال غنیمت میں فوج کے جو حصے مقرر ہیں، ان پر صفویہ میں بھی عملدرآمد جاری تھا،
 صفویہ کے رومی علاقوں اور آملی پریشمار تاختیں ہوتی تھیں، اور بیشمار مال غنیمت ہاتھ آتا تھا، فوج کا ہر
 سپاہی حصہ رسیدی کے مطابق ان کا حقدار تھا، اور سال میں وافر دولت ہر ایک سپاہی کے پاس جمع
 ہو جاتی تھی، نیز سپاہیوں کو مقرر رقموں کے دیے جانے کی مثال بھی ملتی ہے، چنانچہ جب ابراہیم
 افندیہ سے فوج لیکر روانہ ہونے لگا، تو ہر سوار کو ۲۰۰۰ اور پیادہ سپاہی کو ۱۰۰۰ دینار دے گئے، ان کے

سے بمعہ البدان، ذکر صفویہ، نزہۃ المشتاق ذکر مذکورہ بالا مقامات، و کتاب مسالک لاجہ ار
 فی عمالک لاجہ صادر و درامی، صفحہ ۱

بعد جب فوج شمری آبادی سے جدا کر دی گئی، تو ان کی ماہانہ تنخواہیں مقرر ہوئیں، اور مال غنیمت پر حصہ رسد علیحدہ ملتا،

دیوان دارالصناعۃ صقلیہ پر عربوں کے ابتدائی حملے کے بیان میں یونس کے اوس دارالصناعۃ کا بیان گزر چکا ہے، جسکو ختّان نے صقلیہ کے حملہ کے سلسلہ میں جہاز سازی اور آلات حرب کی صنعت کیلئے قائم کیا تھا، اور پھر موسیٰ بن نصیر نے اس طرف دوبارہ توجہ کی، اور سمندر اسکے ۲۰ میل کے بعد کو دور کر دیا، افریقہ کا یہ دارالصناعۃ برابر قائم رہا، اور جیسے جیسے صقلیہ کو فوجی امداد کی ضرورت پڑتی گئی، اسکو مزید ترقی ہوتی گئی، چنانچہ ایک اعلیٰ تاجدار نے اپنے عہد حکومت میں صقلیہ کے بحری استحکام کیلئے دارالصناعۃ میں جہازوں کی تعمیر کا حکم صادر کیا، اور جب اس سلسلہ میں مزید اراضی کی ضرورت پڑی، تو حکومت وقت اسلامی قبرستان کو برابر کرنے سے بھی باز نہ آئی، اور اس کی تمام قبریں برابر کر دی گئیں، صرف شیخ یحییٰ بن عمر بن یوسف اندلسی کی قبر پر اصلی حالت پر چھڑو دی گئی، اور اس استثناء کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ یہ ایک عابد و زاہد کی قبر ہے، ہمیں اکثر اس قبر پر شب کے وقت تیز تیز شب ائین بھلتی نظر آتی ہیں، اسلئے ہم اس کے مسمار کرنے کی ہمت نہ کر سکے، افریقہ کا یہ دارالصناعۃ غالبہ کے ابتدائی عہد میں صقلیہ کی تمام بحری ضروریات کو پورا کرتا رہا، لیکن صقلیہ کے جزیرہ ہونے کی وجہ سے اسکے بحری استحکام کی زیادہ ضرورت تھی، اسلئے صرف اوس ایک دارالصناعۃ سے ضروریات پوری نہیں ہو سکتی تھیں، اسلئے خود جزیرہ میں بھی ایک دارالصناعۃ کا اعلیٰ پیمانہ پر اہتمام کیا گیا، چنانچہ صقلیہ کے نظام حکومت میں ایک مستقل شعبہ دیوان دارالصناعۃ کے نام سے قائم تھا، اس محکمہ کا ایک افسر اعلیٰ مقرر ہوا، جو صاحب دیوان الصناعۃ کہلاتا، ابو الحسن علی بن بلعم صاحب دیوان الصناعۃ کا ذکر آتا ہے،

صقلیہ کے دارالصناعۃ صقلیہ میں سب سے پہلا دارالصناعۃ لبرم (خالصہ) میں قائم ہوا، ابن حوقل لکھتا ہے:

و فیہا.... دارصناعۃ البحرینیۃ اور میں بحری کارخانہ ہے؛

دارالصناعہ بلم کے | دارالصناعہ بلم میں نوکٹامہ کے موالی بڑی تعداد میں کام کرتے تھے، اور امتداد کے | زمانہ سے وہ اس پر اس قدر حاوی ہو گئے، کہ جب والی صفیہ یعیش نے اس

میں دوسرے قبائل کے کاریگروں اور مزدوروں کو بھرتی کر دیا، تو سخت ہنگامہ برپا ہو گیا اور کشت خون تک نوبت پہنچی، اگرچہ اس موقع پر موالی نوکٹامہ بڑی تعداد میں مارے گئے، مگر نتیجہ یعیش کو شکست ہوئی، اور اسے حکومت سے دست بردار ہونا پڑا، دارالصناعہ پر آخر وقت تک موالی نوکٹامہ کا قبضہ رہا،

جہاز سازی کارخانہ | اس دارالصناعہ کا خام مسالہ صفیہ ہی حاصل کیا جاتا تھا، جہاز کی لکڑیاں یہاں کے جنگلوں سے لائی جاتیں، اور لوہا بلم کے قریب کی ایک کان سے لایا جاتا تھا، جو قصبہ بلم میں واقع تھی،

دارالصناعہ سینا | دوسرا دارالصناعہ سینا میں قائم تھا، اس میں سینا ہی کی ایک کان کا لوہا صرت ہوتا تھا، ابن جبر کہتا ہے:-

”یہاں ایک شاہی دارالصناعہ ہے، جس میں بے شمار جہاز کھڑے رہتے ہیں“

دارالصناعہ باری | تیسرا دارالصناعہ سرزمین ایطالیہ کے شہر باری میں قائم تھا، اس میں اٹلی کی اسلامی حکومت کیلئے جہاز اور اسلحہ تیار کئے جاتے تھے؛

جنگی بڑے | صفیہ کے اسلامی عہد میں جزیرہ کے سیاسی حالات جب قدر پر آشوب رہے، اسی قدر میانہ کے جنگی بڑے مستحکم نظر آتے ہیں، ہتھیار کی اسلامی حکومت اپنے دور میں حکومت بزنطی قسطنطنیہ اور اٹلی کی مختلف حکومتوں سے معرکہ آرا رہی، اسلئے میا کہ معلوم ہو چکا ہے، یہاں کے جنگی بڑے اس قدر مستحکم تھے

سہ ابن حوقل واری ص ۵۰۰ مسالک الابصار ابن فضل اللہ الدمشقی واری ص ۵۰۰ ورحلہ ابن جبر ص ۲۲۲

کہ انھیں بحرِ روم پر فرمانروائی حاصل تھی، اور اسی بحری طاقت کی وجہ سے بحرِ روم کے بکثرت جزیروں اور جنوبی اُلی پر اسلامی اقتدار رہا،

مصلیہ کے جنگی بیڑے صنعت کے اعتبار سے اس عہد کے ترقی یافتہ جہازوں اور کشتیوں پر مشتمل تھے، ان کے جہاز لکڑیوں کے تختوں کے ہوتے، جو لوہے کی میخوں سے جوڑے جاتے، اور ڈانڈا اور بادبان کے ذریعہ چلائے جاتے تھے، ایک جنگی بیڑے میں بالعموم تین قسم کے جہاز اور کشتیاں ہوتی تھیں:-

شیشنی، جسکی جمع شوانی اور شنیاں آتی ہے، مصلیہ کے جنگی بیڑوں کا ایک لازمی جز تھی، گو عرب مؤرخین مصلیہ کے بحری حملوں میں اجمالی لفظ اسطول یا اساطیل یعنی جنگی بیڑا یا جنگی بیڑے استعمال کرتے ہیں، لیکن جہاں کسی موقع پر بیڑے کی تفصیل آئی ہے، اس میں شیشنی کا ذکر خصوصیت سے موجود ہے، موسیٰ لیبان نے تاریخ جزیرہ مصلیہ کے اس قدیم نسخہ سے جو پوپ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے، انچوائک حاشیہ میں حسب ذیل عبارت نقل کی ہے:-

واما الشیشنی وسمی الخراب فانہ
اور شیشنی جسکو خراب بھی کہتے ہیں، اس قسم کی
یجذب بمایة واربعةین مجدانا
کشتی جو ایک سو چالیس ڈانڈوں سے چلائی جاتی
وفیه المقاتلة والمجدافون
جو اس پر سپاہی اور ملاح سوار ہوتے ہیں،

مراکب، یہ سامان رسد اور اسلحہ کیلئے بیڑے کے ساتھ ہوتی تھیں،

طریدہ، یہ چھوٹی کشتیاں تھیں جن پر گھوڑے وغیرہ بچائے جاتے تھے،

امیر البحر، جنگی بیڑے امیر البحر کے ماتحت ہوتے تھے، جسکو امیر البحر یا امیر الاساطیل کہا جاتا تھا، قاضی

سلا، تاریخ تمدن عرب، ضمیمہ دوم ص ۹، ابن اثیر کے ادوار میں دیکھا جائے، جنہیں مصلیہ کے بحری حملوں کا ذکر ہے، حوادث مشرق میں ایک تاریخ نامہ کے ضمن میں ان کا مجموعی تذکرہ بھی ہے،

وغیرہ امیر البحر کا تذکرہ سیاسی تاریخ میں گذرا ہے،

آلات حرب | سپاہیوں کے اوزاروں میں قدیم اسلحہ، تلوار، نیزے، تیر، گمان، ڈھال، خود اور تندرہ وغیرہ تھے،

محاصرہ کن آلات میں منجنیق اور دبابہ قابل ذکر ہیں، منجنیق قلعوں اور شہروں پر چڑھنے کے لیے دبابہ ایک ایسا آلہ تھا جس سے قلعہ کی دیوار میں نقب لگاتے، اور نقب زن اس آلہ میں بیٹھے رہتے، اور اسی کے ذریعہ سے اندر پہنچ جاتے، عہد اسلامی کا یہ دبابہ موجودہ زمانہ کے عسکری آلہ ٹینک سے ظاہری صورت اور حاجت روائی میں مشابہ ہے۔

صقلیہ میں ان آلات کے استعمال کا تصریحی ذکر قصریانہ اور سر قوسہ کے محاصرہ میں آیا ہے،
آتشیں مادے۔ صقلیہ کی لڑائیوں میں آتشیں مادوں میں سے دو چیزوں نفت اور تینا کا ذکر ملتا ہے،

نفت ایک قسم کا آتش سیال مادہ ہے، جسکو خاص آلات سے دشمن کی فوج میں پھینکتے تھے، نفت جزیرہ ہی سے حاصل کیا جاتا تھا، یہاں اسکے تین بڑے بڑے کنوئین تھے، اسلامی حکومت نے اس کے نکالنے کا خاص اہتمام کیا تھا، یہ تینوں کنوئین، کوہ اثنا کے قریب واقع تھے، حسن اتفاق سے ان کنوئینوں سے نفت نکلنے کی پوری تفصیل بھی تاریخ میں محفوظ ہے، قزوینی کا بیان ہے، کہ نفت کا مادہ ان گہرے کنوئینوں میں موسم بہار کے شروع ہوتے ہی آجاتا تھا، اور بہار کے ختم ہوتے ہوئے کنوئین خشک ہو جاتے تھے، مادہ کو حاصل کرنے کے لئے ان میں سیڑھیاں بنائی گئی تھیں، ان میں اترنے والوں کیلئے خاص قسم کے حفاظت کرنے والے لباس تیار کئے گئے تھے، کیونکہ اون کے اندر استدر آتشیں لہر ہوتی تھی، کہ ایک ہی سانس ان کی ہلاکت کا باعث بن جاتی، علاوہ ازیں اس مادہ میں جھلسا دینے کی خاصیت بھی تھی،

اس لئے ان کے لبادے ایسے بنائے جاتے تھے جنہیں منہ نہیں ہوتے تھے، پروراجم دھکا رہتا تھا، سانس کے نتھنے بھی بند رہتے تھے، اس لبادہ کو ہین کر کنوؤں میں اترتے تھے، بڑے بڑے برتن کنوؤں میں پہلے سے اوتا روئے جاتے، اترنے والے انہی برتنوں میں اس سیال مادہ کو جمع کر کے اوپر بھیجتے جاتے اس سیال مادہ پر روغن کی ایک جھاگ ٹھکتی جسکو چھانٹ چھانٹ کر بوتلوں میں جمع کرتے جاتے یہی چیز نفث تھی!

دشمنوں پر اچھانے کا طریقہ یہ تھا کہ اوکو شیشہ کی ایک خاص قسم کی بوتلوں میں جنہیں اصطلاحاً قوایر کہا جاتا تھا، انڈیل کر بند کرتے، اور پھر ان میں ایک گرز پرست کرتے، اور میدان جنگ میں گھوڑوں پر سوار ہو کر ان گرزوں کو دوزدور سے گھما کر ان بوتلوں کو دشمن کی صفوں پر پھینکتے، جو وہاں پہنچ کر چٹا چڑھ ہو جاتیں، ورنف کا وہ آتش مادہ صفوں کی صفیں برباد کر داتا!

دوسرا آتش مادہ نار یونانیہ تھا، یہ بالعموم بحری لڑائیوں میں استعمال کیا جاتی تھی، اسکی بڑی خاصیت یہ تھی کہ وہ پانی میں نہیں بھتی، اور زیر آب بھی کام کرتی تھی، چنانچہ برٹش حکومت کے اکثر بڑے صقلیہ کے عربوں نے اسی کے ذریعہ برباد کئے ہوئے لیبان کی تحقیق میں نار یونانیہ گندھک، گوئڈ اور چرنلی وغیرہ جیسی جلتے والی چیزوں سے مرکب ہوتی تھی!

لیکن یورپ کے ایک دوسرے محقق پروفیسر جارج یعقوب کی تحقیق میں نار یونانیہ اور نفث دونوں ایک ہی چیز ہیں، مگر عربی تاریخوں میں ان دونوں کے استعمال کا تذکرہ دو جدا گاناموں سے کیا گیا ہے، صقلیہ کا اسلامی جہنڈا، اسلامی جہنڈا سبز رنگ کا تھا، جس پر سیاہ برج بنا ہوتا،

لے آثار البلاد و اخبار العباد قزوینی ص ۱۴۲ طبع ۱۳۱۸ھ، الفتح المشرقی ص ۴۲۰ تمدن عرب ص ۴۳۹ و اخبار اندلس جلد ۲ ص ۲۵، لے مشرق کا اثر مغرب، ترجمہ دراز ٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۲۳ء، لے تمدن عرب ص ۲۸۲

حکمران فوج میں خبر رسانی کا اہتمام | صقلیہ کی اسلامی فوج میں خبر رسانی کے وسائل موجود تھے، خصوصاً دشمنوں

کے ملکوں میں اسلامی حکومت کے جاسوس کا میاب خدمات انجام دیتے تھے، مثلاً شہر میں والی صقلیہ خناہہ کو ایک بزنطی پڑے کی قسطنطنیہ سے روانگی کے پیشتر اس کی آمد کی خبر جاسوسوں سے مل گئی،

ابراہیم کے عہد میں بھی قسطنطنیہ میں مسلمان جاسوسوں کی موجودگی کا پتہ چلا، مسینا، قمریانہ اور نیشی کی فتح میں بھی مسلمان جاسوسوں کی خدمات کا ذکر آیا ہے،

مسلمان نامہ بر کو بتروں سے بھی پیغام بھیجتے تھے، چنانچہ مسلمانان جزیرہ برٹنک نے حمید پر نارمنوں کے حملہ کی خبر نامہ بر کو بتروں کے ذریعہ پہنچائی تھی،

اسیران جنگ | جس زمانہ میں صقلیہ میں روم و عرب کی آویزش ہوئی، اس عہد کے بن الاقوامی دستور جنگ

کے مطابق جنگ کے ایسے سپاہی جو گرفتار ہوتے، اور متحارب حکومت کسی معاہدہ کے رو سے انہیں آزاد نہیں کرتی، وہ ققیاب فوج کے غلام بنائے جاتے تھے، چنانچہ صقلیہ میں بھی اسی دستور کے مطابق ایسے

رومی قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں رہ گئے جنہیں متحارب حکومت بزنطی یا کسی دوسری ذمہ دار حکومت نے آزاد نہیں کرایا، اور انہیں غلامی کا طوق پہننا پڑا،

یہ رومی غلام فوج میں بجز رسد تقسیم کئے جاتے، اس تقسیم سے ایک بڑی تعداد حکومت کے قبضہ

میں رہتی، اور قدیم دستور غلامی کے بموجب ان کے آقاؤں کو ان پر وہ تمام حقوق حاصل ہوتے، جو اس عہد

میں غلاموں کیلئے روا سمجھے جاتے تھے، چنانچہ ان کی خرید و فروخت بھی ہوتی تھی، اور صقلیہ اور اٹلی کے عیسائی

قیدی، افریقہ، مصر، اور بقراطک یا ہاکر فروخت کئے جاتے تھے چنانچہ جلدوں میں ان کی اسلامی سلطنت کے بیان

راہب برنارڈ کے سفر نامہ کے اقتباسات گزر رہے ہیں، ان میں تذکرہ آیا ہے، کہ چھ ہزاروں میں ہزار عیسائی

قیدی اٹلی، سورڈنہ کئے گئے، ان میں دو ہزار پچیس افریقہ گئے، جنہیں ۲ ہزار قیدی تھے، پھر دو ہزار ایسے ہی ٹیونس

گئے، اور اس کے بعد دو ہزار اسی تعداد میں قیدیوں کو لیکر اسکندریہ روانہ ہوئے،

سفر نامہ برنارڈ کے صصح مطر ماس رائٹ اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں :-

”جن بھی اسروں کا ذکر برنارڈ نے کیا ہے، اور جو افریقہ مصر میں غلامی کے لئے بھیجے جاتے تھے، وہی تھے، جو علاقہ بنی و نطم پر تانتیں کر کے مسلمانوں نے پکڑے تھے، ان کی جو تعداد برنارڈ نے بتائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ اسی طرح ٹھونس ٹھونس کے جہازوں میں بھر دے جاتے تھے۔
جس طرح حبشی غلام بھرتے جاتے تھے“

لیکن مطر ماس رائٹ کا سخت ظلم ہے، کہ وہ محض قیدیوں کی کثرت تعداد سے ان کے ساتھ اس دشیانہ سلوک کے کئے جانے کا الزام لگا رہے ہیں، جو رومن عہد میں حبشی غلاموں کے ساتھ روا رکھا جاتا تھا، جہازوں کی تفصیل میں گزر چکا ہے، کہ عربوں کے جو جہاز صلیبیہ میں چلتے تھے، وہ ایک سو چالیس سپس ڈانڈوں سے چلائے جاتے تھے، اسی طرح ابن جبر نے جہازوں کی وسعت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس سے یہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ جہازوں میں قیدیوں کی غیر معمولی تعداد بھردی جاتی تھی، اگر یہ امر واقعہ ہوتا، تو خود برنارڈ کے خاموش رہنے کی کوئی وجہ تھی، وہ خود بھی اسکی طرف اشارہ کرتا،

علاوہ ازیں مسلمانوں نے صلیبیہ کے ان قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا صصح اندازہ اس وقت ہوگا، جب یہ دیکھا جائے، کہ یہی قیدی افریقہ، مصر اور شام میں جا کر کیا سے کیا گئے، حقیقت یہ ہو کہ :

غلاموں کے ساتھ سلوک | اس قدیم دستور جنگ کے باوجود جس کے رو سے قیدیوں کا غلام بنانا جائز تھا، اسلام نے غلاموں کے ساتھ جس حسن سلوک، اور شرفانہ برتاؤ سے پیش آنے کی تعلیمات اپنے پیروں کو دی تھی، اس کے خوشگوار نتائج بسا اوقات ان غلاموں کے حق میں ایسے ظاہر ہوئے کہ ان کی غلامی ان کے لئے ذریعہ عزت بن گئی، چنانچہ یہی بات شدگانِ صلیبیہ جو کبھی رومیوں کے غلام بن کر پڑے

سے سفر نامہ برنارڈ، در صلیبیہ میں اسلام ۲

تھیں وہ دن کے شکار بنائے جاتے تھے جب وہ اپنے جدید فاتح قوم مسلمانوں کے یہاں پہنچے تو وہ کچھ سے کچھ ہو گئے، یہاں تک کہ بعضوں نے ترقی کر کے حکومت کے اعلیٰ منصبوں اور ذمہ دار عہدوں کو حاصل کیا،

صفیہ کے رومی غلام اسلامی ذیل میں ایسے چند صفی غلاموں کے نام اور حالات درج ہیں جنہوں نے مالک میں مسز عہدوں پر اسلامی ملکوں میں وطن اختیار کر لیا، اودوہی سیاسی و ملکی مرتبہ حاصل کر لیا جو فاتح قوم کو حاصل تھا۔

جوہر صفی کی مختصر سرگزشت یہ ہے، کہ اس کو صابر صفی اپنے اون حملوں میں سے کسی ایک میں

صفیہ سے لگیا، جو عہدِ فاطمیہ کے آغاز میں اس نے صفیہ والی پر کئے تھے، صابر خود غلامی سے ترقی

کر کے بلند مرتبہ پر پہنچا تھا، اس نے جوہر کو ایک دوسرے خادمِ بخیران کے سپرد کیا، اس نے اس کو

ایک دوسرے خادمِ خفیف کے یہاں پہنچایا، اور خفیف نے اس کو منصور کے دربار میں لاکھڑا کر دیا، جو

رفتر رفتہ ایسی سر بندری حاصل ہوئی، کہ دنیا میں القائد ابو الحسن جوہر صفی فاتحِ مصر کا نام سے مشہور ہوا

عہدہ وزارت و سپہ سالاری جوہر صفی کو انصوری کے عہد میں حکومت کے معاملات میں درخور

حاصل ہو گیا تھا، اسکے بعد جب المنزکا دور آیا، تو اس وقت جوہر کے سپرد عہدہ کتابت تھا، اور جوہر

الکاتب کہا جاتا، پھر شمسہ میں قہدان وزارت سپرد کیا گیا، اسکے کچھ دنوں بعد سپہ سالاری کی خدمت

تفویض ہوئی، اور متاز قادیان اسکے ماتحت کئے گئے، اور یہ مملکت فاطمی کی توسیع کیلئے لشکر جہاد لیا کر افریقہ

روانہ ہو گیا، اور چند ہی دنوں میں اس کا ایک وسیع رقبہ زیر نگین کر کے فاطمی مملکت میں داخل کیا، جس کے حدود تیار ہوتے، فاس، بجلماسہ اور بحر محیط پر ختم ہوتے تھے،

۱۔ عربی کی بعض تاریخوں مثلاً تاریخ دمشق ابن قلائسی وغیرہ میں جوہر دو دیگر صفیین یا نس زیدان اور طارق وغیرہ کو صفی کے بجائے صفی لکھا گیا ہے، لیکن یہ کوئی تضاد نہیں ہے، اگرچہ سمعانی اور ابن کبیر وغیرہ نے صفی سے نفسی انساب مراد لیا ہے، اور صفی بن یعلیٰ بن یافث بن یحییٰ کی طرف منسوب کیا ہے، (کتاب الانساب ورق ۴۲۴) لیکن پھر ابن کبیر نے

مصر کی فتح کیلئے جوہر کی روانگی | جب مصر کو مصر کے فسطاطوں رو کا فوراً خشیہ می کے وفات پانے اور
 حکومت میں اختلال پیدا ہو جانے کی خبر ملی، تو اس کو مصر کی فتح کا خیال
 پیدا ہوا، اس غرض سے جوہر کو فوج کی فراہمی کیلئے مقرر کیا جس نے قبیلہ کتامہ کی ٹڈی دل فوج
 جمع کر لی، اور یہی لشکر اسی کی سرکردگی میں یوم شنبہ ۱۱ ربيع الاول ۳۵۶ء کو مصر روانہ ہوا، فوج کی تعداد
 ایک لاکھ بتائی جاتی ہے،

لشکر کی روانگی کے وقت شعرا جوہر کی شان میں مدحیہ قصائد پیش کئے، اور مصر نے اسکو غیر معمولی
 اعزاز کے ساتھ رخصت کیا غلعت شہانہ سے سرفراز کر کے مشاییت کے لئے خود فوج کے ہمراہ نکلا
 اور ایک شب باند روز فوجی چھاؤنی میں مقیم رہا، جوہر کی قدر و منزلت کی یہ انتہا تھی کہ اس کے جاہ
 و جلال اور اعزاز و اکرام کیلئے خود اسکو سواری پر سوار کیا اور ولی عہد افریقیہ خاندان شاہی کے تمام شاہزادوں
 افریقیہ کے امراء و معززین اور حکومت کے ممتاز عہدہ داروں کو اس کے مرکب میں ساتھ ساتھ پیادہ پا چلنے
 کا حکم دیا، اور راستہ کے عمال حکومت کے نام فرامین صادر کئے، کہ جوہر جہاں جہاں سے گزرے، وہ خود
 گھوڑے پر سوار رہے، اور عمال حکومت اسکی پیشوائی و مشاییت میں پیادہ پا چلیں، اور اس کی
 دست بوسی کریں،

(بقیہ حاشیہ میں گذشتہ) نسبی انتساب کے علاوہ قومی و وطنی انتساب کی صحت بھی تسلیم کی ہے، اور لکھا ہے، "رومی و صقلی
 و آرمینی و آفریقی اخوة یعنی رومی و صقلی، آرمینی و آفریقی ہم معنی ہیں، ابن عساکر لکھتا ہے، الصقلی هذا النسبة الى الصقلان
 و هم جنس من الناس یجلب منهم الخلد اھل صقلی صقلانہ کی طرف منسوب ہے، یہ لوگوں کی ایک قسم ہے
 جو خدمت گذاری کا پیشہ کرتے ہیں، (رح ۱۵۶، ترجمہ ابوالفتح بر جوان)، اور جن متعلیوں کے قدیم وطن
 کی تصریح لکھی ہے، وہ بالعموم یورپ ہی کے کسی حصہ میں واقع ہیں اسلئے متعلی و متعلی میں تضاد نہیں ہے، اگرچہ ہر متعلی کا متعلی
 ہونا ضروری نہیں، اسلئے ہم نے صرف اسی متعلی کو متعلی "تسلیم کیا جو جنگو کسی مؤرخ نے بہ تصریح متعلی بھی لکھا ہے،

یہ تھی حقیقیہ کے اُس قیدی کی عورت افزائی جو اسیر جنگ ہو کر قدام بنایا، اور دست بدست فروخت

ہو کر در بدر بھرا، اور خندہ پی نون میں اس مرتبہ پر جا پہنچا،

مصر میں جو ہر کے ہاتھوں جو ہرنے مصر فرخ کر کے ۵۱ شعبان ۱۱۸۵ھ کو مصر میں المعز کی حکومت کا اعلان کیا دولتِ فاطمی کا آغاز،

”حقی علیٰ خیر العلیٰ“ کا اضافہ کیا، اور اس کے ساتھ اوس نے مصری حکومت کا سرکاری مذہب شیعہ قرار دیا، بنائے قاہرہ۔ یوں تو جو ہر کے ہاتھوں جب مصر کی زمام حکومت آئی، اس سلسلہ میں اسکے بکثرت اہم واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں، لیکن اسکے ایسے کارنامے جو صفحہء عالم پر لازوال ہیں، ان میں سے مصر کے مشہور شہر قاہرہ کی بنائے، اس کی بنیاد اس نے ماہ جمادی الاخریٰ ۱۱۸۵ھ میں ڈالی، اس کی بنا کے وقت اکی وہی حیثیت تھی، جو حقیقیہ میں بکرم کے پہلو میں خالصہ کی، قاہرہ کی بناؤا سبب کی تفصیلی سرگزشت مفریزی نے خط مصر میں لکھی ہے،

جامع ازہر | جو ہر کا دوسرا لائق ذکر کارنامہ جامع ازہر مصر کی تعمیر ہے جس نے آگے چل کر ایک عظیم الشان دینی درس گاہ کی عظمت حاصل کی، اور آج بھی اسی طرح موجود ہے، اس کی تعمیر ۱۱۸۵ھ جمادی الاوٰی ۱۱۸۵ھ کو شروع ہوئی، اور ۹ رمضان ۱۱۸۵ھ تک مکمل کو پہنچی، جو ہرنے جامع ازہر کی مقدس رواق کے قبہ پر ایک عبارت بھی بطور یادگار کندہ کرائی، وہ عبارت بسم اللہ کے بعد حسب ذیل ہے:

”امہد بنیائے عبد اللہ و ولیہ ابو قحیفہ محمد الامام المعز الدین اللہ
امیر المؤمنین صلوٰۃ اللہ علیہ و علیٰ آباءہ و انبائہ اکاکرم میں علی
ید عبدہ جہر الکاتب الصقلی و ذالک فی مسنة
ستین و ثلثمائة“

شام و حجاز پر جو ہر کا اقدام اور خلافتِ فاطمی کو مصر میں منتقل کرنا | جو ہرنے قاہرہ کی تعمیر کے بعد المعز کو قاہرہ کے دارالخلافہ

قرار دینے کی ترغیب دی، لیکن اوس نے اسوقت یہ دعوت قبول نہ کی، جوہر المصنف کے نائب کی حیثیت سے حکومت کرتا رہا، اور خطبات اعمال و قضاۃ وغیرہ مقرر کر دئے، ہفتہ میں ایک دن وہ خود بھی وادی کیلئے بیٹھتا تھا، پھر فتوحات کا سلسلہ بٹھایا اور ۳۶۳ تک اوس نے مصر کے علاوہ شام و حجاز پر بھی قبضہ کر لیا اس کے بعد جوہر کو اپنی دعوت پیش کرنے کا مزید موقع ملا، اور بالآخر اوس کے اصرار سے المصنف ترک وطن کر کے قاہرہ میں اگر آباد ہو گیا، اس طریقہ سے جوہر کی تحریک سے اس کا نو تعمیر شہر صدیوں کے لئے دارالافت بن گیا، اور جوہر بھی مصر کا پایہ تخت ہی، جوہر نے المصنف کے آنے کے بعد مصر و شام و حجاز کی عنان حکومت اس کے سپرد کر دی، اوس نے ۴۰ سال ۲۰ یوم حکومت کی،

وفات | جوہر نے ۳۷۵ میں وفات پائی،

صفیہ کے اس اسیر جنگ غلام کی شخصیت وہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا، کہ اوس کی وفات کے بعد بقول ابن عذاری وابن خلکان کوئی شاعر ایسا نہ تھا، جس نے اس کا مرثیہ نہ کہا ہو، اور مشرق و مغرب میں اس کی فتوحات کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

جوہر کے لئے | جوہر کے بعد اس کے لڑکوں کو بھی اعزاز و اکرام عطا ہوا اور وہ جوہر و عدون پر سرقران ہوئے بڑا لڑکا حسن بن جوہر اس کا حکم کے عہد میں قائد القواد اور وزیر اعظم تھا، اور دوسرا لڑکے قائد ابو عبد اللہ حسین بن جوہر کو مختلف ممالک برقہ، و طرابلس الغرب وغیرہ کی عنان حکومت دی گئی،

یانس صفی | خلیفہ فاطمی العزیز کے درباریوں میں تھا، اس کا حکم بام اللہ نے سر برآرائی کے وقت اس کو خلعت سے سرفراز کیا، اور یہ اس کے مقربین میں بھی شامل ہو گیا، پھر صوبہ برقہ کا والی بنایا گیا، اس کے بعد جب ۹۰۹-۹۱۰ میں طرابلس الغرب کے حاکم نے اپنی خدمت سے سبکدوشی چاہی

۱۔ خط مصر جلد ۲ ص ۵۱۱، ۵۱۲ جلد ۳ ص ۴۹، تاریخ مغرب ابن عذاری، (ترجمہ اردو) ص ۴۲، تاریخ قضا دارامی ص ۱۱۹، ابن خلدون جلد ۳ ص ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۰۹، ترجمہ جوہر و عدون جلد ۲ ص ۴، ترجمہ المصنف

اس حکمِ بامراد نے اسکی جگہ یانس مقلی کو فرمانِ ولایت دیکر طرابلس بھیج دیا۔ طرابلس اگرچہ افریقہ میں واقع تھا لیکن وہ حکومتِ منہاجی سے آزاد رکھ کر حکومتِ مرکزی مصر کے ماتحت رکھا گیا تھا مگر یہ فرمانروا اپنے کو ناگوار تھا، وہ طرابلس پر بھی اپنا ایک گونہ اقتدار قائم رکھنا چاہتا تھا،

چنانچہ جب یانس طرابلس پہنچا، تو بادیں منہاجی نے یانس سے فرمانِ ولایت طلب کر بھیجا، طرابلس اگرچہ ایک چھوٹا صوبہ تھا لیکن اپنے مرتبہ میں حکومتِ افریقہ کے مساوی تھا اس لئے اصولاً بادیں کو یانس سے فرمان طلب کرنے کا کوئی استحقاق نہ تھا، چنانچہ یانس کو یہ ناگوار گذرا، اور اس نے درشت لہجہ میں جواب میں دیا:-

”میں امیر المومنین کی جانب سے نائب بنا کر بھیجا گیا ہوں، میری شخصیت اس سے بلند ہے کہ تنقید کیلئے فرمان لیا جاسکے، اسکی یہ منافی ہو کہ مجھ ایسے شخص سے عہدہ ولایت کا تصدیق نامہ طلب کیا جائے“

بادیں نے اس کے جواب میں تین صورتیں پیش کیں، یا تو فرمانِ تقرر ارسال کیا جائے، یا خود حاضر ہو کر تشفی بخش جواب دے، ورنہ تم لو اس کا فیصلہ کر دے گی، یانس نے جواب دیا:-

”اور تم تک پہنچا، تو اسکی کوئی سبیل نہیں، اور فرمانِ ولایت تو میں اس سے زیادہ بلند ہوں، کیونکہ میں امیر المومنین کا نائب ایک ایسے صوبہ پر فہم ہوں، جو طرابلس سے بڑا ہے، اور میری صورت تو تمہیں نقل و حرکت کر کے مجھ تک پہنچنے کی ضرورت نہیں، میں خود پیشقدمی کر کے تم سے ملتا ہوں اور جنگ کرتا ہوں“

لیکن یانس کا یہ عاجلانہ فیصلہ تھا، خواہ وہ اصولاً برحق ہو تاہم اس وقت وہ ایک مختصر صوبہ کا والی تھا جسکو افریقہ سے کوئی نسبت نہ تھی چنانچہ اسکی پیش قدمی کو افریقی لشکر نے اسے شکست دی، اور زندہ گرفتار کر کے سرتن سے جدا کر دیا!

یہ ایک متقلیہ نژاد غلام کو خود دارانہ احساسات کا ایک نمونہ ہے کہ اسے اپنی عزت نفس پر جان گنوا دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

بشیری لصقلی، ابو القاسم القائم بام الشکر کا خادم تھا، رفتہ رفتہ سپہ سالاری کے عہدہ تک پہنچا جب القائم بام الشکر کے خلاف ابوزید زمانی نے فوج کشی کی، تو بشیری لصقلی نے نمایاں خدمات انجام دے کر تیجانی نے اپنے سفر نامہ میں اس کے کارنامے تفصیل سے بیان کئے ہیں:

زیدان صقلی، مسلمانہ میں طرابلس کے عہدہ ولایت پر مامور تھا لیکن اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکام رہا، پھر اس کا کم کے مقربین خاص میں داخل ہوا، اور بالآخر مسلمانہ میں اسی کے ہاتھوں قتل ہوا، مصر میں اس کا ایک باغ زیدانیہ یادگار تھا۔

فیض صقلی، المزدین الشکر کے عہد حکومت میں صوبہ باغیہ کی ولایت پر مامور تھا۔ **مظفر صقلی**، المنز کے عہد میں جوہر کے تحت فوج کا ایک معزز افسر تھا، پھر ترقی کر کے الی کم کے مقرب درباریوں میں داخل ہو گیا۔

قائد طارق صقلی، المستنصر کی طرف سے مسلمانہ میں دمشق کا والی بنا کر بھیجا گیا، وہاں ناظر الملک حسن بن حسین بن حمدان مستولی تھا، اس نے حسن کو گرفتار کر لیا، اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی پھر المستنصر نے اس کے ایک دوسری خدمت اس کے سپرد کی۔

نصیر صقلی، المنز کے عہد میں معزز عہدہ دار تھا، جب وہ ترک سکونت کر کے مصر روانہ ہونے لگا، تو المنز نے اس کو صوبہ باغیہ کی ولایت پر بھیجا۔

۳۵۴

۱۔ رعدۃ التیجانی دراماری ص ۳۲۵ و کتاب مآۃ الزمان سبط ابن جوزی دراماری ص ۳۱۳، ۲۔ تاریخ مغرب ابن عذاری دزبل تاریخ دمشق ابن قلائی ص ۲۵۵، ۳۔ بحوالہ خط مقرب بنی و تاریخ دبی ذیل تاریخ دمشق کے مصحح کی تحقیق میں میں اس کا صحیح نام زیدان بن حمدان بن غلڈن جلد ۳ ص ۴۴۴ کتاب بلونس ملک و ابن غلڈن جلد ۳ ص ۳۵۴ رعدۃ التیجانی دراماری ص ۳۵۴،

باسیل لصفلی، بھی المیز کے عہد میں تھا، اس نے اسکوثر سرست کی ولایت تفویض کی تھی۔
 طرفہ لصفلی، اندلس کے المنظر عامری کے ممتاز درباریوں میں تھا، رفتہ رفتہ
 وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہوا، لیکن پھر درباری سازشوں کا مقابلہ نہ کر سکا، اور ۳۹۰ھ میں تر
 تیج کیا گیا۔

صقلیہ کے عیسائی اسلامی حکومت کے ماتحت

صقلیہ کے عیسائی اسلامی حکومت کے ماتحت جس امن و امان اور معاشرتی تمدنی اور مذہبی
 آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اس کا تذکرہ یورپ کے مورخین نے مداحانہ کیا ہے جس سے
 اندازہ ہوتا ہے، کہ صقلیہ کی عیسائی رعایا، اسلامی حکومت کے عہد میں عیسائی حکومت بنی نطی کے عہد
 سے زیادہ مرقہ الحال و فارغ البال تھی، موسیولیہ ان نے عیسائیوں کی عدالت، اور عیسائیوں پر
 اسلامی حکومت کے محصل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، وہ اس سے پہلے گزر چکا ہے، اسی طرح عیسائیوں
 کی عام مذہبی آزادی کے متعلق وہ لکھتے ہیں :-

”عربوں کی حکومت میں عیسائیوں کو مذہب، رسم و رواج اور قانون کی پوری آزادی ملی،
 کراؤن ایک عیسائی راہب جو پلرمو کے کلیسا سینٹ کیا تھرین تھیس تھا، لکھتا ہے، کہ پادریوں
 کو پوری آزادی تھی اگر وہ اپنا مذہبی لباس پہن کر بیاروں کو تسلی دینے کیلئے جایا کرین، ایک دوسرا قس
 مور کو ملی بیان کرتا ہے، کہ سینا میں عام رسوم مذہبی کے وقت دو جھنڈے کھڑے ہوتے تھے، ایک
 جھنڈا مسلمانوں کا..... اور دوسرا عیسائیوں کا جس پر سرخ زمیں پر سنہری صلیب بنی ہوئی تھی انج
 کے وقت جتنے کیلئے موجود تھے، قائم رکھے گئے تھے، البتہ اندلس کی طرح نئے کیلئے بنانے کی

یہاں اجازت نہ تھی۔

اسی طرح مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

”صقلیہ کے عیسائی باوجود تعصب و مذہبی و قومی مخالفت کے، اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں شدید ترین نقصانات اٹھاتے تھے، وہ مسلمانوں کی عادلانہ حکومت کو اچھی نظر سے دیکھنے لگے تھے، خصوصاً قسطنطنیہ کی طاع و جابر حکومت کے مقابل میں، گو مسلمانوں کی غیر مسلم رعایا کی حالت بہ نسبت مسلمان رعایا کے اچھی نہ تھی مگر جب ”رعایا بزرگ“ اپنی حالت کا مسلمانوں کی عیسائی رعایا کے حالات سے موازنہ کرتے، تو اپنے کوناخوشگوار حالات میں پاتے، اور مسلمانوں کی عیسائی رعایاؤں پر رشک کرتے، مسلمانوں نے جو مصل لگائے تھے، وہ قانون کے روسے مقرر تھے، جنہیں کمی بیشی نہیں ہو سکتی تھی، وہ مداخلت کے خوف و خطرہ کے بغیر اپنے مذہبی مراسم ادا کر سکتے تھے، اور اپنی ہی تمدنی حالت پر قائم رہ سکتے تھے۔“

معیشت

انسانی زندگی کا بڑا حصہ مادی ضروریات کی فراہمی میں صرف ہوتا ہے، اس لئے کسی ملک کے تمدنی حالات کا صحیح اندازہ وہاں کی معیشت کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے،

انسان اپنی معاشی زندگی میں قدرت کے دین اور بخششوں کا سب سے زیادہ محتاج ہے، اس لئے جو قدرتی سامان ملک میں موجود ہوں، معیشت کے چل کرنے میں سب سے پہلا مدار اونہی پر ہوتا ہے انسان اپنی جوہر و ذہانت سے ملک کی قدرتی سامان میں ترمیم کر کے انہیں کارآمد بناتا ہے، اس سے دولت کی پیدائش کی مختلف صورتیں نکلتی ہیں، پھر دولت کی پیدائش کے وسائل آمد و رفت کے ذرائع اور مبادلہ وغیرہ کی صورتوں میں اختیار کئے جاتے ہیں، ان کے بعد دولت کی تقسیم کی باری آتی ہے، پھر دولت کے صرف کرنے کے مواقع ہاتھ آتے ہیں، یہی اسی ترتیب و تقسیم کے ساتھ صقلیہ کے اسلامی عہد کے معاشی حالات بیان کرنے ہیں،

قدرتی ذخائر و اشیاء

ملک کے قدرتی ذخیروں میں آب و ہوا، کوہ و دشت، معادن، نباتات، اوجیوانات وغیرہ کو شمار کیا جاتا ہے،

آبِ دہوا | صفیہ کی آبِ دہوا بحرِ روم کی آبِ دہوا کے مانند ہے اگر می سردی کے درجوں میں کم فرق ہے
وسطِ جنوری میں یہاں کا درجہ حرارت ۵۱ ڈگری رہتا ہے، شبی مقامات میں پالا پڑتا ہے، لیکن اس کا
سلسلہ چند گھنٹوں سے زیادہ قائم نہیں رہتا، سب سے زیادہ پالا کوہِ اٹنا پڑتا ہے، یہاں اس کا سلسلہ جولائی
تک قائم رہتا ہے، سالانہ بارش سوائے اونچے پہاڑی مقاموں کے کمیں ۳۰ انچ سے زیادہ نہیں ہوتی
بارش عموماً جاڑوں میں ہوتی ہے، جون، جولائی اور اگست کے مہینے تقریباً خشک رہتے ہیں، ان مہینوں
میں ۱۲ انچ سے زیادہ بارش نہیں ہوتی، گرمیوں میں بہت سے دریا خشک ہو جاتے ہیں، شمالی ساحل پر
بادِ موسم چلتی ہے، جو حضرتِ رساں گرم اور خشک کرنے والی ہوتی ہے، اس موسم میں مطلع غبار آلود ہو جاتا
ہے، اپریل میں اس کے جھونکے تیز ہو جاتے ہیں، مئی اور ستمبر میں بھی جھونکے آجاتے ہیں، اس کا ایک ایک طوفان
تین تین دن تک قائم رہتا ہے، شاید ابنِ حوقل ایسے ہی موسم میں صفیہ پہنچا ہو، وہ یہاں کی آبِ دہوا
کا سخت شاک ہے، اس کے خیال میں یہاں اس قدر خشکی پیدا ہوتی ہے، کہ یہاں کے باشندوں کی ممانی
حالت پراثر پڑتا ہے، اور اس سے ان کے اخلاق و عادات متاثر ہوتے ہیں، یہ بادِ موسم عہدِ اسلامی میں
کبھی کبھی نہایت سخت مضر اثرات دکھاتی تھی،

کوہستانی سلسلہ | جغرافیہ طبری کے بیان میں گزر چکا ہے، کہ یہاں پہاڑی سلسلوں کا ایک وسیع جال پھیلا ہوا
ہے، یہاں پہاڑوں کے دو سلسلے بڑے اور وسیع ہیں، ایک شمال مشرق میں کوہِ اٹنا کا سلسلہ ہے، جس کو
عرب جبلِ النار کہتے ہیں، دوسرا سلسلہ اس سے کچھ دور پر شمال میں نظر آتا ہے، اور یوں تو پورے جزیرہ
میں کوہستانی علاقے ہیں، لیکن ان پہاڑیوں کی بندی ایسی نہیں ہے، کہ انھیں پلیٹو سے زیادہ قبضہ کیا جاسکے
کوہِ اٹنا کوہِ اٹنا صفیہ کا مشہور آتش فشاں پہاڑ ہے، اس کی آتش فشاں عہدِ اسلامی میں جاری تھی، دن

۱۵۰۰ء انسائیکلو پیڈیا جلد ۲ ص ۲۰، ۱۵۰۰ء مجمع البدان ج ۵ ص ۲۰، ۱۵۰۰ء تاریخ صفیہ من حین دخلی المسلمون

دراماری ص ۱۰، ۱۵۰۰ء انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا ج ۲۵ ص ۲۵، ۱۵۰۰ء تاریخ صفیہ من حین دخلی المسلمون

کو دھواں اور شب کو آگ نکلتی رہتی تھی، یہ جزیرہ کے مشرقی ساحل پر قطانیہ اور طبرین کے درمیان واقع ہے۔
 اس کی بلندی موجودہ مساحت کے رو سے ۱۰۸۶۸ فٹ ہے، یہ اپنی بلندی کے لحاظ سے مصفیہ کا سب سے بڑا پہاڑ
 اس کے ساتھ یہ یورپ میں سب سے بڑے کوہ آتش فشاں کی حیثیت رکھتا ہے، ہندو سے بہت قریب ہے، اس کی
 بلندی پر برف جمی رہتی ہے۔

کوہ اٹنا دبرکان عرب جزائر نو بیوں | عرب مورخین اور جغرافیہ نویسوں کو کوہ اٹنا سے بڑی دلچسپی رہی ہے،
 کی نگاہ میں، اس کے متعلق مختلف دیکھپ روایتیں لکھی ہیں، اگرچہ دور حاضر میں مسلم
 طبقات الارض کے مختلف نظریوں، تجربوں، اور تحقیقاتوں سے کوہ آتش فشاں کے دہانہ اور اس سے
 نکلنے والے لاوے کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے، تاہم اُن پارینہ داستانوں سے اس زمانہ کے مشاہد
 و خیالات کا پتہ چلتا ہے،

عرب جغرافیہ نویسوں میں سے یاقوت اور قزوینی وغیرہ نے فقیہ ابوعلی حسن بن یحییٰ کی تاریخ
 مصفیہ لکھی تھی، کوہ اٹنا کے متعلق ان کے بیانات اسی سے ماخوذ ہیں، لکھتے ہیں :-

کوہ آتش فشاں قطانیہ اور طبرین کے قریب مصقلہ کے درمیان ساحل پر واقع ہے، اس کی مسافت
 تین دن کی ہوگی، اس کی آتش فشانی کے باوجود اس پر سرسبز درخت نکلتے ہیں، درختوں میں قطل
 بندق، صنوبر اور آرزق ہیں، اس کے آس پاس بہت سے ایسے آثار قدیمہ پائے جاتے ہیں، جو متقدمین
 کی غنیمت کی یاد تازہ کرتے ہیں، اور پتہ چلتا ہے کہ یہ مقام نہایت کثرت سے آباد تھا، کہا جاتا ہے،
 کہ صرف امیر اطروشاطرین کے عہد میں یہاں کے ایک ہزار سپاہی ایک جنگ میں کام آئے تھے، اب
 اس کے دہانے سے دھواں نکلتا رہتا ہے، اور آگ بھی ہمیشہ برستی رہتی ہے، جبکی وجہ سے کوئی اس کے
 قریب جانے کی جرأت نہیں کر سکتا، لیکن یہ عجیب بات ہے، کہ اگر کوئی شخص اس شعلہ باراد کو ہاتھ میں

اٹھائے، تو فوراً ٹھنڈا ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ پہاڑ سے نکل کر بہت دور و در پہنچ کر گرتا ہے، سب کو نکاح سیاہ کر دیتا ہے، اور زمین نہایت سخت لوہے کے مانند ہو جاتی ہے اس میں نذر اعات ہو سکتی ہے، اور نہ جانور پل پھر سکتے ہیں، شعلہ باری کے دن کو لوگ یومِ انجاث کہتے ہیں!

ابو عبد محمد بن عبد الرحیم بن الریح العقیسی الغزالی صاحب کتاب تحفۃ الالباب وغنۃ الاعجاب بولانگہ ابن اسحاق الصقلی سے نقل کرتا ہے :-

اُس کے شعلوں کی روشنی، اور بجلی کی سی ہے، اسلئے اکی آتش نشانی کے وقت اس رقبہ کے اندر کسی کو روشنی بیکر چلنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اسکی شعا میں شعلہ کا کام دیتی ہیں، بلکہ ایسے موضوع پر وارد گرد کے دیہاتوں میں روشنی جلائی نہیں جاتی، عوام کی شعاعیں اسقدر تیز ہوتی ہیں، کہ باشندوں کی تمام ضرورتیں پوری ہوتی ہیں!

ابو علی حسن بن یحییٰ کی روایت ہے :-

اسکی آگ سے رونی کے گھالوں کے مانند چنگاریاں اڑا کر خشکی اور سمند میں گرتی رہتی ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ جو کڑے پانی میں گرتے ہیں، وہ نہایت سیاہ ٹھوس پتھر بن جاتے ہیں، جو ان جھالوں کی طرح ہوتے ہیں، بن سے جسم کا میل نکالا جاتا ہے، اور یہ پتھر بھی اس کام میں لائے جاتے ہیں، لیکن جب یہ شعلے بلند ہو کر کسی پتھر پر گرتے ہیں، تو وہ بھی اسکی تپش سے اس قدر مل اٹھتے ہیں، اور ان میں ایسی تیزی آ جاتی ہے جیسے رونی کی گھٹائیں آگ لگ گئی ہو، پھر جلتے جلتے بلند ہونا شروع ہوتے ہیں، اور یہاں تک کہ سر سے زیادہ باریک ہو کر نضامیں چھانباتے ہیں، اور یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے، کہ ان شعلوں کا اثر کپڑوں اور لکڑی پر نہیں پڑتا، بلکہ یوں بھٹکا ہوا ہے، کہ اسکی آگ باہر مخلوق اور پتھر کے علاوہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، گو کیا کہ یہ دوزخ کی وہ آگ ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَهُوَ دُهَا النَّاسُ

وَالْحَبَّارَةُ (اور اس کے ایندھن انسان اور پتھر ہیں)

صفتیہ میں حکومت اسلامی کا جو زمانہ گزرا ہے، ایسے اس پہاڑ کی آتش فشانی جاری تھی، اور اس عہد کے مؤرخین کی روایت کے بموجب ہر دس برس میں ایک مرتبہ اس کی آتش فشانی ہوتی تھی جس کا سلسلہ چار مینوں تک قائم رہتا تھا، مقدسی (۳۷۷ھ) لکھتا ہے:-

”مقلدہ میں ایک پہاڑ ہے جس سے ہر دس برس میں ایک مرتبہ چار مینوں تک آتش فشانی ہوتی ہے“

اسی سببے مذکورہ بالا قسم کی افواہیں شہرت رکھتی ہیں، علی بن ابی بکر ہراوی اپنی کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات میں ایک دوسری روایت لکھتا ہے:-

”مجھ سے عقیدے کے بعض اہل علم نے بیان کیا، کہ انھوں نے اس پہاڑ سے ایک سرمئی رنگ کے پتھر کو نکلنے دیکھا، جو اس کے اوپر برابر پرواز کرتا رہا، اور پھر اس کو ہانہ میں واپس چلا گیا“

لیکن سنجیدہ عرب اہل علم نے ان روایات کو قبول نہیں کیا ہے، چنانچہ ہراوی نے جو عقیدہ جاچکا تھا، اور چشمہ خود اسکو دیکھا، مذکورہ بالا واقعہ لکھ کر اس کی یوں تفسیل کی:-

لیکن میں، انویں نے سوائے ان سیاہ پتھروں کے کوئی چیز نہیں دیکھی، جو اس سے نکل نکل کر سبز بن گرتے رہتے ہیں، یہ پتھر اس پتھر کے مثل ہوتا ہے جس سے لوگ پاؤں صاف کرتے ہیں“

عرب مؤرخین اور جغرافیہ نویس لکھتے ہیں، کہ اس کی بلندی پر ابرو باد چھا یا دھتا ہے، چٹانیں ہر سے ڈھکی رہتی ہیں جو موسم گرما میں بھی نہیں گھلکتی، اور جاڑوں میں تو سرسبز پابرف کا پہاڑ معلوم ہوتا ہے، باوجود اس کے شعلے گاؤں کے گاؤں جلا کر خاکستر کر ڈالتے، لیکن خود اس کے دامن میں مہر و شاداب درخت

۱۷ کتاب تحفة الالباب و خبئة الاحباب دراماری ص ۵۰، ۵۱، حسن التعمیم ص ۲۴۱

۱۸ کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات دراماری ص ۵۰

پروش پاتے ہیں اور اسکا یہی تجربہ روزگار تھا تاہم اسکی وجہ سے یہ زمانہ قدیم سے چار دانگ عالم میں مشہور تھا، حکمائے ہونان اس کے عجائب کی سیر کیلئے دور دراز کا سفر کرتے، اور آتش سیال، اور برودت منجم کا اجتماع ضدین دیکھتے،

زمانہ قدیم میں لوگ اس کو سونے کی کان بھی سمجھتے تھے، اسلئے رومی اس کو جبل الذهب سے بھی موسوم کرتے تھے،

کوہ برکان اگرچہ جزیرہ صغیہ سے الگ جنوب مشرق میں بر روایت ادرسی ۵ میل پر جزیرہ برکان میں ہے، لیکن عرب جغرافیہ نویس اس جزیرہ کو صغیہ ہی کے حدود میں داخل سمجھتے ہیں،

کوہ برکان کی آتش فشاں کی صورت کوہ آتنا سے مختلف تھی، اُس کی آتش فشاں تو کبھی کبھی ہوتی تھی لیکن جب اس کا دہانہ کھلتا تھا تو دہکتے ہوئے پتھر نکلے تھے، اور ہونک گرج، کورک اور چمک سے فضا گونج اٹھتی تھی، مشہور یونانی فلسفی فرافریس مصنف کتاب ایساغوجی اسی میں نذر آتش ہوا اس پہاڑ کے متعلق بھی بہت سی روایتیں شہور ہیں، قدیم عرب تو رنج مسعودی لکھتا ہے،

آس میں سے انسانی جسم کی طرح کے پیکر ناری نکلتے ہیں، اور ہوا میں پرواز کر کے سمندر کی لہروں میں گر کر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اور مردہ ہونے کے بعد سفید پتھر بن جاتے ہیں، جن سے کتابت کے وقت قلم و حروف پھیلے جاتے ہیں،

جس زمانہ میں ابن جہیر بیان پہنچا، (۱۱۵۵ھ) دن کے وقت اس سے دھواں اور شب میں شعلے

۱۱۵۵ھ بمطابق ۱۱۵۵ھ، و کتاب عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات درامی ۱۱۵۵ھ ص ۲۲۲ و عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات درامی ۱۱۵۵ھ ص ۲۲۲، نزهة المشتاق ص ۱۰۸، ۱۱۵۵ھ ص ۲۲۲ و ج ۱ ص ۲۲۲

کھلتے تھے، اوس نے کوہ برکان اور کوہ آئنا دونوں کے حالات ساتھ لکھے ہیں، لکھتا ہے،
 ”کوہ آتش فشاں اسی جزیرہ میں ہے، وہ اس قدر بلند ہے کہ بارہوں مینے بادلوں سے کمر اور برف
 سے ملہا باز رہتے تھے“
 اس کے بعد آگے چل کر لکھتا ہے، ۱۔

ہمارے دائیں طرف مندر میں فوج بڑے ٹاپوؤں کی طرح نظر آئے، یہ ٹاپو اوپنے اوپنے پہاڑ ہیں جو جزیرہ کی خشکی کے قریب ہیں، ان میں سے دو پہاڑوں سے ہمیشہ آگ نکلتی رہتی ہے، ہم نے دن کی روشنی میں دھواں اٹھتا دیکھا، اور رات کو سُرُج آگ نکلتی دکھائی دیتی ہے جس کے شعلے فضا میں چڑھ جاتے ہیں، اور یہی برکان کے نام سے مشہور ہے، یہیں بتایا گیا کہ آتش فشاں کے دہا سے گرم بخارات بڑی قوت سے نکل کر آگ بجاتے ہیں، کبھی کبھی بڑے بڑے پتھر بخارات کے ساتھ فضا میں چڑھ جاتے ہیں، اور فضا میں ان کی قوت سے گھومتے رہتے ہیں، گھنٹوں نیچے نہیں گرتے، سنی ہوئی صحیح باتوں میں سے یہ ایک عجیب واقعہ ہے، اور جزیرہ کا وہ عظیم الشان کوہ آتش فشاں جو جبل النار، (کوہ اٹلا) کہا جاتا ہے، تو اسکی بھی حالت حیرت انگیز ہے، وہ یہ کہ اس میں سے کسی سال آگ نکل کر سیلاب کی طرح بہتی ہے، بعدھر سے گزرتی ہے، ہر جزیرہ کو ملامدادتی ہے، یہاں تک کہ بہتی ہوئی مندر میں گر جاتی ہے، سطح مندر پر بھی یہ آگ متھوڑی دیر چلتی رہتی ہے، اس کے بعد نہ نشیں ہوتا ہی، خدا کی کیا شان ہے جو ایسی مخلوقات میں طرح طرح تعارفات دکھاتا ہو!

دوسری پہاڑیاں | کوہ آتش فشاں کے بعد بلندی کے لحاظ سے سب سے زیادہ قابل ذکر کوہ ایرکس (ERYX) ہے، جو کہ بین گو لینڈ (San Geronimo) بھی کہا جاتا ہے، یہ شمال مغرب کے گوشہ میں واقع ہے۔ اس کی بلندی ۱۲ ہزار فٹ سے زیادہ نہیں ہے۔

عرب جزائیہ نویس اسکو جبل حادہ کہتے ہیں، ادنیٰ اور ابن جبر و غیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے یہ پہاڑ اپنی جزائی حیثیت سے اہمیت رکھتا تھا، جزیرہ میں دشمن فوجوں کے داخل ہونے کا ایک راستہ یہ بھی تھا چنانچہ ابن جبر نے اس کے تذکرے کے بعد اسی راستہ سے مسلمانوں کے دوبارہ داخل ہونے کی دعا کی ہے، وہیوں نے اس پر ایک مستطلم قلعہ تعمیر کیا تھا قلعہ اور پہاڑی کے درمیان ایک پل بنا ہوا تھا، جنگ کے موقعوں پر پل کو توڑ ڈالتے تھے، اور حفاظت کے لئے ہر طرف خندق کھودی گئی تھی، پہاڑی کی بلندی کچھ بہت زیادہ نہیں تھی، ہر طرف سے چڑھ سکتے تھے، سطح بھی اس قدر ہموار اور ٹیلی تھی کہ عمدہ زراعت ہو سکتی تھی، پہاڑ سے کثرت سے چٹے جاری تھے، ابن جبر نے اس میں چار سو سے زیادہ چٹے بتے دیکھے ۱

دوسرا سلسلہ کوہ بیلورین (Belurine) صحرانچہ شمال مشرق میں واقع تھا، اسکی بلندی ۴ ہزار فٹ سے زیادہ نہیں ہے، کوہ نبروڈین (Nebrodeine) صحرانچہ شمالی ساحل کے وسط میں ہے، یہ چوٹ کے پتھر سے مرکب ہے اسکی بلندی ۴ ہزار فٹ سے زیادہ ہے، اسی طرح کوہ مونی (Moune) کی بلندی ۱ ہزار ۱۰۰ فٹ ہوگی، اور اسی کے ساتھ ایک دوسرا سلسلہ کوہ جنوب مشرق کی طرف بڑھتا ہوا بنائے پسیرو (Pisero) صحرانچہ تک پھیل جاتا تھا،

عرب جزائیہ نویس ان پہاڑوں اور ان کے علاوہ اندرون جزیرہ اور ساحل کی دوسری پہاڑیوں کو ان شہروں کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جو ان کے دامن میں آباد ہیں، جیسے کوہ بصرین کوہ قصر بانہ وغیرہ ادنیٰ اور باقوت نے ذیل کے مشہور پہاڑوں کے نام لکھے ہیں، اور ان کا محل وقوع اوٹوری خصوصیتیں بتائی ہیں،

کوہ طور، کوہ قصر بانہ، کوہ بقرین، کوہ جلودی، کوہ شنت مارکو، کوہ زدارہ، کوہ ابی شامہ، کوہ بزرینی، کوہ مرقوسہ، کوہ قسی، کوہ شنت بیطو، کوہ جراسنم، کوہ قرودی، کوہ امیر کوہ بلجلیل، کوہ فلال

۱۔ نزہۃ الشاق ص ۲۴ و رحلہ ابن جبر ص ۳۵ انسائیکلو پیڈیا، ج ۱۵ ص ۲۱، بیسے یازہم،

دشت و جل | اسلامی عہد کے آغاز میں بہ کثرت جنگل یہاں کے پہاڑی سلسلوں، پلیٹوں، اور پہاڑ زمین میں لگے ہوئے تھے جنہیں غیر بار آور درختوں کی کثرت تھی،

غیر بار آور درختوں میں شاہ بلوط، صنوبر، ستر و اور دوسرے قسم کے کارآمد درخت تھے، اکثر پہاڑوں کی سرسبزی انہی سے قائم تھی خصوصاً کوہ اٹنا پر انکی بڑی کثرت تھی۔

دریا | پہاڑوں کی کثرت کی وجہ سے دریا اور نہریں کثرت تھیں، یہ دریا بعض بحرِ روم سے جا ملے تھے، اور بعض ایک دوسرے میں مل گئے تھے، ادرسی کے استقفا سے موخر الذکر قسم کے دریاؤں کی تعداد ۲۵۰ تک تھی، جو اپنے علاقہ کو سیراب کرتے تھے، اس نے ہر ایک کے سرچشمہ دہانہ اور مسافت کو لکھا، و دریا مع اپنے یورپین ناموں کے حسب ذیل ہیں،

۱۔ عقیدہ کے وہ دریا جو کسی پہاڑی سے نکل کر کسی دوسرے دریا تا مالاب یا پانی کے کسی دوسرے

خزانہ میں گرتے ہیں،

(۱) وادی لیونڈ (R Amendola) (۲) وادی امیر (R mizi Emiri)

۳۔ نجم البلدان ج ۵ ص ۲۵۷ عربوں نے ان کو مختلف اعتبار سے مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے، ان کی اصطلاح میں وادی وہ دریا ہے جو کسی پہاڑی یا ٹیلے سے قدرۃً غلا ہو، اور وادی کا ایک راستہ پیدا کر لیا ہو، اور جو پانی ایک وسیع سرزمین تک جاری ہو، یا اس کا دہانہ سمندر سے مل گیا ہو، اس کو نہر سے تعبیر کرتے ہیں، جس کو ہم دریا کہتے ہیں، لیکن عرب کبھی کبھی پانی کے ایک ہی قسم کے سیل کو اس کی مختلف حیثیت کا لحاظ کر کے کبھی وادی کہتے ہیں، اور اسی کو کسی دوسری حیثیت سے نہر سمندر کہہ دیتے ہیں، چنانچہ عقیدہ کے بھی مختلف دریا کبھی وادی سے موسوم ہوتے ہیں اور کبھی نہر سے،

اسکے درجہ حیثیت جو عربوں نے وادی اور نہر سے جی میل رواں کو تعبیر کیا ہے، وہ ہمارے مفہوم کے لحاظ سے دریا ہے، وادی کو ہم اردو میں نہر اور نہر کو دریا کہہ سکتے ہیں، کیونکہ نہر ہی اور دریا کے مفہوم میں جو فرق ہے، تقریباً وہی فرق وادی اور نہر میں نظر آتا ہے،

- (۳) وادی بوکریتا، (V. Margarito) (۴) وادی رنبلو (Gurnalonga River)
 (۵) وادی ابطین، (Dittaino) (۶) وادی جرمی (Ceramiri River)
 (۷) وادی قیس، (Capizzog River) (۸) وادی طرجینس (Traina River)
 (۹) وادی یلیہ، (Olia) (۱۰) وادی انبلہ (Ambola)
 (۱۱) وادی قلعة ادبی (Cala Lubo) (۱۲) وادی مارح (Castellamare)
 (۱۳) وادی قوارب (Carabo) (۱۴) وادی البوا (Allabo)
 (۱۵) وادی زکومی، (Acragos R.) (۱۶) وادی سواری (R. colonne)
 (۱۷) وادی انوفیو، (R. Lyreco) (۱۸) وادی زغوس (Arminion Re-
 gusa)
 (۱۹) وادی قباری (Cacyparis) (۲۰) وادی زینن (B rucoli)
 (۲۱) وادی لنتینی (Pantano) (۲۲) وادی لیاج (R. Aci)
 (۲۳) وادی بارورا (R. Alcantara) (۲۴) وادی عبود (R. saponara)
 (۲۵) وادی ابی رقادر (R. Forto)

۲۔ بحر روم میں ملنے والے دریا۔

بحر روم میں ملنے والے دریا ۱۴ ہیں، ان سے بحر روم کی بڑی کشتیاں اندرون ملک میں پہنچ سکتی

تھیں وہ حسب ذیل ہیں:-

- ۱۔ نمروسی (Simeto river) (۲) نریخ، (Salsoriver)
 ۳۔ نمر ابلطون (Palatano R.) ۴۔ نمر قارب (Belice)
 ۴۔ نمر سلون (Salmon R.) ۵۔ نمر اودا، (Olora)
 ۶۔ نمر نبارط (Pantolica) ۷۔ نمر لی (Miele)

۹- وادی سترن (R. Termin) ۱۰- وادی اکریلو (Dirillo)

۱۱- نر عباس (Oreto) ۱۲- نر طوطا (Arena)

۱۳- دریائے کریمیو (R. Kirimeo)

۱۴- دریائے پلیاگس (R. Halyk)

معادن | متقلیہ کی کانیں زمانہ قدیم سے شہرت رکھتی ہیں، اکثر کانوں میں قیمتی دھاتیں مثلاً سونا چاندی
تانبہ سیسہ پارہ اور لوہا وغیرہ بہ کثرت موجود تھیں، خصوصاً سونے کی کان کے متعلق یا قوت لکھا ہے:-

فیہا معدن الذهب موجود ہے یہاں سونے کی کان ہر مقام پر پائی

فی کل مکان ہے۔

لوہے کی کانیں قصبہ ہلہرا (ہلرم) اور سینا میں تھیں،

ان کے ماسوا کوہ آتش فشاں کی بدولت متقلیہ کو بہت سی چیزیں حاصل تھیں، پتھر، مٹی،

نمک، ہرمہ اور نوشادر نہایت کثرت سے موجود تھا، نیز کوہ آتش فشاں ہی سے گندھک اورغن نفت
اور روغن میوہ نکالا جاتا تھا،

یہاں کے قیمتی پتھر بھی زمانہ قدیم سے مشہور ہیں، سکندر اعظم نے اسکندریہ کی تعمیر میں یہاں

کے قیمتی پتھر منگوائے تھے، پتھروں میں سنگ شیب، اور سنگ مرمر قابل ذکر ہیں، جو کوہ اٹلا کے نواحی

میں دستیاب ہوتے تھے، مسعودی کا بیان ہے کہ یہاں کے سنگ شیب کبھی سنگ سبد کی شکل اختیار

۱۵- ان تمام دریاؤں کی تفصیل کیلئے دیکھو زہدہ الشافق ادربیسی ص ۲۲ تا ۲۵، اسٹوری آن دی نیشن ج ۳ ص ۱۸،

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا، جلد ۴ ص ۴۱۱ کتاب المسالک والہالک ابن حوقل ص ۴۴، مؤرخانہ کردوڑوں دریاؤں کے حوالی

عربی نام سے ہم مطابقت نہ کر سکے، ان کا تذکرہ فریمان نے کیا ہے، مجموعہ البدان جلد ۴ ص ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵

کر لیتے تھے، جنکو مورنگے کی اصل کہا جاتا ہے، مو بھیا یہاں کے ساحلی مندر میں موجود تھا۔

حیوانات | پالو جانوروں میں گائے، بکری، مرغ، مینڈے، بچہ، گدے، اور گھوڑے تھے، وحشی جانور اگرچہ موجود تھے، مگر عرب موثرین استعجاب سے لکھتے ہیں کہ شیر، میٹھا، بھیریا، سانپ، بھچو اور یہاں تک کہ چوہے بھی موجود نہیں ہیں، یا قوت جموی لکھتا ہے:-

”جزیرہ مغلیہ کی فضیلتوں میں ایک یہ ہے کہ یہاں موذی دزدے نہیں ہوتے نہ بچتے ہیں، نہ بچو، نہ بچو
اور نہ سانپ وغیرہ“

قزوینی نے اس مفہوم کو کلیہ کے طور پر ان الفاظ میں بیان کیا ہے،-

”اور اس کی فضیلت میں یہ ہے کہ دانت، بچہ اور ڈنک والے جانور یہاں نہیں پیدا ہوتے،
ابن حوقل چوٹیوں کے متعلق لکھتا ہے،-

”مغلیہ میں بڑی چوٹیں جو فرمان کہلاتے ہیں نہیں ہوتے“

مچھلیوں کیلئے یہ جزیرہ مشہور تھا، البتہ اذہ اور طرائش کے ساحل پر غیر معمولی قدر کی مچھلیاں ہوتی ہیں ایک
بڑے قدر کی مچھلی تن شباک کہلاتی تھی، مچھلیاں لذیذ اور خوش ذائقہ تھیں،

یہاں کی مچھلیوں کے سلسلہ میں قزوینی کا ایک بیان قابل ذکر ہے، کہ یہاں بعض مچھلیاں ایسی
دستیاب ہوئیں، جن پر کلہر شہادت منعوش تھا، یہ وہاں کی خلاق ہو، یا کسی صنّاع کی صنعت گری، مگر اس
قسم کی چند مچھلیاں بعض عجائب خانوں میں آج بھی موجود ہیں، جو شاید لنگاک کے ساحل سے دستیاب ہوئیں انکی
تصویریں میری نظر سے بھی گذر چکی ہیں،

نباتات | نباتات میں ہر قسم کے غلوں اور میوؤں کے علاوہ بعض قیمتی جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی تھیں،

۱۔ کتاب التنبیہ والاشراف ص ۵۵، ۲۔ جغرافیہ زہری دہلوی ص ۱۱۰، ۳۔ معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۷۵، ۴۔ آثار البلاد
قزوینی ص ۱۳۲، ۵۔ المساکد والممالک ابن حوقل ص ۸، ۶۔ جسر المعبود ابن الوردی دہلوی ص ۱۵۸، ۷۔ اوز بہرہ المتاشیق بیامینہ لنگاک

حقیقتہً ان تمام مذکورہ بالا قدرتی ذخائر سے مسلمانوں نے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی امکانی
کوششوں سے دولت کی پیدائش کے مواقع ہمہ پہنچائے،

پیدایش دولت

ملک کے قدرتی ذخائر و اشیاء سے مسلمانوں نے پیدایش دولت کے مواقع ہمہ پہنچائے، ان
کی کوششیں قدرتی ذخائر سے فائدہ اٹھا کر ملک میں زراعت، صنعت اور حرفت کو ترقی دینے میں
ظاہر ہوئیں،

۱۔ زراعت، یہاں کی زرعی کوششوں میں ان قدرتی ذخائر کے اثرات دیکھوں میں ظاہر
ہوتے، دریاؤں اور نہروں کی روانی چراگاہوں کی وسعت اور ملک کی نباتی نشوونما کی عمدہ استعداد سے
زراعت کیلئے افادہ پہلو نکلتے، اور جنگلوں کی کثرت، کوہ آتشی آتش فشانی، اور بادِ سموم کے جھوٹوں سے
زراعت کو نقصانات پہنچتے تھے مسلمانوں نے ان کے افادہ پہلوؤں سے فائدہ اٹھایا، اور ضرر رساں
پہلوؤں اور موانع کو دور کرنے کی کوشش کی، اور زراعت کی ترقی کے سامان ہمہ پہنچائے،

آباد و غیر آباد زمین | دور اسلامی سے پیشتر یہاں کے بڑے شہر اور چھوٹے چھوٹے گاؤں نہایت منتشر حالت
میں تھے، اگرچہ جنگی ضرورتوں سے یہاں قدم قدم پر قلعے موجود تھے لیکن ان میں ایسی آبادیاں بہت کم
تھیں جہاں کے باشندے زراعت کا پیشہ رکھتے ہوں اسلئے اسلامی عہد کے پہلے زمین کا بیشتر حصہ حوآبادیوں
سے دور تھا، بنجر اور اوسر تراپ تھا، اسلامی حکومت نے اون شہروں اور قصبوں کو سمور کرنے کے علاوہ اون
خالی قلعوں کو غیر مستح کر کے اونھیں آباد کیا، اور رفتہ رفتہ سارے جزیرہ میں آبادی پھیل گئی، ان نوآبادیوں کے
پاس جو زمینیں خالی پڑی تھیں، اون میں کاشت شروع ہوئی، اور بیڑوں برس کی اوسر زمینیں زراعت کے قابل
بن گئیں، اور بقدر ہموار سطح و فرو و عذہ زمین بنائی جاسکتی تھی، بنائی گئی،

پہاڑوں کی کثرت کے | اس کے بعد باہت مسلمانوں نے پہاڑی سلسلہ کی کثرت کے موافق کو اپنی ذریعہ کوششوں
ضرور سامان پلو کا ستباب سے دور کیا، پہاڑ کی ٹیلی سطح کو ہموار کر کے اوست زراعت کے قابل بنایا، چنانچہ جب

ابن جبریں پانچپنچا، تو اس نے یہاں کے پہاڑوں کو خوشنما بار آور بارغ بنا ہوا دیکھا، وہ لکھتا ہے :-

”یہاں کے تمام پہاڑ بار آور بارغ ہیں، جن میں سبب شاہ بلوط، فندق، آونجارا اور مریو پچھتے ہیں“
سراسر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

”پہاڑوں کے نشیب و فراز سے وادیوں میں مٹی بگہ مٹی، سب سرسبز و شاداب لگتی ہے۔۔۔
... پہاڑوں کے اوپر انھوں نے آخروٹ، صنوبر، پلنوز، اور مردکے کھجک کے کھجک لگائے تھے“

مسلمانوں نے جزیرہ عقلیہ کے آس پاس کے غیر آباد مقاموں کو بھی کاشتکاری اور باغبانی کر کے آباد کیا، اصطخری لکھتا ہے :-

”اور کہ قتال تو وہ دیراں پہاڑ تھا، اسیں چٹے اور زمیں موجود تھی، مسلمانوں کا ایک گروہ یہاں پہنچا، اس نے اس کو آباد کیا، فرنگیوں کے حملہ سے یہ محفوظ رہا، کیونکہ ان کی آبادی تک پہنچنے کا راستہ دشوار لگتا، اس پہاڑی کی وسعت دو شبانہ روضہ کے برابر ہو گئی،“

لیکن کوہ اتنا کی آتش فشاں کی تدارک قدرت انسانی میں نہ تھا، یہ قطنانہ اور طبرین کے درمیان واقع ہے، اور عقلیہ میں زراعت کا سب سے وسیع میدان بھی وہیں پر قطنانہ کا میدان ہے، اتنا کی آتش فشاں سے سینکڑوں ایکڑ زمین تباہ ہو جاتی، ابھی چند سال گزرے ماہ نومبر ۱۹۲۷ء میں اس کی آتش فشاں ہوئی تھی، اور سرکاری بیان میں بتایا گیا کہ، ۱۰۰۰ ایکڑ زمین کی کاشت برباد ہو گئی، یہی حوات اس زمانہ میں بھی پیش آتے تھے، چنانچہ ابوعلی بن نبی صاحب تاریخ عقلیہ کا بیان ہے، ”کہ آج کل اس کی آتش فشاں جاری ہے، اس کی وجہ سے اس کے مضافات میں کسی قسم کی زراعت نہیں ہو سکتی، اور نہ وہاں پر کوئی جانکی

ہمت کر سکتا ہے۔

سیلاب اور بادِ موسوم کے نقصانات | اسی طرح کبھی دریاؤں میں سیلاب آجاتا، اور اُن کے ایک دوسرے کے قریب ہونے کی وجہ سے علاقہ کا علاقہ تراب ہو جاتا، عہدِ فاطمیہ کے آغاز میں جس شدت کا سیلاب آیا، اور اس کے جو نتائج برآمد ہوئے، اس کا تذکرہ گذر چکا ہے، کبھی بادِ موسوم کے جھونکوں سے پوری فصل برباد ہو جاتی، باغوں کے پھل گر جاتے،

ملک کی سیاست کا اثرِ زراعت پر | اس موقع پر ملک کی سیاسی فضا کے وہ اثرات بھی فراموش نہیں کئے جاسکتے

جو حقیقت کے سیاسی ہنگاموں سے زراعت پر پڑنے لگے حقیقت کے سیاسی ہنگاموں کی چند قسمیں یہی ہیں ایک تو رومیوں کے خلاف فوج کشیاں ہوتی رہیں اور اس کا سلسلہ حکومتِ غالبہ کے دور میں وسیع رہا اس میں شبہ نہیں کہ جب کسی موقع پر کسی حصہ ملک میں کوئی فاجحانہ اقدام ہوا، یا سرکشی کے موقع پر سرکوبی کیلئے فوج بھیجی گئی، تو اس مقام کی زراعت کو نقصان پہنچا، کچھ کھیتیں تو لشکر و خیمہ و خرگاہ کی نذر ہوئیں، اور کچھ فاتح و محاصرہ پایہِ مصورین کے زچ کرنے کیلئے برباد کر ڈالتے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ خود مفتوح و مغلوب آبادی پسپا ہوتے وقت اپنی پسینی ہوئی کھیتی میں آگ لگا کر چلی جاتی، کہ فائین کو فائدہ اٹھانے کا موقع نہ مل سکے حقیقت کے سیاسی ہنگامہ کی دوسری قسم ملہان باشندوں کی بغاوت اپنے نامزد والی کے خلاف تھی، اس صورت میں کھیتوں کو بہت کم برباد کیا جاتا، اس قسم کے موقعوں پر صرف ایک آدھ ہی مرتبہ زراعت کو نقصان پہنچا ہے، تیسری قسم انقلابِ حکومت کی کوششیں تھیں، بعض ایسے موقعوں پر ایسا سخت قحط پڑا، کہ لوگ اپنے بچوں تک کو کھجوں کر کھا گئے، ۲۲۲ء میں فاطمیوں کے خلاف بغاوت میں اسی قسم کی نوبت پہنچی تھی۔

مسلمانوں کی زرق و برق | لیکن ان ارضی و سماوی ماحولِ عاقی حادثات کو الگ کر دینے کے بعد مجموعی حیثیت

سے مسلمانوں نے یہاں کی زراعت کو حیرت انگیز ترقی دی اگرچہ عقیدہ کی سرزمین اٹلی کی زمین شور کیلئے ہمیشہ غلہ کی ایک منڈمی بنی رہی لیکن اس زمانہ تک غلہ کی اس منڈمی میں اسی قدر مال جمع ہوتا تھا جہاں تک اس کے قدرتی ذرائع ہم پہنچا سکتے تھے مسلمانوں کی یہ خصوصیت ہے کہ انھوں نے اس کے قدرتی ذرائع سے نفع اٹھانے کے علاوہ ایسے طریقے اختیار کئے جن سے پیداوار میں حیرت انگیز ترقی ہوئی، اور پورا جزیرہ سرسبز و شاداب ہو گیا، مثلاً اسکاٹ لکھتے ہیں:-

”جب تک شرقین (مسلمان) عقیدہ پر قابض رہے، غالباً اس وقت تک اس جزیرہ کی آبادی زیادہ تھی، اور کاشت بھی اچھے اسلوب پر ہوتی تھی..... مسلمانوں کی نہ تھکنے والی قوم کی محنت و مشقت نے وہاں کے قدرتی ذرائع کو انتہائی کمال پر پہنچا دیا، اور تقریباً جتنے غلے اور میوے کاشتکاروں کو معلوم تھے، انھوں نے چہرہ چہرہ پیدا کر لئے،“

یہی وجہ کہ یہاں کی سرسبزی و شادابی کا ذکرہ اکثر جغرافیہ نویسوں نے خصوصیت سے کیا ہے جب کوئی نیا سیاح اس ملک میں قدم رکھتا یہاں کی زرعی ترقیوں کو دیکھ کر ششدر رہ جاتا، ابن حوقل لکھتا ہے:-

”اس جزیرہ میں قلعے اور پہاڑ زیادہ ہیں لیکن پوری زمین آباد اور مزدور ہے۔“

ابن جبیر عقیدہ کے ایک شہر ثرمہ کے متعلق لکھتا ہے:-

”اس جزیرہ کی سرسبزی و شادابی اپنی انتہا پر ہے، یہ بس عمارتوں اور سرسبزی و شادابی کی کثرت اور مختلف قسم کی روزیوں کی فراوانی میں اندلس کا فرزند رشید ہے، طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کے اناج اور غلے پیدا ہوتے ہیں..... بلکہ ایک سرے سے یہ پورا جزیرہ اپنی سرسبزی و شادابی اور بخت رزق اور معاشی سرمدی میں دنیا کے حیرت انگیز ممالک میں ہو“

اسطری لکھتا ہے:-

”مندیہ میں سرسبزی و شادابی مدنی کی دست زراعت اور خوشی و خیر و اس قدر زیادہ ہے کہ ان تمام ممالک

ملکوں میں جو سال پر واقع ہیں، برتر و افضل ہیں۔

اور سی نے تو یہاں کے چپہ چپہ کا ذکر کیا ہے، اس کو استقصا سے دیکھئے، یہاں کی کوئی آبادی ایسی شکل سے ملے گی، جہاں کی زراعت اچھی نہ بتائی ہو، کہیں کتاب ہے، احزاب نامیہ و جنات کشیہ، یعنی "یہاں بڑھنے والی کھیتیاں اور بہ کثرت باغ ہیں،" کہیں یہ ہے "وَمِیْسا جاسرہ علیہما حرارۃ" اور یہاں دواں پانی ہے، اور اس کے ساحل پر زراعت ہوتی ہے کہیں مرن یہ ہے، "وَلَمْ یَجِدْ کَثِیرَہُ" اور ان کے بہ کثرت باغ ہیں، اگر ایسے مقامات کی فہرست مرتب کی جائے جہاں کی زراعت پیداوار مختلف معمول زیادہ تھی، اور جن کا اور سی نے تفصیل سے ذکر کیا ہے، تو ان مقامات کی تعداد سو سے زیادہ نکالے گی جنہیں قلعہ قوالب، جبرین، لیاج، جرحب، اطرابلس، تبرانہ، قلعہ دبی، قارونہ، مسینا، سکمہ، قلعہ، بلوط، شنت مارکو، شیرشنس، قریش اور میلان وغیرہ ہیں،

آپاشی کے قدرتی ذخائر، زراعت کا سارا دار و مدار آپاشی پر موقوف ہے، مسلمانوں نے آپاشی کے قدرتی وسائل، دریا، نہر، اور چشموں سے آپاشی کا انتظام کیا، اور ان سے کھیتوں اور باغوں کی سیرابی کا سامان بہم پہنچایا، ابن حوقل ایک جگہ لکھتا ہے:-

"اور اس میں چشمے اور دریا ہیں، جو اس سے نکلتے ہیں، اور وادی عباس میں مجاتے ہیں، اور اوس کو

تقویت پہنچاتے ہیں، اور (اسی دریاؤں کی وجہ سے) اس جزیرہ میں کثرت سے باغ ہیں، اور مختلف

شہروں سے مشہور دیہات گزرتے ہیں، اور لوگ ان کے پانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں،

آپاشی کے مصنوعی وسائل | پھر آپاشی کے قدرتی وسائل سے کام لینے کیلئے مصنوعی وسائل اختیار کئے، دریا سے نہریں کاٹ کر لاتے، اور مزرعہ زمین اور باغوں تک چھوٹی نالیوں سے پانی پہنچاتے، اس کیلئے صقلیہ کے اکثر دریاؤں اور نہروں میں بچھیاں قائم تھیں، ابن حوقل اور ابن فضل اللہ العمری وغیرہ نے

لے المساک والہاک ابن حوقل ص ۴۰، رملہ ابن جبیر والہاک ص ۱۰۰، والہاک مطرزی ص ۱۰۰، والہاک والہاک ابن حوقل ص ۴۰

ان کا تذکرہ کیا ہے، اس طریقہ سے جب پانی مزرعہ زمین اور باغ تک پہنچ جاتا، تو ان کو چھوٹی چھوٹی نالیوں کے ذریعہ ادھر سے اُدھر لیجاتے، ابن حوقل لکھتا ہے:-

ہاتھوں میں پانی زیادہ تر نالیوں کے ذریعہ پہنچا ہے، اور بیان بارگ کثرت سے ہیں؛
مسٹر اسکاٹ مسلمانوں کی آب پاشی کے طریقوں پر دیکھ کر پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں:-
”مصر کے افریقہ اور اسیہ عرب کی سب سے بڑی نعمت پانی تھا، اور اس کا خط عربوں کو ہر جگہ رہا، یہاں
بھی جیسے پیر پانی پھر نظر آتا تھا، پہاڑوں میں جدھر دیکھو بڑی بڑی محرابوں کے پل پانی کیلئے دکھائی دیتے
تھے، نہریں تھیں کہ ہر ایک بڑی عمارت کے خانہ باغ اور چمن میں بھر دی تھیں،
ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

”اس جزیرہ کی زرخیزی اور متدل آب و ہوا سے اگر کسی نے فائدہ اٹھایا، تو یہی لوگ تھے، انھوں نے
آب پاشی کے طریقوں کو مصر و ایران کے فنون پر ڈھال لیا تھا،..... پانی کو ایک جگہ سے دوسری
جگہ پہنچانے اور بندی پر چڑھانے وغیرہ کے طریقے، اور اس کے آلات ان کے ایسے ہی مکمل تھے، جیسے
کہ ان ترقی یافتہ ممالک کے جہاں کی خشک آب و ہوا کی وجہ سے آراضی کو مصنوعی آب پاشی کی ضرورت
ہوتی ہے۔“

آب پاشی کیلئے کنوؤں کی ضرورت کم پڑتی تھی، بلکہ شیریں نہروں، دریا، دایوں اور چشمنوں
کا پانی پینے کے کام بھی آتا تھا چنانچہ عرب جزائیہ نویسوں نے ایسے مقامات کا جہاں کسی چشمہ کا پانی نہیں
پہنچا، ان کا تذکرہ بھی کر دیا ہے، یا قوت حموی ایک موقع پر لکھتا ہے:-
”یہاں کے باشندے کنوؤں کا پانی پیتے ہیں، یہاں کوئی آب رواں موجود نہیں۔“

۱۔ المسالك للطحاہ ابن حوقل ص ۱۸۲ و المسالك للبصار و در الارامی ص ۱۵۶، ۱۔ اخبار الاندلس جلد ۱ ص ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸

۲۔ مجمع البلدان جلد ۵ ص ۳۷۶

نوٹیں اچھا کہیں | زراعت کی ترقی کا انحصار چراگاہوں پر بھی ہے، جن کے ذریعہ ملک میں تو مند مویشیوں کی افزائش ہوتی ہے، اور وہ بار برداری کے علاوہ زراعت کے کام میں آتے ہیں، ہتلیہ میں گھوڑے، خچر، گدھے، اور گائے بیل بڑی کثرت سے پائے جاتے تھے، اور یہی کاشت کاری کی ضرورتوں کے کام میں آتے تھے، ان کی پرداخت کیلئے نہایت شاداب چراگاہیں تھیں، اور اسی اور یا قوت نے مختلف مقامات میں ان چراگاہوں کا ذکر کیا ہے؛

نوم | جاڑے اور گرمی دونوں موسموں میں زراعت ہوتی تھی؛

نصیلین | فصلی چیزوں میں غلے، میوے، ترکاریاں اور بعض دوسری قیمتی پیداواریں تھیں، غلے، غلوں میں سب سے زیادہ بہتات گیہوں کی تھی، اور یہاں زانہ قدیم سے اسکی کاشت ہوتی تھی، یہاں کی پھلی قوموں کا خیال تھا کہ اس جزیرہ کی دیہیوں کے عطیہ کے طور پر گیہوں سب سے پہلے اسی جزیرہ میں پیدا ہوا، اسلامی عہد میں بھی اسی بہتات کے ساتھ خصوصاً تظانیہ کے میدان میں اس کی زراعت ہوتی تھی،

گیہوں کے علاوہ چنا اور مٹر وغیرہ یہاں کی پیداوار تھے،

ترکاریاں | ترکاریوں میں کدو، گین، لکڑی اور پیاز وغیرہ ہیں، خصوصاً گین اور پیاز کی کاشت کے یہاں مخصوص طریقے رائج تھے، ان کو ابو بکر بن العوام شیبلی نے تفصیل سے درج کیا ہے، اور تین کی بحر اپنی کتاب الفلاحت میں گین کی کاشت کا طریقہ یوں بتلایا ہے:

بدوسے اہل ہتلیہ کے طریق کاشت پر میٹھ بنا کر منتقل کئے جائیں، یہ میٹھ نالی کے دونوں

کناروں پر بنائی جائیں اور ان کو پیر سے مسطح کیا جائے، کناروں کو بند رکھیں ان نالیوں میں پانی

پہنچائیں، پھر دوسرے دن انہی نالیوں کے درمیان گامچیاں لگا دیں، پھر پانی پہنچائیں،

۱۔ مجملہ البلدان جلد ۳، ۲۔ نزہۃ المشتاق ۳۔ مجملہ البلدان جلد ۳، ۴۔

بلکہ ہر دونوں کے بعد بیچے رہیں جب پورا جڑ پکڑے، تو میٹھ کے کناروں کی مٹی چودوں کے اندر اندر ڈالیں، یہاں تک کہ وہ نالی مٹی کے بھرے سے میٹھ بچائے، اور پہلی میٹھ نالی بھجائے اور تین میٹھوں میں سے ایک میٹھ کو خالی چھوڑ دیا کریں تاکہ اس کی رسی کی مدد معلوم ہو سکے اس طریقہ پر پگن کی کاشت بیچتے ہوئے پیاڑہ صقلیت کی خاص پیداوار ہے، اس کی کاشت زمانہ قدیم میں ہمیں سے شروع ہوئی اور اسکے لگانے کے بہترین طریقے ہمیں کے باشندوں کو معلوم تھے، اور انہی کے استعمال کے ہوئے طریقے دیگر ممالک میں رائج ہوئے، چنانچہ ابن الخوام شہیلی نے پیاڑہ کی کاشت کے بیان میں ایک مستقل فصل ذیل کے عنوان سے اپنی کتاب میں لکھی ہے:-

”میٹھ بنانے کا طریقہ جس میں پیاڑہ کی گھاسی جالی جائے یہ طریقہ باشندگان صقلیت کی طرف منسوب ہو، اسکے بعد اس طریقہ کی حسب ذیل تفصیل لکھا ہے:-“

پیاڑہ کی کاشت کا طریقہ یہ ہے کہ تیر شدہ زمین میں مرتفع لکیریں میٹھ کی شکل کی قائم کجائیں، اور دو دو لکیروں کے درمیان نالیاں بنائی جائیں، اور ان نالیوں کا تعلق کسی بڑی نالی سے رکھا جائے، تاکہ ان نالیوں کے ذریعہ کھارسی پہنچی جاسکے، اور ان میٹھوں کو دونوں جانب سے پیر سے دبا کر مست کر دیں تاکہ پانی کے زور سے وہ ٹوٹ نہ جائیں اس کا طریقہ یہ ہے دو آدمی مقابل سے نالی میں اس طرح کھڑے ہوں کہ یہ مرتفع لکیر یعنی میٹھ ان کے درمیان میں واقع ہو پھر پیر سے دونوں طرف کناروں کو برابر کریں تاکہ میٹھ کی شکل تیار ہو جائے،

پیاڑہ کی گھاسی اسی طرح اکھاڑ کر منتقل کی جاتی ہے، جس طرح دوسری گھاسیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اکھاڑ کر نصب کرتے ہیں، اور پکی پتیاں لگاتے وقت چھانٹ دی جاتی ہیں، اس کے بعد سی چیز سے میٹھ کے دونوں کناروں میں گڑھے کھودے جائیں اور ہر دو گڑھوں کے درمیان نصف باشت فاصلہ رکھا جائے، ان گڑھوں میں گھاسیاں لگا دی جائیں، یہی طریقہ میٹھ کی دوسری بن

انتیار کریں اس طرح میٹھ کے دونوں جانب پیاز کی قطاریں لگ جائیں اس طرح تمام میٹھوں میں
لگا چسپاں جادیں اسکے بعد بڑی نالیوں سے چھوٹی نالیوں کو نیچیں تاکر پانی پوری کیاری میں پھس سکے
یسی طریقہ عمل اس پیاز میں رائج ہے، جو ذخیرہ کے طور پر رکھی جاتی ہے، اس طریقہ پر ادس کی پوٹی بڑی
اور گول ہوتی ہے،

مذکورہ بالا طریقہ نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:-

یہی طریقہ محل اہل متقیہ میں رائج ہے، اور یہ عمدہ طریقہ ہے۔

ایک تاریخی لطیفہ، یہاں پیاز کی کاشت کی زیادتی کی وجہ سے لوگوں میں اس کا استعمال
زیادہ تھا، لیکن یہ کثرت ایک دھچپ اتفاق سے اُن کے حق میں مضر ثابت ہوئی، واقعہ یہ ہوا، کہ جب اہل
حقل سترہمین مقلیہ آیا، اور یہاں پیاز کی کثرت دیکھی، اور اس کے ساتھ اس کے تجربہ میں باشندگان
مقلیہ کی فراست و ذکاوت میں کمی نظر آئی، تو اس کو ظلم طب کا کوئی نظریہ یاد آگیا، اور اس نے مقدّمات
ترتیب دیکر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہاں کے باشندوں کی ذہنی استعدادیں کمی پیاز کھانے کی وجہ سے ہے، اُس نے اپنی
یہ رائے اپنے سفر نامہ میں لکھ دی، بعد کے جغرافیہ نویسوں اور مورخوں نے اس کو نقل کرنا شروع کیا، اور اس
کثرت سے اس کو دہرایا کہ یہاں کے باشندوں کی ذہانت و ذکاوت کی کمی کی عام شہرت ہو گئی اور جغرافیہ
کی کتابوں میں مقلیہ کے حالات میں لکشتہ ۱ کلیم البصل "کثرت سے پیاز کھانے کی وجہ سے کم
فقرہ ایک لازمی جز بن گیا،

خشک و تر مہوے یہاں کے خشک و تر میوؤں میں انگوڑا، تازگی، بیوں، سیب، آتشپاتی،
انجیر، خربوزے، زیتون، بادام، آخروٹ، اشتقالو، ناریل اور کجور وغیرہ ہیں، جو اپنی قسموں کے لحاظ سے ہر موسم
میں موجود رہتے تھے، یا قوت لکھتا ہے:-

لکھنؤ، مملکت وادارسی میں ۱۵۴۵ء و ۱۵۴۶ء اور جلد دوم کتابت خطبات، علیہ السلام والہاک، ابن حوقل ص ۵۷

نہام میوسہ اپنی مختلف قسموں کے تنوع سے بازے اور گرمی ہر موسم میں موجود رہتے ہیں،

اور سی نے ہر مقام کے خاص خاص میوؤں اور پھلوں کی پیداوار بتائی ہے،

خوشبودار درخت اور پھول خوشنما و خوشبودار درختوں میں گلاب بنفشہ، ہمدی سر، اور اسی طرح کے

چند اور نام ہیں جن سے ہم مانوس نہیں، ان کا اجمالی ذکر ہم البلدان میں اور مفصل تذکرہ اوسیدوار کے مقاموں

کی تعین اور سی نے نزہۃ الشقاق میں کی ہے، اور یوں تو ہر جگہ امراء کے باغوں میں کثرت سے مختلف قسم

کے خوشبودار پھول اور خوشنما درخت ہوتے تھے، اور سی نے اکثر مقاموں کی تعریف و کثرت التزیین بہت

پھولوں و الامتاع کے الفاظ میں کی ہے،

زعفران کی کاشت کیلئے یتلی زمین موافق ہوتی ہے، ہمتیہ میں بھی زعفران کی کاشت

کی جاتی تھی،

خجازی صقلی، یہاں کی خجازی بھی جو خجازی صقلی کہلاتی ہے، لائق ذکر ہے، ابن العوام شملی

نے ان کی کاشت کا طریقہ لکھا ہے، دوسرے ملکوں میں بھی ان کی کاشت کی گئی،

خجازی صقلی کی کاشت، خطی کی کاشت کے طریقہ پر کرتے تھے، یعنی اس کا تخم کیا دیوں

میں چھڑک دیا جاتا تھا، اور تھوڑی تھوڑی زمین کھود کر نصب بھی کرتے تھے، دوسے پانچ دانے تک

ایک ساتھ گاڑے جاتے، جب گاجیان تیار ہوتیں، تو انہیں طلحہ دوسری جگہ لگا دیتے،

لکڑی، لکڑیوں کی قسم میں شاہ بلوط، صنوبر، ارزن اور بندق کی لکڑیوں کی پرداخت ہوتی تھی،

کسان، روئی، شیکر، بھی یہاں کثرت سے پیدا ہوتی تھی،

مسلمان یہاں کی ملکی پیداوار کو ترقی دینے کے علاوہ یہاں دوسرے ملکوں سے زرعی

چیزیں لائے، اور یہاں کی زمین میں صلاحیت پیدا کیے انھیں بازار کی مثل کپس کا درخت شام سے

مستحقہ کی زرعی چیزوں

میں مسلمانوں کا اضافہ

اور روئی کا پودا یورپ میں پہلی مرتبہ عربوں کے ہاتھوں مصقلیہ اور اندلس ہی کے ذریعہ پہنچا، ابن سیلابی ابو عبد اللہ محمد بن ابوبکر زہری، اور سیسی، ابن العوام اشبیلی، موسو سد یو، اور اسکاٹ وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، ابن سعید کی کتاب البدی میں ہے:-

”جزیرہ دریائے چنچوں، بیرون، اور وصت رزق کی کثرت اور روئی کی نہایت کثیر پیداوار کے موصوف ہے“

ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر الزہری لکھتا ہے:-

”اور روئی یہاں سے بڑی مقدار میں باہر جاتی ہے،

روئی کی کاشت سخت اور کھنی زمین میں ہوتی تھی، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن خضال اندلسی کا بیان کتاب الفلاحة ابن العوام اشبیلی میں درج ہے، کہ اہل مصقلیہ روئی کیلئے سخت اور کھنی زمین منتخب کرتے ہیں، مصقلیہ میں مقام برطینق کی زمین اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھی، اور سیسی لکھتا ہے:-

”یہاں عمدہ کمیت میں جن میں بہت زیادہ کپاس، مندی، اور اس کے علاوہ کتان کی مختلف قسموں کی کاشت ہوتی ہے،“

موسو سد یو اور اسکاٹ وغیرہ لکھتے ہیں، کہ روئی اس جزیرہ میں اس کثرت سے پیدا ہوتی تھی کہ گویا یہ یہاں کی خاص پیداوار ہے، یورپ نے روئی کی کاشت انہی عربوں سے سیکھی،

نیشکر کی کاشت اور شکر بنانے کا طریقہ مسلمانوں نے اہل چین سے سیکھا، افریقہ میں پہلے طرابلس الغرب میں اس کی کاشت ہوئی، پھر وہاں سے مصقلیہ لائے، اہل یورپ نے انہی سے یہ فن حاصل کیا، یہاں نیشکر کی زراعت بھی بہت اچھی ہوتی تھی،

اسی طرح غیر ممالک کی حسب ذیل زرعی چیزیں مسلمانوں کے ذریعہ مصقلیہ میں داخل ہوئیں، لیون، ترش، لیموں، شیریں، خربوزہ، شققالو، جڑی بوٹیاں، گرم مسالے اور خوشبودار چیزیں

وغیرہ چیزیں عراق، شام، اور ہندوستان کی تھیں، جو عربی ملکوں میں منتقل ہوئیں پھر مصقلیہ سے جانی گئیں۔
مصنعت **محرقت** **محرقت** معرفت کی ترقی کا دھڑاں زمانہ میں ریل و رساں اور باربرداری کے وسیع نظام
 نہ ہونے کے باعث ملک کے قدرتی ذخائر و خام پیداوار ہی پر تھا مسلمانوں نے یہاں کے معدنوں پہ پانچواں
 دریاؤں اور سمندر سے پورا فائدہ اٹھایا،

معدنیات سے استفادہ معدنیات کے استفادہ کو کان کنی اور آہن گری کے پیشوں کا رواج تھا،
کان کنی کے متعلق موسیٰ سدید لکھتے ہیں:-

”مسلمانوں نے) چاندی، سونے، گندھک اور نمک وغیرہ کی کانیں کھائیں، فرمانروایان مصقلیہ
 کے ملکوں میں سونے اور چاندی کا جو انبار تھا، وہ ہمیں سے حاصل کر دیا تھا، راجہ نے ناز میں ہندو حکومت
 میں ادیبی کو چاندی کی جو کثیر مقدار دنیا کا نقشہ بنار کرنے کیلئے دی تھی، وہ ہمیں کے کانوں سے نکلی تھی، اسی
 طرح بلرا اور سینا کی کانوں سے لوہا نکالا جاتا تھا، اور وہ اس قدر زیادہ ہوتا تھا، کہ عام دستور کے خلاف
 خاتم کل میں باہر بھی بھیجا جاتا،

ان کا تذکرہ ابن حوقل، یا قوت اور ادربی وغیرہ نے بھی کیا ہے،
 موسیٰ لیان لکھتے ہیں:-

تحرفت نے بھی ان کے وقت میں بڑی ترقی کی، ملک کے معدنیات چاندی، لوہا، تانبا، گندک، سنگ مرمر،
 سب سامان وغیرہ نہایت اہتمام کے ساتھ اور باقاعدہ طور پر نکالے گئے، (ص ۲۷)

آہن گری، لوہاری کا پیشہ دار الصنائع کی وجہ سے ترقی یافتہ پیشوں میں تھا، جہاز، منجنیق،
 تلوار، ڈھال، اصطلاب، جرثقیل کے آلات، پتلیاں وغیرہ ہمیں بنتی تھیں، جن کا تذکرہ دوسری جگہ آیا ہے،

لے زہرہ المصقلی ص ۲۵، کتاب الجغرافیہ نہری، درامی ص ۱۵۹، کتاب الفلاح درامی ص ۵۵، تاریخ الزراعة فی بلاد العراق
 العربیہ، المجلد الثانی، ص ۵۵، اخبار بلاد فارس جلد ۱، ص ۵۵، تاریخ عرب موسیٰ سدید، ص ۲۷،

پہاڑوں سے استفادہ | پہاڑوں خصوصاً کوہ اٹنا سے گندرھک کا بڑا ذخیرہ نکلتا تھا، اس پہاڑ کی آتش فشاں سے جولاوا بکر غاروں میں جمع ہوتا، اوس سے روغن نفث نکالا جاتا تھا، عرب مورخین میں سے مسعودی، قزوینی، ابن سعید اندلسی، ابوالغدار، ابن فضل اللہ دمشقی اور ابو عبد اللہ محمد بن بکر زہری وغیرہ نے صقلیہ کے بیان میں کوہ اٹنا سے گندرھک اور نفث وغیرہ حاصل کرنے کا مفصل ذکر کیا ہے، قیسی تہر شیب، رغان اور مرمر وغیرہ بھی زیادہ تر کوہ اٹنا سے نکالے جاتے جس سے سنگ تراشی کا پیشہ زندہ تھا، جھگڑوں سے استفادہ | جھگڑوں سے نجاری کا پیشہ قائم تھا،

نجاری میں عقلیت کی ترقی بھی قدرۃ تھی، جہاز کی لکڑیاں شنت مار کو کے جھل کی اچھی ہوتی تھیں پنچکوں کیلئے قلعہ ادبی کی لکڑی کام آتی تھی، اور پچی بنانے کا کارخانہ نہیں قائم تھا، ادبسی اسکاٹ اور سیدو نے نجاری کی ترقی اور مصنوعات کا تذکرہ کیا ہے،
نباتات سے استفادہ | نباتات سے استفادہ کر کے ذیل کی چند صورتیں معلوم ہوئیں،

نباتی وزرعی اشیاء و سپداوار سے مختلف پیٹے اور مصنوعات کا غذاسازی، رستوں کی بنائی، چٹائیوں کی بنائی، پارچہ بانی، روغن سازی، شراب کشی اور صابونی وغیرہ قابل ذکر ہیں،
بلرم کے قرب جوار کے دیہاتوں میں بربر ایک قسم کی نہایت چمڑی اور مضبوط گھاس ہوتی تھی، مسلمانوں نے اس کے دو مصرف نکالے، اس سے کاغذ تیار کرتے، اور جہازوں کیلئے رستے بناتے، جہازوں کے رستوں کی ضرورت اہم تھی، اسلئے اسکو مقدم رکھتے، اور گھاس کی زیادہ مقدار رستوں میں صرف ہوتی، کاغذ بنانے کیلئے بہت کم بچ جاتی تھی، لیکن جو کچھ بھی رہ جاتی تھی، اس کا بہترین کاغذ تیار ہوتا تھا، ابن حوقل کا بیان ہے، اگر اس گھاس سے مصر میں بھی کاغذ بناتے ہیں، اب تک مصری کاغذ سے بہتر کوئی دوسرا کاغذ دیکھنے میں نہیں آیا تھا، یہاں بھی اسی نو نہ کاغذ تیار ہوتا ہے، جو کچھ کاغذ بننا ہے، سرکاری ضرورتوں میں کام آتا

گھاس کی کمی کی وجہ سے سرکاری ضرورتوں میں بھی کاغذ تیار نہیں ہو سکتا تھا۔
چٹائی بننا، گھاس سے خوبصورت چٹائیاں تیار کی جاتی تھیں، ابن جریر نے شہر شرمہ کی مسجد میں چٹائی
بھی دکھی اس کے متعلق کتاب ہے:-

اس سے زیادہ بھی بنی ہوئی چٹائی نہیں دکھی تھی

پارچہ بانی کا پیشہ عقیدہ میں درجہ کمال پر تھا، سوتی اور شیشی ہر طرح کے کپڑے تیار کئے جاتے تھے،
روئی کی خام پیداوار سے سوتی کپڑے تیار کرتے، اور شیشی کپڑوں کے لئے ریشم کے کیڑوں کی پرورش انجیر
کے درختوں پر کرتے، یہ طریقہ مسلمانوں نے اندلس میں رائج کیا، وہاں سے عقیدہ لائے کیڑوں کی پرداخت
کیلئے انجیر کے بیشمار درخت لگائے گئے تھے،

یہاں کے کپڑے نہایت نفیس عمدہ اور باریک ہوتے تھے، ان میں اعلیٰ قسم کے نقش و نگار کاٹے
جاتے، دستہ رفتہ بازار میں یہاں کا کپڑا سب سے اعلیٰ درجہ کا سمجھا جانے لگا، ابن حوقل مسلمانان نیپلز کے
کپڑوں کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر کرتا ہے،

تین نے تمام اقطار عالم میں اس کپڑے کے مانند کوئی دوسرا کپڑا نہیں دیکھا، اور نہ ایسے کا دیگر تمام
روئے زمین میں کہیں دیکھنے میں آئے۔

اسی طرح مقدسی نے اقلیم مغرب کے عجائب میں پارچہ بانی کی ایک مثال لکھی ہے، جس سے مراد
مصلیٰ کی پارچہ بانی ہے، وہ لکھتا ہے:-

اور اس اقلیم میں بکثرت عجائب ہیں، اور ان میں سے ایک ابو قحس ہے یہ ایک قسم کا جانور ہے، جو سمندر
کے ساحل پر پتھروں سے اپنے بدن کو کھاتا ہے جس سے اس کے روئیں گرے ہیں، یہ روئیں ریشم کی طرح
نہایت نرم اور ملائم ہوتی ہیں اس کا رنگ سنرا ہوتا ہے، وہ مطلق صحیر ٹانہیں جاتا، نہایت طاور اور ہوشیار ہوتا ہے

اسکو جمع کرتے ہیں اور اس سے کپڑے بنے ہیں یہ کپڑے دن میں کئی رنگ بدلتے ہیں،
یورپین موزین کو اعتراف ہے کہ کپڑے بنے اور رنگنے وغیرہ کا فن یورپ کے مسلمانانِ مقلیہ سے
سیکا، موسیو لیوان لکھتے ہیں:-

ریشمی کپڑا جزیرہ میں بنے لگا، اور اس وقت بھی نورم برگ میں ایک ریشمی چادر شاہانِ مقلیہ کے اوڑھنے
کی موجود ہے جس پر کوئی حرفوں میں پانسویں جہری (۱۳۳۳ء) کا ایک کتبہ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
کپڑے رنگنے کا فن مقلیہ ہی سے یورپ میں آیا،
موسیو سدیوکا بیان ہے کہ یورپ نے ریشمی کپڑوں کی بابت مسلمانانِ مقلیہ سے حاصل کی
وہ کہتے ہیں:-

انہی نے وہاں جزیرہ مقلیہ میں ریشمی کپڑوں کے بننے کا دستور ڈالا جس سے کہتے ہیں کہ بارہویں صدی عری
میں اس کے بننے کا ہنر یورپ کے لوگوں نے سیکھا،
مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

دنیا کی کوئی قوم مسلمانانِ مقلیہ کے برابر ایک اور خوبصورت کپڑا نہیں بنا سکی، نہ یورپ کے ریشمی
کپڑوں کا مقابلہ کر سکی، وہ قرآن مجید کی آیات اور پھول بوٹے، سنہرے کلاتوں سے اس خوبصورتی کے
ساتھ بنے تھے، کہ جن کو دیکھ کر سخت حیرانی ہوتی ہے، ان کپڑوں کی بڑی قدر تھی، اسلامی دنیا کے
بادشاہوں اور امرا کے لئے ہمان کے کپڑے ڈھونڈ ڈھونڈ کر منگوائے جاتے تھے،
فنِ رنگ سازی پر ایک مقلی اہل علم نے ایک کتاب بھی لکھی ہے، جو یونٹس کے کتب خانہ میں
موجود ہے،

لے امن الکاسیم مقدسی ص ۲۴۰، و المسالك ولسالك ابن حوقل ص ۸۷، لے اخبلا ندس

جلد ۲ ص ۲۱۰-۲۱۱، تمدن عرب ۲۸۲، تاریخ خوب ۲۴۴

شراب نشی اگرچہ شراب کی کشید اور اوکی خرید و فروخت تک اسلام میں ممنوع ہے، لیکن صقلیہ میں عیسائیوں کی آبادی کی وجہ سے سینا میں جہاں اوکی آبادی زیادہ تھی، شراب کی کشید ہوتی تھی، صقلیہ کے شاداب انگوڑ مشہور تھے، ابو الفدا سینا کے متعلق لکھتا ہے،

”یہ شہر انگوڑ اور شراب کی کثرت میں مشہور ہے“

مسٹر اسکاٹ نے پایہ تخت بزم میں بھی شراب کے کارخانہ کے موجود ہونے کا تذکرہ کیا ہے لیکن عرب مورخین کے یہاں انکی کوئی شہادت نہیں ملی،

صناب سسارمی، صناب ایک قسم کا فالودہ تھا، جو انگوڑ کے شیرے کے قوام سے تیار کیا جاتا تھا، صقلیہ کی خاص صنعت تھی، اس کے تیار کرنے کا نسخہ اور اجزاء ابن الحوام نے بیان کئے ہیں، وہ طریقہ یہ ہے، پیلے شیریں انگوڑ کے شیرے سے جو شہد کے نسل کاڑھا ہو، ایک ظل صناب یعنی فالودہ کے قسم کا قوام تیار کیا جائے، پھر اس قوام کو ابھی طرح حل کر کے چھان لیا جائے، اس کے بعد اس میں عمدہ شہد مناسب مقدار میں ملا کر اسکو مٹی کے ایک کورسہ برتن میں ڈال دیا جائے،

مضب کی تیاری میں مٹی کے کورسہ برتن کو بہت بڑا داخل ہے، اور اس کے بنانے میں اسی برتن کے متعلق خاص ہدایتیں تھیں، مثلاً پیلے او سکویٹے پانی سے دھویا جائے، پھر دو دن تک پانی ہی میں اسکو چھوڑ دیا جائے، تیسرے دن نکال کر ہوا میں رکھ دیا جائے، پھر اسی مرکب قوام سے اس پر ایک ککے قسم کا لک کیا جائے اور پھر او سکویٹ شہد روز چھوڑ دیا جائے، اسکے بعد اس قوام کو اس میں آہستہ آہستہ ڈالا جائے لیکن قوام وہیں تک رکھنا چاہئے جہاں تک برتن میں لک ہو، اس کے بعد آخر میں اس کو نلے لکھا ہے۔“

صقلیہ میں اسی طرح تیار کیا جاتا تھا، اور اس کا یہی صحیح نسخہ ہے، ابراہیم بن محمد ابن بسال لکھتا ہو

اس قسم کے قوامیں ہیں اس سے بہتر قوام میں نے نہیں دیکھا:

حلو اسے اطریح عربوں کی اشیائے خوردنی میں ایک خاص قسم کا حلوا اطریح تھا، یہ بکرم کے ایک خاص مقام پر بیجہ میں تیار کیا جاتا تھا، اور یہاں سے کوہِ پاور فریقہ وغیرہ میں بھیجا جاتا تھا، اور یہی کہتا ہے:-

"اور یہاں وہ حلوا (اطریح) بنتا ہے، جو تمام اسلامی اور عیسائی شہروں میں بھیجا جاتا ہے۔"

روغن سازی، مختلف نباتات پھلوں اور پھولوں سے دہنیاں و عطریات کی کشید ہوتی تھی، انہی میں ایک قسم کا روغن تھا، جو درختوں سے نکالا جاتا تھا، اور یہاں کثرت سے تیار ہوتا تھا، شہد شہد کی پیداوار کیلئے شہد کی کھیلوں کی پرداخت کا اہتمام کیا گیا تھا، اور اس کے لئے بھی اسی طرح باغ لگائے گئے تھے، جیسے ریشم کے کیرنوں کیلئے تھے۔

دریا اور سمندر سے استفادہ دریا اور سمندر سے فائدہ اٹھانے سے دو پیشے، ماہی گیری اور صدف ریزی قائم تھے

ماہی گیری، اہل صقلیہ کا خاص پیشہ تھا، ساحلی سمندر اور اندرون جزیرہ کے دریا چشموں اور نہروں سے پھیلیں ٹھاکسار ہوتا، بڑی قسم کی مچھلی تن بٹاک طرائش کے ساحل سے نکالی جاتی تھی، بنطش میں تن مچھلی کثرت سے ملتی تھی، مچھلیوں کے ٹھاکسار کے لئے خاص ٹھاکسار گاہ قائم تھے، جنہیں مصاید کہا جاتا تھا، اور یہی مصیلاص کے متعلق لکھتا ہے:-

"یہاں بڑی قسم والی تن مچھلی کے ٹھاکسار کیلئے ٹھاکسار گاہیں ہیں"

صدف ریزی، سمندر سے موتی اور نوٹھا نکالے جاتے، طرائش کے ساحل پر نوٹھا نکالنے کا اہتمام

تھا، ابن الورڈی کہتا ہے:-

۱۔ کتاب الفلاحة در الامری، ص ۴۰، کتاب الفلاحة کے اردو ترجمہ میں اس کا مختلف اور ناقص بیان ہے، غالباً یہ بطور غلطی اس جگہ ناقص ہے، ۲۔ فہرستہ المشتاق، ص ۱۱۲، کتاب الہدی ابن سعید در الامری، ص ۱۱۲، و جزائیر الی بکر، زہری در الامری

اس کے سند کے ساحل پر بڑھ چکا لاجاتا ہے جو سند کے ساحلی کنارے کی زمین میں درخت کی طرح اڑکتا ہے۔

لغز جمید | لغز جمید کے اندر گوبری وسعت ہے، لیکن یہیں یہاں پر صرف غنا و موسیقی نقش و بھرا، تصویر اور تعمیرات کا تذکرہ کرنا ہے،

موسیقی، سخن و موسیقی کو طبائع انسانی سے مناسبت ہوتی ہے، اس کے لئے بدویت و حضرت کی کی تخصیص نہیں تاہم جب کوئی قوم تمدن کی تراش خراش کے بعد تعلیمات و تعلقات کی منزل میں قدم کرتی ہے، تو موسیقی بھی معاشرت و اجتماع کا ایک لازمی جزو قرار پاتی ہے، تعلیم میں عربوں سے پیشتر جو قوم آباد تھیں، ان میں موسیقی کا عام رواج تھا، مسلمانوں کے تمدن کے آغاز کے بعد عباسی و اموی خلفاء کے درباروں میں شعرا کے مدحیہ قصائد مغنیوں سے سنے جانے لگے، اس طرح موسیقی کو درباروں میں جگہ ملی، جب عقلیہ کے اعلیٰ شہزادوں اور کلمی فرمانرواؤں کے شاہی ایوان میں درباری جلوس ہونے لگے، تو یہاں بھی شعرا کے قصائد مغنیوں نے ساز پر گھا کر سنائے، اور پھر ولادت، امر اور رؤسا کی داد و دہش سے یہاں موسیقی کے باکمال ماہرین پیدا ہوئے، اور یہاں کے مغنی دوسرے ملکوں میں اشتیاق سے بلائے جاتے تھے چنانچہ اشبیلیہ کے فرمانروا المتغصب باللہ عبد بن محمد نے صفیہ کے ایک مغنی کو وہاں بلوئیس طلب کیا جب وہاں پہنچا تو اسے احترام سے دربار میں جگہ دی، اور اس نے اس کی پہلی فرمائش پر پانچ شعر گھا کر سنائے، اندلس میں قیام کی غرض سے بلایا گیا تھا، لیکن چند دنوں کے بعد اپنا ملک کی سبب سے اس کا انتقال ہو گیا۔

تصویریں عقلیہ کون تصویر سے قدیم لگاؤ رہا ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ سرزمین عقلیہ عہد قدیم میں مصوری کی ایک درگاہ تھی تو یہاں نہ ہوگا، اس کے آثار و شمائل بجا بجا اسلامی عہد تک قائم رہے، اٹلی کی بُت تراشی آج بھی مشہور ہے، شہر تھانیر کے متعلق عرب مؤرخین کا بیان ہے، کہ اس کا دوسرا نام مدینہ تھیں

یہاں علم اسلامی تک تھی کا ایک خوبصورت مجسمہ ایک بلند مقام پر نصب تھا جو اس زمانہ میں کئی برس پہلے
میں منقل کر دیا گیا تھا، یونانی قلم لامنام میں جن ردیوں کے نام آتے ہیں، ان میں سے اکثر کے نام پر یہاں
عبادہ لکھا ہیں قائم تھیں جنہیں ان کے مجسمے رکھے تھے، ان میں سے بعض عبادہ لکھا ہوئے ہیں ہر ملک کے یونانیوں کا
ایک عظیم الشان لازید لگتا تھا یونان و روم کے ممتاز فلاسفہ و مشاہیر کے ہیکل و مجسمے مختلف مقامات پر
نصب تھے، اور بیزنٹی دور حکومت میں بھی سونے کی مورتیاں یہاں ایسی موجود تھیں کہ جب
میساس کے ابتدائی محلوں میں مال غنیمت کے طور پر وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں تو امیر معاویہ نے ان کی
صنعت سے فائدہ اٹھا کر انہیں بیچنے کے لئے ہندوستان بھیجا جہاں ایک کئی لاکھ مسلمانوں نے انہیں
کی تجارت کی مخالفت کی اور وہ اپنے اراکے سے بلند آئے لکھنؤ و سری راج رواتوں کے مطابق وہ سندھ میں بھیجے گئے
جس زمانہ میں مسلمانوں کا تعلق صقلیہ سے پسند ہوا ۱۱۱۱ میں مصوری کا رواج ہو چکا تھا،
اگرچہ مسلمانوں کی ثقہ جماعت اور اس کے اثر سے عوام کا ایک بڑا طبقہ ہر زمانہ میں مصوری کو اسلامی
تعلیمات کے خلاف سمجھتا رہا لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں میں ایک منقر جماعت ایسی موجود
رہی، جو نفس تصویروں کو اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں سمجھتی تھی، کہ اسکے نقطہ نظر سے اسلام میں تصویریں
کی حرمانت کی اصل علت محض بت پرستی کا سد باب کرنا تھا، اور عوام میں سے حیلہ جو طبائع اور آسان
پسند امرا وغیرہ کی حقیقت کے اور اک کے اس جماعت کے ہمنوا رہے، چنانچہ صقلیہ میں بھی ایسا طبقہ موجود
تھا، جو تصویروں کے استعمال میں محتاط نہ تھا، اور محلوں میں تصویریں زیب و زینت کے طور پر استعمال
کی جاتی تھیں خصوصاً بلرم کے محلوں کو مختلف قسم کی تصویریں سے آراستہ کیا گیا تھا،

صقلیہ کے اسلامی عہد کے فن مصوری کے بعض نمونے یورپ کے بعض کتب خانوں میں
پائے جاتے ہیں، جن سے اس عہد میں تصویروں کے استعمال کا پتہ چلتا ہے، پروفیسر رینود

سلطنتی الاذہانی جواب الاقطار و الاماری و ملائک فتوح البلدان بلاذی و کتاب اللہ ابو ذی النون زہرہ الشافعی و ملا
ابن عذاری و ترجمہ اردو ص ۲۱

نے اپنی کتاب "حروب صقلیہ کے بعد یورپ اور مشرق کا طلی اتصال" میں قلم طلب سے متعلق ایسی پانچ تصویریں شائع کی ہیں جن میں عرب اطلال باشندگان یورپ کا مقابلہ کرتے دکھائے گئے ہیں انہیں ایک تصویر صقلیہ سے بھی تعلق رکھتی ہے، اس کی نشان فرماؤں پر عرب اطلال کوئی ٹائل کر رہے ہیں یہ تصویر صقلیہ کے پرانے کا قذات میں متنازع ہے اور اسی کے اس فقر کی کوہ زمین کی صنعت میں جبکہ مارمن فرمانروا کے زمانہ میں صقلیہ میں اس نے تیار کیا تھا اجزائیہ کی ہمدانی کے ثبوت کے علاوہ فن مصوری کا کمال بھی مضمر تھا، اس کوہ میں کمال صنایع سے دنیا کے مختلف حصوں کو مختلف رنگ کے جواہر سے جدا جدا دکھانے کے ساتھ پہاڑ، دریا، اور پھل وغیرہ دکھائے گئے تھے، اسی طرح کپڑوں پر سنہرے کلاتوں کے خوبصورت نقش و نگار اور عمارتوں کے دلاؤ نیز نقوش بھی صقلیہ کے مسلمانوں کے ذوق مصوری کے شاہد ہیں۔

فن تعمیر تعمیر کیلئے پتھر، لکڑی، لوہے اور رنگوں کی ضرورت پڑتی ہے، یہ چیزیں کم و بیش ہر جگہ پائی جاتی ہیں، اسلئے جقدر قدیم تمدن قومیں گذریں، ان کا کوئی نہ کوئی مخصوص طرز تعمیر قائم ہوا انہیں سے ایرانی، مصری، یونانی، رومی اور نیز نبطی طرز تعمیر اسلام کے ظہور کے وقت دنیا میں رائج تھے مسلمانوں کا تمدن جزائی حدود کا پابند نہیں، اسلئے اسلامی طرز تعمیر کو ان تمام طرزوں سے واسطہ پڑا، اور پھر مسلمانوں نے ان مختلف طرزوں میں اپنی ذہنی استعداد سے ایسی آمیزش اور اضافے کئے کہ ایک مخصوص طرز تعمیر کی بنیاد پڑ گئی، یہی طرز اسلامی طرز کہلاتا ہے،

مسلمانوں کے صقلیہ میں آنے کے وقت تک اسلامی طرز تعمیر کی بنیاد پڑ چکی تھی، وہ صقلیہ میں مشرقی طرز طے ہوئے، اسلامی طرز تعمیر کو اپنے ساتھ لائے، اور یہاں انہیں اسلامی طرز میں یہاں کے قدیم یونانی، رومی اور نیز نبطی طرزوں کے ملانے کا موقع ملا، اور اپنی استعداد سے مشرقی و مغربی طرزوں میں ایسی آمیزش کی کہ ایک نئے طرز کے بانی بنے جبکہ لیوان صقلیہ

کاشترقی عربی طرز نکتہ ہیں

مقلیہ کا یہ شرعی عربی طرز نہ صرف یہ کہ اسلامی طرز تعمیر کی ایک شاخ ہے، بلکہ مسلمانوں کے فن تعمیر میں اسکو ایک مستقل منزل کی حیثیت حاصل ہے، جس میں ان کی چند یادگاروں دائمی طور پر باقی رہ گئیں مقلیہ کے اسلامی طرز کے چند خصوصیات کہا جا سکتا ہے،

مقلیہ کے اسلامی فن تعمیر کے خصوصیات، وہ ہیں جن کی داغ بیل مسلمانانِ مقلیہ کے ہاتھوں اسلامی فن تعمیر میں پڑی، مثلاً:-

عماروں میں پتھروں کا پہلی مسلمانوں نے عمارتوں میں سب سے پہلی مرتبہ اسی مقلیہ میں اینٹ کے بجائے پتھر مرتب استعمال استعمال کئے، انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں تاریخ فن تعمیر کے ذیل میں اسلامی طرز تعمیر پر لکھتے ہوئے کہا گیا ہے:-

”اس قسم کے طرز تعمیر کی دوسری منزل تبریز و سلطانیہ کے مساجد میں، اور جب ہم دوسری کے بعد اس طرز کو برم کے محل زیرہ میں دیکھتے ہیں، تو ہم کو اتنا فرق نظر آتا ہے، کہ اب اینٹ کی جگہ پتھر نے لے لی ہے۔“

موسو لیبان تعمیر کے مصالح کے ذیل میں لکھتے ہیں:-

”ہمیں کی تعمیر کا مصالح بلحاظ اختلاف ملک اور اختلاف عمارت کے مختلف ہے، پہلے انھوں نے لکھنؤ میں استعمال کی، لیکن اُس کے بعد ہی انھوں نے اپنی بڑی عمارتوں میں قلعہ و فیروزہ اور قلعہ کے جو جزیرہ مقلیہ میں ہیں، اور مسجد حسن کے جو قباہ میں ہے، اور نیز دوسری عمارتوں میں پتھر کا استعمال کیا۔“

مقلیہ میں عمارت کے قابل پتھروں کی کمی نہ تھی، یہاں تک کہ جب اسکندرنے شہر اسکندریہ

تعمیر کر لیا، تو عمارتوں کیلئے پتھر ہمیں سے منگوائے، اسلئے مسلمانوں نے مصقلیہ پہنچ کر یہاں کے پتھروں کی قدر کی، اور بقول مسٹر اسکاٹ مسلمان انجینیروں نے ایوان شاہی اولہ امراء کے محلوں میں رنگ برنگ کے پتھروں کی چمکا چوند پیدا کر دی، اور جتنے قسم کے پتھر یہاں دستیاب ہوتے تھے، سب کو عمارتوں میں استعمال کیا، چنانچہ ادبسی اور ابن جبیر وغیرہ نے بھی یہاں کی عمارتوں کے پتھروں کی تعریف کی ہے۔

ستون کی نوکدار (دوسری خصوصیت فن تعمیر کے ستونی طرز) (COLUMN) کو محرابوں کی ایجاد میں ہے۔

مین ہے۔

یونانیوں نے ستونی طرز (COLUMN) کی ابتداء کی، اور رومیوں نے اسکو ترکیبی یونانیوں اور رومیوں نے ایسے ستون بنائے جن پر جمیت (CUPALA) قائم ہوں مسلمانوں نے ان ستونوں پر نوکدار محرابیں بنائیں، اور مصقلیہ کے مسلمانوں نے انہی عناصر سے ایک بلند حسین طرز ایجاد کیا، جو مختلف تختیاں میں پرشکوہ نشان سادہ اور حسین و جمیل تھا۔

آرائشی طاقتیں اسلامی فن تعمیر میں آرائشی طاقتوں کے اضافہ کی ابتداء بھی مصقلیہ ہی میں ہوئی، موسیو لیبان لکھتے ہیں:-

ان طاقتوں کا استعمال جزیرہ مصقلیہ میں دسویں و گیارہویں صدی عیسوی میں پایا جاتا ہے۔

ان خصوصیتوں کے اضافہ کے علاوہ تعمیر کی اون صنعتوں کو جو وقت تک اسلامی فن تعمیر میں رائج پا چکی تھیں، نہایت خوبی سے استعمال کیا، اور اپنے حسن ذوق سے ان کو معراج کمال پر پہنچایا،

سنہری روپتی قلعی اسلامی عمارتیں دیواروں پر سنہری روپتی قلعی کی جاتی تھی، جسکو تسمیہ و قمریہ کہتے تھے۔

سنہ نہزہ الشافعی و رحلتہ ابن جبیر (مطبوعہ) وغیرہ اخبار اللاندس جلد ۲ و تاریخ خوب موسیو سیدو مصقلیہ، سنہ ۱۵۱۰ء

صقلیہ کے مسلمان ہندسین نے یہاں کی عمارتوں میں یہ دونوں صنعتیں استعمال کیں (ابن جریر کی تصانیف) کی ہمت کو شکیات لکھا ہے، اور قریہ کے نمونے آج بھی یادگار باقی رہ گئے ہیں،
 نقش و نگار | دیواروں پر مختلف نقش و نگار ہر قسم کے رنگ بھر کر بناتے، خوبصورت مصنوعی ہلیں
 چڑھاتے، ہلیوں میں اُن کے خوشے نہایت شگفتہ دکھاتے، اور خط کو فی طغریٰ میں قرآن مجید کی
 آیتیں نہایت صفائی اور خوبصورتی سے نقش کرتے،

نندسینوں کے عہد | سسلی میں جب تک مسلمان موجود رہے، اسلامی طرز تعمیر اور مسلمان مہماروں کو
 میں اسلامی طرز تعمیر | مقبولیت حاصل رہی، تاہم خود کسی تمدن کے حامل نہ تھے، وہ تقریباً ایک ہی زمانہ
 میں انگلستان اور سسلی دونوں جگہ آئے، انگلستان میں تو انھیں اوس طرز کو رواج دینے کا موقع
 ملا، جسے انھوں نے لمبارڈوں اور فرانسیسیوں سے حاصل کر لیا تھا، کیونکہ خود انگلستان میں
 اس وقت کوئی طرز تعمیر موجود نہ تھا، جس کو وہ اختیار کرتے، برخلاف اس کے صقلیہ میں یونانی اور
 اسلامی طرز تعمیر ترقی یافتہ شکلوں میں موجود تھے، وہ اوس طرز سے زیادہ بہتر تھے، جس کو وہ انگلستان
 میں رائج کر رہے تھے، اسلئے باوجودیکہ انگلستان اور صقلیہ کے نازمنوں میں معاشرتی تعلقات
 قائم تھے، پھر بھی انھوں نے یہاں اوس نئے طرز پر عمارتیں نہیں بنائیں، جس طرز پر وہ انگلستان
 میں بنا رہے تھے، کیونکہ انگلستان کا وہ نازمن طرز صقلیہ کے اسلامی طرز تعمیر کے مقابلہ میں ناقص جدا
 اور بد صورت تھا، اسلئے صقلیہ میں نازمنوں کے زمانہ میں جو عمارتیں بنائی گئیں، وہ تمام تر صقلیہ کے
 مسلمان ہندسین اور مہماروں کے ہاتھوں تعمیر ہوئیں، اور خالص اسلامی طرز کی تھیں، انسا بیکلو پیڈیا
 بریٹانیکا میں نازمنوں کی سرگذشت میں ان کے طرز تعمیر کے ذیل میں ان امور پر وضاحت مرقوم
 ڈالی گئی ہے، اس کا اجمالی خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے، جس سے اندازہ ہو گا، کہ صقلیہ کے نازمن
 عہد حکومت میں جبکہ تعمیری ترقیاں ہوئیں، وہ تمام تر اسلامی تعمیرات ہیں، جو مسلمان کاریگروں

کے اہتموں انجام پائیں، مقالہ نگار نے انگلستان اور صقلیہ کی نامین عمارتوں کی تعمیر کا فرق ان الفاظ میں دکھایا ہے:-

”ان دونوں ملک کا فرق نہایت نمایاں ہے، صقلیہ میں ان نامیوں کو نظر آیا کہ وہ وہاں کے موجودہ طرز میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے، اسلئے انہوں نے اسی کو اختیار کر لیا، لیکن انگلستان میں انہوں نے دیکھا کہ وہ اس میں ترقی کر سکتے ہیں، اسلئے ملک کے طرز تعمیر کی جگہ اپنا طرز رائج کیا، اس طرح میں نظر آتا ہے کہ انہوں نے ان دونوں جگہ وہاں کے حالات کے مطابق عمل کیا،“

(صقلیہ میں) ان اسلامی اور یونانی فنون کی موجودگی میں انہیں کسی حدت کی ضرورت نہیں تھی، اُن کو صرف اتنا کرنا پڑا کہ انہوں نے مسماروں کو حکم دیا کہ وہ دوسرے کے بجائے ان کیلئے عمارتیں بنائیں، پیرمونریل (MONREALE) سینولو (CEFALOW) اور سینا کے نامیوں کے شاہی محل اور گرجے تمام تر خالص طور سے اسلامی ہیں، اور اغلب یہ ہے کہ وہ مسلمان مسماروں ہی کے بنائے ہوئے ہوں، اور اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ وہ اسلامی نمونے پر بنائے گئے ہیں،

ان عمارتوں اور ایکویٹین (AQUITAINE) کی عمارتوں میں نوکدار محرابیں اسلامی اثر کا صاف پتہ دیتی ہیں ان کو کبھی بھی شمال کے گاتھک طرز کی آمد نہیں بھنپا ہے، اس طرز تعمیر کو صقلیہ کے نوکدار طرز سے کوئی واسطہ نہیں، صقلیہ کا ایک گرجا فرانسیسی یا انگریزی گرجے سے قطعاً مشابہ نہیں ہو سکتا، بعض جگہ وہ بالکل مشرقی (مجموعہ مین، ایشیاء وسطی اور ہند) ہے، (جو عربوں کے ذریعہ صقلیہ پہنچا)، اور بعض جگہ نوکدار محرابوں، (جو صقلیہ کے عربوں کی ایجاد ہے) کو بنا ہوا اس کے بعد مقالہ نگار دیواروں کے نقش و نگار کے متعلق لکھتا ہے:

لیکن اگر عربوں نے تعمیر کا راستہ دکھایا، تو یونانیوں نے دیواروں کی معنوی و نقاشی کی راہ

دکھائی، ایسی حالت میں حکمران قوم (نارمن) بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ حکمران خاندان کو وہاں کے وہ زمانہ کے رائج طرز میں کسی مزید اضافہ کی ضرورت نہیں پڑی، انہوں نے جو کیا وہ یہ کہ مسلمانوں اور یونانیوں سے مشترک طور سے کام لینا شروع کیا،

لیکن اس موقع پر یونانیوں کا ذکر کر کے مقالہ نگار نے گویا ایک دھچپ پیرائی بیان میں نارمنوں کی عمارتوں کی تعمیر میں مسلمان مہارون کے ساتھ یونانی مہارون کو شریک کر دیا ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی فن تعمیر میں دیواروں کا نقش و نگار یونانی طرز سے ماخوذ ہو، لیکن متعلیہ کی عمارتوں اور خصوصاً گرجوں پر خط کوئی و خطاطی میں قرآن مجید کی آیات سے زیب و زینت دینا ظاہر کر رہا ہے کہ ان نقش و نگار کے نقش و مصور یونانی نہیں مسلمان ہیں، متعلیہ اور اپولیا کے گرجوں کی عمارتوں کی آیات قرآنی آج تک اسکی شاہدیاں موسیو لیسان لکھتے ہیں:-

”خود عربی حروف اس درجہ خوبصورت ہیں کہ از مدہ سلی و نشہ ثانیہ کے بناؤں نے ان نمونوں کو جو ان کے ہاتھ لگے، محض آرائش بھیکر نقل کر دیا ہے، موسیو لانگ پیربر، اور موسیو لادواہ، اور دوسرے مصنفین نے ان کی مثالیں اکثر ایطالیہ میں دیکھی ہیں، اس آخر الذکر مصنف نے موسلمان کے ہرے کھیسے کے بیت اخذت میں ایک نکملا عرب وار دروازہ دیکھا ہے جس کے گرد تھہر کی لگائی، اور اس پر ایک عربی لفظ متعدد بار لکھا ہوا تھا، کھیسے سینٹ پیٹر کے اس دروازہ پر جہاں پوپ یوزین چہارم کی مورت ہے، حضرت عیسیٰ کے سر کے گرد عربی حروف کا ہالہ ہے اور سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے کپڑوں پر بھی ایک ایک سطر عربی لکھی ہوئی ہے، افسوس ہے کہ اس مصنف نے ان کتبوں کا ترجمہ نہیں دیا ہے، کیا عجب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے سر کے گرد **إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ** لکھا ہو، سطر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

”یہاں تک کہ گرجوں اور مقدس مکانوں کی آرائش قرآن مجید کی آیتیں لکھوا کر کرتے تھے حالانکہ

تسراں مجید کی تعلیم پاپائے روم کے اصول و مینیات اور مذہبی مجالس کے احکام کے بالکل برعکس تھی۔

صقلیہ کے نارمنوں کے علاوہ یورپ کے دوسرے خطوں میں بھی اسلامی طرز تعمیر کو مقبولیت حاصل ہوئی، اور اُس نے صد ہا برس گزرنے کے باوجود اپنی امتیازی شان قائم رکھی، انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں ہے۔

جب ہم نارمنوں کے انگلستان اور صقلیہ کی تعمیر کا ان بعض عمارتوں سے جواب دیا کہ بعض حصوں میں بنائی گئی ہیں، مقابلہ کرتے ہیں، تو ہمیں ٹرائینی منڈو اور باری کی عمارتوں میں اطالوی اور نارمن عناصر مل جاتے معلوم ہوتے ہیں، ان شہروں کے بڑے گرجے صقلیہ کے گرجے سے مختلف ہیں، ایک طرف تو ہمیں ان میں بعض ایسی چیزیں نظر آتی ہیں، کہ گویا ہم اٹلی میں ہیں، دوسری طرف ہمیں ان میں اسلامی طرز تعمیر کی صاف جھلک دکھائی دیتی ہے۔

مشہور عمارتیں اور اون کے آثار صقلیہ میں مسلمانوں نے فن تعمیر کو جو ترقی دی، اُس کا اندازہ وہاں کی شاندار اور خوبصورت عمارات سے کیا جاسکتا ہے، اُس زمانہ کے مشہور عرب مؤرخین اور سیاح، ابن حوقل، ادربی، ابن جبیر اور یورپین سیاح تھیوڈورس، اہب، یہان کی تعمیری ترقیوں کو بخیر خود دیکھ کر متاثر ہوئے، اور اپنی کتابوں میں اپنے تاثرات لکھے، دور حاضر کے یورپین مؤرخین میں سے سدیو، لیبان، اسکات، اور انسائیکلو پیڈیا کے مقالہ نگار غیرہ نے اس زمانہ کی یہاں کی عمارتوں کے آثار باقیہ دیکھے، اور انھیں اندس کی عمارتوں کے بعد سب سے اعلیٰ ترین عمارتوں میں شمار کیا، عمارتیں عموماً پتھر کی بنتی تھیں، اندر کی دیواروں پر پلاسٹر کرتے تھے، اور رنگ برنگ کے نقش و نگار اور پچی کاری سے مزین کرتے، اکثر عرب دیورپین مؤرخین اور سیاح متفق ہیں کہ یہاں کی

عمار قون کی عمومی شان و شوکت رفعت و بلندی، کشادگی، استحکام اور تخرمین بالکل اندس کی عمارت کے شل تھی اگرچہ اندس اور مصلیٰ کے طرز تعمیر میں آسمان و زمین کا فرق تھا، لیکن عمومی طور پر دونوں میں بہت کچھ مشابہت پائی جاتی تھی، ابن جریر نے تو ایک سے زیادہ مقام پر کہا ہے کہ یہاں کی عمارتیں قرطبیہ البیان ہیں،

لیکن وہ کونسی عمارتیں تھیں، کن کن ناموں سے موسوم تھیں، افسوس ہے کہ اس کی تعیین مصلیٰ کی عمارتوں کے سب سے بڑے مداح اور سی کی نزہۃ المشتاق سے بھی نہیں ہو سکتی، وہاں کے معلومات کی جسزئی سے جزئی تفصیل بیان کرتا ہے، مگر بجز القصر و المسجد وغیرہ کے ان کا کوئی خاص نام نہیں لیتا، حالانکہ اکثر قابل ذکر عمارتیں اپنے اپنے ناموں سے موسوم تھیں، اور تالیکوں میں کہیں کہیں ان کے نام مل جاتے ہیں، لیکن اور سی نے اپنی کتاب ناموں کے عہد میں نامین فرمانا پر کیلئے تالیف کی، اسلئے غالباً اس نے ان ناموں کو عمداً نہیں لکھا، کہ اب انھیں پُرانے ناموں مثلاً قصر سالم، قصر سعد وغیرہ سے موسوم کرنا منغوی اعتبار سے بے معنی تھا، تاہم چند عمارتوں کے نام ہیں ایسے معلوم ہو سکے ہیں جن کے حالات متعین طور پر ہم بیان کر سکتے ہیں، ان میں قصر زیزہ، قصر قوباع، قصر سعد مسجد بلرم، مسجد نرمنہ، اور کئیہ انطاکی ہیں لیکن یہ یاد گاریں بھی اس وقت تک قائم رہیں جب تک نامین مسلمانوں کا تمدن اختیار کئے رہے، اور اسی لئے ان کے عہد میں بھی مسلمان عمارتوں کے ہاتھوں اسلامی عمارتوں کا اضافہ ہوتا گیا لیکن پھر اسکے بعد جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا مصلیٰ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین شری تعلقات خراب ہوتے گئے، یہاں تک کہ فترتہ دونوں قوموں میں کامل اجنبیت پیدا ہو گئی، لیکن اسکے باوجود اس زمانہ میں بھی جوئی عمارتیں بنیں، ان میں اسلامی طرز تعمیر کی نمایاں جھلک باقی رہتی،

لیکن افسوس ہو کہ اسلامی عہد حکومت اور نامین عہد کے ابتدائی دور کی جی ہوئی عمارتیں بہت جلد برباد ہو گئیں، اور آج تو صرف بعض عمارتوں کا کچھ ٹوٹا بچو ماحقہ کسی کھر کی کی کوئی جالی کسی عمارت کا

کوئی دروازہ یا کسی دیوار کے کسی کیتے کا صرف کوئی ٹکڑا ہمارے چشمِ عبرت کیلئے باقی رہ گیا ہے، ورنہ کلیسا کے متعصب پادریوں کی کوششوں نے اسلامی عہد کی ان یادگاروں میں سے ایک ایک کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

”دنیا بھر میں کسی قسم کے آثار ایسے کامل طور پر اور ایسے باقاعدہ طریقہ سے کہیں نہیں مٹائے گئے جیسے مسلمانانِ عقیدہ کی یادگاروں کو مٹایا گیا ہے۔“

بہر حال جن عمارتوں کے نام و نشان باقی رہ گئے ہیں، ان میں سے تھریزبرہ اور قلع کے نام دیگر کے مورخین کے درمیان زیادہ مشہور ہیں، موسیو لیبان لکھتے ہیں:-

”اُس وقت عقیدہ میں بہت تعداد ہی یادگاریں مسلمانوں کی باقی رہ گئی ہیں، ان میں سے مشہور ضیضہ اور قلع کے قعر ہیں، جو پلرمو کے قریب ہیں، ان کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے، کہ مورخین قدیم نے اُن کی غفلت و نشان کے بیان کرنے میں مبالغہ نہیں کیا ہے، تھیوڈوسیوس ایک راہب نے ادینز اور یسے نے اُن قعروں کی بڑی تعریف کی ہے، اور ان کے قیمتی سنگ مرمر اور خوشنما نگاریوں اور چٹانوں کے بانوں کی جو عربوں کے زمانہ میں تھے صفت و ثنا لکھی ہے،

یہ راہب تھیوڈوسیوس ۶۰۸ء میں سائزاکونز کے محاصرہ میں قید ہو کر پلرمو بھیجا گیا تھا اور اُنکے

قلعوں مساجد اور محلات کی بہت کچھ تعریف کرتا ہے۔“

تھریزبرہ اور قلع کا زمانہ تعمیر | موسیو لیبان کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے، کہ یہ دونوں قعر عہدِ افلاہ میں
اون کے صحیح نام | تعمیر ہو چکے تھے، کیونکہ تھیوڈوسیوس ۶۰۸ء میں پلرمو گیا، اور اُن کے بیان کے

مطابق اوس نے اُن قعروں کی بڑی تعریف کی ہے، لیکن موسیو لیبان
کی یہ تصریح تسامح پر مبنی ہے، اوس کی تصریح بعض عرب مورخین کے اشارات اور نیز خود موسیو لیبان کے

ایک دوسرے بیان سے ہوجاتی ہے،

”قصر فیروزہ“ کے متعلق میرا خیال ہے، کہ اوسکی اصل ”قصر عزیز“ ہے، جو غلیظہ فاطمی العزیز باقر نزار رطلو
۳۵ء کی طرف منسوب تھا، عرب مؤرخین میں سے لسان الدین محمد بن الخطیب الخیر اندلسی عقلیہ کے
حالات میں ۲۳۵ء کے سلسلہ واقعات میں والی عقلیہ جابر کے متعلق لکھتا ہے:-

وصلہ تغلید نزار (العزیز باللہ) اور اوس کو نزار (العزیز باللہ) شاہ عبیدیہ
ملک العبیدیہ... و سکن القصر الانکی کی طرف سے فرمان ملا، اور وہ اُس قصر میں
یعرف بہ فی عقلیہ! اترا، جو اسکے نام سے عقلیہ میں مشہور ہے،

اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ ”قصر عزیز“ اس عہد میں پرمو کے اس محل کا نام تھا جہیں
فرمانرواے عقلیہ اقامت گزریں ہوتا تھا اسلئے یہ قصر رفعت و ثناء میں عقلیہ کے عموماً دوسرے قصر و
سے زیادہ ممتاز ہوگا، اسلئے عجیب کیا ہے، کہ ”قصر فیروزہ“ (۱۵۱۵۸) اسی قصر عزیز کا بگڑا ہوا
تلفظ ہو، اگر یہ صحیح ہے تو اس کا اردو تلفظ ”فیروزہ“ کے بجائے جو تمدن عرب میں اختیار کیا گیا ہے ”زیزہ“
زیادہ مناسب، اور اسی لئے ان اوراق میں اُس کا یہی اطلاق اختیار کیا گیا ہے۔

اس خیال کو اس سے اور تقویت پہنچتی ہے، کہ موسیو لیان کے بیان کے مطابق
قصر فیروزہ دسویں صدی میں تعمیر ہوا تھا چنانچہ لکھتے ہیں ۱۱۰-

تجزیرہ عقلیہ کی مشہور عربی عمارتیں فیروزہ و قریحہ دو مشہورہ قصریں، جو بلرم کے قریب واقع ہیں، اور
جنگی بنا دسویں صدی عیسوی میں ہوئی۔

۱۵ اعمال الاعلاہ در بادشاہی ہجری ۴۷۸، بشرطیکہ ”عرفت“ میں ”بہ“ کی غیر العزیز بادشاہ کی
طرح لوثی ہو، ورنہ اگر اسے ممکن کے حامل جابر کی طرح لیجائیں، تو قصر فیروزہ کے متعلق قیاس کی ساری عمارت سمجھ سکتے

اسلئے اگر یہ دسویں صدی کی عمارتیں ہیں، تو تیسویں صدی کے مابین میں ہدم کے کسی دیگر
 قصر کا تذکرہ کیا ہوگا، جسکو نیزہ پر منطبق کیا گیا، عجب کیا کہ وہ قصر سداور قصر سالم ہوں کہ غالبہ کے
 زمانہ میں یہ دونوں قصر بیان زیادہ ممتاز تھے، اور ان میں ولایت رہتے تھے، البتہ لسان الدین
 الخطیب کے بیان کے مطابق دسویں صدی عیسوی کے اواخر اور گیارہویں صدی عیسوی کے
 اوائل میں یہاں کا شاہی قصر، قصر عزیز تھا، اسلئے شاید ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ قصر
 ضیئہ دراصل قصر نیزہ ہے، جو قصر عزیز کا پورٹی لفظ ہے، اس طرح اگر اس کا زمانہ تعمیر خلیفہ
 فاطمی العزیز بالله کے سربراہ حکومت ہو جانے کے بعد ہو، تو وہ زمانہ ۳۶۵ھ (سال جلوس
 العزیز) اور ۳۷۵ھ سال ولایت جابر کے درمیان ہوتا ہے، جو دسویں صدی عیسوی
 کا بالکل آخر زمانہ ہے،

اسی طرح قصر قوب کا زمانہ تعمیر بھی موسیو لیبان کے بیان کے مطابق دسویں صدی
 عیسوی ہے، لیکن اس کے متعلق بھی عربی ماخذوں سے بعض احتمالات پیدا ہوتے ہیں مگر
 ابھی وہ اس لائق نہیں کہ ضبط تحریر میں لائے جائیں،

قصر نیزہ قوب سے خصوصیات | موسیو لیبان نے ان دونوں قصروں کے کھنڈر خود جا کر دیکھے تھے
 جو ابھی تک اپنے حال پر کھڑے ہیں، انھوں نے جو حالات بیان کئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا
 ہے کہ یہ دونوں اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے سب سے قدیم ترین قصر ہیں، اور صلیبیہ کے سیاسی
 حالات کے لحاظ سے ان کی یہ عمارت بیک وقت قصر بھی ہے، اور قلعہ بھی، قصر میں
 جو طرز تعمیر ہے، وہ افریقہ کے قصروں سے زیادہ ملتا جلتا ہے، موسیو لیبان کا پورا بیان
 حسب ذیل ہے:۔

اتنے پرانے زمانہ کے عربی قصر کس نہیں پائے جاتے، اور اس وجہ سے یہ نہایت ہی عجیب و غریب

غیزہ اور قوبن کے قصر نہ فقط قہر تھے، بلکہ قطعے بھی تھے یہ گڑھے ہوئے پتھروں سے بنے ہوئے اور
سا ان جنگ سے آراستہ تھے، اور بلاتال صدیوں کا سامنا کر سکتے تھے،
مقتیہ کے سارے قصر بن پرانے صدیاں گزر گئی ہیں، ہر قسم کی بدسلوکیاں جمیل چکے ہیں؛
قصر زہرہ کے منسلح حالات یوں لکھتے ہیں:-

”قصر ضحیرہ جو بزم سے قریب ہے، پھل میں پتھر اور چوڑے کاغذ کا عظیم الشان مکعب نظر آتا ہے، اس کی
دیواریں دھڑ سے ایک زنجیر محرابوں کا معلوم ہوتی ہیں، جو کسی قدر نکلی ہیں، اور ان کے اندر دھڑے
دھڑے دریچے بنے ہوئے ہیں جن کی دونوں جانب کسی زمانہ میں ستون تھے، مندر
کے حاشیہ پر کسی وقت میں قریب کتبے تھے جن کا کچھ بقیہ رہ گیا ہے، میں نے موسیو نیرودے پرانے
ٹری کی تصویر سے اس قصر کے ایک دالان کے نقشہ کو صیادہ چالیس برس پہلے تھا نقل کیا
اس کی آرائش نہایت ہی سادہ اور خوبصورت ہے، اس میں اندس کی طرح سے قبی آرائشیں بھی ہیں
لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان عربی کاریگروں نے جنہوں نے نارسوں کے وقت میں اس قصر کی مٹ
کی جہاں کی پرانی طرز کو کمان تک بدلے؟

اس کے بعد قہر قوبن کے متعلق لکھتے ہیں:-

”غیزہ کے قصر سے تھوڑے فاصلہ پر قوبن کا قصر واقع ہے ضحیرہ اور قوبن کے قصر
کی ظاہری صورت اور ان کی کیلی محرابوں کی قطاریں اور ان کی باقاعدہ تعمیر اندس کے عربی قصر
سے بالکل ملحدہ ہے، موسیو دے پرانے ٹری اوں کو مصر کی عمارتوں سے مشابہت جانتے ہیں لیکن میری
راے میں یہ مشابہت مطلق نہیں پائی جاتی، بہت تلاش کے بعد میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ مسجد طلاؤ
کے بعض حصوں کو کچھ خفیف سی مشابہت ان قصر سے ہو تو ہو۔“

اور یہی نے ان قلعوں کا تذکرہ برہم کے ضمن میں کیا ہے، اسی سلسلہ میں اوس مرمت کا حال بھی لکھا ہے جو راجہ نے کرائی تھی، اور یہی نے اسکوئی تعمیر سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-
 اور یہ محل نہایت محفوظ اور بلند ہے، جنگ سے اوس کو مفتوح نہیں کیا جاسکتا، اور کسی حالت میں اس تک رسائی ممکن نہیں، اس کے اوپر شاہ جہاں کا ایک نو تعمیر قلعہ ہے، جو گینوں اور بٹے بٹے ترشے ہوئے پتھروں سے بنایا گیا ہے، اس کے مناروں پناہ گاہوں محلوں اور نشہ نگاہوں میں نہایت استحکام اور بندی پائی جاتی ہے، کوہ نہایت مضبوط بنایا گیا ہے، نہایت نادر اور عجیب چیزوں سے اسکی نقش آرائی لگائی ہے، مسافروں اور سیاحوں نے اسکی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے، اور یہ یقین کیا ہے کہ اس شہر کی عمارتوں اور محلوں سے زیادہ دلربا کوئی عمارت اور کوئی جگہ نہیں ہوگی۔

قصر مسجد، قصر مسجد اسلامی عہد کا ایک خوبصورت اور پابدار قصر تھا، برہم سے ایک فرسخ پر واقع تھا، اس کا طرز تعمیر اس قدیم وضع کا معلوم ہوتا ہے، جسکو مسلمانوں نے ابتداً ہجرہ میں رائج کیا، قصر میں داخلہ کیلئے لوہے کا ایک پھانک تھا، اور اندر نہایت کشادہ وسیع اور آرام دہ قیام تھا اور دو منر لیس رتیں تھیں، قصر کے بلند حصہ پر ایک مسجد تھی، جو ابن جبیر کے بقول دنیا کی خوبصورت ترین مساجد میں تھی، اس میں شیشہ اور پتیل کی ہم قدیلین آویزاں تھیں، قصر کے سامنے ایک کٹاؤن ٹرک تھی، جو قصر کے چاروں طرف گھومی تھی، اس سے کچھ ہٹ کر ایک چشمہ عین مجنونہ رواں تھا جو قصر کے حُسن کو دوبالا کرتا تھا، اور قصر کے نشیبی حصہ میں میٹے پانی کا ایک کنواں تھا، ابن جبیر کے عہد تک یہ قصر اچھے حال میں تھا، مگر اب اس میں امرا اور دُسا کے بجائے صوفیہ قیام پذیر تھے، اسکو فنا گاہ کی ایک حیثیت حاصل ہو گئی تھی، اسکے ارد گرد مسلمانوں کی بیشمار قبریں تھیں،

قصر جعفر، قصر مسجد سے ایک میل پر واقع تھا، یہ بھی اپنے طرز اور خصوصیات میں اسی کے نمونہ پر تھا۔

ابن جبیر کے عہد تک اس کے فوارہ سے پانی اچھلتا رہتا تھا،
 یہ ظاہر یہ دونوں قصر عبد غالبہ کی یادگار تھے، اور جیسا کہ کہا گیا، جب کیا، کہ تھیوڈوسس نے
 انہی کا نظارہ کیا ہو،

کینسٹرا کیسہ، کینسٹرا کا ایک پلر مولا کا ایک کلیسہ نارمنوں کے زمانہ کا تھا، یہ راجا اول کے دور
 کے اہتمام میں تعمیر ہوا، اس کا طرز تعمیر خالص اسلامی تھا، ابن جبیر نے اس کی بے حد توصیف کی ہے، اس
 کا بیان ہے کہ اس سونا پانی کی طرح بہایا گیا ہے، اندر کی دیواروں پر سنہری قلعی تھی، فرش پر رنگ
 بزرگ کے بیش قیمت پتھر بچائے گئے تھے، ان پتھروں کو باہم ملانے کیلئے طلائی مچی کاری لگی تھی، نہایت
 خوبصورت زرین سنہرے نینگے فرش میں قرینہ قرینہ سے جڑے تھے، ان میں سبز نگیںوں سے مچول ہونٹوں
 کی آرائش لگی تھی، اسی طرح چھت پر نہایت خوبصورت سنہری قلعی اور سنہری شیشے جڑے گئے تھے کلیسا
 میں داخل ہوتے ہی انکی شاعروں سے انھیں خیرہ ہو جاتی تھیں اس کے اندر ایک صومعہ تھا، جو
 رخام کے خوبصورت رنگین ستونوں پر قائم تھا،

ابن جبیر نے اس عمارت کو عجائب روزگار عمارتوں میں شمار کیا بھی، یہ سب کچھ مسلمان
 مہندسین اور معماروں ہی کے ہونے قلم کے یادگار شاہکار تھے،

قصر فیض مسینا، یہ مسینا کا ایک سپید شاہی محل تھا، یہ غالباً خالص اٹالین سنگ مرمر سے
 جو حقیلیہ ہی سے کھلا جاتا تھا، تعمیر کیا گیا تھا، ابن جبیر لکھتا ہے:-

”مسینا میں بادشاہ کے قیام کے واسطے ایک سفید قصر کو تروں کے پردوں کی طرح دیا کے کنارے پر کھنڈا“

آثار باقیہ، دور حاضر میں حقیلیہ کی جو یادگاریں باقی رہ گئی ہیں، ان میں صرف پلر م کے وہی
 دو نوں مشہور تھر زبرہ و قوس کے آثار کسی نہ کسی حال میں اب تک پاسے جاتے ہیں، یا ورن کے علاوہ

جو کچھ یادگاریں ٹوٹی پھوٹی ٹخنوں میں باقی رہ گئی ہیں، ان کا مشاہدہ مختلف یورپین مؤرخین نے کیا، اپنے تاثرات اور نظریے قلمبند کئے، موسیو لیبان و سدیو وغیرہ کے علاوہ اسٹیلنس (A. SALINAS) نے بھی ۱۹۱۰ء میں ایک بیسٹ مضمون عقیدۃ کی اسلامی تعمیر اور اسکے آثار پر لکھا ہے، اسی طرح شاگ اہم بیکر کے اس موضوع پر واقع مباحث ہیں، لیکن زبان کی جنسیت کے باعث ابھی تک یہ مباحث معلوم نہ کر سکا، اسٹیلنس کے مقالہ کے ساتھ عقیدۃ کی عمارتوں کے دوازلوں، کھڑکیوں اور محرابوں وغیرہ کی چند تصویریں شائع ہوئی ہیں، عمارتوں کے یہ ٹکڑے سسلی کے موجودہ عجائب خانہ میں محفوظ ہیں، ان تصویروں میں محرابیں بعض مخروطی شکل کی ہیں، بعض مستطیل ہیں، اور بعض کھلی معلوم ہوتی ہیں، محرابوں کی ساخت سے پتہ چلتا ہے، کہ وہ پتھر کی ترشی ہیں، کھڑکیاں بھی کنگی اور جالی دار ہیں، جالیوں کے اقسام پر تو ہمیں ہونہین تاہم جالیوں کے جتنے نقشے ہیں، سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں، بعض تو بہ ظاہر بہت بعدی شکل کی معلوم ہوتی ہیں، لیکن اکثر کی تراش تراش خوبصورت نازک، اور اپنے اندر خاص کشش رکھنے والی جو، جن پر بے ساختہ نگاہ اٹھ جاتی ہے، بعض ٹکڑوں میں آیات قرآنی مثلاً: نَصْرُ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ پاکیزہ خط میں نقش ہیں، اور بعض نقوش خط طغوی میں ہیں، چند تصویروں کی کاپیاں

کی ہیں جو نامون کے عہد میں مسلمان معماروں کے ہاتھوں تعمیر ہوئے، یہ سب ٹکڑے مختلف شہر بلرم، طبرمین، سرفوسہ اور سینیا کی مختلف عمارتوں کے ہیں،

مہندسینِ عقیدۃ، عقیدۃ کے ترقی یافتہ اسلامی فن تعمیر کے محاسن یہاں کے مہندسوں اور باکمال معماروں کی کثیر تعداد ہونی چاہئے تھی، مگر اس وقت تک اہل صنت کے طبقات و تراجم کا رواج نہ تھا، اسلئے صرف ایسے چند مہندسوں کے نام معلوم ہو سکے جنہیں کسی دوسرے علم میں کمال حاصل تھا، یا کہیں کہیں بعض ایسے نام نظر آئے جن کا تذکرہ اسلامی ممالک کی بعض عمارتوں کے فن

میں اگیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ دوسرے اسلامی ممالک میں بھی ان کے خدمات کی قدر تھی ان ہندوؤں کے نام جن کی مجموعی تعداد صرف، ہزار مع انکے کا نامورین کے حسب ذیل ہیں:-

ابولیت متقی اور جانت بنیلہ | ابولیت متقی جامع اشبیلیہ کے مہندسین ہیں جو اندلس کی خوبصورت عمارتوں میں شمار کی جاتی ہے اس کو اس کی تعمیر کے سلسلہ میں اندلس کے تمام مہر مہندسین پر فضیلت حاصل ہوئی، چنانچہ اس خوبصورت عمارت پر عظیم الشان کمرے رکھے ہوئے ہیں، اور جنہیں دیکھ کر بقول مسٹر اسکاٹ لکھا ہے خیرہ ہو جاتی ہیں، خاص طور پر راسی کی ہدایت اور نگرانی میں ڈھالے گئے، اور کمال فن سے اس قدر بلندی پر چڑھاؤ گئے

ابو محمد عبدالکریم المہندس | مصر کے وزیر الامون متوفی ۱۵۱۹ء کے حکم سے قاہرہ میں ایک عظیم الشان رصد خانہ کی تعمیر کا اہتمام کیا گیا تھا، مقررین نے اس کی تفصیل چار پارچہ مخطوطوں میں

لکھی ہے، اس رصد خانہ کی تعمیر کے لئے جو ممتاز مہندسین مامور کئے گئے تھے، ان میں سے ایک ابو محمد عبید اللہ المصطفی المہندس تھا، لیکن مامون کی وفات کے بعد خلیفہ فاطمی الامر با حکام اندلس کے نفاذ حکم کے بموجب اس کی تعمیر کا سلسلہ ملتوی کر دیا گیا، اور یہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا،

ابوالفتح زیان متقی | طرابلس الغرب کے صالحی سمت کی تفصیل کی تعمیر کی بنیاد بارہویں صدی کے حکم سے قائم ہوئی، اس میں ڈالی گئی تھی، مگر وہ نامکمل اور کمزور رہ گئی تھی، اس لئے ۱۲۵۵ء میں والی طرابلس نے اس کے نئے سرے سے حکم کرنے کا فیصلہ کیا، اس کے لئے مقلد کے ایک مہندس ابوالفتح زیان متقی کے خدمات حاصل کئے گئے، جس نے اپنی نگرانی میں بری و بحری دونوں سمتوں کی تفصیل کی بنیاد مستحکم کی، اور اس کی بلندی تین اعشاریہ فیصلہ مت تک قائم رہی،

مسٹر المصطفی اور جانت طرابلس | طرابلس کی جامع مسجد افریقیہ میں اسلامی فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ بھی جاتی ہے، اس میں

بھی صفیہ کے ایک ہندس کی تعمیری صنایعوں کی یادگاریں موجود ہیں، تہجانی ابو موسیٰ بن عمران سے نقل کرتا ہے کہ جامع طرابلس کے گنبد اور داخلی صحن کی دیواریں سکر الصقلی کے انتہام میں تعمیر ہوئیں۔
اسی طرح چند دیگر ہندسین ہیں جن کا تذکرہ مؤرخین نے ماہر علم ہندسہ کی حیثیت سے کیا ہے، ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ الصقلی الفقیہ کے متعلق قنطلی متوفی ۴۴۲ھ لکھتا ہے:-

صفیہ کے ارباب علم میں تھے علوم ہندسہ و نجوم میں ماہر تھے، ان علوم میں ان کا پایہ بلند تھا، حکما کے درمیان شہرت رکھتے ہیں، ان علوم میں وہاں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

ابو الفضل بن احمد بن داہق صفیہ کے وزیر اہل علم ہندسہ میں بھی ماہر تھا، ابن القطائع اس کو عالم بالہندسہ لکھا ہے، اور اسی طرح ابو حفص عمرو بن حسن بن القونی الکاتب کو اصفہانی نے علم ہندسہ کا ماہر بتایا ہے۔

۳۔ مال غنیمت: ہتھیارین مسلمانوں کیلئے پیدائش جھول دولت کا ایک ذریعہ لڑائیوں کا مال غنیمت بھی تھا، اس موقع پر صفیہ کے اسلامی و عیسوی مجاہدات کے اسباب و علل کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں، یہاں صرف یہ کہنا ہے کہ ان لڑائیوں کا سلسلہ مختلف اسباب و علل کے باعث جن کا ذکر جلد اول میں گذر چکا ہے مسلسل قائم رہا، یہ لڑائیاں صفیہ کے رومی مقبوضات کے علاوہ زیادہ تر اٹلی میں پیش آئیں، صفیہ کے عام مسلمان ان میں شریک ہو کر دافرو دولت حاصل کرتے، کہ مال غنیمت کی قانونی تقسیم کے روسے حکومت کے حصہ کے علاوہ جس سے یہاں سرکار نہیں، امام مجاہدین کو بھی حصہ ملتا تھا، صفیہ کے مال غنیمت کی قدر و قیمت کا اندازہ بعض موقعوں کے مال غنیمت سے کیا جاسکتا ہے، مثلاً ۳۱۳ھ میں ابو جعفر احمد بن عبید کی سرکردگی میں اٹلی کے مختلف شہروں پر حملے ہوئے، اور مال غنیمت

۱۔ روضۃ التہجانی دراماری ۳۲۵ اخبار العلماء، اخبار الحکام، ۱۰۹۵ھ الاسمان السیہ در یادگاری جلد ۱۲۵

۲۔ خریۃ العصرہ الاماری ۱۰۹۶ھ

جمع ہوا، ابو جعفر نے اس سے ایک واجب حقہ خلافت فاطمی کے دربار میں نذر کیا، عبید اللہ فاطمی کے ایک خادم نے دربار میں زرو جہاں پیش قیمت رشیم اور دولت و ثروت کا انبار دیکھ کر ابو جعفر کی دیانت کی تعریف کی، تو عبید اللہ نے روک کر کہا کہ بخدا اس نے اونٹ کے دوکانوں کے سوا کچھ نہیں دیا، اگلی پر عہد اسلامی کے زوال سے کچھ بھی پہلے تک حلے ہوتے رہے، اور سکل سے کوئی ایسا حملہ ہو گا، جس میں دافردولت نہ ملی ہو، اسی طرح صقلیہ کے مختلف شہروں قہر یانہ، سرقسہ، وغیرہ کی فتح میں بھی بیدرین دولت ہاتھ آئی، ہم تجارت، تجارت پسائش و حصول دولت کا متعارف ذریعہ ہے، اس میں ذرائع آمد و رفت ہمارا دارائی مبادلہ، اور مختلف مقاموں سے تجارتی تعلقات کے قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے،

ذرائع آمد و رفت | ذرائع آمد و رفت میں بری و بحری دونوں راستے تھے،

بری راستے، اندرون جزیرہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک عمدہ کشاوہ اور صاف سڑکیں نام قدیم سے تھیں، اور ہر سڑک پر ان کی حفاظت کیلئے قلعے تعمیر کئے گئے تھے، اسلئے نئی سڑکوں کے بنانے کی بہت کم ضرورت پڑی تاہم اسلامی عہد میں بھی فوجی ضرورتوں کیلئے نئی سڑکیں بنائی گئیں، جن سے ملک کی معاشی ترقی میں بھی اضافہ ہوا، ان نئی سڑکوں میں ایک سڑک بلرم سے طبرین تک بہت سے جھکوں کو کاٹ کر بنائی گئی تھی، اس سے پہلے طبرین تک کا راستہ دور کی طویل مسافت سے طے کیا جاتا تھا،

اسلامی حکومت نے صقلیہ کے اہم اسلامی شہروں کے اندر کثرت سے سڑکیں تعمیر کیں، جو نہایت مضبوط اور کشاوہ تھیں، اور ان پر پتھر بچھے ہوئے تھے، ابن جبر نے اکثر شہروں کی سڑکوں کی تعریف کی ہے، بحری راستے، صقلیہ کے جزیرہ ہونے اور اس میں اکثر بڑے بڑے شہروں کے ساحل پر آباد ہونے کی وجہ سے جزیرہ کے ایک مقام سے دوسرے مقام کا سفر عموماً بحری راستہ سے

۱۱۱۱ البیان المغرب ترجمہ اردو، ص ۲۹۵، ابن اثیر، ص ۴۲، ۴۳، ۴۴، اعمال الاعلام در یاد نگاری جلد ۲، ص ۱۱۱

۱۱۱۱ رملہ ابن جبر، ص ۳۲۲، وغیرہ، ممل البلدان جلد ۲، ص ۱۱۱

بھی طے کیا جاتا تھا، خصوصاً سینا اور قوسہ وغیرہ سے مانظر اتریں اور بلرم وغیرہ بحری راستہ سے آتے جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مستقلہ میں شہروں سے زیادہ تعداد بندرگاہوں کی ہو، علاوہ ازیں اندرون ملک میں بحیرہ دریا ہیں، ان میں بھی کشتیاں اور بھجوں میں بڑے بڑے جہاز چلتے تھے اور غیر مالک کیلئے تو کھلی بحری راستہ بندرگاہیں ہیں، اس لئے اس جزیرہ کی یہ ایک اہم خصوصیت ہے کہ یہاں بے شمار بندرگاہیں قائم تھیں، جن سے اس جزیرہ کی مرکزیت اور اس کی اقتصادی اور معاشی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے، اور یہی نے ان سب کو نام بنام گنایا ہے،

اور یہی سے ذیل کا نقشہ مرتب کیا جاتا ہے، اس کے مقابل میں زمزمہ المشتاق کے ایطالوی ترجمہ سے بندرگاہوں کے ایطالوی نام بھی درج کئے جاتے ہیں، ان کے ناموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر بندرگاہ اسلامی عہد میں قائم ہوئے، اور اسی لئے ان کے نام اسلامی ہیں، اور ان کے ایطالوی نام انہی اسلامی ناموں کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں، ناموں کے سامنے ہر بندرگاہ سے دوسری بندرگاہ تک کی مسافت بھی درج کی گئی ہے،

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
(۱)	بلرم	Palermo	دارا نکوت	۸	ساقیہ بنش	۳ میل	
(۲)	برقہ	verginemaria	۵ میل	۹	قرطیل	" "	
(۳)	مری طین	mondello	" "	۱۰	شطا	" ۱/۲	
(۴)	خالہ	Gallo	" ۲	"	واہی قلوہوبی	" ۵	
(۵)	جزیرہ اولو	Isola dell'Jermine	" ۴	"	واہی مدایق	" ۱/۲	
(۶)	مری قوش	P. Carini	" ۶	"	جبل شنت بطور	" ۱۱	
"	قرطیل	"	" ۷	"	طرا بنش	" ۲۵	

شمار	عربی نام	ایتالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایتالوی نام	مسافت
۱۵	مری علی	Marsala	۳۲ میل	۳۲	طاص	Roccomu-	۲ میل
۱۶	راس	Capofelo	"	۳۳	آبیازده	ddapedda	"
۱۷	راس بلطا	Capogra	"	۳۴	وادی طنج	Alcata	"
۱۸	میون جی	Tre Fontane	"	۳۵	مری شلوق	R. Salso	"
۱۹	اصنام	Selinunt	"	۳۶	مری بشیره	P. Falcone	"
۲۰	ترسبانی ویرا	P. Palo	"	۳۷	وادی سواری	P. Terra	"
۲۱	وادی توایب	Carabo	"	۳۸	انزلیقو	R. Duvilo	"
۲۲	افت الفسر	Capo san marco	"	۳۹	جزیره حمام	Scoglitti	"
۲۳	شاقرا	Sciaccia	"	۴۰	کرنی	R. Camar	"
۲۴	وادی ابو	Verdura	"	۴۱	وادی رخوس	R. Erminio	"
۲۵	افت نهر ابلطنو	Capo go Planino	"	۴۲	جرف الطفل	Puntadella	"
۲۶	ترسبایا	Caribici	"	۴۳	مری شکو	alga grand	"
۲۷	خطین	Duo Sara	"	۴۴	غذیره شورا	Pisciutto	"
۲۸	جرجت	Gingenti	"	۴۵	مری دران	Patlo Gia	"
۲۹	وادی زکوبی	R. Drago	"	۴۶	مری شجید	Puntadi	"
۳۰	جبران نقشی	Pietraf-	"	۴۷	مری شجید	Circia	"
۳۱	بوسواریه	Punta	"			San Nicola	

شمار	عربی نام	ایتالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایتالوی نام	مسافت
۴۷	جزیره کراش	Isola dei Porri	۴۲ میل	۴۲	جزیره سمار	Penisola	۴۲ میل
۴۸	دری بوالص	R. Melisso	" "	"	Magnisi		
۴۹	جزیره جبران	Carrenti	"	۴۳	اکینفو	Porto Xifo	" "
۵۰	کرم الرنوج	Porto Palo	"	"	niodi Agosta		
۵۱	قطیف باشنو	Capo Passaro	"	۴۴	راس صلیبه	Santa Croce	"
۵۲	دخلة القضا	Acquedolombola	"	۴۵	وادی زردین	R. Bracciolini	"
۵۳	دری حمام	Margame	"	۴۶	رکن	L. Agnone	"
۵۴	دولابن کنی	Porto Vindicari	"	۴۷	وادی لنتینی	Pantano di Lentini	"
۵۵	قاطه	Calabernarda	"	۴۸	وادی موسی	R. Simeto	"
۵۶	وادی قسبای	R. Cassibile	"	۴۹	قطانیه	Catania	"
۵۷	دری خذاق	Caladal	"	۵۰	آکنه	Ognino	"
"		Corvo	"	۵۱	جزایر لیاج	I. Aci	"
۵۸	آکنه	Logina	"	"	R. Aci Capo		"
۵۹	انف اختره	Murro di Oro	"	"	molini		"
۶۰	سرقوسه	Siracusa	"	۵۲	شفت شقی	Santa Tecla	"
۶۱	خندق نوبی	Capo Santapanagia	"	۵۳	مین القصب	Yorre	"
					Archigrafi		

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
۷۴	قرطیل مصقله	Capedi marcoli	۳ میل	۸۹	وادی عیود	R. Saku para	۱۲ میل
۷۵	وادی بارو	R. Alcan Tara	۹	۹۰	میلاس	milazzo	" "
۷۶	قصوص	Capo Sc	۳	۹۱	الراس	Capo Sc	" "
۷۷	الاناباصی	La Solita di Taormina	"	۹۲	لبیری	milazzo	" "
۷۸	الوجه	Capo S. A	۱۱ میل	۹۳	راس دنداری	Capodi Spindari	" "
۷۹	شنت الی	Palme	۵	۹۴	لقطس	Palli	" "
۸۰	اجاصه	Marina di	۴	۹۵	راس غی	Capo Calava	" "
۸۱	الدرجہ الوسطی	Fiuned inisi	"	۹۶	مری والیه	P. Bralo	" "
۸۲	عین السلطان	Capogro	"	۹۷	جبلوزی الصغری	C. diore ando	" "
۸۳	الدرجہ الصغری	Guidom andri	"	۹۸	عقماره	"	" "
۸۴	جرجانی خلیفه	Scaletta	"	۹۹	قارونیه	Caronia	" "
۸۵	شنت صطفین	Gianpil	۳	۱۰۰	قدمه القواربه	"	" "
۸۶	کنائس الثلاث	Santo Stefano	۷	۱۰۱	طامره	Yusa	" "
۸۷	مینا	anno Cum unedi Br y, gmes tieri	"	۱۰۲	انت الکب	Rasige	" "
۸۸	القاروا	Al Faro	"	۱۰۳	جبلوزی	Cefalu	" "
				۱۰۴	جرجمار	Santa Lucia	" "
				۱۰۵	الانف	Capo Pop laia	" "

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
۱۰۶	الصفوہ	Rocella	۱۱۰	۱۱۰	الزیمبہ	Triglia	۳ میل
۱۰۷	وادی السورکائی	R. Eyrando	۱۱۱	۱۱۱	الشکبہ	Sulanto	۴
۱۰۸	وادی ابی رقاد	R. Yorto	۱۱۲	۱۱۲	قریۃ الصبر	V. Aspra	۴
۱۰۹	ترمرہ	Yermine	۱۱۳	۱۱۳	وادی الامیر	R. Misicma	۴

مصطفیٰ سے افریقہ کا قریب تر راستہ | مصطفیٰ سے افریقہ کی سب سے قریب تر زمین اور ان دونوں کی درمیانی مسافت کے متعلق عرب جغرافیہ نویسوں میں اختلاف ہے، ابن حوقل کے بیان کے مطابق شمالی افریقہ کے ساحلی مقامات باجہ اور طبرقہ سے لیکر مری خزر تک مصطفیٰ کے محاذات میں واقع تھے، یا قوت کی روایت کے بموجب افریقہ کے ساحلی مقامات میں سے اقلیمیہ مصطفیٰ سے سب سے قریب تر تھا، جو اس عہد میں قدیم شہر قرطاجہ کے قریب واقع تھا، یا قوت نے ان دونوں کا فاصلہ ۴۰ عربی میل قرار دیا ہے، جسکی مسافت بادبانی جہازوں سے اچھے موسم میں دودن میں طے ہوتی تھی۔

لیکن اقلیمیہ افریقہ کا کوئی اہم بندر گاہ نہ تھا، اور نہ اسے کوئی شہر حاصل تھی بعض دوسرے جغرافیہ نویسوں مثلاً زہری وغیرہ نے افریقہ کے اہم مقامات میں سے سب سے قریب بندر گاہ یونس کو بتایا ہے، لیکن پھر عرب جغرافیہ نویس مصطفیٰ کے جنوبی مغربی گوشہ ساحل سے افریقہ تک کی درمیانی مسافت بھی مختلف بیانون میں مختلف بتاتے ہیں، چنانچہ اندلسی جغرافیہ نویس ابن سعید ۶۰ میل قرار دیتا ہے، ابو بکر زہری ۴۰ میل بتاتا ہے، اسی طرح مختلف لوگوں نے مختلف مسافت بتائی ہیں جس سے

لے زہرہ المشتق از ص ۵۴ تا ۵۵، ایطالوی ترجمہ از ص ۶۲ تا ۶۳، مجمع البلدان ج ۵ ص ۳۴، ۳۵، و مجمع البلدان ج ۱ ص ۳۱۳، ۳۱۴ کتاب جغرافیہ زہری در اماری، ص ۱۵۹، ۱۶۰ کتاب مختصر جغرافیہ در اماری ص ۱۳۵، ۱۳۶ کتاب جغرافیہ زہری در اماری ۱۵۹، ۱۶۰

اس کے فاصلہ کا صحیح تعین دشوار ہو گیا ہے، اس لئے اس کا صحیح فیصلہ صرف جدید مساحت کے روستے ہو سکتا ہے، چنانچہ اس کے روستے جو آبنائے افریقہ اور صقلیہ کے درمیان عاملی ہی وہ اتنی میل بتائی جاتی ہے اسے یہی میل ان دونوں مقامات کا درمیانی فاصلہ قرار پاتا ہے،

لیکن یونٹس اگرچہ افریقہ کا اہم شہر تھا، اور صقلیہ سے قریب بھی واقع تھا، مگر حکومت افریقہ کا سرکار بندر گاہ سوسہ تھا، حکومت کی فوجیں عموماً اسی بندر گاہ سے آتی تھیں، سوسہ اور صقلیہ کے درمیان تین دن کی مسافت تھی،

بابر داری | بابر داری کے ذرائع میں جہاز کشتیاں، جانور اور قلی تھے، اندرون ملک میں گھوڑوں اور دوسرے جانوروں پر سامان لادتے، اور لیجاتے، جہازوں اور کشتیوں پر جانور اور قلی دونوں سامان لادتے تھے اور وہ کشتیاں اور جہاز سامان کو اندرون جزیرہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے ممالک میں پہنچاتے تھے، تجارتی جہازوں کی رفتار تقریباً چار سو میل روزانہ کی تھی،

اسلامی عہد میں ملکی باشندے قلی کا کام کرتے تھے، اور بیرون زمین عہد میں مسلمان باشندوں نے یہ پیشہ اختیار کیا، اور اسی اور ابن جبیر وغیرہ کے بیانات میں صقلیہ کی بابر داری وغیرہ کی تفصیلات ملتی ہیں، ابن جبیر کو مینا کی پوری آبادی میں بجز قلیوں کے اور کوئی سپید پوش مسلمان نظر نہیں آیا،

سفر کے قیود | مسافروں اور تاجروں پر سفر کے قیود نہایت کچھ نہ کچھ عائد ہوا، ابن بزرناؤ نے اپنے سفر نامہ میں اسلامی مملکت ہارسی سے روانگی کے جو واقعات لکھے ہیں، ان سے اسلامی عہد حکومت کے ان قیود کا پتہ چلتا ہے، جو مسافروں اور تاجروں پر عائد تھے، وہ لکھتا ہے:

یہاں کے حکام نے..... ہمارے سفر کے ضروری انتظامات کر دیئے، اور دو خطوط دیئے جن میں ہمارے

اچھے چال چلن کی تصدیق کی تھی نہیں مہاراجہ راج تھا، اور پہلے سفر کی خوش بھائی گئی تھی، ان دونوں غلوں میں سے ایک مہکم اسکندریہ کے نام تھا اور دوسرا فرماؤ اسے بابل کے نام^{۵۱}۔
 اسی طرح ابن جبر کو سفر صقلیہ میں جبکہ وہ میں اصفیوں کی آمد و رفت کے قیود سے جو دشوار یا پیش آئیں، اون سے ناراضوں کے عہد میں سفر کے قیود کا اندازہ ہوتا ہے،
 مبادلہ ذرائع آمد و رفت و بار برداری کی آسانیوں کے بعد حصول دولت کیلئے مبادلہ کی ضرورت ہوتی ہے، جس میں تجارت کی ابتدا، منڈیوں کا قیام، معیار تبادلہ کیلئے زر اور ناپ اور قول کی تعیین و سبقت تجارت کے لئے دوسرے ممالک سے تجارتی تعلقات کا قیام اور اشیائے تبادلہ کے لئے درآمد و برآمد کا ہونا ضروری ہے،

عہد اسلامی میں صقلیہ کا تجارتی فروغ، صقلیہ کی جغرافیہ جابے وقوع اور اس کی سرسبز
 و شادابی کی وجہ سے اس کا ایک تجارتی مرکز بننا ضروری تھا چنانچہ زمانہ قدیم سے اس کو تجارتی فروغ حاصل تھا، لیکن تجارتی اشیاء میں اس زمانہ میں صرف یہاں کے غلہ کی برآمد ہوتی تھی، جب رومی حکومت میں دست پیدا ہوئی، اور مصر کی فتح کے بعد غلہ کا ایک دوسرا کمیت رومیوں کے ہاتھ آ گیا، تو صقلیہ کے غلہ کی تجارت بھی ماند پڑ گئی، اس لئے جب اسلامی عہد حکومت یہاں شروع ہوا، اس وقت یہاں عام کسب و کار کی پیمہلی ہوئی تھی،

اسلامی عہد حکومت میں جب یہاں زراعت، صنعت اور حرفت کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی، تو اس کا یہ قدرتی تقاضا تھا، کہ اس کو تجارتی فروغ حاصل ہوا اور مختلف ممالک سے اس کے تجارتی تعلقات قائم ہوئے چنانچہ مسلمانوں نے یہاں کی تجارت تین سو سے زائد کی موسیو لیان لکھتے ہیں:-

”تجارت جو عربوں سے پہلے کچھ نہ تھی، نہایت وسیع ہو گئی، اور اس کا ثبوت ہیں ان مختلف گرک کے قوام سے ملتا ہے، جو ان کے وقت میں جاری تھے، جکی ایک فرسٹ اوائل فتوحات نازن کے فرمانوں میں موجود ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت نازنوں نے جزیرہ کو فتح کیا ہو، تو یہاں کی تجارت کس درجہ بوجہ پڑی ہے۔

تجارتی منڈیاں، تجارتی منڈیوں سے مراد لین دین کا بازار ہے، یہ دو قسموں کے ہیں ایک تو اندرون ملک کی تجارت کیلئے خوردہ فروشوں کی دوکانیں ہیں جنہیں عرف عام میں بازار کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم وہ تجارتی گودیاں ہیں جنہیں اندرون ملک کا سامان درآمد و تصحیح کر کے بیرون ملک میں بھیجا جاتا ہے، اسی طرح بیرون ملک کا سامان برآمدان گودیوں میں اکڑ جمع ہوتا ہے، اور یہاں سے ملک کے چھپے چھپے قسمنے ہو جاتا ہے، ان شہروں کو بھی جنہیں یہ گودیاں قائم ہوتی ہیں، عرف عام میں تجارتی منڈی کہا جاتا ہے۔

بازار مقلیت کے اکثر شہروں میں کاروبار کا بازار گرم تھا، اور یہی نے شکل سے کسی بڑے یا اوسط درجہ کے شہر متعلق مثلاً یہ نہ لکھا ہو، دیباہ اسواق جامعہ لاصناف الصنائع وضر و ب المتاجرو المباح، اور یہاں ایسے بازار ہیں جنہیں صنعت و تجارت کی ہر قسم کی چیزیں موجود رہتی ہیں، دیباہ الاسواق العاصرۃ یعنی یہاں محصور بازاہیں، اسی طرح یہاں کے شہروں میں سراؤں کی جو کثرت تھی، اور ان میں تاجروں کے ٹھہرنے کا جو طریقہ تھا، اس سے یہاں کے بازاروں کی رونق کا اندازہ ہوتا ہے۔

بازاروں کیلئے اہتمام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، کہ مثلاً بلرم میں ہر صنف کیلئے جدا جدا بازار تھے جیسے ایک ہی وضع کے مکانات بنائے گئے تھے، ان کے اعداد و شمار بھی ملتے تھے، مثلاً ابن حوقل بریل تذکرہ لکھتا ہے کہ بلرم میں صرف قصابوں کی دوکانوں کی تعداد ۱۲۷۰ تھی۔

گودیاں درآمد برآمد کی بڑی گودیاں شمال مشرقی ساحل پر مینائیں جنوب مشرق میں سر قوس میں اور مغربی ساحل پر نازن میں تھیں، اس طرح بلرم مینا کو اطراف میں لیا جاتے تھیں مینا اس اور سکر وغیرہ کو کم و بیش بہت کچھ تجارتی قیمت

لے تھیں عرب میں ۷۸۳ ملے نزمۃ المشاق ص ۷۸ تا ۷۹ وغیرہ و مسالک الاعباد ابن حوقل ص ۷۵،

میں تھی چنانچہ ادبیری نے ان شہزادوں کی تجارتی منڈیوں کے فروغ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے مثلاً مینا کے متعلق لکھا ہوا

”یہاں تمام ساحلی ممالک روم سے اگر گنگراندازی ہوتی ہے، اور یہاں بڑے بڑے جہاز جمع ہوتے ہیں،

اور تمام بلاد روم و ممالک اسلام کے مسافر اور تجارتیہاں آتے ہیں، اس کے بازار نہایت پر رونق ہیں، سامان

تجارت عمدہ اور یہاں کے آنے والوں کی تعداد کثیر ہے۔“

زیر، سکوں میں عام معیار رہا تھا جو خواہ بغداد کا مسکوک ہوتا، یا افریقہ یا اندلس کا تاہم افریقہ کا مسکوک زیادہ

زمان تھا کہ مقامی حکومت کا مسکوک تھا، افریقہ کا مسکوک دوسرے سکوں سے کسی قدر مختلف بھی تھا، مقدسی نے اقلیم

مغرب کے بیان میں جس میں افریقہ اور فضلیہ دونوں داخل ہیں، لکھا ہے، کہ ساری اقلیم کا مسکوک یہاں تھا،

جو گویا پہلے دولتِ افسلیہ میں جاری تھا اور پھر بنو فاطمہ کی حکومت کی توسیع کے بعد مغرب سے دمشق

تک رائج ہو گیا تھا، وہ لکھتا ہے:-

پوری اقلیم مغرب کے سکے جو دمشق تک پہنچتے ہیں، دینار ہیں، یہ مشرقی دینار سے ایک جہہ یعنی ایک جو کے برابر

وزن میں کم ہے، ہرکہ کی شکل گولی ہے، اور اس پر عبارت کندہ ہے، اسکی ریزکاریاں بھی ہیں، جو دینار کے

جو تھائی آٹھویں حصہ اور ۱۰ ویں حصہ پر منقسم ہیں، یہ ریزکاریاں جنوبہ کلماتی ہیں، ان کا تبادلہ عدد کے شمار

سے ہوتا جو تبادلہ میں کمی بیشی نہیں کرتے۔“

دولتِ کلمتیہ نے اپنا مسکوک بھی جاری کیا تھا، جو غالباً افریقی دینار اور اسکی ریزکاریوں کے مثل تھا، اس

کے ایک مسکوک رباعی کی تصویر جرجی زیدان نے الممال میں شائع کی تھی، ان سکوں میں ایک طرف کلمتیہ

اور سنہ ہجری مسکوک تھا، اور دوسری طرف فرمانِ روا کا نام تھا،

نارمنوں کے دور میں بھی یہ سکے چلتے تھے، کیونکہ آغاز ہمد میں تجارت مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھی، ابن

جبیر نے یہاں اقلیم مغرب کے دینار دولتِ کلمتیہ کے مسکوک رباعی اور دولتِ موحیدیہ کے دینار غنیمہ کیچلتے دیکھا تھا

لے نزہۃ الشاق ص ۲۶۹ احسن التعمیم، ص ۲۴۰

کچھ دنوں کے بعد نازمنون نے اپنا سکہ بھی اسی قسم کا مسکوک کر لیا، یہ وہ زمانہ تھا جب وہ اسلامی
تہذیب کو قبول کر رہے تھے، اسلئے نازمنون حکومت کا پہلا سکہ جو مضروب ہوا، وہ بعینہ اسلامی سکہ کی نقل تھی،
چنانچہ وہ صرف عربی بان الا میں تھا بلکہ راجا رول نے جسے عیسائیوں نے محافظہ مذہب عیسائیت کا خطاب دیا تھا، اس
سکہ میں کلمہ توحید کے ساتھ کلمہ رسالت بھی مسکوک کر لیا، سکہ کی ایک جانب اپنا نام مع عربی خطابات کے
اودومری جانب کلمہ طیبہ کا اللہ اکبر اللہ وحده لا شریک لہ و محمد رسول اللہ، کندہ کرایا تھا اور اس کے نیچے
سنہ ہجری ۱۱۵۱ یا ۱۱۵۲ تحت کا نام بلرم منقوش تھا،

راجا رول نے سکہ سے اقرار نبوت کا جزو حذف کر دیا، لیکن کلمہ توحید اس حد میں بھی برسرِ رار رہا چنانچہ
اسکے کسے کے تمام الفاظ حسب ذیل تھے،

المعتز بالله الملك المعظم اجار الثاني،
لا اله الا الله وحده لا شریک لہ

سنہ فلاں ہجری

پھر پاپے روم سے شاہ کا خطاب ملنے پر اس نے کلمہ توحید بھی مٹا دیا، اور پہلا سکہ لاطینی رسم خط میں
جاری کیا، وہ یہ ہے :-

IC XC

N I K A

تاہم سنہ ہجری اس سکہ میں بھی قائم رہا،
ولیسیم اول نے پھر عربی لقب اور عربی رسم خط اختیار کیا، اس کے سکہ پر ذیل کی
عبارت تھی،

الهادون باحر الله الملك المعظم

یہ سب کئے اٹلی اور پورٹوگال کے عجائب خانوں میں ابھی تک محفوظ ہیں۔
ناپ اور تول کا میڈیٹیرینز اور رطل پر قائم تھا ایک تغیر ۳۲ ٹن کا اور ٹن ۶ کا ہوتا تھا اور بعد
 نبوی کا تھا اور مدنبوی کہلاتا، ناپ میں تغیر ٹن اور مد بالعموم یہی تین ہی پائے قائم تھے،
 تول کا حساب رطل سے تھا، مشرقی و مغربی رطل میں کچھ فرق تھا، بعض چیزوں کی تول ایک
 دوسرے رطل سے ہوتی تھی، جو مشہور رطل سے وزن میں دس درہم کم تھا، تولنے کے باٹ شیشے کے
 ہوتے تھے۔

مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات، اٹلی عہد حکومت میں مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات
 قائم ہوئے، اٹلی کے مختلف مرکزی مقامات پر اولاً فوجی چھاؤنیوں کے زیرِ سایہ تجارتی کوٹھیاں تعمیر ہوئیں
 علاوہ ازیں اٹلی کی مختلف حکومتوں سے تجارتی معاہدے کئے گئے، جن کے رو سے صقلیہ کی تجارتی کوٹھیاں
 میسائی مملکتوں میں اور میسائی مملکتوں کی تجارتی کوٹھیاں صقلیہ میں قائم ہوئیں، موسیوسد یا ایک
 سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں:-

ان لوگوں (افاگیر) نے جبرودم کے کنارے جو اپنے مسکن اور اقامت گاہیں بنائی تھیں وہ بہت اہمیت
 رکھتی تھیں، مقاصد حکمرانی و سیاست کے لحاظ سے بھی مفید تھیں اور ضرورت تھوڑی کے لئے بھی بہت نافع
 تھیں کیونکہ ان کے قلعوں کے پاس تجارتی مصائب ہوتے تھے، عوب اور لمبارڈو دونوں ان سے فائدہ اٹھا
 تھے، اٹلی کے باشندوں نے عوبوں سے کچھ شرطیں ٹھہرائی تھیں، جن کے بموجب انھوں نے شہر بارمر کے اطراف
 میں ایک جگہ اپنے استعمال کیلئے لے لی تھی۔

اسلئے مسلمانانِ صقلیہ کے تجارتی تعلقات سب سے پہلے یورپ کے ملکوں میں سے اولاً اٹلی سے قائم ہوئے۔

۱۷ مقالہ مورقس دریا و گاری مغایین ج ۱ ص ۲۰۲، رطل ابن جبیر ص ۱۵۷ حسن القاسم مقدسی ص ۲۳،

۱۷ تاریخ عوب موسیوسد ص ۱۴۵

اور اسی راستہ سے وہ اندرونِ یورپ میں داخل ہوئے، چنانچہ ادریسی کے بیان میں اکثر جگہ نظر آتا ہے، کہ بیجیچالی، فلوریدہ وغیرہ بلادِ المضارعی، یعنی یہاں کا سامانِ قلعہ و آتش اور دوسرے عیسائی ممالک کو بھیجا جاتا ہے، اسی طرح اگرچہ اندلس سے صقلیہ کے سیاسی تعلقات کسی حد تک کشیدہ رہے لیکن تجارتی تعلقات ہمیشہ قائم رہے تجارتی جہاز صقلیہ سے اندلس، اور اندلس سے صقلیہ آتے، بلکہ خود فرمانروایانِ اندلس اندلسی تاجروں کے جہازوں کو صقلیہ بھیجتے، مسلمانانِ صقلیہ بھی اپنا مال اندلس پہنچاتے، آئینی افریقہ اور صقلیہ میں تو دن رات کی آمد و رفت تھی اور اسی لحاظ سے سلسلہ تجارت بھی نہایت وسیع تھا، دور کے مقامات سفاقس وغیرہ سے بھی اس کے تجارتی تعلقات قائم تھے، مجردوم کے دیگر جزائر مالٹا وغیرہ سے بھی جہاز آتے جاتے تھے، پھر گے معروف شام سے بھی اس کے تجارتی تعلقات قائم تھے۔

اسلئے دراصل مقلیہ اس زمانہ میں مشرق و مغرب، یورپ اور افریقہ، اور یورپ اور ایشیا کی تجارت کا سنگم تھا، ایک طرف مشرقی جہاز اس کے ساحل پر اگر لنگر انداز ہوتے، تو دوسری طرف مغربی جہاز اس کے ساحل سے ہٹنا ہوتے، اور اسی کے ذریعہ سے مشرق کا مال تجارت مغرب میں اور مغرب کا مال مشرق میں پہنچتا تھا، اور مقلیہ کے ذریعہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان رابطہ تجارت قائم رہتا تھا، اس کا سلسلہ نامنوں کے عہد میں بھی قائم رہا، اس عہد میں بھی تجارت پیشہ زیادہ تر مسلمان ہی رہے، جو مختلف ملکوں کو جہاز لیجاتے، ابن جبیر نے ایک ہی دن اطرابلس کے ساحل سے اندلس سبتہ، اور اسکندریہ کیلئے تین جہاز ایک ساتھ کھلتے دیکھے، اور بیان کیا کہ سب جہازوں پر مسلمان تاجروں کا ہی سوا رہا ہے۔

مسٹر اسکاٹ کہتے ہیں :-

تعمیق کے قدرتی ذرائع اور اسکی جائے وقوع اور اس کے بحر شام کے مشرقی و مغربی مقام اتصال پر

سنة نزهة المشاق ، ١٠٠٠ مسلك الابصار ابن فضل النعمري دار ابي ٤٥٣ ٣٠٠ مجمع البلدان جلد ٥ ص ٢٠٠ مجمع البلدان جلد ٥

ص ۱۳۳ (سقا قس) وزمته المشاق، ذکر مختلف شهر ۱۵ رطه ابن جبر ۳۳۴،

منڈی ہو جانے سے وہاں کے باشندے ایسے بالابل ہوئے کہ اس کے مساوی رتبہ و حدود کا کوئی ملک
کبھی ایسا دو ہندوستان میں ہوا تھا، پرمو اور سیرا کیونز کے بندروں پر جہازوں کا جوم ہمیشہ لگا رہتا تھا، مغلیہ کے
تجارتی جہاز تمام یورپ کے بندروں پر نظر آتے..... نہر سوز کو جس کو مسلمانین مصر نے مکمل دیا
تھا، عبور کر کے بحر احمر اور بحیرہ ہند کے طوفان کا مقابلہ کرتے ہوئے گرم سالہ کے جزائز تک ممالک
مشرقیہ میں پہنچ جاتے تھے

برآمدہ و درآمدی اشیاء برآمد میں جو چیزیں غیر ممالک کو بھیجی جاتی تھیں ان میں کی مختلف قسموں
کے علاوہ خشک و تر میوے، پھلیاں، شہد، مٹھائی، حلوا، لکڑی، لوہا، پتھر، نمونگا، موتی، گندھک، نوسا اور
کپڑے وغیرہ ہیں، جو چیزیں شہر کے مصافحات کی پیداوار ہوتی، وہیں کے بندر سے لا دی جاتی تھی اور یہی نے
سب کو نام بنام بتایا ہو، اور جو چیز جہاں جاتی، اس کا بھی تذکرہ کیا ہے، مثلاً طبرجین سے مختلف قسم کے غلے، نیچ
سے مختلف قسم کی لکڑیاں، قطنیہ، بھگد قریس اور جرجنت سے خشک و تر میووں کی برآمد ہوتی تھی اور انیس سے قس
شہر جرجنت ساحل سے دور واقع تھا، اسلئے یہاں کی پیداوار کا بیشتر حصہ پڑا بیجا تاون تمام مقامات کی اولیا
افریقہ وغیرہ جاتی، اور ان کے ساحل سے جہاز کے جہاز لکڑ کر وائے ہوتے، اسی طرح خشک و تر میوے اور پھلیاں
افریقہ اور یورپ کو شہد اور سینا کا لوہا، یورپ کو، اطرابلس کا موتی اور نمونگا اور پ، افریقہ، اسکندریہ اور اندلس کو بھیجی
جاتا، نوسا کی مہک اندلس اور مصر دونوں جگہ تھی، لیکن اسلامی حکومت کے آخر میں مصر میں صنعتی نوسا اور
کی ضرورت باقی نہیں رہی، کیونکہ اولاً یہاں اس کا ذخیرہ ختم ہو گیا، علاوہ ان میں مصر میں بعض دوسری چیزوں سے
اسکی ضرورت پوری ہونے لگی، چنانچہ مقدسی کے بیان کے مطابق ۱۰۳۵ھ کے قریب نوسا در کی مصر میں برآمد
کا سلسلہ تقریباً مسدود ہو گیا، اسی طرح یورپ میں مغلیہ کی بنی ہوئی مٹھائی یا حلوائے اطریش نہایت کثرت
سے جاتی تھی، پھر مغلیہ کا بہترین خوبصورت کپڑا بھی غیر ممالک میں پسند کیا جاتا تھا، مقدسی لکھتا ہے۔

مقلیت سے بڑی اندیش کپڑے باہر بھیجتے ہیں،

یہاں تک کہ دولتِ مقلیت کے عہد میں مقلیت کے اوس مشہور کپڑے کی برآمدِ وجود میں کئی رنگ بدلتا تھا، صرف شاہانہ ذوقِ انفرادیت سے محض شانِ امتیاز کیلئے ممنوع قرار دے دی گئی تھی، مقلیت (۲۶۶) لکھتا ہے:-

سلطان نے اس کپڑے کو دوسرے ملکوں کو بیجانے کی ممانعت کر دی، اس نے اُن سے جو کچھ چوری چبھے چلا جانے وہی دوسرے ملک میں پہنچتا تھا،

اسی طرح مقلیت کا کتان جو نہایت اچھے قسم کا کپڑا تھا، اکثر ممالک میں بھیجا جاتا تھا، مٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

اُن دونوں ممالک (انڈس و حکومتِ برٹش) کی پیداوار اور مال تجارتِ مقلیت کے ناجروں کے ہاتھ آنے آتے، ان چیزوں کے مقابلہ میں یہ سوداگر یہاں سے روئی بن، انگوڑا، ناگنی، شکر، شراب، تیل، تبا، سیسہ، بونا پارہ، کافی، نمک، نمک، نوشادر، قوتیا، چوپائے، گھوڑے، ایک تم کی بھلی جس سے ارغوانی رنگ نکالا جاتا تھا ان ممالک میں بیجاتے تھے،

اشیائے درآمد میں ان ممالک کی مخصوص پیداوار اور مصنوعاتیں جہاں سے مسلمان مقلیت کے تجارتی تعلقات قائم تھے، ان کی تفصیل لایا جا رہا ہے، البتہ اس عہد کے چینی کے نادر برتنوں کا ذکر انفرادی کیا جاسکتا ہے، کیونکہ حال کے محققین آثارِ قدیمہ کو مقلیت سے چینی کے چند نہایت خوبصورت برتن دستیاب ہوئے ہیں جو کلونی کے عجائب خانہ میں محفوظ ہیں، ان برتنوں سے اگرچہ موسیو لیبان کے بیان کے مطابق یہ خیال کیا جاسکتا تھا، کہ یہاں بھی عربوں نے چینی کے برتنوں کے کارخانے بنائے تھے، مگر برتنوں کے جو نمونے پائے گئے ہیں، وہ زیادہ تر ایرانی وضع کے ہیں، اسلئے موسیو لیبان کے خیال کے مطابق ممکن ہے کہ یہ برتن تجارت

کے ذریعہ سے یہاں آئے ہوں، اسلئے انہیں اشیائے درآمد میں شمار کرنا چاہئے۔

تقسیم دولت

ملک میں زراعت، صنعت، حرفت اور تجارت کے کاروبار سے آبادی کے مختلف طبقے، زمیندار، کسان، متاع، تاجر، مزدور پیدا ہو گئے تھے، پھر نظام حکومت کے لحاظ سے عمال و ملازمین حکومت، موالیٰ اور غلاموں کے طبقے تھے اور لڑائیوں کی شرکت کیلئے مجاہدین کی جماعت تھی اور سی میار اور فرقی مراتب کے لحاظ سے ان میں دولت کی تقسیم ہوتی تھی، اور اسی کا ڈانٹن امیر و غریب کے طبقے قائم ہو گئے تھے،

صرف دولت

جس ملک میں زراعت، صنعت، حرفت اور تجارت اس درجہ فروغ پر ہو، اور اعلیٰ نظام حکومت قائم ہو، اس ملک کا معاشی میسر حال بلند ہوگا، اور تقسیم دولت کے اصول سے غریب سے غریب طبقہ کو بھی استفادہ میا ہو جائیگا، کہ فارغ البالی کی زندگی بسر ہو سکے،

پھر جس قوم میں دولت و ثروت کی بہتات ہوتی ہے، اس کا معیار زندگی بھی بلند ہو جاتا ہے، طرز و بود و بند میں تکلفات و تعیشت راہ پاتے ہیں، مکانوں کی زیب و زینت، لباسوں کی آرائش و زیبائش کھانے پینے کے تکلفات اور رہنے سہنے کے تعیشت پر زیادہ توجہ ہوتی ہے، اور طرز زندگی کے محاسن سے ہر چیز میں خوشنکلی آجاتی ہے، اور فراغ البالی، حسن معاشرت، اور تہذیب کی تراش و خراش نے شکل و صورت پر بھی اثر پڑتا ہے، اور جسمانی حسن و جمال پیدا ہو جاتا ہے، متعلیہ کی خوشگوار آب و ہوا اور موسم سے یہاں کے باشندے اپنی ظاہری شکل و صورت میں پہلے ہی متناسب الاعضا تھے، متعلیہ کے اسلامی تمدن کے تکلفات و تعیشت نے

ادوں میں اور نوک و پناک پیدا کر دیے، ایک عرب جغرافیہ نویس عقلیہ کے حالات میں لکھتا ہے:-
 یہاں کے لوگ اپنے ہمسایوں کے درمیان سامان ہاس اور دیگر حالات کے لحاظ سے صفائی و تھرائی میں
 مشہور ہیں، اور لوگوں میں حسنِ صورت، معاشی اعتدال پسندی، احسان، مروت اور عمدہ معاشرت کے نفا
 سے ممتاز ہیں۔

مسلمانانِ عقلیہ کی پرکشت معاشرت کا اندازہ یہاں کے خوبصورت پرکشت مکانوں سے بھی کیا
 جاسکتا ہے، ان کا ذکر کسی دوسری جگہ آیا ہے، ابنِ عقلیہ ان مکانوں کو آراستہ پیراستہ رکھتے، مکانوں کے
 قطعہ دلاؤ پر نکالتے، اون کے سامنے کھلے ہوئے صحن ہوتے جن میں خوشبودار چھوٹوں کے تختے لگے ہوتے
 جا بجا فوارے چھوٹے ہوتے، جا بجا روشیں قائم ہوتیں، چمن بندیوں سے الگ الگ محوٹے نکالتے جنہیں
 نہایت سلیقہ سے پانی پہنچایا جاتا، چھوٹی چھوٹی نہریں عمارتوں کے ارد گرد کھڑکتیں، صحن باغ کے علاوہ مکانوں
 کے اندر بھی پائین باغ ہوتے، اور مکان کے اندر جا بجا گلدستے بنے جاتے، اکروں میں فرش و فرش کا اہتمام
 ہوتا، اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے سامانِ آرائش سے مکرے سجے ہوتے،

صاحبِ کتاب بیۃ اشکال العرض نے باشندگانِ عقلیہ کی عمارتوں کے قیمتی سامانِ آرائش کا تذکرہ
 کرنے کے علاوہ ان کے عام طرزِ بود و ماند و وضع و قطع اور لباس میں خوش پوشی، اور کھانوں میں خوش مذاقی
 کو خصوصیت سے سراہا ہے، اسی طرح ابنِ جبیر نے عقلیہ کے آراستہ و پیراستہ مکانوں کے ذکر کے علاوہ مسلمانوں
 کے نفیس ملبوسات کو لباسِ فاخرہ سے موسوم کیا ہے، کہ یہاں کے امرا و اشراف برقِ لباسوں میں نظر آتے،
 اسی طرح خدمِ حشم اور چوہدار و دربان اور تمام دیگر مشرقی آداب و تمدنیہ کی جلوہ آرائیاں موجود تھیں، نمازوں
 کے عہد میں بھی شہر کی موزن شہری آبادی میں مسلمانوں کا طرزِ معاشرت ہی قابلِ اتباع سمجھا جاتا، ہر مسلمان اسکاٹ

یہاں کے تمدن کا اعلیٰ نمونہ خوبصورت الفاظ میں پیش کرنے کے بعد غریبا کے طبقہ کی معاشرت کو ان الفاظ میں سراہتے ہیں:-

غریبا کے مکانات اچھی دست اور آرام کے ہوتے تھے اور وہ جیسے بھی ہوں، بہر حال لندن اور پیرس کے ان نما کے غریبا کے کھانوں سے بدرجہا بہتر تھے،

پارک کے سوداگروں کے مکانات ہر طرح محلات شاہی سے بڑے ہو سکتے تھے، وہاں کے باشندے پُرانے سارینیزس کے رہنے والوں سے کسی طرح ترقی و تنعم میں کم نہ تھے، اور ثروت و تہذیب و فنونِ خربہ اور تیش میں قویٰ و اہل تھے،

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

”مسلمانانِ انڈس و صقلیہ کا طرزِ تمدن بھی زندہ دلی، شوقینی اور قوتِ مددگار کی ایک تصویر تھا، ان کی صحبتوں میں انتہا دریم کا لطافت و دماغی و جسمانی عامل ہوتا تھا، خشونت کا وہاں نام نہ ہوتا، نکاتِ ملی کے ساتھ لطافت و طرائف سے مخلص گرم بہترین،“

ابنِ جبیر نے صقلیہ کے باشندوں کے لباس وضع قطع، عادات و خصائل، طرزِ بود و ماند، اور طریقہ زندگی کی اعلیٰ تہذیب، شائستگی کا تذکرہ کرنے کے ساتھ صقلیہ کی خواتین کی زینت، آرایش و جمالِ آفرینی کا ذکر بھی دلچسپ پیرائے میں کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ صقلیہ کی اسلامی معاشرت میں عورتوں کو بلند مرتبہ حاصل تھا، اور اس کا اثر یورپ کی عیسائی خواتین پر بھی پڑا،

صقلیہ کی خواتین محلوں کی چہار دیواری میں اسیر نہ تھیں، مشرقی شرم و حیا کا دامن ہاتھ میں لکھ کر نقاب پوش باہر نکلتیں، اگرچہ حسن کی شہا میں نقاب سے چھن چھن کر باہر آتیا تھیں، لیکن اس موقع پر اگر کسی کی پر معصیت و زودیدہ نگاہ نگارہ جمال کی جسارت کرتی تو رنگِ بنگ کے نقابوں کی جھللا سٹ نکالیں خیر و کرم تھی ابنِ جبیر کہتا ہے کہ صقلیہ کی عیسائی عورتوں نے بھی مسلم خواتین کا طرزِ زندگی اختیار کر لیا تھا، وہ بھی رنگِ بنگ

کا نقاب ڈال کر ذوقِ برقی ٹیپی و مطلقاً مبہوسات کو راستہ ہو کر گھلیساؤں میں داخل ہوتیں، چنانچہ ایک موقع پر اس نے مسیحی عورتوں کی ایک ٹولی کو سر راہ گزرتے دیکھا، اور اس متحرک گلدستہ کی تصویر چند خطوط میں کھینچ کر اتاری، اور مسیحی عورتوں کے لباس و سامانِ زیب و زینت سے مسلمان عورتوں کے پر تکلف طرزِ زیبائی کا اندازہ ہو گا :-

”اور اس شہر میں مسیحی عورتوں کی وضع بالکل مسلمان خواتین کی ایسی ہے جتنی وہ بھی نہایت شیریں زبان ہیں، چاہے اوڑھے ہوئے اور نقاب ڈالے ہوئے رہتی ہیں، عید میلاد میں بڑی شان سے مٹھتی ہیں، نہرے حریر کے کپڑوں میں لبوسِ عمدہ نرم و نازک اور جواہر نگے ہوئے جوتے پہنے چادروں میں مٹی مٹی سٹائی رہتی ہیں، ہم پر نذر تاجادریں اور چہروں پر رنگین نقاب، اور پیروں میں نہرے مونے پہنے ہوئے ہوتی ہیں، غرض مسلمان عورتوں کی آرایش کے تمام سامانوں و زیوروں سے آراستہ مندی لگائے کپڑے عطر میں بھانے، اسی شان سے گریبے کی طرف ایک دن پہتی دکھائی دیتے،

بس یہی ہے حقیقت کے عملِ سلامی کی محاشی زندگی کا ایک آئینہ،

علوم و فنون

مصفیہ کی قدیم علمی مرتبت | مصفیہ کے اسلامی تمدن میں اس کے علوم و آداب کا بیان سبب اہم ہے مصفیہ
عہدِ قدیم سے علوم و آداب کا گوارہ تھا، اس کے یونانی عہد میں بڑے بڑے فلاسفہ، علماء، اور اہلِ اَدب
میان پیدا ہوئے، یوں تو ہمارے عرب مورخین سرزمینِ مصفیہ کو یونانی حکمت و فلسفہ کا اولین سرچشمہ
بتاتے ہیں، ان کے بیان کے رو سے مشہور یونانی حکیم و شاعر امپیدوکلس جسکو وہ بندِ قلنس یا امپیدوکلس
کہتے ہیں، ہمیں کا باشندہ تھا، اور وہ فیثاغورث کا شاگرد تھا، فیثاغورث سے سقراط فیض یاب ہوا، پھر
سقراط کی مندِ درس سے افلاطون اٹھا، اور اس نے اپنا جانشین ارسطو کو بنایا، اس لحاظ سے
حکمت و فلسفہ کا پہلا پودہ سرزمینِ مصفیہ ہی میں نصب ہوا، چنانچہ قاضی صاعد اندلسی اور قفطی
دونوں لکھتے ہیں :-

یونانیوں میں سب سے بلند مرتبہ پانچ فلاسفہ ہیں، زمانہ کے اعتبار سے ان میں کا پہلا فلسفی
بندِ قلنس ہے؛

لیکن یورپین مورخین کے بیان سے اسکی تصدیق ہوتی ہے، اگر بندِ قلنس یا امپیدوکلس نام سے
امپیدوکلس (EMPEDOCLES) ہی مراد ہے، تو وہ پانچویں صدی قبلِ مسیح میں گذرا
مصفیہ کے شہر اگر اس کا باشندہ تھا، اور ممتاز فلسفی شاعر تھا، اسی طرح یہاں ممتاز فلاسفہ و شاعر پیدا ہوئے

سلفہ تاریخ اکمل، محمد بن علی الزونی و درباری ص ۶۱۳، ۱۱۵ طبقات الامم ص ۲۱ و اخبار العلماء و اخبار انکھار قفطی ص ۱۱۲

مثلاً یونان کا مشہور فلاسفی گرگیاس اسی عقلیہ کے شہر نشینی کی خاک سے اٹھا، اور ایک عالم کو حکمت کے رموز سکھائے، اور خطابت و بلاغت کے جوہر دکھائے، باشندگان عقلیہ کی ذہنی ترقیوں کا ایک یہ بھی ثبوت ہے، کہ جب افلاطون نے اپنی شہرہ آفاق کتاب جمہوریت مرتب کی، تو عقلیہ نے اس کو دعوت دی کہ جمہوریت کے اصول بیان اگر آزمائے، اور انہی اصولوں پر بیان کا نظام حکومت قائم کیا جائے، پھر سب سے آخری دور میں ارسطیدس گذرا ہے،

ساتویں صدی قبل مسیح کے شعراے عقلیہ کی نظموں کا تذکرہ یونانی تاریخوں میں آتا ہے، اور ان کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے، کہ انھوں نے قدیم یونانی شعرا کا اتباع چھوڑ کر ایک نئی کتاب اختیار کی، اور اس میں کامیاب ہوئے، مورخین ہمہ آگے شاعرانہ کورس (STESICHOURS) (۳۲۰ء قبل مسیح) کو اس صدی کے وقائع بھرا شعرا میں ممتاز جگہ دیتے ہیں،

اسی طرح جب چھٹی صدی قبل مسیح میں ایک آزادانہ حکومت کی ابتدا ہوئی، تو سائنس، مہنیت اور شاعری کی ترقی کا بھی ایک نیا دور آیا، پھر پانچویں صدی قبل مسیح میں سہر قوسہ کا باشندہ کورکس علم آلبان کے پہلے استاد کی حیثیت سے اسی صدی میں روشناس ہوا، اور اسکے شاگرد تیساس نے بھی فن خطابت میں کمال پیدا کیا،

عقلیہ کی قدیم علمی عظمت کے متعلق اڈولف ہولم کا بیان ہے کہ پانچویں صدی میں جب یونان کی نوآبادیان فلسفہ، سوفسطائی کو فلسفہ کا معراج کمال سمجھتی تھیں، سسلی والے اس سے کہیں پہلے فلسفہ سوفسطائی کے پہلوے دم سے واقف ہو گئے تھے، اور اسکے تخیل شاعرانہ کا لقب دیتے تھے، اور جب ایتھنز کے مشہور سوفسطائی فلسفی پروکلاگورس نے اپنا ایک جدید

۱۸ تاریخ یونان پوری (ترجمہ اردو) ص ۳۵۰، و تاریخ یونان اولڈ ہولم (ترجمہ اردو) حصہ دوم صفحہ ۱۸۶

یونان پوری (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۸۵، انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا، جلد ۳۰ ص ۶۶ میں یاد رہے

نظریہ لوگوں کے سامنے پیش کیا، تو آئینہ کی تمدن حکومت کی زمین اس کیلئے تنگ ہو گئی، اور اسکو شہر بدر ہونا پڑا لیکن حقیقیہ کی سرزمین نے اس کا استقبال کیا، یہاں اس نے اپنے نظریہ کی اشاعت کی، اور ستر سال کی عمر میں شہد ق م میں ہیں پیوند زمین ہوا، اسی طرح فارموس کے المیہ ڈراموں کو سب سے پہلے یہیں شہد ق م میں عوام کے سامنے پیش کیا گیا، یہ ڈرامے فلسفیانہ موضوعات پر مبنی تھے، اور پھر کچھ دنوں کے بعد سرفوس کے باشندے صوفران نے اپنی ڈرامے کی تالیف سے یونانی آبادی میں ایک نئی زندگی پیدا کی۔

حقیقیہ کی علمی و ادبی ترقی کی یہ رفتار یونانی عہد حکومت میں قائم رہی، یونانیوں کے زوال کے بعد جب مختلف ممالک حقیقیہ کے مختلف حصے پر قابض ہو گئے تو ان دنوں عام ازیں کہ سیاسی و معاشی حالات جیسے رہے ہوں، علمی و ادبی حیثیات سے اس کا دور منزل شروع ہو گیا، یہاں تک کہ جب صقلیہ جمہوریت روم کا ایک صوبہ قرار پایا تو پھر اس دور میں اسٹوفیس اور ٹیریس کے ولولہ انگیز ڈرامے قدر کی بجا ہوں سے دیکھے گئے، اور انہی دنوں حکمائے یونان کا مشہور ستارہ ارسطیس آرمینیڈز (۳۸۴ ق م) وفق صقلیہ پر ظاہر ہوا، اور فنِ ہیئت و ریاضی میں ایک عالم کی رہنمائی کی، لیکن وہ اگرچہ صقلیہ کے شہر سیراق کا باشندہ تھا، مگر علوم ریاضی و فنونِ ہندی کی تحصیل مصر سے کی تھی وہ صقلیہ میں ایک رومی سپاہی کے ہاتھ سے مارا گیا، اور گویا ارسطیس کے جنازہ کے ساتھ صقلیہ سے علم و ادب کا جنازہ بھی نکل گیا، کیونکہ پھر روشنی سنسٹا اور نیز نطفی سلطنت کے دوروں میں صقلیہ کی علمی مرتبت کا کوئی باب قائم نہ ہو سکا، بلکہ اس عہد میں صقلیہ صرف غلہ کا کھیت بنا رہا،

یہاں تک کہ کامل ایک ہزار برس کے بعد اسد بن فرات کی علمبرداری میں عربوں کے قدم پہنچے عربوں کی خصوصیت یہی ہے کہ وہ جس ملک میں پہنچے، اپنے علوم و معارف کا گنجینہ اپنے ساتھ لیتے گئے

۱۸ تاریخ یونان اولین ہولم (ترجمہ اردو جلد ۲ ص ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰) اخبار اعلیٰ اخبار اعلیٰ افغانی ملک تاریخ اکھار روزنی
۱۹۱۳ تاریخ یونان پیری (ترجمہ اردو) اخبار لاندس جلد ۲ ص ۲

اور اسی وقت سے ملک کی سیاسی تاریخ کے ساتھ اس کی علمی و ادبی سرگزشت کا باب بھی قائم ہو گیا،

عربوں کے علم و ادب کی تاریخ بھی ان کے دوسرے کارناموں کی طرح حیرت انگیز ہے۔ وہ اپنے عہد جاہلیت میں باوجود یکہ نیم تمدن اقوام میں شمار کئے جاتے تھے، مگر ان کی آبادی کا بیشتر حصہ ان پر تھا، بلند سے بلند طبقہ کے افراد میں صرف چند اشخاص ایسے نکلتے جو سریانی یا عیسیٰ خط میں لکھنا جانتے تھے، ان کے یہاں علم طب اور علم نجوم شخصی تجربوں اور چند نئے سنائے قیاسوں کا مجموعہ تھا، انساب و تاریخ میں ہمارے رکھتے تھے، مگر وہ سب سینوں میں محفوظ تھا، البتہ علم و ادب میں شعر و شاعری کا ذوق یہاں کے تجربہ جیہ میں مسود تھا، اور سارے عرب میں فصاحت و بلاغت کا بحر زغار موجیں مارتا تھا، لیکن خواہ بڑے سے بڑا جرحہ قصیدہ ہو، مگر وہ بھی نوک زبان ہونے کے بجائے نوک کلک کا شرمندہ احسان کم ہوتا تھا،

عربوں کی علمی و ادبی رفتار یہی تھی، کہ اسلام کا ظہور ہوا اور سارے عرب میں انقلاب کی ایک روح دوڑ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمّی تھے، مگر عالم کی تعلیم و تربیت کیلئے بسوٹ ہوئے تھے، اب عربوں کی ساری توجہ اسلام کی الہامی کتاب قرآن مجید پر مرکوز ہو گئی، نزول قرآن کے ساتھ اس کی کتابت کی ضرورت پیش آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کتابوں عبد اللہ بن مسعود بن عامی وغیرہ کو مسلمانوں کو فن کتابت سکھانے کیلئے مقرر فرمایا، اس سے عربوں میں رفتہ رفتہ لکھنے کا رواج عام ہوا، پھر قرآن مجید کے معانی و مطالب کے غور و غوض سے علم قرآن میں وسعت پیدا ہوئی، اور رفتہ رفتہ مختلف علوم قرآن کی تدوین ہوئی، اسی طرح آیات قرآنی کی تفسیر اور احکام اسلامی کی تشریح کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو رہنما بنانے کی ضرورت پیش آئی، تو اعاذیث کے جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور روایت و سند کا سلسلہ شروع ہوا جس سے علم حدیث اور فن رجال منضبط ہوئے، پھر جب مختلف نئے مذہبی مسائل پیدا ہوئے، اور ان کی نئی شکلیں سامنے آئیں، تو کتابت و سنت پر قیاس کر کے مسائل مستنبط کرنے کی ضرورت پڑی، اس طرح علم

فقہ کے ابواب عبادات مدون ہو گئے، دوسری طرف بھی مسلمانوں کیلئے قرآن و حدیث کا پڑھنا اور سمجھنا اس وقت تک سہل نہ تھا جب تک وہ عربی زبان سے واقف نہ ہو جاتے، اسلئے صرف و نحو اور علم لغت کی تدوین کی ضرورت ہوئی، نیز قرآن مجید کے معانی و لہجہ کی تعین کیلئے لغت قریش کی چھان بین شروع ہوئی اور اس صحرا نوردی میں جاہلیت کے بشمار اشعار کا ذخیرہ فراہم ہو گیا، پھر اسی ضمن میں جاہلیت کے علوم ہیئت، نجوم، انساب، خیل اور علم طب وغیرہ مدون کرنے لگے،

پھر جیسے جیسے اسلامی سلطنت میں توسیع ہوئی، قوانین و ضوابط کی تشکیل کی ضرورت پڑی، اور قرآن مجید و احادیث سے قلم فقہ کے ابواب معاملات مدون ہوئے، اسی سلسلہ میں منقوعہ ممالک کے قبضہ میں آنے کی مختلف نوعیتوں پر روشنی بطریق صلح و معاہدہ وغیرہ معلوم کرنے کی ضرورت پڑی، اسکے لئے عہد نبوی کے غزوات اور عہد صدیقی و فاروقی کے فتوحات کے حالات جمع کئے گئے، اس سے فنِ مغازی پھیلنے کی سیرت کی تدوین ہوئی، اسی سے فنِ تاریخ کا دروازہ کھلا، پھر عہد اموی کے مستبد خلفاء و عمال کے خلاف آواز بلند کرنے کیلئے امت کے صلحا نے خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے حالات بطور مواظعہ پیش کئے، اس سے تاریخ اسلام کے قرنِ اول کے حالات فراہم ہو گئے،

اسی طرح جب اسلامی فتوحات کا دائرہ زیادہ وسیع ہو گیا، تو مسلمانوں کو منقوعہ وغیرہ منقوعہ ممالک کے علوم و ادب سے آگاہی ہوئی، اور انھیں عربی زبان میں منتقل کرنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ ترجمہ کا دفتر کھل گیا، اور تھوڑی ہی مدت میں یونانی، سریانی اور ہندی علوم و فنون ہیئت، طب، فلسفہ، اور منطق وغیرہ کا بڑا ذخیرہ عربی زبان میں منتقل ہو گیا، ان ترجموں سے جب مسلمانوں میں فلسفیانہ مسائل عام ہوئے، اور مختلف قوموں نے فلسفیانہ نظریوں پر دین اسلام کو جانچنا شروع کیا، تو مسلمانوں کو قلم کلام کی تدوین کی ضرورت پڑی، پھر اس سلسلہ میں تحریری و تقریری مقابلہ کی فوج آئی، تو قلم منظرہ کے اصول منضبط کئے گئے، جب یہ مناظرے فلسفیانہ و مستحکم مسائل سے گذر کر فقہ کے مختلف مذاہب میں داخل ہوئے

تو اصولِ حدیث و اصولِ فقہ کو ترک کرنا پڑا پھر دیکھی کہ جب علمِ کلام و مناظرہ سے عقلی ٹوشکاریوں کی نوبت آئی اور مسلمانوں کی تمدنی ترقیوں سے نئی ضرورتیں پیدا ہوئیں تو علومِ عقلیہ پر عبور حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اس تقریب سے فلسفہ، حکمت، منطق، ریاضیات، وطبیعیات وغیرہ مسلمانوں کے مخصوص فنون بن گئے، جنہوں نے ان علوم کی بنیادوں پر اپنی نئی حمارتیں تعمیر کیں،

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ اسلامی علوم و آداب میں سے پہلے علومِ اسلامیہ کی تدوین ہوئی اسکے بعد علومِ عقلیہ پر توجہ کی گئی، اور علومِ عقلیہ پر حقیقی توجہ تیسری صدی کے اختتام سے پہلے نہ ہو سکی، دوسری صدی کے خاتمہ تک مسلمانوں میں صرف علومِ اسلامیہ رائج ہو سکے تھے، اور علومِ عقلیہ میں سے غیر زبان کی کتابوں کا ترجمہ کیا جا رہا تھا،

اسلئے عقلیہ میں مسلمانوں کے داخلہ کے وقت تک اسلامی علوم و آداب میں سے علومِ قسروانِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، اصولِ حدیث، کلام، مناظرہ، منازعی، تاریخ، رجال، صرف، نحو، آداب، لغت، اور طب کی تدوین ہو چکی تھی مسلمان انہی علوم کو لیکر بیان پہنچے، اور انہی کی نشر و اشاعت کی، اور انہی کو فروغ حاصل ہوا، پھر کچھ دنوں کے بعد جب علومِ عقلیہ کا عام رواج ہوا، تو مسلمانانِ عقلیہ نے بھی ان کی جانب نگاہ اٹھائی، لیکن ابھی وہ محوِ نظارہ ہی تھے، کہ اسلامی سلطنتِ عقلیہ کی شمعِ حیات گل ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ مسلمانانِ عقلیہ کے علوم و آداب میں ادنیٰ اول الذکر اسلامی علوم کو حقیقی عظمت حاصل ہے تاہم علومِ عقلیہ کا صفحہ بھی سادہ نہیں، لیکن دراصل اس سرزمین کو اصل شرفِ علومِ اسلامیہ کے ماہرین سے ہے، اس سرزمین سے بڑے بڑے ائمہ فہم، محدثین، فقہاء، متکلمین، ہوفیہ اور بابا ادب پیدا ہوئے، ان میں سے کچھ سہلی سے اسلامی سلطنت کے خاتمہ پر ہجرت کر گئے، لیکن بہتوں نے علمِ اسلامی میں اور اسکے بعد ناموں کے دور میں اسی سرزمین کو اپنی آخری خواجگاہ بنایا،

عقلیہ میں علمی ترقی کے اسباب [عقلیہ کی سیاسی تاریخ پر نظر ڈالئے، تو معلوم ہو کہ یہاں کی سیاسی فضا اوائل

ہی سے نہایت کمدر اور پرہیزان رہی جس میں علوم و ادب کی داغ بیل ڈالکر اؤکونٹو و نمادینا اس وقت نامکمل ہوتا، اگر اتفاقاً آغاز ہی سے اس کے سامان ہیما نہ ہو گئے ہوتے،

تافہی اسد کا جذب کش، ۱۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ مسلمانوں کا سب سے پہلا قافلہ جو سکونت پذیر ہونے کے لئے یہاں آیا، وہ ایک ایسی شخصیت کی سالاری میں آیا، جو خود سرشتہ علوم و معارف تھا جب افریقہ سے متقلید روانہ ہونے لگا، تو اسکی ذاتی کشش اور اسکے علمی رشتہ نمودت سے افریقہ کے اکابر اہل علم اسکے ہمراہ ہو گئے، صاحب ریاض النفوس کا بیان ہے:-

”ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ جب اسد فوج لیکر سو سو روانہ ہوئے کہ عقیدہ کے جہاز پر سوار ہون تو ان کے ساتھ اہل علم کی ایک ممتاز جماعت روانہ ہو گئی“

یہاں تک کہ شیخ عبدالرحیم استجاب (جن کے متعلق امام محسن صاحب المودختہ الکبریٰ کی رائے ہے، کہ میں نے ابن قاسم، اششب، ابن دسب، علی بن زیاد، ہول بن راشد، اور ابن اشتر (جسے اکابر برت) کو دیکھا، مگر عبدالرحیم کے مثل کسی کو نہ پایا)، وہ بھی اپنے گوشہ عافیت سے نکل پڑے اور عقیدہ روانہ ہونے پر آمادہ ہوئے مگر امام سنوں نے افریقہ کے قیام کی ترجیح بعض ضرورتوں کو پیش کر کے ثابت کی اور ان کا یہ سفر ملتوی ہو گیا،

اہل علم کا فوجی خدمات سے مستثنیٰ ہونا، عقیدہ میں علمی ترقی کا دوسرا سبب یہاں کی اسلامی حکومت کا یہاں اہل علم کو فوجی خدمت سے مستثنیٰ کر دینا ہے، ابن حوقل لکھتا ہے:-

”دارالحکومت کے باشندوں میں اساتذہ کی تعداد زیادہ ہے، چنانچہ صرف بصرہ میں ۳۰۰ اساتذہ ہیں، میں نے انکی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ اساتذہ دشمن کے حملے کے موقع پر جہاد میں شرکت کرنے پر مہکلت نہیں ملتے“

سلطہ ریاض النفوس درامدی ص ۵۵، ۱۱۱، مجمع البلدان جلد ۵ ص ۳۶، لیکن جواہل علم جہاد کی شرکت کرنا چاہتے تھے، اگر کسے تھے بعض اہل علم کے سوانح میں نظر آیا کہ وہ خدمت علم میں مصروف تھے، اور خدمت جہاد کا شرف بھی حاصل کرتے تھے، (ادبیات المذہب ابن فزون ص ۴۴) اسی طرح ۵۸۲ کے حوادث میں ابن اثیر نے علما، و صاحبین کے جنگ میں شرکت کی جوئی تصریح کی (ابن اثیر ص ۵۸۲)

ارباب حکومت کا سبب اس لیے یہاں کے ارباب حکومت کا خود ارباب علم و اصحاب ذوق ہونا تھا، یہ لوگ صرف شعر و شاعری کو دلچسپی نہ لیتے تھے جو بالعموم ارباب دولت کا تفریحی مشغلہ ہوتا بلکہ بعض مختلف علوم حدیث و فقہ میں صاحب کمال گذرے ہیں اور دولتِ فاطمیہ و کلبیہ کے دور میں تو عام امراء و عمدہ داران حکومت اہل علم و ارباب حکومت میں تھے جن کا تذکرہ طبقات میں ارباب علم و ادب کی حیثیت سے ملتا ہے، عبداللہ بن محمد فاطمی، ابو العباس خلیل بن اسحاق، ثقہ الدولہ، تائید الدولہ، تاج الدولہ، مستخلص الدولہ، قائد ابو الفتح، ابو الفضل، احمد بن علی فہری صاحب الشرطہ، امیر ابو محمد بن عمار بن منصور کلبی، قائد ابو محمد حسن بن عمر بن منکود، امیر ابو محمد جعفر بن طیب الکلبی، امیر شیخ الدولہ عبدالرحمن اللؤلؤ، ابو القاسم عبداللہ بن سلیمان الکلبی، اور ابو الحسن علی بن المعلم صاحب دیوان الصنائع وغیرہ ایسے ارباب علم و فضل ہیں جنہیں علوم حدیث، فقہ، ادب و شعر و شاعری میں امتیاز حاصل تھا، اور جن کا تذکرہ کتب طبقات میں ارباب علم کی حیثیت سے مورخین نے کیا ہے۔

صفتیہ کی ملی ترقیوں میں ان دلاۃ امراء اور عمدہ داروں کا نمایاں حصہ رہا، خود صاحب کمال تھے، علم و شعر کے قدردان ہوتے، سرپرستی کرتے، اور دور دور کے ارباب کمال پہنچ کر مصطفیٰ بھیجتے، جزائی جانے وقوع ۴۴۰ چوتھا سبب اسکی جزائی جانے وقوع ہے، اس زمانہ میں اندلس افریقہ ہمسایہ و شام اسلامی علوم و ادب کے مرکز تھے، جو ارباب علم مصر و شام سے اندلس، یا اندلس سے مصر و شام جاتے وہ یہاں بھی مولیٰ تھے چنانچہ ایسے اہل علم کے نام معلوم ہیں جنہوں نے یہاں اثنائے راہ میں ہمینوں اور کبھی سالوں قیام کر کے جزیرہ کو اپنے علم و فضل سے خیر و برکت کا سرشتہ بنایا، (سعید بن نفون قرطبی وغیرہ)۔

اہل علم کی کشش ۵۔ پانچواں سبب رفتہ رفتہ اس کا وقار ملی حاصل کر لینا ہے، لوگ یہاں کے اہل علم

۱۔ الحلة السعداء ابن الاثیر و دارمی ص ۲۷۷-۲۸۰ کلحان المسیلة و ریاض الدار ص ۱۹۲ مسالک الاصلیہ

ابن فضل اللہ العمري و دارمی ص ۱۵۲

سے استفادہ کیلئے دودرو سے آتے، مثلاً ایک عقلی اہل علم طاہر بن محمد بن ربیعانی کے حالات میں عقلی کا بیان ہے :-

”یہ عقلیہ کے باشندے تھے، اور یہیں اقامت گزرتے، ان کے عہد میں عربی علم و ادب کے فروغ و ترقی میں ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا عالم موجود نہ تھا، ہر مقام سے آکر اہل علم نے ان کی طرف رجوع کیا، اور ان کو بجز غار پایا“

۴۔ چھٹا سبب یہ تھا کہ اگر افریقیہ میں کسی صاحب علم کی پذیرائی باقی نہ رہتی، یا پذیرائی کے مواقع جاتے رہتے، تو وہ عقلیہ کی علمی منزلت کے اثر سے یہاں کا رخ کرتا، یا اندلس میں کسی صاحب علم کیلئے حالات ناسازگار ہو جاتے، تو وہ عقلیہ کی راہ لیتا، اور یہیں توطن اختیار کر لیتا، چنانچہ عقلیہ کے نوآبادوں میں شیخ براذمی، سید بن فحون، قرطبی اور ابن اثیر قیروانی وغیرہ جیسے ارباب علم و فضل ہیں، عہد اسلامی میں عقلیہ کی علمی مرتبت، عقلیہ میں علمی ترقیوں کے یہی اسباب تھے، جن کے باعث عقلیہ نے اپنے دور میں ایک ممتاز علمی جگہ حاصل کی، اور عرب مورخین نے اسکی علمی منزلت کا اعتراف کیا، اسماعیلی نے

”یہ نسبت جزیرہ عقلیہ کی طرف ہے، اور یہاں سے مسلمان اہل علم کی ایک کثیر جماعت نکلی، جنہیں عقلیہ بھی ہیں، اور دروغ عارف کے ملار بھی، اور یہ اہل فہم و فہم کے قبضہ میں ہے“

صاحب خبۃ الدھر لکھتا ہے :-

”عقلیہ جب مسلمانوں کے قبضہ میں تھا، تو علمی ترقی اور علماء اذہاء اور فضلاء کی کثرت میں اندلس کے اندر تھا“

۵۔ غرر کتاب انبار الرواة علی ابناء النخبة و دراماری مستلک کتاب الانساب سمائی، ورق ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹

ابن فضل اللہ دمشقی لکھا ہے :-

”صفیہ نے جو خوب چھپلائی اور جذبات منجی ہے، وہ اس کے فکر کیلئے کافی ہے، تاریخ و ادب کی کتابوں میں اس کا بہترین حصہ محفوظ ہے، حمد اسلامی میں بیدار مغز بادشاہ اور بڑے بڑے ادبا موجود تھے جنہیں سے ایسا کوئی نہ تھا جس کے پاس سفر کر کے لوگ پہنچے نہ ہوں، جا کر مدح نہ کرتے ہوں، اور صد نہ پاتے ہوں“

صفیہ میں تعلیم کا نظام یورپین یونین تو پورا اور سینا کی یونیورسٹیوں کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن ہیں ان مرحوب کُن الفاظ کی ضرورت نہیں، یہ اسلامی یونیورسٹیاں صفیہ کی مسجدوں ہی میں قائم تھیں، اس وقت تک درس گاہوں کے لئے جدا گانہ عمارتوں کا دستور نہ تھا، اگر درس گاہ کے مقصد ہی سے عمارتیں بنائی جاتیں تو بھی وہ مسجد ہی کی شکل کی ہوتیں، اور بزم کی کثرت مساجد کی ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ یہ مسجدیں درس گاہ کیلئے بھی بنائی جاتی تھیں، ابن حوقل لکھتا ہے :-

”ان دس مسجدوں میں جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے ایک مسجد ابو محمد قنسی کی ہے جس میں وہ نماز پڑھتے ہیں، اور اس کے پہلو میں میں قدم پر ایک دوسری مسجد ہے، جس کو انہوں نے اپنے لڑکے کی تقدیم گاہ کے طور پر تعمیر کرایا ہے“

ان درس گاہوں میں تعلیم کا طریقہ وہی تھا، جو اس عہد میں تمام اسلامی ملکوں میں بطریق الامتاع جاری تھا، لیکن ان درس گاہوں اور ان کے اساتذہ کا کیا نظام تھا، اس کا کوئی تصریحی تذکرہ نظر سے نہیں گذرا، قیاسات قائم کئے جاسکتے ہیں، تاہم اساتذہ و معلمین کے متعلق اتنا معلوم ہے، کہ ان میں فرق مراتب و امتیاز ان کے عہدوں کے لحاظ سے بھی قائم تھا، بعض اہل علم کے تذکرہ میں ملتا ہے، ”من اهل صفیہ مقیمین بعماد واحد و ساء المعلمین“ (یہ اہل صفیہ میں تھے، وہیں قیام پذیر تھے، اور صدر اساتذہ

لے مساک الامبار فی مالک الامصار و دراماری ص ۱۵۲ معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۷۵ سے مختر کتاب انبار الرواد علی انبار النہد و دراماری ص ۱۶۴

میں سے ایک تھے) کتابوں کے درس و تدریس کے اجازت نامے اور سندیں دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح یہاں بھی رائج تھیں، جو بڑی وقت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں، صحاح جوہری کی سند ابن القطاع الصقلی متوفی ۵۱۵ھ کو صقلیہ میں اپنے استاد ابو بکر محمد بن البرصقلی سے ملی، اس کے بعد وہ مصر پہنچا، اس وقت تک صحاح کی سند مصر میں عمومیت سے داخل نہیں ہوئی تھی، ابن القطاع یہاں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، اور شائقینِ علم کا مرجع بن گیا،

صقلیہ میں مسلمانوں نے اپنے چند صد سالہ دور میں جن علوم و فنون کی خدمت کی، وہ قرآن و حدیث، فقہ، کلام، تصوف، تاریخ، ادب و نحو، شعر و شاعری، طب، فلسفہ، منطق، ریاضیات، ہندسہ، جغرافیہ اور طبیعیات ہیں، انکی الگ الگ مختصر آسیرگزشت ذیل میں درج کی جاتی ہے،

علوم اسلامیہ

(علوم قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، کلام، و مناظرہ، تاریخ وغیرہ)،

علوم قرآن

علوم قرآن میں تیسری سے پانچویں صدی ہجری تک، فنِ قرأت، تفسیر، اور فنِ ناسخ و منسوخ اہم علوم تھے، درس و تدریس اور سلسلہ روایت میں وہی اہتمام تھا، جو فنِ حدیث میں کیا جاتا تھا، ان علوم کے ارباب کمال کو "مقرئ" کا لقب دیا جاتا تھا، مقرئ کے لئے دوسرے علوم و مینیہ یعنی حدیث وغیرہ میں بھی دستِ نگاہ رکھنا ضروری تھا،

صقلیہ کے اہل علم بھی اس نسبت سے مشہور ہوئے، یہ ارباب کمال صقلیہ کی مسجدوں میں مسند

سہ معم الادبا، جلد ۵ ص ۱۱، ۱۲ کتاب النسخ و المنسوخ ابی جعفر الخفاس۔ ۳۵ کتاب الانساب

سماعی ورق ۴۰۵،

درس سمجھائے تھے، کیونکہ علوم قرآن کا درس عموماً مسجدوں میں جاری تھا، ابن جریر لکھتا ہے۔
 "اور مسجدیں نسبت ہیں، اور اکثر مسجدیں اساتذہ قرآن کی خطبہ گاہ ہیں؛

۱۵۰

یہاں قراءات سبع میں سے قراءت نافع کا رواج تھا، یہی قراءت عام مغرب میں رائج
 مصنفیہ کے ماہرینِ تفسیر آن کجہن میں سے بعض کی تالیفات بھی علوم قرأت و تفسیر میں ہیں
 ۱۶ نام مل سکے ہیں ان میں سے اکثر چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے تھے، اور ان کی تصنیفات
 میں سے بعض کتابیں اسلامی ملکوں میں اپنے فن کی اساس سمجھی گئی تھیں، وہ لوگ حسبِ ذیل ہیں
 محمد بن خراسان، ابو عبد اللہ محمد بن خراسان البغلی، مرقی کے لقب سے سرفراز تھے، ان کے والد

خراسان غالب کے موالی میں تھے محمد بن خراسان کی نشو و نما صغیرہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم ہمیں
 حاصل کی، پھر علوم کی تکمیل کیلئے مصر روانہ ہوئے، وہاں امام المقربین ابو جعفر النخاس متوفی ۳۳۳ھ
 اور ابن مظفر بن احمد بن منبل بن حمدان سے علوم قرآن و حدیث کی تحصیل کی، ابن مظفر بن احمد
 بن حمدان سے فنِ قراءت لیکھا، اور ابو جعفر النخاس سے ان کی تصنیفات کتاب النسخ و المنسوخ
 فی القرآن، اعراب القرآن، اور تفسیر قرآن، پڑھیں، اور ان کتابوں کی سند و اجازت لیکر مصغیرہ
 واپس آئے، اور یہاں اپنے درس و تدریس سے لوگوں کو فیضیاب کرتے رہے، یہاں تک
 کہ ۶۶ سال کی عمر میں ۳۳۳ھ میں وفات پائی، ہمیں مدفن ہوئے؟

اسمعیل بن خلف صقلی، ابو طاهر اسمعیل بن خلف بن سعید بن عمران البغلی کے مشفق ابن خلکان
 لکھتا ہے:-

کان اماماً فی علومہ کلاماً و مستقناً علوم آداب کے امام اور فنِ قراءت میں

۱۷۰، ۳۳۲ھ احسن النفاہم مقدسی ص ۲۳۸، ۳۵۰ ابن خلکان جلد ۱ ص ۵۰، کتاب البغلی
 مقریزی دراماری ص ۶۶۳، بیئۃ الوعاہ سیوطی ص ۴۰

لغة القراءات

کمال الفن تھے۔

علوم کی تحصیل کیلئے مصر گئے۔ یہاں کے مشہور مفسر علی بن ابراہیم کوفی سے تلمذ حاصل کیا۔ اعتقائیں وہاں پڑھیں، اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ تھا، کہ یہاں کی سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے ہجرت پر مجبور ہوئے ان کے شہر قسطنطنیہ میں سکونت اختیار کی، پھر مصر گئے، اور یہیں یوم کشنبیک محرم الاحرام ۵۵۵ھ کو وفات پائی، اسی لئے مورخین میں سے بعض انھیں صقلی بعض اقلی الاذلسی، اور بعض الاذلسی القسطنی لکھتے ہیں ابن بواب نے ان کے فضائل و اوصاف گناے ہیں،

تالیفات: علوم قرآن میں ان کی چند بلند پایہ کتابیں حسب ذیل ہیں:-

حکام العنوں فی القراءات: یہ سب زیادہ مشہور و مستند ہے، ابن خلکان کتابے نو کو اس فن میں اس کتاب پر استناد ہے، یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جو ایک ضخیم کتاب الکشاف کی تفسیر ہے، اس کا ایک نسخہ ہندوستان میں بھی باکی پور کے کتب خانہ میں "المیون فی القراءات السبع" کے نام سے قلمی موجود ہے اور مصنف کے زمانہ سے قریب مبنی ۶۵۲ھ کا لکھا ہے کتاب کے آخر میں مشہور حفاظ قرآن کی سند اور اجازتیں ثبت ہیں، یہ نسخہ اپنی مختلف حیثیات سے نادر الوجود ہے، برلن اور ایاصوفیہ میں بھی اسکے نسخے موجود ہیں،

آثار کتاب: قال الشيخ: بوطاهر اسمعيل بن خلف المقرئ النحوي رضي الله عنه الحمد لله انشاءنا بعد رستم وهذا نالاسلام وفطرتهم،

اما بعد فاني ذكر في هذا الكتاب	اما بعد من اس كتاب من انشاء، انشاء اختلافات
ان شاء الله ما خلت فيه القراء	كما ذكر في كتابنا، مشهوراً، اعماراً، اعماراً، اعماراً
السبعة المشهورون من ائمة	در بیان ہیں،
الاصهار الخ-	

اجازت نامے :- بانی پور کا یہ نسخہ مصر کے مشہور مرقی شیخ عبدالقوی بن عبداللہ بن ابراہیم بن محمد انطاکی متوفی ماہ شوال ۷۳۵ھ کا ہے جنہوں نے ۱۰۰۰ ریح الآخر ۷۳۵ھ کو اس پر اپنا اجازت نامہ بنام شیخ شمس الدین ابو عمرو عثمان بن شیخ زکی الدین المعروف بالمشاب ثبت کیا ہے، اور پھر مختلف لوگوں کے اجازت نامے بھی اس پر بسلسلہ سند درج ہیں جن کا ذکر ہنرست کتب خانہ بانی پور میں موجود ہے۔

کتاب الالکتاء فی القراءات، اسی کتاب کا خلاصہ بتدیوں کیلئے کتاب العنوان کے نام سے کیا تھا، اس کا کوئی نسخہ ابھی تک دریافت نہیں ہوا، نہ حاجی علیغہ کی نظر سے گذرا تھا، اور یہ کتاب بھی انہی فقروں سے شروع ہوتی ہے جو کتاب العنوان میں درج ہیں، کتاب اعراب القرآن، یہ علم اعراب القرآن میں ایک ضخیم کتاب ہے، اس فن کا تعلق اگرچہ نحو سے سمجھا جاتا ہے، لیکن قرآن ہی سے متعلق ہے، اسلئے علوم قرآن میں بھی شمار کیا جاتا ہے، یا قوت اور حاجی علیغہ کے بیان کے مطابق اس کے ۱۹ اجزاء ہیں،

المختصر لکتاب المحبۃ فی القراءۃ لابن علی الفادسی ابو علی الفارسی کی ایک مشہور کتاب المحبۃ فن قرأت میں ہے، اس کا ایک نسخہ بانی پور کے کتب خانہ میں پانچویں صدی کا لکھا موجود ہے، یہ رسالہ اس کتاب کی تلخیص و مختصر ہے،

الذکی المازنی، ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفرج المازنی المعروف بالذکی ۳۴۲ھ میں صقائیہ کے مردم خیز خطہ مازہ میں پیدا ہوئے، علوم کی تحصیل صقائیہ کے علماء و شیوخ سے کی، پھر قیروان جاکر وہاں کے اساتذہ سے درس لیا، یہ نہایت ذکی اور فہیم تھے، اسی مناسبت سے ذکی ان کا لقب قرار پایا، قوت حافظہ

علامہ ابن خلدون جلد ۱ ص ۱۳۴، معجم الادباء، یا قوت ج ۲ ص ۲۷۳، بنیۃ الوعایہ سیوطی ص ۵۵، کشف الطنون ج ۱ ص ۱۳۲ و ہنرست لکھنؤ بانی پور ج ۱ ص ۱۸، ح ۸۳، مفتاح الکونز حنفیہ ج ۱ ص ۱۰۱، ۱۰۲

بھی غیر معمولی رکھتے تھے، چنانچہ بہت جلد ترنی کر کے مغرب کے ممتاز اساتذہ کی صف میں آگئے، قاضی عیاض ان کے متعلق فرماتے ہیں:-

كان فقيها حافظا مدركا نبيلافهما، فقيه، حافظ، شريعت سمجھارا، مذہبی اور ادبی
متفعل مافی علم المذہب واللسان علوم کے ماہر، اور علوم قرآن اور تمام علوم
ومتقنا فعلوم القرآن وسائر العاد سے واقف تھے،

علوم قرآن کی طرح علم فقہ و نحو کے بھی ماہر سمجھے جاتے تھے، اس کا تذکرہ آئندہ آئے گا، یہاں انکی صرف ایک کتاب کتاب الاستیلاء کا تذکرہ کرنا ہے، قاضی عیاض کے بقول علوم قرآن میں ایک ضخیم کتاب ہے، اور ابن ناجی نے بھی اسکا تذکرہ کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ فن قرات میں تھے، عبدالرحمن بن محمد البیہری، عبدالرحمن بن محمد بن عمر البیہری الصقلی شہر بصرہ کے باشندے تھے، اسلامی حکومت کے زوال کے بعد بھی وہیں مقیم رہے، علوم قرآن میں دستگاہ رکھتے تھے، کاتب اصفا نے انھیں قائل القرآن کا لقب دیا ہے:-

بن فہم لصلی عبدالرحمن بن متیق بن خلف معروف بہ ابن فہم لصلی ۳۵۵ھ میں صقلیہ میں پیدا ہوئے
اور یہیں علوم کی تحصیل کی، اون کے اساتذہ کی فہرست میں ابن نفس لصلی عبدالباقی بن خاص لصلی
ابو یسین الواری اور اخرص کے نام ہیں، ۳۵۵ھ میں مصر روانہ ہوئے، وہاں ابن ہسلی کے حلقہ درس
میں بیٹھے، پھر وہیں سکونت اختیار کر لی، اور امام وقت تسلیم کئے گئے، سلیمان بن عبدالعزیز اندلسی
کہتا ہے:-

”میں نے کسی کو فن قرات کا ان سے زیادہ عالم و واقف کار نہیں دیکھا نہ مشرق میں اور نہ مغرب میں“

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:-

۳۵۵ھ

ترتیب الدارک عیاض دیاد گاری جلد ۱ ص ۳۸۱، معالم الایمان جلد ۳ ص ۲۵۵، خیرۃ العصر و جریۃ العصر امام

عبدالرحمن بن ابی بکر متین بن خلف بنی غلام اساتذہ العالم بن النعمان ہاشمی وہابی، جن پر سکندریہ میں عہد

قرآن کی صدیقیں نمود صرف کے زمانے میں ہو گئی؟

اسی طرح حاجی علیہ نے بھی ان کو شیخ اسکندریہ کے لقب سے یاد کیا ہے ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی

تالیفات | علوم قرآن میں ان کی چند کتابیں ہیں، ایک التجوید لبخية للمزید فی القرات

السیع اور دوسری کتاب التجوید فی القرات اور تیسری کتاب مفردات القرات

ہے، جو مفردات راغب اصفہانی کے طرز پر لکھی تھی، جبکہ حاجی علیہ نے مفردات یعقوب کے ذیل میں

نقل کیا ہے:

عثمان بن علی السرقسی، ابو عمرو عثمان بن علی بن عمر سرسرقوسی، باشندے اور شہناز حجازی انصاری تھے ابن

فہم ہاشمی، اور ابن طیمہ وغیرہ سے قرآن کی تفصیل کی، اور اس میں امتیاز پیدا کیا پھر مصر گئے، اور وہاں کی

مشہور مسجد جامع عمرو بن العاص میں ان کا ایک وسیع حلقہ درس قائم ہو گیا، جہاں تلامذہ کی کثیر تعداد

جمع رہتی تھی، مصر میں ارباب علم سے مذاکرہ جاری رہتا، اور ممتاز اہل علم سے استفادہ بھی کرتے رہتے تھے

سلفی ان کے ہمصر میں تھے، دونوں نے اپنی تصنیفات اور ان کی سند و

اجازت ایک دوسرے کو دی، اور دونوں میں علی مذاکرہ جاری رہتا، یا قوت اور علی نے مذاکرہ

تلامذہ، ابو عمرو عثمان ہاشمی کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہے، جن میں سے ابو محمد بن بری النخعی اور ابو البقی صا

بن عادی العذری الانطاکی وغیرہ ہیں،

تالیفات | مختلف علوم میں کتابیں لکھیں جن میں بعض فن قرأت میں تفسیر حافظ سلفی کا بیان ہو،

لہ تو الیٰ فی القرات، علم قرأت میں ان کی تالیفات ہیں،

لے منقر کتاب ابناء الرواة علی ابناء الرواة نقلی و تفسیری، دارالاصلاح ۱۴۰۵ھ، حسن المحاضرہ بیرونی جلد ۱۱۱ و کشف الظنون

جلد ۱۱۱ و ۱۲۵۵ھ، بیروت نے سال وفات ۱۲۵۵ھ لکھا ہو،

لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے کسی کتاب کا نام دستیاب نہیں ہوا، صرف قلم خارج میں ایک کتاب کتاب محارج الحروف کا پتہ ملتا ہے، اور دوسری کتابیں دیگر فنون میں ہیں جن کا ذکر اس ذیل آگیا ہے۔
 ابو عبد اللہ محمد بن ابی محمد بن محمد بن ظفر اصفہانی کو علوم قرآن و علوم ادب میں امتیاز حاصل تھا، خصوصاً علوم قرآن کے تجربے انھیں حجة الدین کے لقب سے سرفراز کیا لیکن ان کے علم و فضل کی شہرت کے باوجود ان کے نام و کنیت، جاے پیدائش اور سنہ وفات کے بارے میں مورخین کے یہاں عجیب اختلافات ہیں،

جاے پیدائش سال وفات	جاے پیدائش کے متعلق دو قسم کی روایتیں ہیں، «ابن خلکان، یا قوت، مقریزی اور ابوالفداء نے ان کا مولد اصفہان لکھا ہے، اور عماد الدین کاتب اصفہانی صاحب
نام اور کنیت	خریدۃ العصر و تقی الدین محمد بن محمد بن احمد کی صاحب العقد الثمین نے مکہ معظمہ کو مولد قرار دیا ہے،

جو مورخین صغلیہ کو مولد قرار دیتے ہیں، وہ نشوونما کی جگہ مکہ معظمہ و بلاد مغرب بتاتے ہیں، اور جو مؤرخین مکہ معظمہ کو مولد کہتے ہیں، وہ صغلیہ و بلاد مغرب کو نشوونما کی جگہ لکھتے ہیں، اس مناسبت سے اول الذکر مورخین ابن خلکان وغیرہ صغلیہ کی طرف منسوب کر کے صغلی اور مؤرخ الذکر مورخین عماد الدین وغیرہ مکہ معظمہ کی طرف منسوب کر کے مکہ لکھتے ہیں، متاخرین میں علامہ سیوطی نے صغلی اور مکہ دونوں کو یکجا کر لیا ہے،

یہی اختلاف نام اور کنیت میں ہے، تقی الدین صاحب العقد الثمین، ان کی کنیت، ابو ہاشم بتاتے ہیں، اور دیگر مورخین ابو عبد اللہ کہتے ہیں،

یہی حال سال وفات میں ہر بعض لوگ ۵۵۵ھ کہتے ہیں، اور بعض ۵۶۵ھ اور بعض ۵۷۵ھ بتاتے ہیں

سلحہ نجم الادب ۵۷۵ھ، بیۃ الامۃ ۵۷۵ھ، مختصر انباء الرواة قفلی، وراماری ۵۷۵ھ، قفلی میں ابن کثیر دمشقی بن علی بن عمر کے یکے بعد دیگرے ہیں، لیکن یہ خاتما ابو عمرو غلی کی مسند شدہ کتاب ہے، اور یا قوت نے عثمان السرقوسی صغلی اور عثمان الغزرجی صغلی و صغلیہ کے طور پر لکھا ہے، لیکن یہ مورخین خود یا قوت کی عبارت سے انکی تفسیر ہوتی ہے معنی یہ بھی سمجھ کر دی ہے،

ماہی علیہ صاحب کشف الظنون نے ان اختلافات سے گزرنے کا ایک دھچپ طریقہ اختیار کیا، یعنی اس نے مستقل دو جداگانہ شخصیتیں فرض کر لیں، اول ان کی بعض کتابیں محمد بن عبداللہ المعروف بابن ظفر کی متوفی ۳۵۵ھ کی طرف منسوب کیں، اور بعض کتابیں ابو عبداللہ محمد بن ابی محمد المعروف بحجۃ الدین اصفیٰ متوفی ۳۵۵ھ کے نام لکھیں، بہر حال مقررہ کی نظر ان اختلافات تک پہنچی اور اس نے اپنی کتاب اقصیٰ میں ان کا مکمل نام و کنیت لکھ کر ان اختلافات کو دور کر دیا ہے، وہ ان الفاظ میں ان کا ذکر کرتا ہے۔

محمد بن محمد بن محمد بن ظفر المنسوب بحجۃ الاسلام برہان الدین ابو ہاشم و ابو عبداللہ بن ابی محمد اصفیٰ

تقریباً نے ابن ظفر کو منتقل البلاد لکھا ہے، یہ جب تک سن شورو کو نہیں پہنچے، ان کے والدین قیام کی جگہ بدلتے رہے، پھر سن شورو کے بعد انھیں بھی کسی ایک مقام پر قیام کرنے کا موقع نہیں ملا، اگرچہ جہاں تک وہاں مستقل قیام کی نیت سے رہے، اس لئے عمومی طور پر ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے، کہ یہ اپنے نسب و خاندان اور جائے نشوونما کے لحاظ سے کی ہیں، چنانچہ جن متورخین نے ان کا مولد متعلیہ کو بتایا ہے، ان میں سے مقررہ کی نے ان کے خاندان کو کی اور ابن خلکان اور یاقوت نے جائے نشوونما کو مکہ منظمہ لکھا ہے، اسلئے یہ کی خاندان اسی سلسلہ میں متعلیہ پہنچا، اور ابن ظفر وہیں پیدا ہوئے، چنانچہ والدین کے مکہ منظمہ چلے جانے کے بعد ان کا زمانہ طفولیت وہاں بسر ہوا، جو قیاس سے متعلیہ کی دولت اسلامی کے زوال اور نازی فتنہ کا زمانہ قرار پاتا ہے، پھر حسب سن شورو کو پہنچے، تو مصر کا رخ کیا، اور اسکندریہ میں ابو بکر طوطی سے علم کی تحصیل کی، اسکے بعد مصر والی افریقیہ چلے آئے، اور مدیرہ میں مدت تک قیام پذیر رہے، جب مدیرہ پر تارکین کا قبضہ ہوا، تو اس وقت یہ وہیں موجود تھے، لڑائیوں میں بھی شریک رہے، اسکے بعد یہاں سے آؤںس پہنچے، یہاں ابو بکر بن عربی، ابو مروان یاجی، ابو الولید بارغان اور ابن مسرہ کی صحبت میں رہے، اور یہاں کی کسی مسجد میں اپنی مندرس بچائی، تلامذہ متفیض ہوتے رہے، اس کے بعد انھیں وطن مالوف یاد آیا، اور متعلیہ چلے آئے، اور یہاں ۳۵۵ھ تک موجود رہے، کیونکہ اسی سال انھوں نے اپنی ایک ادبی کتاب تالیف

کر کے تصفیہ کے ایک عمدہ وار کے نام ممنون کی اس کا تذکرہ اپنی جگہ آئے گا، اس کے بعد تصفیہ سے ہر روانہ ہوئے، ہر سے طلب پہنچے، اور وہاں مدرسہ ابن ابی عسرون میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا لیکن وہاں بعض واقعات ایسے پیش آگئے، کہ شیعوں اور سنہیوں میں فرقہ دارانہ لڑائی ہوئی، اس ہنگامہ میں ان کی کتابیں لوٹ لی گئیں، اس حادثہ کے بعد بنیاد چلے گئے، پھر بغداد سے حجاز پہنچے، اور یہاں پہنچ کر فقہ شافعی کے درس میں مشغول ہو گئے، حجاز ہی ان کا آخری مستقر بنتا ہے، گذراوقات کیلئے حکم دیوان کی طرف سے وظیفہ مقرر ہو گیا لیکن اسکی مقدار بہت کم تھی، اسلئے نہایت عسرت و تنگدستی میں بسر مومنی ابن خلکان نے توان کے فقر و فاقہ کا یہ دردناک واقعہ بیان کیا ہے، کہ وہ محض اپنی تنگدستی کی وجہ سے اپنی ایک لڑکی کو کسی غیر کنویں بیاہ دینے پر مجبور ہوئے، جس نے اُس غریب لڑکی کو کسی غیر ملک میں لجا کر فروخت کر ڈالا،

فقر و فاقہ کا یہی عالم ان کی زندگی کے آخری لمحے تک قائم رہا، یہاں تک کہ صحیح روایت کے بموجب ۳۵۶ھ میں حجاز میں وفات پائی، اور وہیں شہر سے باہر مدفون ہوئے، بقی الدین قاسمی لکھتا ہے کہ صلاح و تقویٰ علم و فن اور عبادت و ریاضت میں مشہور ہیں،

مذہب، فقہ شافعی کے درس دینے سے شہرہ ہوتا ہے، کہ ابن ظفر مقلی مذہب شافعی تھے لیکن ایک حلی مورخ نے اپنی تاریخ مصر میں انھیں مالکی علماء کے زمرے میں شمار کیا ہے، قاسمی نے اپنی العقد الثمین میں دونوں روایتیں درج کی ہیں، اور آخر میں حلی کی روایت درج کر کے لکھتا ہے،

”قطیفی کی روایت کے خلاف ہے، کہ وہ فقہ شافعی کا درس دیتے تھے، ممکن ہے کہ انھوں نے دونوں مذاہب

مجمع کرئے ہوں، اور اس طرح یہ معارضہ دور ہو جائے،

لیکن کسی مذہب کی فقہ کے درس دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود اس مذہب ہی اسی فقہ کا پیرو ہو،

اسلئے یہی دلیل دفات یا قوت ابن خلکان مقرر نہیں ہو سکتی اور ابوالفضل اسے بتایا ہے، قاسمی ۳۵۶ھ اور صفحہ ۱۰۱۵

قرینہ غالب ہے کہ یہ مذہب یا مکتب اہل مغرب یا مکتب اہل المذہب تھے،

ابن ظفر ہتھلی کو ملی دنیا میں دو حیثیتوں سے شہرت حاصل ہے، ایک علوم قرآن کے ماہر و مفسر کی حیثیت سے اور دوسرے عربی علم ادب کے ایک ممتاز ادیب کی حیثیت سے، علوم قرآن میں یہ اپنے ہم معصروں میں امام وقت تسلیم کیے گئے، عقیدت مند تلامذہ کا حلقہ ان کے گرد ہمیشہ قائم رہتا، ان کے ہم عصر عماد الدین اصفہانی لکھتے ہیں۔

”تفسیر و ادب میں اپنے وقت کے امام تھے، میں نے ان کو حجاز میں دیکھا تھا، طلبہ کے قریب ان کے طلبہ گارڈ

فرزیتہ رہتے، اپنے ہم عصر طلبہ پر نمایاں سبقت لے گئے،

تالیفات، | ابن ظفر ہتھلی کی تالیفات کی ایک کثیر تعداد ہے، مقررہ ی نے ان کی تصنیفات کی ایک طویل فہرست نقل کی ہے، اس کے علاوہ خود مصنف نے اپنی ایک کتاب کتاب لسان المطارع کے خاتمہ میں بطور ضمیمہ اپنی تمام تالیفات کا ایک خاص طرز میں تذکرہ کیا ہے، ان میں سے جو علوم قرآن میں ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ التفسیر الکبیر۔ یا قوت اور سیوطی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ مدرسہ ابن ابی عمرو حلب کے زمانہ قیام میں تالیف ہوئی،

۲۔ کتاب ینبوع الحیاۃ فی تفسیر الذکر الحلیم، ابن خلدان یا قوت، مقررہ ی نے اس کو اپنی شاہکار کا لقب دیا ہے، اس کا تذکرہ کیا ہے، کہ یہ ایک منجم تفسیر ہے، اور پھر خود مصنف نے اس کو اپنی شاہکار کا لقب دیا ہے، غالباً وہ دوسرا نسخہ وہی مذکور بالا تفسیر کبیر ہے، اور اس کو بھی مصنف نے اسی نام سے موسوم کیا ہے، حاجی خلیفہ نے اس کو دو جلدوں میں بتایا ہے، کتب خانہ خدیویہ مصر میں اس کا ایک ناقص نسخہ تین جلدوں میں موجود ہے، فہرست کتب خانہ خدیویہ میں اس نسخہ کے حسب ذیل حالات ہیں،

” ینبوع الحیاۃ تالیف علامہ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن خلف

المکی المصطفیٰ النحوی المالکی المتوفی ۷۸۵ھ بہ شہر حماہ، اس کی تین جلدیں

۱- دوسری جلد چھٹی ہوئی ہے، اور جس کا آغاز سورہ مائدہ کے ربیع اول کے درمیانی حصہ سے ہوتا ہے، اور آخر

سورہ ہود تک ہے، ۲۶۵ ورق ہیں،

۲- تیسری جلد ادریہ چھٹی ہوئی ہے اس کا آغاز سورہ یوسف کے ربیع اول کے اثنا سے ہوتا ہے، اور آخر

سورہ مؤمنین تک ہے، اس جلد کی کتاب در رمضان ۱۱۹۳ھ کو ختم ہوئی ہے، اس کے اوراق ۲۱۲ ہیں،

۳- پانچویں جلد ہے، جو اول سورہ عم السجدہ سے آخر قرآن تک پرتل ہے، کل ۲۱۶ ورق ہیں،

نسخہ کا خط معمولی ہے، اور نسخہ کا کاتب محمد بن ابی بکر بن محمود المعروف بابن الدقات ہے،

ان کے علاوہ انکی کتابیں حسب ذیل ہیں،

۴- کتاب فوائد الوحی الموجز الی فرائد الوحی المعجز (۴) کتاب اسالیب الغائیہ فی احکام

الایۃ (۵) کتاب الکسیر فی کیمیا التفسیر (۶) کتاب البرہانیہ فی شرح الاسماء المحسوسہ کا تذکرہ

مقریزی، یا قوت اور سیوطی وغیرہ نے کیا ہے، موضوع بحث کا اندازہ ان کے ناموں سے ہوتا ہے،

شرف الدین اعظمی، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر عبدالرزاق شرف الدین اعظمی المقری ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے

یہ نابینا تھے، غالباً فن قرأت میں ہمارے حاصل کی، علوم قرآن کی تحصیل اکمال ابو الحسن علی بن شجاع

العباسی الضریر اور المعین ابو العباس احمد بن ابی الفضائل جعفر بن محمد بن عبدالحق الماکلی سے مصر میں کی

اور یہ دونوں اساتذہ مشہور عالم قرآن شیخ عبدالحق کے تلامذہ میں تھے،

شرف الدین اعظمی کا بیشتر زمانہ درس و تدریس میں بسر ہوا، ہمیشہ قرآن کا درس دیتے رہے،

نور الدین علی بن محمد بن مجاہد المعروف بالارباب ان کے تلامذہ میں تھے، تمام زندگی زہد و تقویٰ اور غیر دنیاوی

میں گذری، اپنی زاہدانہ خوش اوقاتی کے باعث مرجع خلافت تھے، لوگ طلبہ و ماسکین حاضر ہوتے رہتے

۱- کتاب مفتی مقریزی دراماری ص ۶۶۴، ۶۶۵، ابن حلیکان جلد ۲ ص ۳۵۳، مجمع الادب، یا قوت جلد ۱ ص ۱۰۳، خزینۃ

اصنافی دراندہ ص ۱۰۵، نزیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۵۹، ابو الفداء جلد ۳ ص ۴۹، التذکرۃ النشین فی تواریخ البلد لابن کشف الطوفان جلد ۲

اِنَّ ابَا غَسَالَةَ الْمَعَاوِي حَدَّثَنَا اَنَّهُ
 سمع ابا ليعقظان صاحب رسول
 ابو عثمان المعافري نے ان سے بیان کیا کہ انھوں
 نے ابو الیقظان صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقبضین
 اللہ صلعم بعقلیۃ یقول البشر
 کہتے سنا اور فرماتے تھے کہ بشارت جو تم لوگوں کو
 فواللہ انتم اشد حبا لرسول
 واللہ تم لوگوں کو رسول اللہ سے زیادہ محبت پہنچاؤ گی
 ولعمروہ من عامۃ من راعا
 تم لوگ ان کے دیکھنے والوں میں سے نہیں ہو
 حضرت عمار بن یاسر نے جنگ صفین میں شہادت پائی

معاویہ بن حدادیج اسی طرح ایک دوسرے فوجان صحابی حضرت معاویہ بن حدادیج کندی کی کانام مقبلیۃ
 کے حملوں میں آتا ہے، ان کی حدیثیں بھی مسانید میں مروی ہیں، امام احمد بن حنبل نے ان کا منہ بھی قائم
 کیا ہے۔

سلفہ ریاض النفوس داراری ص ۹۰، کتاب الکنی والاسماء دولابی جلد ۱ ص ۲۰۱، اسد الغابہ جلد ۴ ص ۴۵، طبقات ابن سعد قولہ
 جزہ ص ۱۰۰، لیکن ابوسعید بن یونس نے ابو الیقظان کے حضرت ٹکڑی کینت ہونے سے اختلاف کیا ہے چنانچہ وہی اثر کو براہ کھینچے کہ
 وذكر فان ابا ليعقظان هذا هو عمار
 لوگ کہتے ہیں کہ یہ ابو الیقظان عمار بن یاسر تھے مگر
 بن یاسر وذا اللہ عندی وہم
 میرے نزدیک یہ وہم ہے،
 لیکن ابن یونس کا یہ خیال ابن اثیر جزری اور دولابی وغیرہ کی روایتوں کے مخالف ہے، بلکہ کتاب الکنی دولابی
 میں وہی اثر بعض دوسری روایتوں سے مروی ہے جنہیں مقبلیۃ کا ذکر نہیں آیا ہے، کتاب الکنی والاسماء دولابی جلد ۱ ص ۲۰۱
 علاوہ ازیں ایک دوسری شہادت مسند بن احمد بن حنبل کی یہیں ملی ہے، ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر نے قیس بن
 عبادہ سے ایک روایت بیان کی، انہیں ان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پڑی تو انھوں نے ان کو ابو الیقظان ہی کے
 نام سے مخاطب کیا، مسند عمار بن یاسر میں ہے،

...عن قيس بن عباد قال قلت
 لعمار بن ياسر يا ابا ليعقظان سريت
 ... قيس بن عباد سے روایت ہے، کہ انھوں نے
 کہا کہ میں نے عمار بن یاسر سے کہا کہ اے ابو الیقظان
 آپ نے ہمیں یہ بات دکھی، کہ ... تو انھوں نے کہا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۰۱) مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۴۵، ۴۶، ۴۷

لیکن ان صحابہ کے ورود کا تذکرہ مصنفیہ کے علم حدیث کے بیان میں محض تین بار و تبرکاً ہی آسکتا ہے تاہم ایسے بہ کثرت صحابہ کا تعلق جو ان محلوں میں مصنفیہ تشریف لائے، اور مورخین نے ان کے نام ورود افریقہ کے سلسلے میں قلمبند کئے ہیں، مصنفیہ کے علم حدیث سے بالواسطہ یوں ہوتا ہے، کہ افریقہ میں انہی کی شیعہ فیض سے علم حدیث کی روشنی پھیلی، اور ان کی شاخیں سرزمین مصنفیہ تک پہنچیں،

چنانچہ دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی کے ادائی تک افریقہ میں بہ کثرت محدثین پیدا ہو چکے تھے، اور ان میں سے کچھ لوگ قاضی اسد کی محبت میں مصنفیہ آئے تھے، اور ان کا سلسلہ رتوات و سلع یہاں جاری ہوا،

امادیت کے مجموعہ مصنفیہ میں پھر جیسے جیسے امادیت کے مجموعے صحاح بنن و مسانید منضبط ہوئے، وہ افریقہ اور وہاں سے مصنفیہ آئے گئے،

موطا، موطا امام مالک، حدیث کا وہ سب سے پہلا مجموعہ ہے جو بنی ظاہر افریقہ میں کتابی شکل میں داخل ہوا اور یہاں سے مصنفیہ پہنچا، موطا کے سب سے بڑے قدرواں خود قاضی اسد بن فرات تھے جنہوں نے امام مالک سے اس کا درس لیا تھا چنانچہ مصنفیہ کے اسلامی عہد کے آغاز سے یہاں اس کا درس مسلسل جاری رہا، اور بعض بزرگوں نے تو اپنی زندگی کا ایک حصہ اسی کی نذر کر دیا شیخ ابوسعید لقمان بن یوسف غسانی تونسوی متوفی ۱۵۳ھ خود فرماتے ہیں کہ انھوں نے کمال چوڑہ برس تک مصنفیہ میں موطا کا درس دیا،

میمین۔ میمیین میں سے صحیح مسلم کے متعلق تو مصنفیہ کو یہ فخر حاصل ہے، کہ اس کی سب سے پہلی شرح کتاب العلم اسی مصنفیہ کے ایک محدث امام مازری نے لکھی جس کا تذکرہ آگے آتا ہے، اسی طرح صحیح بخاری کا ذکر بھی مصنفیہ کے اہل علم کے حالات میں آتا ہے،

ترذی۔ ترذی کو مصنفیہ میں سب سے پہلی مرتبہ شیخ ابو نعیم عمرو بن حسن بن عبد اللہ بن ابی سعید لویری اندلسی

نے روشناس کیا،

شیخ ابو حفص اشبیلیہ (اندلس) کے باشندے تھے، ان کے جد اعلیٰ ابو سعید عبدالرحمن الداخل کے زمانہ میں اندلس آئے، اور ایک مذہبی عہدے پر مامور ہوئے، اس کے بعد یہ خاندان اشبیلیہ چلا آیا، شیخ ابو حفص اپنے زمانہ کے ذی اثر لوگوں میں تھے، اشبیلیہ کے حکمران المتمد سے ان کے تعلقات ناخوشگوار ہو گئے، تو یہ وہاں سے ہجرت کر کے مشرق روانہ ہو گئے، اسی سلسلہ میں صقلیہ بھی آئے، ابن ہسام کہتا ہے، کہ ان کے سفر کی خصوصیت تھی کہ جہاں گئے، ترمذی کی روایت کرتے گئے، چنانچہ وہ لکھتا ہے،

وردی فی طریقہ کتاب القویہ انھوں نے آٹھ سفر میں ترمذی کی روایت

عنه اخذ اہل المغرب کی اور اہل مغرب کو یہ کتاب انہی سے ملی،

ابوداؤد سنن ابی داؤد میں قوالی کے ایک محدث کی روایتیں بھی موجود ہیں، وہ ابوالعباس تلوزی

متوفی ۲۵۳ھ ہیں،

طلب حدیث کیلئے سفر، صقلیہ کے اہل علم کو علم حدیث سے جو تعلق تھا، اس کا اندازہ ان کے سفروں سے ہوتا ہے، وہ علم حدیث کی تحصیل کیلئے افریقہ، مصر و شام اور حجاز جاتے تھے، چنانچہ صقلیہ کے محدثین کے شیوخ حدیث کی فہرست میں ان ملکوں کے مشہور محدثین کے بہ کثرت اسماء موجود ہیں،

صقلیہ کے محدثین کو ان کے حالات خصوصاً شیوخ و تلامذہ کی تفصیل اور علم حدیث میں ان کی بعض تالیفات کی تصریح کے ساتھ ذیل کے بہ ترتیب تین دوروں میں پیش کیا جاتا ہے،

دورِ اول :- تیسری اور چوتھی صدی ہجری،

دورِ ثانی :- پانچویں صدی ہجری،

دورِ ثالث :- چھٹی اور ساتویں صدی ہجری،

اس کتاب کے مساکب الاہبار فی ممالک الامصار و داراوی ص ۶۵۵۔

دَوْرِ اَوَّل

(تیسری اور چوتھی صدی ہجری)۔

اس دور میں وہ محدثین ہیں جو صلیبیہ کے حملوں میں اور پھر مفتوح ہونے کے بعد افریقہ سے یہاں تشریف لائے، اور یہاں بود و باش اختیار کر لی، اور پھر انہی کے فیضِ تربیت سے صلیبیہ میں علمِ حدیث کا ذوق پیدا ہوا، اور بڑے بڑے محدثین پیدا ہوئے،

اگرچہ یہ لائقِ افسوس ہے کہ ان بزرگوں کے حالات میں جو کتابیں تھیں، وہ اسوقت ناپید ہیں۔ تاہم قاضی عیاض کی مدارک، ابنِ فرحون کی دیباچہ، ابنِ ناجی کی معالمِ سماوی کی انساب، ابوالرب کی طبقات، مفریزی کی کتاب المغنی، ابنِ عساکر کی تاریخِ کبیر، سیوطی کی تہذیب الوعاة، خطیب کی تاریخ بغداد اور علامہ ذہبی کی بعض تصنیفات میں ان کے نام دستیاب ہوئے ہیں، وہ بہ ترتیب زمانہ حسبِ میل ہیں۔

ابوالعباس قلوری | ابوالعباس قلوری جنوبی اٹلی کے صوبہ قلوریہ (کمبریہ) کی طرف منسوب ہیں، باوجودیکہ قلوریہ میں مسلمانوں کو بہت کم مکرانی کا موقع ملا، لیکن یہاں اچھی خاصی اسلامی آبادی تھی، اور انہیں اسلامی علوم و فنون کا چرچا موجود تھا،

ابوالعباس قلوری قدما میں سے ہیں، اور ان کا بر محدثین میں شمار کئے جاتے ہیں، یہ زیادہ تر اپنی کینت ہی سے مشہور ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے نام و سلسلہ نسب کے ناموں میں محدثین و ناقدین رجال کے مختلف بیان ہیں، ان کا زیادہ مشہور نام محمد ہے، باپ کا عمُّ اور دادا کا نام عباس ہے، لیکن بعض لوگوں نے ان کا نام احمد اور ان کے دادا کا نام عباس کے بجائے عبیدہ لکھا ہے، یہ تحصیل علم کے لئے بصرہ آئے جو اس زمانہ میں محدثین کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا، اور یہاں فنِ حدیث کے امام علی بن مدائن کے جوار میں سکونت پزیر ہوئے اور تحصیل علم میں مصروف ہو گئے،

ان کے شیوخ حدیث میں میقتوب بن اسحاق ضرعی سعید بن عاصمی عثمان بن عمر بن فارس علی
ابن عثمان لاحقی، اور قرہ بن حبیب غنوی جیسے طلیل القدر محدثین میں جن میں بعض صفیہ کے اہل علم بھی ہیں
اسی طرح تلامذہ کی فہرست میں بہت سے طلیل القدر محدثین کے اسماء بھی ہیں جن میں سب سے پہلا
نام سنن ابی داؤد کے مؤلف امام ابو داؤد کا ہے، اسی طرح مشہور مفسر و مؤرخ محمد بن جریر طبری بھی ان کے
تلامذہ میں ہیں، پھر اسی طرح ابو کمر بزار، ابو کمر بن محمد بن صدوق، سعید بن عبد اللہ ہمرانی، محمد بن محمد بن سلیمان
باغندی، محمد بن عباس بن احرم، ابو عمرو، اور ابن صاعد وغیرہ ممتاز محدثین و اکابر رجال ہیں،
ان کی روایتیں کتب احادیث میں زیادہ تر ابو العباس قلوری کے نام سے ہیں، سنن ابو داؤد
کی روایتیں اسی کیفیت کے ساتھ ہیں، اور بعض روایتوں میں محمد بن عمرو بن عباس ہے اور بعض تلامذہ نے
احمد بن عمر بن مہدہ کے ساتھ ان سے روایتیں کی ہیں،

ابن ابی حاتم کی روایت کے بموجب انھوں نے ۲۵۶ھ میں وفات پائی،

عبد اللہ بن حمدون صفی، عبد اللہ بن حمدون کلبی صفیہ کے متقدم اہل علم میں ہیں ان کے شیوخ میں امام احمد
وغیرہ ہیں، انہی سے حدیثیں روایت کی ہیں، مذہب مالکی تھے ۲۵۶ھ میں وفات پائی،

قاضی عمرو بن مہمون، قاضی عمرو بن مہمون ۲۵۶ھ کا نام علم حدیث میں اس تقریب سے لائق ذکر ہے کہ متقدمین
میں سے ابو مصعب زہری اور امام سمعون کی روایتیں ان کے واسطے سے صفیہ پہنچیں، ابو العرب ان کے
تلامذہ میں تھے، انھوں نے موطا امام مالک انہی سے پرچی تھی،

ابن الفراء صفی، سعید بن یحییٰ المعروف بابن الفراء صفی کا صفیہ ہی میں مستقل قیام رہا، مذہب مالکی تھے
ان کے شیوخ حدیث میں مطر، یعنی، اور ابن سمعون ہیں، صفیہ میں وفات پائی،

لے تہذیب التہذیب جلد ۱۲، ص ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ترتیب الدررک دریا و گاری جلد ۱ ص ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱

قاسم سرقسی | قاسم سرقسی مقلی متقدم محدثین میں ہیں، سرقوسہ کے باشندے تھے، ان کے تلامذہ میں ابوالقاسم
عبد الرحمن بن محمد لواتی معروف بہ جزقی کا نام معلوم ہوگا۔

ابو عمران موسیٰ بن حسن مقلی | ابو عمران موسیٰ بن حسن بن عبد اللہ بن یزید صقلی صقلیہ میں مدتوں علم حدیث کی خدمت
انجام دیتے رہے، پھر بیان سے منحرف ہو گئے اور وہاں بھی سلسلہ روایت جاری کیا،

ابوسعید بن یونس نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، اور اس سے سماعتی نے نقل کیا ہے۔

ابوالقاسم عتیق بن محمد مقلی | ابوالقاسم عتیق بن محمد بن حاکم تمیمی صقلیہ کے مشہور صوفیہ میں ہیں، سماعتی نے انکی
روایت حدیث کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

ابو یحییٰ مقلی | شیخ ابو یحییٰ مقلی ابوالقاسم عبد الرحمن بن محمد لواتی، معروف بہ جزقی کے شیوخ حدیث میں ہیں۔

ابو عمران موسیٰ بن حسن | ابو عمران موسیٰ بن حسن بن عبد اللہ بن یزید معروف بہ صقلی تمیمی صدی کے اوائل
اور چوتھی صدی کے اوائل کے محدثین میں گذرے ہیں، انکا خاندان مروکار بننے والا تھا، ان کے آبا و اجداد میں
سے بعض افریقہ آئے، پھر وہاں سے صقلیہ میں اگر قیام پذیر ہوئے،

ان کے شیوخ حدیث میں عطاء بن عطاء صاحب سفیان ثوری، عبد السلام بن مظہر، ابو نعیم فضل
بن وکیع، مطرف بن عبد اللہ مدنی، علی بن عبد الحمید، کنعانی، محمد بن عبد اللہ خزاعی، ابو عمر حوضی، عمر بن مرزوق
بابی، ابراہیم بن حمزہ زبیری اور محمد بن جعفر ودرکانی ہیں،

تلامذہ میں محمد بن جعفر بن محمد بابی، اسماعیل بن محمد صغار، محمد بن عمر زراعتی بن علی شیرازی اور ابو یحییٰ بن
راشد دمشقی ہیں،

بعد ازیں قیام تھا، اور یہیں وفات پائی، خطیب نے ایک حدیث ان سے ذیل کے اسناد کے

سے ترتیب المدارس در یادگار ہی جلد اسی ۳۰۰ھ کتاب الانساب سماعتی در قی ۳۵۴ھ ایضاً،

۳۵۴ھ ترتیب المدارس در یادگار ہی جلد اسی ۳۰۰ھ،

ساتھ بیان کی ہے،

اخبرنی ابو نصر احمد بن محمد بن احمد بن حسن بن النرسی حد ثنا ابو جعفر
محمد بن عمرو بن الجعفی الرزاز املأ حد ثنا موسى بن الحسن البجلي
حد ثنا ابو عمر الحوضي حد ثنا فساد بن سنان عن ابی الزبير عن جابر ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم قال“

ابو القاسم عبدالرحمن بن محمد بن محمد بن بکر صفی صلیہ کے ممتاز علماء متقدمین

میں شمار کئے جاتے ہیں، علم حدیث و فقہ کی تکمیل کی، اور پھر تصوف کی طرف مائل ہو گئے،

سفر و شبیر، تحصیل علوم کیلئے صفیہ سے قیروان پہنچے اور یہاں کے ممتاز محدثین سے حدیث حاصل کی، انکے

شیوخ قیروان میں ابو الحسن علی بن محمد بن مسرور و باغ حبیب بن نصر جزری، ابن العرب محمد بن احمد
بن نیم زیا و بن یونس بھیمی، ابواسحاق بن ابراہیم بن احمد سبائی، سعید بن ملک بن عبادہ اور ابو بکر بن
سعدون صاحب ابی عمال وغیرہ کے نام آتے ہیں،

پھر قیروان سے مشرق روانہ ہوئے، اور مصر پہنچے، اور ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابراہیم ثقفی،

ابو الحسن علی بن احمد بن زکریا ہاشمی، قاضی علی بن حسین بن فزاد اور ابو بکر بن عتیق بن موسیٰ بن ہارون
عاقی سے حدیثیں سنیں،

اوس کے بعد ۳۵۰ھ میں مکہ معظمہ پہنچے، اور ابو بکر محمد بن حسین اخوی سے شرف تلمذ حاصل کیا

علم حدیث میں مرتبہ کمال رکھتے تھے، اور پھر تصوف میں بھی مقام خاص حاصل کیا، اور ایک
خلایق ان کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئی،

وفات صاحبِ معالم کو سال وفات دستیاب نہیں ہوا، وہ صرف استقدر بتا سکا کہ اون کی وفات

شیخ ابو محمد بن ابی زید متوفی ۳۳۵ھ سے پہلے ہوئی ہے؟

ابو بکر بن مقال مقلی، ابو بکر بن مقال مقلی کا نام ابن فرحون نے شیخ ابو بکر محمد النعمانی متوفی ۳۳۵ھ کے تلامذہ میں لیا ہے، نیز ان کے شیوخ حدیث میں شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن احمد بن عثمان دینوری (۳۹۲ھ) کو بتایا ہے؟

محمد بن خراسان، ابو عبد اللہ محمد بن خراسان مفری متوفی ۳۳۵ھ سے فن حدیث کی روایتیں بھی مصنفہ میں پھیل چکی ہیں، ان کے شیوخ حدیث میں قاضی ابو بکر محمد بن بدر مروان بن عبد اللہ ابن شاذان کی اور احمد بن مروان مالکی ہیں، مصر سے مصنفہ اگر سلسلہ روایت جاری کیا،

مصنفہ میں ان کے تلامذہ کی فہرست میں ابو الحسن غیلان بن تیم فراہی، اور یوسف بن ابی صیب بن محمد ہیں، آخر الذکر نے اپنی تالیف شرح الشہاب میں اون کی روایت سے حدیث نقل کی ہیں؟

ابو الحسن بن علی مقلی، ابو علی حسن بن علی مقلی کے شیوخ حدیث میں ابو القاسم عبد الرحمن بن اسحاق نجی اور حسن حصاری اور تلامذہ ہیں ابو بکر بن طمان ہیں؟

وفات حج و زیارت کیلئے مکہ معظمہ تشریف لگئے، اور وہیں حج سے مشرف ہونے کے بعد ۱۲ ذی الحجہ ۳۹۵ھ کو رحلت فرمائی،

عقیدہ مندوں نے تجنیز تکفین کے بعد میت کو کعبۃ اللہ کے گرد طواف کرایا، اور پھر اسی سرزمین اقدس کے سپرد کر دیے گئے،

۱۵۰ معالم الابان فی معرفۃ اہل القروان ج ۳ ص ۱۸۱، شیخ ابو محمد بن ابی زید کے سال وفات کے لئے دیکھو معالم ۱۱۵۱ھ
۱۵۱ دیباج المذہب ص ۲۵۹، ۲۶۰، کتاب المقتی مقرر فی دراماری ص ۶۶، بغیۃ الوعاة ص ۴۰، ۱۵۱ھ کی
کے قلمی نسخۃ بغیۃ الوعاة میں ابن طیمان ہے

وفات پر لوگوں نے مرثیے لکے چند شہرہ ہیں:

أَلَيْتُ لَا أَبْكِي عَلَى ذَاهِبٍ لَا تَنِي فِي إِثْرِهَا الذَّاهِبِ

میں نے قسم کھائی ہے کسی مرنے والے پر نہ روؤں گا، کیونکہ میں بھی اوس کے بعد مرنے والا ہوں

مَضَى الصَّبِيُّ إِلَى سَرَاتِهِ حُزْنِي عَلَيْهِ أَبَدًا أَوْ أَحِبُّ

مضی اپنے خدا کے پاس چلا گیا، اوس کے جانے پر ہمارا غم کرنا ہمیشہ ضروری ہو

مَتَى بَلَاءٌ دَاخِلَهَا شَخْصُهُ مُتَعَجِّزٌ شَوْءُ بَوْبِهِ سَاكِبٌ

جس ملک میں اوس کا جسم مقیم ہوا، اوس کو برسنے والا ابریر اب کرے۔

ابو محمد بن صاحب انجس الصقلی | ابو محمد صقلی المعروف بابن صاحب انجس مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے

تھے، حدیثیں بھی ان سے مروی ہیں، ان کے تلامذہ میں ابو القاسم عبد الرحمن بن محمد معافری ہیں جو قاضی عیاض کے اساتذہ میں تھے، وہ ان سے تحصیل حدیث کیلئے مصطفیٰ آئے اور ان سے روایتیں حاصل کیں،

معافری ان کے علم و فضل کے بہت مداح تھے، ابو محمد بڑے خدا ترس بزرگ تھے، اکبر سنی تک زندہ رہے

ابو القاسم صقلی | ابو القاسم صقلی قیروان میں مقیم تھے، درس حدیث کا سلسلہ جاری تھا،

افرنقہ کے مشہور فقہار ابو عبد اللہ محمد بن عباس الانصاری معروف بہ خواص متوفی ۳۲۹ھ

اور ابو صنیع عیسیٰ بن موسیٰ معروف بابن الامام ان کے تلامذہ میں تھے،

ابو بکر صقلی | ابو بکر صقلی ابو القاسم صقلی کے ہم عصر علما میں تھے، ابو عبد اللہ محمد بن عباس الانصاری معروف

سے ابن عساکر حلب ۳۲۵ھ و نبطی الوعاع ۳۲۵ھ ترتیب المدارک در یادگاری جلد ۱ ص ۳۷۹

سے ۳۷۳ھ

خواص نے ان سے بھی علم حدیث کی تحصیل کی ہے

ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد لواتی معروف بہ جزنی، [جزنی صقلیہ کے اگلے دور کے محدثین کی آخری صف میں ہیں،

ان کے شیوخ حدیث میں ابن ابی النرج مجبی، قاسم سرقوسی اور ابوالخفس صقلی ہیں،

دو شانی

(پانچویں صدی ہجری)

چوتھی صدی کے اواخر اور پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں صقلیہ میں اسلامی علوم و فنون

ترقی کے عروج پر تھے، اسلئے اس عہد میں بھی بڑے بڑے باکمال علماء پیدا ہوئے جنہوں نے ہمیں کے

اہل علم سے تمام و کمال تربیت پائی، اور ان میں سے اکثر یہیں قیام پذیر رہے، اس عہد کے محدثین میں سے

تیرہ نام مل سکے ہیں جو بہ ترتیب زمانہ حسب ذیل ہیں،

ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر لغوی صقلیہ میں پیدا ہوئے، جدی و ماوری

نسب نامہ تمیم و قریش سے ملتا ہے،

صقلیہ میں نشوونما پائی، سن و شہور کے بعد تحصیل علم کے لئے سفر کیا، اور علم حدیث و دیگر علوم میں

فضل و کمال پیدا کیا،

شیوخ حدیث میں ابو ذر عبد بن احمد مروی یوسف بن یعقوب بن خرز ازنجیری ابوسہل

محمد بن علی ہرودی لغوی صاحب بن رشد بن مصری اور ابوسعد احمد بن محمد مالینی وغیرہ ہیں، منذری اور

ابن دجیم نے ان کا تذکرہ کیا ہے،

تحصیل علوم کے بعد حقیقیہ واپس آئے، مشہور علم دوست والی مازر بن منکون نے جو بہت متقی اور پرہیزگار تھا، قدر دانی کا ثبوت دیا، اور انہیں عزت و احترام سے ٹھہرایا، اور یہیں ان کا فیض درس جاری ہوا، اور بہ کثرت تلامذہ فیضیاب ہوئے مشہور صغلی ادیب ابن القطاع نے فن حدیث کی ان تحصیل کی سال وفات دستیاب نہیں ہوا، نقلی کا بیان ہے کہ سن ۳۵۴ھ تک حقیقیہ میں ان کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔

ابو محمد عبد الحلیل بن مخلوف صغلی، ابو محمد عبد الحلیل بن مخلوف صغلی کے شیوخ حدیث میں عبد اللک بن حسن صغلی اور تلامذہ میں شیخ ابو محمد عبد القادر قرطبی ہیں، انھوں نے ۳۵۹ھ میں وفات پائی، ابو بکر عتیق بن علی سنہاری، شیخ ابو بکر علی بن داؤد معروف بہ سنہاری حقیقیہ کے بڑے متقی عبادت گزار صاحب علم بزرگ تھے، علوم کی تحصیل حقیقیہ میں کی، حج کیلئے جاز گئے، وہاں صوفیہ اور علماء کے حلقوں میں بیٹھے، پھر اسلامی ممالک کی سیاحت کیلئے نکل گئے، اور شام، یمن، خراسان، اور فارس کی سیاحت کی، ان سفروں میں ہر مقام کے علماء و محدثین اور اہل طریقت کے لئے اور تصوف کے علوم و معارف کا ذخیرہ فراہم کرنے کے علاوہ علم حدیث کا بہت بڑا سرمایہ جمع کیا،

تالیفات، واپسی کے بعد تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری کیا، اور مختلف علوم و فنون میں مکتبہ کتب میں لکھیں جنہیں بعض حدیث فقہ میں بھی تھیں، ابن القطاع لکھتا ہے:-

وفی الفقہ والحدیث تالیف حسنۃ فقہ وحدیث میں عمدہ تالیفات ہیں جو

فخایۃ الترتیب البدیان، اپنی ترتیب و بیان میں غایت درجہ بہترین

۲۲ رزیح الآخر ۳۶۳ھ کو وفات پائی،

۱۰۰۰ مختصر ابن الروادۃ، علی ابن الروادۃ، دراماری ص ۶۴۸، بنیۃ الوعایہ ص ۵، ۱۰۰۰ ترتیب المدا رک

دریاد گاری جلد ۱ ص ۴، ذیل الاقبالیہ بر حاشیہ دیباچہ ص ۱۸، ۱۰۰۰ نظم البلدان جلد ۵ ص ۱۳۱-۱۳۲،

ابو الحسن علی بن مفلح مقلی، ابو الحسن علی بن مفلح بن عبد الرحمن مقلی مقلیہ سے حجاز آئے، اور مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہوئے، یہاں اون کے علم و فضل کی شہرت ہوئی اور یہاں کے عمدہ تفسیر پر سفر ارگ کوئی نیز حرم میں سلسلہ درس و تدریس بھی جاری کیا،

اُن کے شیوخ حدیث میں محمد بن ابی سعید اخضر ایمنی، اور حافظ ابو ذر عبد بن احمد مالکی تھے، اور تلامذہ میں ابو القاسم ہبہ اللہ بن عبد الوارث شیرازی، ابو الفتحان عمر بن عبد الکریم بن سعد بن رداسی، اور ابو بکر محمد بن عبد الباقی انصاری وغیرہ ہیں،

سماعی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، اور صرف ایک واسطے سے اپنا شیخ شمار کیا ہے، اس نے اون کا سلسلہ روایت اون کے موخر الذکر تلمیذ ابو بکر محمد بن عبد الباقی الانصاری کو نبذ میں حاصل کیا تھا،

انکی وفات ۳۸۵ھ کے بعد چند سال کے اندر ہوئی، ہو

قاضی ابو الحسن بن انصاری مقلی، قاضی ابو الحسن احمد بن عبد الرحمن المعروف بابن انصاری مقلی مقلیہ کے کبار فقہار میں ہیں علم حدیث میں بھی جامعیت حاصل کی،

اُن کے اساتذہ میں ابو محمد بن ابی زید ابو الحسن بن بکرون، اور ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن زید قرطبی وغیرہ جیسے محدثین و فقہاء اصحاب فضل ہیں،

تحصیل علم و فضل کے بعد ان کا حلقہ درس قائم ہوا، اور ایک کثیر خلقت اس سے بہرہ اندوز ہوئی، متیق منطاری، ابو بکر بن یونس مقلی متوفی ۳۸۵ھ اور عتیق بن عبد الجبار ربیعہ کو ان سے سماع حاصل تھا،

ابو بکر محمد بن سابق مقلی، ابو بکر بن محمد سابق مقلی مقلیہ سے دولت اسلامی کے زوال کے بعد مشرق روانہ ہوئے،

اور وہ ان علوم کی تحصیل کی،

اون کے شیوخ حدیث میں ایک محدث کریمہ بنت احمد مروازی بھی ہیں، جن سے انھوں نے مکہ منظمہ میں حدیث کی تحصیل کی، پھر وہ ان سے اندلس چلے آئے، اور اہل غرناطہ کو اپنی اون احادیث سے فیضیاب کیا جن کی تحصیل مشرق میں کی تھی، ابن بشکوال لکھتا ہے :-

روی عن کریمہ بنت احمد المروازی
و غیرہا وقد اکلنا لیس و اخذ
کریمہ بنت احمد مروازی وغیرہ سے روایت
کی، احمد اندلس آئے، اور اون سے اہل غرناطہ
عنه اہل غرناطہ۔ نے تحصیل کی،

ان کے تلامذہ میں ابو بکر بن غطیبہ اور ابو الحسن علی بن احمد مقرئ وغیرہ ہیں، ابن بشکوال تک ان کی روایتیں انہی واسطوں سے پہنچیں،

علم کلام کی طرف طبیعت کا میلان زیادہ تھا،

ماہ ربیع الاول ۳۸۷ھ میں مہر میں وفات پائی،

تالیفات | علم حدیث میں ان کی ایک کتاب کا پتہ چلا ہے، وہ امام مالک کی موطا کی شرح 'الساک' ہے، قاضی عیاض نے اپنی مدارک میں اس کا تذکرہ کیا ہے،

ابن ظہر مقلی، | ابن ظہر مقلی کا اگرچہ خاص پایہ علم تفسیر و ادب میں ہو لیکن فن حدیث میں بھی ان کا نام شمار کے قابل ہے،

شیوخ حدیث کا نام معلوم نہیں، اگرچہ قطیفی نے شیخ ابو عبد اللہ حسین بن علی ہجری کو

ان کے شیوخ حدیث میں بتایا ہے لیکن یہی کی یہ تصحیح صحیح ہے، کہ ان دونوں میں سماح ممکن نہیں،

کیونکہ حسین بن علی ہجری کا سال وفات ۳۹۷ھ ہے، اور ابن ظہر کی ولادت کی صحیح تاریخ شعبان

۳۸۷ھ کا ہے، تاریخ المذلس و رمازی ص ۵۰، ۵۱، ترمذی بن مالک بن قنفذ سید الامام مالک ص ۵۰،

۳۹۶ء ہے چنانچہ قاسمی لکھتا ہے۔

وابہم القطیفی روایتہ عن
الحسین و لعل ذالک بالاجلۃ
فاما السماع فلا یکن لاث
الحسین المذکورات سن۹۸
قطیفی نے حسین سے ان کی روایت بہما
کے ساتھ نقل کی ہو، شاید یہ روایت بالا جاز
ہو اور نہ سماع ممکن نہیں، کیونکہ حسین مذکور
۹۸ء میں وفات پا چکے تھے،

ابن ظفر صفی کے ملاذہ حدیث میں ابو الحسن عمر بن علی قرشی کا نام آتا ہے جنہیں اس
روایت و سماع حاصل تھا،

ابو حفص عمر بن خلف صفی | عمر بن خلف بن کی صفی کو عظم مدیث میں بھی دستگاہ حاصل
تھی، سیوطی نے انہیں فیروز آبادی صاحب کتاب البلغہ فی تراجم ائمہ النبو واللغۃ کے حوالے سے امام النوی
و محدث کے خطایے یاد کیے ہیں،

۳۹۶ء میں جب اسلامی حکومت کے زوال کے وقت صفیہ کے اہل علم نے وہاں سے
ہجرت کی، تو انہی میں ابو حفص عمر بن خلف صفی نے بھی اپنے عزیز وطن کو چھوڑا، اور وہاں سوریوں
چلے آئے، یہاں حکومت افریقہ نے ان کے شایان شان ان کا احترام کیا، اور یونان کا حکمہ قنارائن
کے سپرد کر دیا، اور یہیں انہوں نے مستقل بود و باش اختیار کر لی، اور تاحیات افریقہ میں یعنی
خدمات انجام دیتے رہے، عہدہ قنار کے فرائض کے علاوہ شہر کی امامت بھی اُن ہی کے سپرد تھی، مگر میں
نہایت ملین خلیے دیتے تھے،

ابو الفضل عباس بن عمرو صفی | ابو الفضل عباس بن عمرو صفی اندلس کے کسی صوبہ کے والی تھے اور

لہ العقد الثین فی تاریخ البلد الامین، دار الاریس، ۱۹۹۰ء، بغیۃ الوعاة ۳۳۵ و
مختصر ابناۃ الرواۃ دار الاریس ۳۳۵۔

وہیں متقل طور پر قیام پذیر تھے۔

فہم حدیث کبھی ذوق رکھتے تھے، چنانچہ انھوں نے قاسم بن ثابت قسطلی کی تصنیف غریب الحدیث کو ان کے لڑکے سے سنداً روایت کیا ہے، سلسلہ سند یہ ہے:-

قاسم بن ثابت صاحب غریب الحدیث سے اون کے لڑکے ثبوت نے، اور ثبوت سے عباس
ابن عمرو الصقلی نے، اور عباس بن عمرو الصقلی نے او کو نلفظاً یونس بن عبداللہ بن منیع المذہب
بابن الصغار تک پہنچایا۔

حمیدی نے اپنی کتاب جذوة المتقین فی ذکر ولادة الاندلس فی اسما و رواة الحدیث بحسب انہ
کے اون والیوں کے حالات کیجا کئے گئے ہیں، جو کسی حدیث کے سلسلہ روایت میں آتے ہیں، ان کو
اسی تقریب سے جگہ دی ہے،

ابو بکر محمد بن ابراہیم الصقلی | شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن موسیٰ بن موسیٰ صقلی صوفی مشرب بزرگ تھے، امام العارفین
حضرت شیخ جنید بغدادی کی مجلس کے فیض یافتہ تھے، قیام عموماً مصر میں رہتا تھا، اور اسی لئے صقلی کے
ساتھ مصری کہلاتے تھے،

انھوں نے علم حدیث کی تحصیل کیلئے عراق کا سفر کیا،

اون کے شیوخ حدیث میں عبداللہ بن محمد مبارکی، اور حفص بن عمر ہیں، اور زمانہ میں ابوالحسن
ابن علی بن خلف اور ابوالحسن محمد بن عبدالعزیز القنی وغیرہ ہیں، اور ابو عبد اللہ بن ایک واسطے سے اُن سے
روایت کرتے ہیں،

ابو بکر صقلی فرضی | ابو بکر صقلی فرضی شیوخ صغلیہ میں ہیں، ان کے اساتذہ حدیث میں قابسی کا نام معلوم ہو
اور ان کے زمانہ میں سے ابن یونس متوفی ۳۴۵ھ اور سنطاری ہیں،

لے جذوة المتقین فی ذکر ولادة الاندلس فی اسما و رواة الحدیث درامدی مشہور ہے، کتاب التعلیق المرقزی درامدی ۳۵۵ھ ترتیب لکھ
درامدی جلد ۳

حسن بن عبد الباقی متعلق، حسن بن عبد الباقی متعلق کے شیرخ، حدیث میں عبد الکریم بن عیسیٰ بن عثمان بن حنی

کا نام آتا ہے:

ابو عمرو عثمان بن علی سرقوسی، ابو عمرو عثمان بن علی بن سرقوسی مقری کے شیوخِ حدیث میں ابنِ برکات اور ابو صادق کے نام آتے ہیں؛

دو شالٹ

(چھٹی اور ساتویں صدی ہجری)

یہ دور زمانہ ہے جب حقیقت میں اسلامی حکومت کا دور ختم ہو چکا تھا، اور ارباب علم و فضل حقیقت میں ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں جا بسے تھے اس دور کا آغاز امام ہانزی کے مبارک نام سے کیا جاتا ہے۔

امام ہانزی، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عثمانی معروف بلامام ہانزی، شہر ہانزی میں پیدا ہوئے، اور یہیں ابتدائی تعلیم و تربیت پائی، پھر علوم کی تکمیل کے لئے ہمدیہ گئے، اور یہاں کے اکابر ابو محمد بن عبد الحمید موسیٰ و ابو نعنی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، اور علم حدیث رجال فقہ اور کلام میں ایسا امتیاز پیدا کیا، کہ رفتہ رفتہ اہل علم مغرب میں اپنے وقت کے سب سے بڑے استاذ مانے گئے، ابن خلکان لکھتا ہے :-

”یہ اون اکابر ہیں، جن کی طرف حدیث کے حافظ اور علم کلام میں ماہر ہونے کی وجہ سے انھیں اٹھائی
 اٹھائی جاتی ہیں۔۔۔۔۔ وہ اربابِ فیض ہیں جسے مختلف علوم میں دستِ نگاہ رکھتے تھے؟“

ابنِ فرعون کا بیان ہے،

”وہ باشندگان افریقہ و ماورائے مغرب کے امام ہیں، امام موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب

۱۷۰ بیۃ الوعاة در اماماری ص ۶۷، بیۃ الوعاة مطبوعہ نسخہ میں عبد الکریم کا ترجمہ موجود نہیں، ان کا تذکرہ اسی ترجمہ میں ہے، ۱۷۱ بیۃ الوعاة ص ۲۳،

قرار پایا تھا، وہ بنی اس لقب امام مازری کے سچا نہ جانتے تھے۔

عقیدت الدین یا فہمی مبنی انھیں ایک موقع پر اس خطاب سے یاد کرتا ہے:-

”امام کے از علماء اسلام فقیر محدث اصولی، ادیب محمد بن علی مازری“

تالیفات: امام مازری کی بہ کثرت بلند پایہ کتابیں مختلف علوم میں ہیں، ان میں سے علم حدیث میں لکھی

کتابیں ہیں، ایک مسلم کی شرح کتاب العلم ہے، دوسری تعلیقات بر روایت جوزنی ہے،

کتاب العلم، کتاب العلم بقواعد کتاب مسلم صحیح مسلم کی سب سے پہلی شرح ہے، امام مازری سے پہلے صحیح مسلم صحیحہ

کتابیں لکھی گئی تھیں، وہ مسلم پر استدراک کی حیثیت رکھتی تھیں، مبنی لوگوں نے ان کتابوں میں ایسی

حدیثیں جمع کی تھیں، جو اگرچہ امام مسلم کی اون شرطوں کے مطابق تھیں جو انھوں نے اپنی صحیح حدیثوں

کے درج کرنے کیلئے قائم کی تھیں، مگر اسکے باوجود وہ حدیثیں صحیح مسلم میں موجود نہ تھیں، اس لئے ان

کتابوں کے ذریعہ سے صحیح مسلم کی حدیثوں پر متن اور سندوں کے اعتبار سے اضافہ کیا گیا تھا، ورنہ امام

مازری سے پہلے کسی نے صحیح مسلم کی شرح پر قلم نہیں اٹھایا تھا، صحیح مسلم کی سب سے پہلی شرح یہی کتاب العلم ہے

اور اسی نقش اول پر بعد کے آنے والے محدثین نے اپنی شرحیں تیار کیں،

سب تالیفات: کتاب العلم در اصل ان حواشی اور تعلیقات کا مجموعہ ہے، جو امام مازری نے اپنے شاگردوں

کو مسلم کے درس میں اعلیٰ کرائے تھے، چنانچہ امام موصوف نے عبید اللہ بن عبد اللہ معافری سے اسکی تالیف

کا سبب خود بیان کیا جو، معافری کہتے ہیں،

قد جرى ذكر كتابه المعلم بقواعده

(امام مازری سے) ان کی کتاب العلم بقواعد

صحیح مسلم انی لما فصلت تالیفہ

مسلم کا ذکر کیا (تو انھوں نے کہا کہ) میں نے اسکی

وانما كان السبب فيه انه قوي

تالیف کا قصد نہیں کیا تھا، اسکی تالیف پانچ

علی حجاب مسلم فاشہ ہر دھنا

کا سبب یہ ہوا کہ ماہ رمضان میں مجھ سے کتاب

فتمعلمت علی نقت منه فلما
 فرغنا من القراءۃ عرض علی
 الاصحاح ما ملینہ علیہم
 فنظرت فیہ و ہذا بئہ فہذا
 کان سبب جمعہ بہ
 کان سبب جمعہ بہ
 اسی مسودہ پر نظر نانی کی اور اس کو ترتیب
 دے دیا یہی اس کتاب کے مدون ہو جانے

کتاب المعلم ایک نسخہ | اب تک کتاب المعلم کے صرف ایک تہی نسخہ کا پتہ چلا ہے جو تاریخ کتب
 کے محافض بہت قدیم ہے یعنی مصنف کی وفات کے صرف ۴۴ برس بعد ۷۵۷ھ کا لکھا ہوا ہے یہ
 نسخہ مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں محفوظ ہے، فہرست میں اس نسخہ کے حسب ذیل حالات ہیں:-

(۱) المعلم بقولہ مسلم) یہ امام ابو یوسف بن عجاج کی تصحیح کی شرح ہے جو ابو عبد اللہ محمد بن علی
 ابن مسمر بن محمد انیسوی مازنی، المکی، معروف بامام متوفی بہ ہمدیہ بتاریخ ۴۰۰ھ اول شعبان
 ۳۵۷ھ) کی تالیف ہوئی ۴۰۰ سال کی تھی،

یہ نسخہ ایک جلد میں ہے اس کے شروع کے چند ورق غائب ہیں، اس کا پہلا ورق کتاب الایمان
 سے چند ورق پہلے کا ہے، خط بہت قدیم ہے، اکابر کا نام علی بن احمد بن حبیب اللہ اور کتب کے
 خانہ کی تاریخ یوم سنہ شعبان ۱۱۰۰ھ رجب الآخر ۱۱۰۰ھ جو،
 اوراق کی تعداد ۴۴۴ ہے

المسلم کی شرح میں | جب المعلم مدون ہو کر شائع ہوئی تو اہل علم نے اس کی قدر کی، قاضی عیاض
 صاحب الشفا متوفی ۵۴۷ھ نے امام مازنی سے اس کی روایت بلا جاف کی سند منگوائی، اور

اس کتاب کے کتب العبد ابن ابی جلد ۴۴۸، ۵۴۸ فہرست کتب خانہ خدیویہ جلد ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱

اور اس کو سامنے رکھ کر مسلم اور مسلم پر اپنے حواشی بڑھائے جن کی حیثیت کتاب المعلم کے تلمذ کی تھی، چنانچہ انھوں نے اپنی تالیف کو اکمال المعلم بقواد مسلم کے نام سے موسوم کیا اس کے چند نسخے کتب خانہ ندویہ میں محفوظ ہیں، (فہرست جلد ۱ ص ۲۴۱)

اس کے بعد ابو الفرج (یا ابو الروح) عیسیٰ بن مسعود زواوی متوفی ۳۳۳ھ نے مازری کی معلم عیاض کی اکمال اور مسلم کی دو اور شرحوں کو سامنے رکھ کر ایک بیضا شرح لکھی، اسکا نسخہ بھی کتب خانہ خدیویہ میں موجود ہے، (فہرست جلد ۱ ص ۲۴۰)

پھر دوسری طرف ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۳۲۵ھ نے قاضی عیاض کی اکمال پر اضافہ کیا، اور اس کو اکمال المعلم بقواد مسلم سے موسوم کیا، اس میں انھوں نے مازری عیاض قرطبی اور نووی کی شرحوں کو جمع کیا اور اپنے استاد ابن عرفہ کے املا کرائے ہوئے حواشی بڑھائے اس کا نسخہ بھی کتب خانہ خدیویہ میں محفوظ ہے، (فہرست جلد ۱ ص ۲۴۴)

اسی طرح ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن محمد بقوری متوفی ۳۲۵ھ نے بھی قاضی عیاض کی اکمال پر ایک شرح لکھی، اور اس کا نام اکمال الاکمال رکھا، (دیباچہ المذہب ابن فرحون ص ۳۲۲) اس کے بعد ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی متوفی ۴۹۵ھ نے ابی کی اکمال الاکمال المعلم پر ایک نئی شرح لکھی، اور اس کو مکمل الاکمال سے موسوم کیا، گویا مکمل الاکمال، کتاب المعلم کا نقش چہارم ہے،

ان مذکورہ بالا شرحوں میں سے ابی کی اکمال الاکمال المعلم اور سنوسی کی مکمل الاکمال الاکمال عبد الحفیظ والی منزب اقصیٰ کی علم دوستی سے پہلی دفعہ ۳۳۵ھ میں چھپی، یہ دونوں کتابیں ایک ساتھ

سے ابن خلکان جلد ۲ ص ۶۱ میں اس کا نام بھی اکمال المعلم درج ہے، اور تذکرۃ المتفان ذہبی جلد ۲ ص ۱۰۱ میں انکو کتاب الاکمال فی شرح مسلم سے موسوم کیا ہے،

اس ترتیب سے چھپی ہیں، اگر پہلے سلم کے مقدمہ کا حصہ جہاں تک ہے، وہ ہر صفحہ کے اوپر کے حصہ میں اور اس کے نیچے سنوی کی شرح ہے، پھر کتاب الایمان سے مسلم کا متن حاشیہ پر اور ہر صفحہ کے اوپر کے حصہ میں ابی کی شرح اور نیچے کے حصہ میں سنوی کی شرح درج ہے، پوری کتاب سات جلدوں میں ختم ہوئی ہے، اور ہر جلد ساڑھے تین سو چار صفحوں کی ہے،

اسلم کے چند اقتباسات | ڈاکٹر گریفینی نے ایک بیضا مضمون "مجموعہ مضامین بیاؤگرافک" صد سالہ امامی میں لکھا ہے انھوں نے امام مازری کی اسلم اور قاضی عیاض کی اکمال کا بھی تذکرہ کیا ہے، انھوں نے کتب خانہ خدیوہ کے ان نسخوں کو بھی دیکھا ہے، اور ان کے اقتباسات نقل کئے ہیں، اہم ذیل میں کتاب اسلم کے چند اقتباسات نمونہ کے طور پر درج کرتے ہیں،

سلم صحیح مسلم امام مازری کی نگاہ میں، | امام مازری کتاب اسلم کے مقدمہ میں امام مسلم اور انکی صحیح مسلم کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر فرماتے ہیں،

قال الامام ابو عبد الله محمد بن علي بن ابراهيم المازري رحمه الله	امام ابو عبد الله محمد بن علي بن ابراهيم المازري رحمه الله فرماتے ہیں، اگر کتاب مسلم کتب حدیث میں سب سے صحیح ترین کتاب ہے، اس کے مولف کا بیان ہے کہ میں نے اسکو تقریباً تین لاکھ حدیثوں میں سے چنا ہے، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے اس سے زیادہ کوئی صحیح نہیں، یعنی کتب حدیث میں اس سے زیادہ کوئی دوسری کتاب مقبر نہیں، اور سلم بخاری لما ورد البخاری نیسا
قال الامام ابو عبد الله محمد بن علي بن ابراهيم المازري رحمه الله	امام ابو عبد الله محمد بن علي بن ابراهيم المازري رحمه الله فرماتے ہیں، اگر کتاب مسلم کتب حدیث میں سب سے صحیح ترین کتاب ہے، اس کے مولف کا بیان ہے کہ میں نے اسکو تقریباً تین لاکھ حدیثوں میں سے چنا ہے، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے اس سے زیادہ کوئی صحیح نہیں، یعنی کتب حدیث میں اس سے زیادہ کوئی دوسری کتاب مقبر نہیں، اور سلم بخاری لما ورد البخاری نیسا

ولما امتحن فيها التجارى بالمسئلة المشهورة ففرغ منها اصحابه ^{مسلم} الا
فانه لزومه وتوفى الامام مسلم رحمه الله في العشر الاخر
من حجب سنة مائتين احدى وستين
حققت كذب ^{عنه} ثورح قال الامام الكذب
حديث من كذب ^{عليه} عند الاشعرية (اجابا)
عن الامام علي من ليس هو به
هذا هو حد الكذب عندهم
لا يشترطون في كونه كذا بالعمد
والقصده اليه خلافا للعتزلة
في اشتراطهم ذلك ودليل
هذا الخطاب يرد عليهم لانه
يدل على ان من لم يتعمد يقع
عليه اسم كذب واما قوله عليه
السلام فليتبوا مقعدها من النار
فان الهروي قال في قوله تعالى
والذين تبوءوا الدار والايمان
اي اتخذوها منازل ومنه اتخذ

بخاري يفتش ابيه بنه، اور اس مشہور مسئلہ میں
ان کا امتحان لیا گیا تو ان کے تمام ساتھی
سوائے مسلم کے اودن سے علحدہ ہو گئے، مسلم
برابران کے ساتھ رہے، امام مسلم رحمہ اللہ
نے ۱۰۰ سالہ عمر کے جبکہ آخر عمر میں وفات پائی
قولِ امام، اشارہ کے نزدیک کذب
نام ہے، اس خبر کا دنیا جو واقعہ صحیح نہیں
ہے، ان کے نزدیک کذب کی یہی تعریف ہے
وہ لوگ کذب کیلئے عمد یعنی جان بوجھ کر
جھوٹ بولنے کی شرط نہیں لگاتے، اور یہ
متزلزلہ کے مسلک کے خلاف ہے، کیونکہ وہ
عمد کی شرط لگاتے ہیں، اور متزلزلہ کے خلاف
(یہ حدیث حجت ہے کیونکہ اس میں) یہ دلیل
ہے کہ جو شخص عمد کا مرتکب بھی نہ ہو اس پر بھی
کذب کا اطلاق ہوتا ہے،
اور حدیث میں "اپنا ٹھکانا دوزخ کو بنائے"
ہے، اس کے متعلق بروسی کہتے ہیں کہ اسی
طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، والذین تبوءوا الدار
والايمان یعنی انھوں نے اسکو گھر کے طور پر اختیار کیا

اسے جو شخص جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے،

فلینبوا مقعداً من النار ای لنیزل منزله منها۔

اور یہی معنی اس حدیث میں ہیں، یعنی وہ اپنے آپ کو بمنزلہ دوزخی کے سمجھے۔

مؤثر کے نفی کی تشریح، قال الامام

قول امام، اور اس کا قول لا قدر

واما قوله لا قدر فلا يقول به

تو مؤثر لا قدر کا عمومی انکار نہیں کرتے، بلکہ

المعتزلة على الاطلاق وانما

وہ یہ کہتے ہیں، کہ برائی اور گناہ اللہ تعالیٰ

يقولون الشر المعاصي يكونان

کی تقدیر کے بغیر سرزد ہوتے ہیں، لیکن جو

بغير قدر الله عز وجل لكن

فلاسفہ کسی شریعت کے پابند نہیں، وہ قدر

من لم يتشرع من الفلاسفة

کا کلیتہً انکار کرتے ہیں،

ينفي القدر جملةً۔

نقد رجال کا ایک نمونہ ابو زرعہ کی تحقیق قال

قول امام، مسلم نے یہ حدیث

الامام خرجه (الحدیث) مسلم

زہیر بن جہول نے سلسلہ بہ سلسلہ

عن زهير بن حرب عن جرير عن

حرب، جریر عمارہ، ابی زرعہ، اور ابو ہریرہ

عمارہ عن ابی زرعہ عن ابی هريرة

سے اوس کو سنا، (الخ).....

قال (الخ)..... اما قوله ابو زرعہ

اور اوس میں انکا یہ کہنا کہ ابو زرعہ کا نام

اسمه عبید الله فقد قاله ايضا

عبد اللہ ہے، اور یہی انھوں نے کتاب

في حجاب الطبقات قال وقال النظار

الطبقات میں بھی بیان کیا ہے، اور امام

في تاريخه ومسلم في كتاب الكافي ابو

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام مسلم نے

زرعة اسمه هو وخالفه في

اپنی کتاب الکافی میں ابو زرعہ کا نام ہرم لکھا

بن معين فقال ابو زرعہ ابن عم

ہے، لیکن عجمی بن معین کا بیان ان دونوں

اسمہ عمرو بن عمرو و کنز اذکر
النسائی و الکلی و السماء و الکفی من تالیفہ
و اما قولہ ابو زرعة روى عنه الحسن
فقد قالہ البخاری ایضا و قد خولنا
فی ذلک فقیل الذی یروی عنہ الحسن
رجل آخر یروی عن ثابت بن قیس
اسمہ ہرہ قالہ ابن المدینی والیہ
ذهب ابن الجارود فی کتاب الکفی
قال شعرة ذکر ابن الجارود ترجمہ آخر
فقال ابو زرعة بن عمرو بن جریر
عن ابی ہریرۃ روى عنه عماد
بن القعقاع و الحرث الحکلی و ابو
حیان التیمی و کنز لک ذکر النسائی
تو حتمین کما فعل ابن الجارود
سواء و اما قولہ فی مروایۃ ابن
ماہان ابو زرعة کوفی من شیعہ
قال بعضهم لا علمہ ما یقول کیف
یکون من شیعہ و ابو زرعة الذی فی
الاسناد هو ابن عمرو بن جریر

کے خلاف ہے، اور ان کے بیان کے مطابق
ابو زرعة ابن عمر ہے، اور ان کا اصل نام مجاہد
عمرو ہے، یعنی عمر بن عمرو بن عسافر نسائی نے بھی
اپنی تالیف الاسماء و الکفی میں یہی ذکر
کیا ہے،
اور ان کا یہ بیان کہ ابو زرعة سے حسن
نے روایت کی، تو یہ بخاری نے بھی کہا جو
لیکن ان دونوں کی اسکی بھی مخالفت کی گئی
ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حسن شخص حسن روایت
کرتا ہے، وہ دوسرا ہے جو ثابت بن قیس
روایت کرتا ہے اس کا نام ہرہ ہے بیان ابن المدینی
کا ہے، اور اسی مسلک پر ابن جبار و ابو
ابن کتاب الکفی میں گئے ہیں، اور مجاہد بن جبار
نے ایک دوسری سند دکھی ہے، جس میں
ابو زرعة بن عمرو بن جریر ابو ہریرہ سے روایت
کرتا ہے، اور ابو زرعة سے عماد بن القعقاع
حرث الحکلی، اور ابو حیان تمیمی نے روایت کی کہ
ابو نسائی نے بھی ابن جبار کی طرح بدذوق سے
درجہ کئے ہیں، اور ابن بیان کی روایت میں ابو زرعة

بن عبد اللہ البجلی واین

تجمع أشجع ونجيلة (بجلی) الا ان

یرید رجلاً اخرًا

یہی اس سے راہِ زیارت ہے

آشع سے روایت دیتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ

نہیں معلوم آج سوزا تیکو کو کھڑے کتے ہیں، کیونکہ

اسناد میں جو ابوزرمر ہیں، وہ ابن عمر دین ہر

بن عبد اللہ البجلی ہیں، اور فتح اور بجلی دونوں

باجم جمع نہیں ہو سکتے ہیں، اسلئے کوئی دوسرا

قولہ جو شخص مرا اور وہ جانتا ہے کہ سوا

خدا کے کوئی دوسرا معبود نہیں، تو وہ جنت

میں داخل ہوا، قول امام مگر گو سلا

میں سے جو شخص گنہگار ترک ہو تا ہے اس

کے متعلق لوگوں میں اختلافات ہیں، چنانچہ

فوقہ جہ کا خیال ہے اس کو معصیت کوئی

نقصان نہیں پہنچا سکتی، اگر اس کا ایمان

سلامت ہے، اور خوارج کہتے ہیں معصیت

اس کو نقصان پہنچائے گی، اور اپنے گناہوں

کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا، اور معتزلہ

کا خیال ہے کہ وہ گناہ بھگتا رہے ہو دوزخ

میں رہے گا، اگر وہ بڑے گناہوں کا ترک

ہوا جو، اور نہ اس کو مومن سے موصوف کیا جائے

اور نہ اس کو کافر کہا جائے گا، بلکہ وہ "فاسق"

مومن فاسق کے دخول جنت کی تحقیق او

قوله من مات وهو يعلم ان لا

اله الا الله دخل الجنة قال الامام

اختلف الناس فيمن عصي الله

عز وجل من اهل الشهادتين

فقال المرجئة لا تضر المعصية

مع الايمان وقالت الخوارج تضر

وكيفربها وقالت المعتزلة يخلد

في النار اذا كانت معصية كبيرة

ولا يوصف بانته مومن لا فاسقا

ولكن يوصف بانته فاسق وقالت

الا شعريه بل هو مومن وان

لم يغفر له وعذب فلا بد من

اخرجه من النار وادخاله الجنة

وہذا الحدیث حجة علی الخوارج
والمعتزلة واما المرجئة فان
احتجت بظاہرہ علی صحة
ما قالت به قلنا حملہ انتہ
غفرلہ او اخرج من النار
بالشفاعة ثم ادخل الجنة
فيكون المعنى في قوله دخل
الجنة اى دخلها بعد مجازاته
بالعذاب وهذا لا يحد من
تاويله لتجاوزت به ظواهر
كبيرة من عذاب بعض العاصين
فلا بد من تاويل هذا الحديث
على ما قلناه لئلا يتناقض
ظواهر الشريعة،

کے نام سے موسوم ہوگا اور اشاعرہ کا یہ
مسک ہے کہ نہیں مکہ وہ مومن ہی رہیگا
اگرچہ اسکی مغفرت نہ کی گئی ہو، اور اسکو
عذاب دیا جائے، تو پھر ضروری ہے کہ وہ
دوزخ سے نکال لیا جائے، اور پھر جنت
میں داخل کر دیا جائے، اور یہ حدیث بخاری
و متذکر کے خلاف محبت ہے باقی رہے مرتبہ
تو اگر اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے وہ شیخ
مسک کی صحت پر دلیل لائیں تو ہم (اشاعرہ)
کہیں گے کہ اس حدیث کا مطلب یوں ہوگا کہ
یا تو اسکی مغفرت کی جائے گی، (اور سرے سے دوزخ
ہی میں نہ بھیجا جائیگا)، اور یا دوزخ سے ہٹ کر
شفاعت نکال لیا جائیگا، اور پھر جنت میں داخل
کیا جائیگا، تو اس صورت میں اس حدیث کے ظہر
"جنت میں داخل ہوا کے معنی یہ ہوئے کہ وہ جنت
میں اپنی جزا و سزا کے بعد بھیجا جائیگا، اور اس
طرح اس حدیث کی تاویل ضروری ہے؛
کیونکہ بعض بڑے محقق ہون کے انتساب کرنا لو
کے لئے سخت عذاب کی روایتیں بھی ہیں اسلئے

اس حدیث کی تاویل اسی طرح ضروری ہے، جس طرح ہم اگر اس حدیث کے ظاہر کی تفسیر کرتے ہیں

تحقیق لفظ مسیح | وقوله فی عیسیٰ
 علیہ السّلام المسیح وکذلک
 فی الدّجال اللعین. قال الامام
 قال عیسیٰ بن دینار وغیره
 ممی الدّجال مسیح الا انه مسح
 احدی العینین فهو فیعل بمعنی
 مفعول ومتمی عیسیٰ علیہ السّلام
 مسیحاً من اجل سیاحتہ فی الارض و
 انه لم یکن له موضع لیستقر فیہ من الارض
 قال المروئی قال ابن الاعرابی اسم العبد
 ویدہ سمی عیسیٰ والمسیح الا عور
 ویدہ سمی الدّجال..... (و) من
 قال فی الدّجال مسیح علی فعل
 بکسر الهمزة فلیس بشیء.
 کسی نے قابل وقوع مسوخ ہوا، | وقوله
 ففرض علی فی حد یوم ولیلۃ
 خمسین صلوۃ..... انہ قال الامام
 هذا یستدل بہ علی منع نسخ
 الشیء قبل فعله اذ لم یفعل
 قوله حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح
 کہنا اور اسی طرح دجال لعین کو بھی مسیح
 کہنا: قول امام عیسیٰ بن دینار وغیرہ
 کہتے ہیں کہ دجال کو مسیح اس لئے کہا گیا کہ
 وہ دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کا
 مسح (یعنی کاٹا) ہے، اس لئے وزن
 فیل بنی مفعول ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 اپنے روئے زمین کی سیاحت کی وجہ سے
 مسیح سے موسوم ہیں کیونکہ زمین میں اُن
 کے رہنے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی، (یعنی ان کا
 کوئی گھر نہ تھا) ہر وہی کہتے ہیں کہ ابن ابی
 کابیان ہے کہ مسیح کے معنی مدین کے ہیں،
 اسی سے عیسیٰ موسوم ہوئے، اور مسیح یعنی
 کاٹا اور اسی سے دجال کا نام پڑا..... اور جو لوگ
 وقوله اور مجھ پر پچاس نمازیں روزانہ
 فرض کی گئیں..... اور پھر
 مسوخ ہوئیں، قول امام اس سے
 اس امر پر استدلال ہو سکتا ہے کہ کوئی
 حکم تعمیل سے پہلے مسوخ ہو جائے، کیونکہ

من هذا الصلوات شيء بعد نمازیں بعد میں نہیں پڑھی گئیں،
لفظ فرق (برتن) کی تحقیق | و قوله و قوله آپ غسل فرماتے تھے، ایک برتن
"كان يغتسل من الاناء هو الفرق" سے جو فرق تھا قول امام احمد بن حنبل
قال الامام قال احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ فرق ۱۲ رکعا ہوتا ہے، اور ابوہریرہ
الفرق اثنا عشر مدا قال ابوہریرہ کہتے ہیں کہ وہ برتن جس میں ۱۶ رطل آٹا ہو
صواناء ياخذ ستة عشر طلا جن کا ۳ صاع ہوتا ہے، اور اسی قسم کی تیر
وذلك ثلثة اصع (اصوع) و سفیان نے کتاب مسلم میں کی ہے، کہ
كذلك فتره سفيل في كتاب وہ ۳ صاع کا ہوتا ہے، اور فسرق
مسلم انه ثلثة اصع (اصوع) کی راہ کو زیر اور زبرد و دونوں دیکھتے
ويروى باسكان الرء وفتحها ہیں لیکن باجی کہتے ہیں، کہ صحیح زہر
قال الباجي فتح الرء الصواب کے ساتھ ہے،

تطبيقات بردايات جوزقي، یہ علم حدیث میں ایک مختصر رسالہ ہے، اس میں حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ
جوزقی متوفی ۸۰۴ھ کی روایتوں پر حواشی لکھے ہیں، جوزقی نیشاپور کے بڑے محدثین میں تھے
حاکم صاحب مستدرک وغیرہ ان کے تلامذہ میں تھے، انکی ایک کتاب الصحیح الخرج علی صحیح مسلم
عجب کیا کہ امام مازنی نے اسی پر حواشی لکھے ہوں،

مقری نے اپنی کتاب ازہار الریاض میں اس رسالہ کا تذکرہ کیا ہے، اور ناگنن نے انجمن
میں اسکا حوالہ درج کیا ہے

شرح معانی ملک | یا قوت حموی نے اپنی مجموعہ البلدان میں شہر مازر کے تذکرہ میں امام مازنی کا ذکر کیا ہے

ملہ تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ ازہار الریاض قلی کتب خانہ پریس نمبر ۷۱ برس ۱۳۱۲ بھولایا وحموری مضامین مقالہ ناگنن

اور انہیں شارح موطا کا لقب دیا ہے، اگرچہ امام مازری کے علم حدیث کے ذوق اور مالکی مذہب کے اتباع کے لحاظ سے یہ کچھ بعید نہ تھا، مگر ہمیں اسکی تصدیق میں کوئی بنیادی روایت نہیں ملی، البتہ ابن رشتیق قیروانی نے موطا کی شرح لکھی ہے، اس کو مصنفیت سے آخر عمر میں تعلق پیدا ہو گیا تھا، شاید باقی کو اسی سے التباس ہوا ہو،

تلاذہ، اگر اس عہد کے افریقہ و اندلس کے علماء کے تراجم پر سرسری نظر ڈالی جائے، تو امام مازری کے تلاذہ کی طویل فہرست بن سکتی ہے، لیکن ذیل میں اون کے صرف چند مشہور تلاذہ کے نام درج ہیں،

محمد بن تومرت ہمدی، افریقہ کے ذی علم لوگوں میں تھا، ہمدیہ میں اس نے امام مازری سے شرف تلمذ حاصل کیا، اس نے پھر ہمدیت کا دعویٰ کیا، اور عظیم الشان سلطنت موحدیہ کی بنیاد ڈالی قاضی ابوالفضل عیاض، صاحب الشفا، کے امام مازری سے روایت بالا جازہ کی سند لینے کا تذکرہ اوپر گذر چکا،

ابن الفرس غناطی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحیم انصاری متوفی ۳۵۶ھ حدیث کے حفاظ میں سے تھے، یہ بھی امام مازری سے تلمذ رکھتے تھے،

قاضی ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن سعاده، متوفی ۳۵۶ھ صاحب الکتاب شجرۃ الوہم المترقیہ الی ذرۃ الفہم، حدیث فقہ، کلام، اور تصوف میں درک رکھتے ہیں، انہوں نے امام مازری سے کتاب العلم ابتدائی حصہ سبقاً پڑھا، اور ثقیہ حصہ کے پڑھنے پڑھانے کی سند لی، اندلس میں انکا وسیع حلقہ درس قائم تھا،

۱۔ تاریخ اولیہ بعض الدولۃ الموحدیہ زکشی دراماری ص ۵۲۲، دیباج المذاهب ابن فرحون ص ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱

ابوطاہر بن دینہ بھی امام مازری کے مشہور تلامذہ میں ہیں، ان کا بھی وسیع حلقہ درس تھا، شیخ ابوبکر محمد بن محمد بن یوسف بن احمد بن جہمور، از دی متوفی ۶۲۹ھ کو ان کے واسطے سے امام مازری کے سلسلہ روایت کی سند حاصل تھی ۱۲

اخلاق و عادات | امام مازری ایک طرف علمی تجویزیں دیتے، دوسری طرف بڑے زندہ دل اور خوش مزاج اور خوش لباس تھے، تلامذہ و احباب حسن اخلاق سے پیش آتے، بڑی نہیں بیانی سے گفتگو کرتے، اور حسب موقع بر محل اشعار پڑھتے،

وفات و مدفن | امام مازری کا قیام ہمدیہ میں تھا، یہیں انھوں نے ۸۳ سال کی عمر میں دو شنبہ کے دن ۱۸ ربیع الاول کو، اور دوسری روایت کے مطابق ۲ ربیع الاول کو ۳۵۳ھ میں وفات پائی، اور ابن خلکان کے ایک نسخہ کے جس کا اقتباس امامی میں منقول ہے، اور محمد بن قاسم نووی صاحب کتاب سمط اللالی کی تصریح کے مطابق ایک قصیدہ منسیر میں جو ہمدیہ اور سوسہ کے درمیان واقع ہے لب سائل مدفون ہوئے،

قبر پر تعمیر کیا گیا تھا، جو آج تک اچھے حال میں موجود ہے، یونس کے ایک صاحب علم شیخ حسن حسنی عبد الوہاب نے اس مقبرہ کا نقشہ مجموعہ مضامین بیادگار صد سالہ امامی میں شائع کرایا ہے،

۱۔ الکملہ ابن ابارس ۳۳۸ھ، امام مازری کے ترجمہ کے لئے دیکھو دیباچہ المذہب فی معرفۃ اعیان المذہب ابن زونہ صفحت ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸

محمد بن مسلم مازری | ابو عبد اللہ محمد بن مسلم بن محمد احوال شہدہ میں مازری پیدا ہوئے، اور مازری کہلائے نسبتاً
قرشی تھے، اور مذہب مالکی کے پیرو تھے،

یہ اپنے نام، کنیت اور وطن کے انتساب میں امام مازری کے شریک ہیں، اسلئے بعض
مورخین کو ان دونوں کی شخصیت میں التباس ہو گیا، چنانچہ حافظ مقرریری صاحب کتاب المغنی
جیسے محتاط اہل علم سے بھی لغزش ہوئی، اور ان کے ترجمہ میں امام مازری کے حالات درج کئے، اور
ان کی تمام کتابیں ان کی طرف منسوب کر دیں،

ابن فرحون نے اس التباس کو دور کر دیا ہے، چنانچہ وہ امام مازری کے حالات میں لکھتا ہے
ولیس هذا الا ما المذکور اور یہ امام وہ نہیں ہیں، جنہوں نے الارشاد
بشارح الارشاد المسعی بالمعاد کی شرح المعاد کے نام سے لکھی ہے، وہ دوسرے
اذاک رجل آخر نزل الا سکندریہ میں جس شخص ہیں، جو اسکندریہ میں بس گئے تھے، وہ
يعرف ايضا بالمازری. بھی مازری کی نسبت سے مشہور ہیں،

مصلیٰ میں مختلف علوم کی تحصیل یہاں کے علماء سے کی، پھر مہر گئے، اور وہاں کے اساتذہ
سے پڑھا، علم نحو میں ان کے استاذان کے ہوطن ابن القطاع مقلی اور ابو خص سوہی ہیں، اور ابو محمد
حنفی سے علم کلام اور اصول فقہ کی تعلیم پائی، اور علم حدیث کی تحصیل کے لئے ابو بکر محمد بن ولید
طوسی متوفی ۳۵۰ھ اور ابو العباس احمد بن ابراہیم رازی مالکی کی طرف رجوع کیا، اور ممتاز اہل
علم میں شمار کئے گئے،

مستقل قیام اسکندریہ میں اختیار کیا، اور یہاں سلسلہ درس و ارشاد جاری کیا، ان کے تلامذہ
حدیث میں ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن حسین مالکی، ابو محمد عبد الکریم بن یحییٰ بن عثمان نحوی، اور ابو القاسم
مخلوف بن علی بن عبد الرحمن تمیمی قرومی معروف بابن جارہ ہیں، اور ابو محمد عبد السلام بن عتیق بن محمد

ان سے ایک واسطہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں،

اگرچہ اسکندریہ کو انھوں نے وطن قرار دے لیا تھا، مگر مغرب ان کے تعلقات قائم ہے،
چنانچہ کچھ دنوں مدیر میں بھی اگر مقیم رہے،

مختلف علوم میں ان کی تالیفات ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا،

سلسلہ میں وفات پائی،

ابوسودیلیمان صقلی، ابوسودیلیمان صقلی بن محمود بن ابی حسین بن محفوظ قرطبی صقلی بغدادی قیامت گزین تھے

اسلئے صقلی بغدادی کہلائے،

اون کے شیوخ حدیث میں عیسیٰ بن احمد دمشقی ہیں، حدیث کی روایتیں کم کرتے تھے،
ارحرم سلسلہ کو وفات پائی،

شرف الدین صقلی، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر عبدالرزاق شرف الدین صقلی مرقی (مولود ۶۲۲ھ)

کا تذکرہ مفسرین کے ضمن میں گذر چکا ہے، وہ علوم قرآن کے اسو اعظم حدیث میں بھی دستگاہ ہیں
رکھتے تھے، اون کے شیوخ حدیث میں المعین احمد اور ابوالفتح ابراہیم بن عمر بن مضر بن فاروق
محمد بن مکی صقلی، محمد بن مکی اگرچہ ساتویں صدی میں جب ہمزین صقلیہ سے اسلام کا نام و نشان
بھی مٹ چکا تھا، پیدا ہوئے، لیکن ان کا نام ہمارے لئے اس لئے لائق توجہ ہے کہ یہ مہر میں ساتویں
صدی ہجری میں صقلیہ کی یاد اپنے انتساب سے قائم کئے تھے، ان کا خاندان صقلیہ سے ہجرت
کر کے دمشق میں سکونت پذیر ہو گیا تھا،

ان کا سلسلہ نسب یہ ہے، محمد بن مکی بن ابی بکر بن عبدالغنی بن یوسف بن ابی عبداللہ ابراہیم

لہ دیاج المذہب فی ایمان علما المذہب ابن فرحون طہ اہل الایمان تہذیب و نظریات دیاج طہ کتاب لغتی مغربی دہلوی طہ

مینیۃ الوفا سیوطی دہلوی طہ جینہ کے پیر کے قلمی نسخ میں عبدالکریم بن مکی کے ترجمہ میں محمد بن مسلم ماری کا ذکر آیا ہے، محمد بن مسلم

شمس الدین ابی المعزم نقی الدین بن ابی بکر قرشی صقلی، اون کے بعض اجداد کا ذکر علوم قسراں میں آیا ہے،

یہ ۵۱۸ رجب ۵۸۷ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے، سن شور کو پہنچنے کے بعد تعلیم علوم میں مصروف ہوئے، کسب محاش کیلئے زردوزی اور نقاشی کا پیشہ سیکھا، سلسلہ روزگار میں دمشق سے قاہرہ آئے، اور یہاں زردوزی کے ایک کارخانہ میں ملازم ہو گئے، آخر عمر تک یہیں رہے،
 یہیں شب جمعہ ۲۱ رزیح الاول ۶۹۹ھ میں وفات پائی، اور قاہرہ کے باب النصر میں مدفون ہوئے،

علم حدیث کا ذوق رکھتے تھے، ان کے شیوخ حدیث میں ابو المنجانب اللیثی ابو عبد اللہ بن زبیدی، ابو طاهر الخلیل بن ظفر، مکرم بن ابی الصقر اور ابو الحسن بن تغیر ہیں،

ابو بکر محمد بن محمد بن ابی الفضل منیف بن عبد الرحمن بن مجاہد کا خاندان بھی صقلیہ سے ہجرت کر کے مصر چلا آیا تھا، اور یہ بھی صقلیہ سے باہر مصر میں ۱۶ رزیح الاول ۵۸۷ھ کو پیدا ہوئے اور اپنے قدیم وطن صقلیہ کی طرف منسوب ہو کر صقلی کہلائے، یہ ابو بکر بن ابی عبد اللہ کے نام سے بھی روشناس ہیں،

فقد شافنی کے پیرو تھے، مصر میں کھلے احتساب کے والی بنائے گئے، ۴۸ رجمادی الاخریٰ ۵۹۷ھ کو مصر میں وفات پائی،

علم حدیث میں مکرم بن ابی الصقر اور ابو بکر عبد العزیز بن باقوان کے شیوخ ہیں،

(بقیہ حاشیہ ص ۱۲۳) منقول ہے، لیکن اس کے مطبوعہ نسخہ میں یہ موجود نہیں ہے، ۵۱۸ کتاب الوافی

بالوفیات صفحہ ۱۷۱ ص ۱۲۵۹ کتاب المتفق مقریزی و داراری ص ۱۷۶۳ ۵۱۸ ایضاً

ص ۱۷۶۵ ایضاً ص ۱۷۶۵

علمِ فقہ

فرق و مذاہب کے بیان میں گذر چکا ہے، کہ صقیہ میں علمِ فقہ کی ابتدا صقیہ کی اسلامی سلطنت کے بانی قاضی اسد بن فرات سے ہوتی ہے، ان کے سوانح حیات میں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ انھوں نے فقہ مالکی حنفی دونوں مہر چھون سے فیض پایا، اور دونوں مذاہب کے امام بنے عبادات میں فقہ مالکی کا اتباع کرتے، اور معاملات میں عموماً حنفی فقہ کے مطابق فیصلہ فرماتے، ان کے حلقہٴ درس میں بھی حنفی مالکی دونوں شریک ہوتے، لیکن ان میں غالب تعداد حنفی طلبہ کی تھی، قاضی اسد کیساتھ ان کے ارادتمندوں میں سے جو لوگ صقیہ آئے، ان میں بیشتر تعداد حنفی المذہب فقہاء کی تھی، انھیں کے اثر سے صقیہ میں ابتداً فقہ حنفی کی تعلیم و درس کا سلسلہ جاری ہوا، اور یہاں کے بہ کثرت لوگ اس مذہب کے پیرو ہو گئے، اور اسی بنا پر مقدسی کا بیان ہے کہ اکثر اہل صقیہ حنفی ہیں؛

مگر چونکہ اس زمانہ میں افریقہ میں عمومی حیثیت سے مالکی مذہب کو فروغ حاصل تھا اسلئے

اسلئے افریقہ میں مالکی مذہب کو مختلف وجہ سے فروغ حاصل ہوا، جسکی تشریح ابن خلدون نے اپنے فلسفیانہ انداز میں کی ہے، وہ لکھتا ہے:-

”اور امام مالک کا مذہب تو وہ مغرب و اندلس کیلئے خاص ہو گیا، اگرچہ وہ بعض دوسرے مقامات میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن اہل مغرب نے ان کے علاوہ بہت کم کسی کی تقلید کی، اسکی وجہ یہ تھی، کہ ان لوگوں کے سفر و زیادہ ترجیحاً تک ہوتے تھے، وہ اس سے آگے نہیں جاتے تھے، اور مدینہ ان دنوں دارالعلم سمجھا جاتا تھا، اور یہاں سے عراق کو علم پہنچتا تھا، لیکن عراق اہل مغرب کے راستہ میں نہیں پڑتا تھا، اسلئے مغربی علماء و شیوخ صرف مدینہ

مصلیہ میں قاضی اسد کے بعد ان کے تلامذہ کے دور ہی میں یہاں افریقہ کے بہ کثرت مالکی اہل علم کے آجانے اور خصوصاً یہاں کے عہدہ قضا پر مالکی فقہار کے مسلسل مامور ہونے کے باعث مذہب مالکی کو یہاں بھی تفوق حاصل ہو گیا، اور اسکی وجہ سے مالکی فقہ کو یہاں ترقی حاصل ہوئی، چنانچہ قاضی صلیبیہ ابن کمالہ متوفی ۲۸۹ھ کے حالات میں ہے:-

”صلیبیہ کے عہدہ قضا پر مامور تھے، یہاں علم کی بڑی اشاعت کی، اور انہی سے مذہب مالکی کو یہاں فروغ حاصل ہوا۔“

اسوقت تک صلیبیہ کے فقہار کے حالات میں جو کتابیں دستیاب ہوئی ہیں، وہ زیادہ تر

(نبیہ حاشیہ ص گذشتہ ۳۳۹) کے شیوخ سے تحصیل علم پر اکتفا کرتے تھے، اور اس زمانہ میں مدینہ میں امام مالک کی امامت قائم تھی، اور انکے تلامذہ و اصحاب مدینہ کے شیوخ کہلاتے تھے، اسلئے اہل مغرب و اندلس ان کی طرف رجوع کرتے اور اپنے راستہ سے الگ کسی دوسری طرف کا رخ نہیں کرتے تھے،

علاوہ ازیں، بدویت، اہل مغرب و اندلس کا طبیعی خاصہ تھا، اسلئے وہ اس بدنت و حضارت کو جو اہل عراق میں رائج تھی طبعاً قبول نہ کر سکے اور طبیعی طور پر اہل حجاز کی نظر مائل ہوئے، (ابن خلدون جلد ۱ ص ۲۴۵)

اگرچہ افریقہ میں قاضی اسد بن فرات و ابو محمد عبداللہ بن فروخ غامی وغیرہ چند اہل علم کے ذریعہ فقہ حنفی کی اشاعت بھی ہوئی، مگر اسے غلبہ حاصل نہ ہو سکا، اور پھر آگے چل کر مغربین بادیں نے قوس ۳۳۰ھ میں مذہب اسماعیلی شیعہ کو منسوخ کرتے ہوئے، مذہب مالکی کو افریقہ میں سرکاری مذہب قرار دیدیا تھا، اس عہد میں اگرچہ صلیبیہ افریقہ کے ماتحت نہ تھا، تاہم ان دونوں میں گہرے علمی تعلقات قائم تھے، اور اس اثر سے صلیبیہ میں بھی مالکی مذہب اور مالکی فقہ کو تفوق حاصل ہو گیا تھا۔

لے دیباج الذہب ص ۱۱۹

مالکی مصنفین کی ہیں، اور طبقات مالکیہ ہی میں ہیں، اسلئے مصلیہ کے حنفی فقہار کے نام بجز ایک کے معلوم نہ ہو سکے، اور بعض فقہار کے متعلق کمین حنفی المذہب ہونے کی تصریح ملی، تو ساتھ ہی طبقات مالکیہ میں مالکی المذہب فقیہ کی حیثیت سے بھی ان کا نام نظر آیا،

اسلئے مصلیہ کے جتنے فقہار کے نام معلوم ہو سکے، وہ قریب قریب سب فقہ مالکی کو مصلیہ میں فروغ دینے والے ہیں، ان لوگوں نے اس مذہب پر مستند کتابیں لکھی ہیں جن میں سے اکثر فقہ مالکی کی مشہور کتاب المذنبہ الکبریٰ کی شرح، استدراک اور فقہ میں ہیں،

ذیل میں مصلیہ کے فقہاء اور اوان کی تالیفات بہ ترتیب طبقات پیش ہیں، یہ کتابیں فقہ کے مختلف شعبوں، فقہ، اصول فقہ، اور علم فرائض میں ہیں،

دورِ اول

(تیسری چوتھی صدی ہجری)

اس دور میں سب سے پہلا نام قاضی اسد بن فرات فاتح مصلیہ کا ہے،

قاضی اسد بن فرات قاضی اسد کی کنیت ابو عبد اللہ، باپ کا نام فرات اور دادا کا نام سنان تھا، وہ فرائض کا کما کرتے تھے، میں اسد (شیر) ہون، جو خوشی جا فوروں میں سب سے بہتر ہے، میرے والد فرات ہیں، جو دریاؤں میں سب سے بہتر ہے، اور میرے دادا سنان (نیرے کی انی) تھے،

اسلئے مثلاً قاضی ابو عمرو محمد بن میمون کو ان کے شاگرد ابو العرب نے اپنی طبقات میں حنفی المذہب لکھا ہے، طبقات ابی العرب در یاد گاری جلد ۲، ص ۹۱، دوسری طرف ابن فرحون نے بھی انکا تذکرہ مالکی المذہب ہونے کی حیثیت سے اپنی کتاب میں کیا جو، (ص ۳۳۲) اسلئے قاضی اسد کا نام اس سے پہلے بار بار گنہ چکا ہو مگر انکے سوانح حیات اس فصل کیلئے اٹھا رکھے گئے تھے، کہ ان کا اصل تعلق ایک فقیہ ہی کی حیثیت سے کر لیا جاسکتا تھا

جو تھیا رون میں بہترین ہے،

ان کا خاندان بنو سلیم بن قیس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا، اسد کا آبائی وطن نیشاپور (خراسان) تھا، وہ ابھی مان کے پیٹ ہی میں تھے، کہ ان کے والد ہجرت کر کے بمقام حران (دیار ابی بکر) آئے اور وہ یہیں ۴۲ھ میں پیدا ہوئے آبائی چٹنیہ سپہ گری تھا، دو برس کے سن میں اپنے والد کے ساتھ ۴۲ھ میں محمد بن اسحاق کی فوج کے ہمراہ افریقہ آئے، قیروان میں پانچ سال کی عمر تک رہے، پھر انکے والد نے یونس میں قیام اختیار کیا، نو سال وہاں مقیم رہے،

۸ سال کی عمر میں یونس کے ایک ٹکاؤں میں قرآن مجید کی تعلیم ختم کی، ان دنوں ان کی والدہ نے ان کے متعلق خواب میں دیکھا، کہ ان کی پٹی پر گھاس اُگ آئی ہے، اور اُسے مویشی چر رہے ہیں، تبیر دینے والوں نے بتایا کہ یہ لڑکا آگے چل کر علم و فضل کا مالک بنے گا، اور علم کے سبب اس کے خوانِ علم سے سیر ہوں گے،

یونس میں تحصیل علم | اس کے بعد ان کے دینی علوم کی تکمیل کا وقت آیا، ان دنوں یونس میں علی ابن زیاد کی مسندِ درس بھی ہوئی تھی، یہ بھی اسی کی طرف رجوع ہوئے، اور ان سے علم حدیث و فقہ کی تحصیل کی، موطا امام مالک پہلی مرتبہ ان سے پڑھی،

اسد امام مالک کے حلقہٴ درس میں | پھر ۴۸ھ میں تکمیلِ علم کیلئے مشرق کی طرف روانہ ہوئے، اور مدینہ منورہ پہنچ کر امام مالک کے حلقہٴ درس میں شریک ہو گئے،

امام مالک کے درس کا طریقہ یہ تھا، کہ وہ موطا کے درس میں طلبہ کے سوالوں کے جوابات

۱۵ سال ولادت ۴۲ھ اور ۴۸ھ بھی بیان کیا جاتا ہے، مگر متن کی روایت خود قاضی اسد کی زبان سے مروی ہے،

دیتے، جنہیں تلامذہ کہتے جب تے عبد اللہ بن وہب اور عبد الرحمن بن قاسم امام مالک کے ارشد تلامذہ میں تھے، اور ان کی حیثیت امام ابو حنیفہ کے اصحاب امام محمد و ابو یوسف کی ایسی تھی اور یہی دونوں ان کے جوابوں کو لکھتے تھے،

امام صاحب فطرۃ قیل و قال کو پسند نہیں کرتے تھے، اور اسل وسادہ طور پر بعض روایات کی بنیاد پر جوابات دیتے تھے، اور اسکی وجہ سے تلامذہ اپنے طالب علمانہ خدشات دلی کو پیش کرتے ہوئے جھجکتے تھے، جب اسدان کی مجلس میں شریک ہوئے، تو ابن قاسم وغیرہ نے انکے ذریعہ سے اپنے خدشات مٹانے چاہے، انھیں سوال در سوال سکھاتے، اور اسد امام صاحب کے سامنے پیش کرتے، اور بالآخر امام صاحب نے انھیں بھی اس کی ممانعت کر دی، پورا واقعہ اسد کی زبان سے یوں ادا ہوا ہے:-

”مالک کے اصحاب ابن قاسم وغیرہ مجھے سکھاتے، کہ فلان مسئلہ کے متعلق ان سے دریافت کروں چنانچہ جب ان سے سوال کرتا، تو وہ جواب دیدیتے، اسکے بعد میرے سامتی مجھے پھر یوں سکھانے لگے، کہ ”اگر یہ ایسا ہے، تو یوں ایسا ہوگا، اور یہ یوں ہے، تو یہ یوں ہوگا“ اس پر میں اسی طریقہ سے سوالات کرنے لگا، ایک دن وہ مجھ سے تنگ آگئے، اور فرمانے لگے کہ سلسلہ پلسلہ بھیڑ رکھا ہے، اگر ایسا ہو تو یہ ایسا ہے، اور ایسا..... اگر تم یہ چاہتے ہو تو تمھارے لئے عواق کاراستہ ہے“

اس واقعہ کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں سے کمدیا، کہ تم لوگ میرا سہارا کیجئے تو میں آئندہ اس قسم کی حرکت نہ کروں گا۔

اس واقعہ کو بعض دوسرے مورخین نے اس طرح نقل کیا ہے کہ اسد نے ایک دن امام مالک سے سوال کیا، اذخوں نے جواب دیا، یا اسد نے دوبارہ پوچھا، امام صاحب نے دوبارہ جواب دیا، اور پھر سہ بارہ جواب بھی ملا، لیکن جب چوتھی مرتبہ

موتاً سبقاً سبقاً ان سے پڑنے کے بعد انھوں نے کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کا شوق ظاہر کیا تو امام مالک نے فرمایا:۔

”وہی تمھارے لئے بھی کافی ہے، جو میں دوسروں کو دے رہا ہوں“

جب یہ سنان تعلیمی سلسلہ کی مکمل ہو گئی، تو انھیں عراق جا کر نفع حنفی کی تحصیل کا خیال پیدا ہوا، اور امام مالک سے رخصت ہونے کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے اس اتفاق سے انھیں رخصت فرمایا، اسد کا بیان ہوا:

”میں اور عارض بن اسد قسبی اور غالب بن ہمدی امام مالک کی خدمت میں رخصت ہوئے کیلئے حاضر ہوئے، میرے دونوں ساتھی مجھ سے پہلے باریاب ہوئے، اور امام مالک سے درخواست کی کہ ہمیں کچھ وصیت فرمائے، انھوں نے ان دونوں کو وصیت کی، اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ ”میں اللہ تعالیٰ سے تمھارے لئے تقویٰ، قرآن اور اس امت کی غیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں“

اس کے بعد جب ہم لوگ باہر نکلے، تو میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ ”ای ابو عبد اللہ! واللہ انھوں نے تمھیں اپنی وصیت میں ہلوگوں سے زیادہ عطا فرمایا“

راوی سلیمان کا بیان ہے، کہ امام مالک رخصت کرتے وقت اپنے تلامذہ کو صرف ”تقویٰ اللہ کی وصیت فرماتے تھے،

(یقیہ حاشیہ ص ۲۴۲) اس پر کچھ پوچھا تو امام مالک نے فرمایا کہ ”منزل: بس یہ تمھارے لئے کافی ہے، اگر تم تنہا چاہتے ہو، تو عراق جاؤ“ اس پر بعض متورعین نے کہا ہے، کہ وہ اسی وجہ سے عراق چلے گئے، لیکن جیسا کہ اسد کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ جب یہاں درس کی تکمیل کر لی، تب عراق گئے، تاکہ فقہ حنفی کی تحصیل کریں،

عراق میں تحصیل علم | اس کے بعد اسد مدینہ سے عراق روانہ ہوئے، یہاں امام اعظمؒ کے ارشد تلامذہ کی سند درس بھی ہوئی تھی، یہاں اگر امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن اور اسد بن عمروؒ کے حلقوں میں شریک ہوئے، اور ان کے علاوہ چند دیگر ممتاز فقہائے اخلاف سے بھی فقہ کی تحصیل کی،

امام محمد کا اساتذہ خاص | امام محمد کی خدمت میں انھیں نمایاں اختتام حاصل ہوا، ان کی اجازت سے ان کے عام درس میں شریک ہونے کے علاوہ شب کے وقت بھی ان سے پڑھتے تھے، پھر ان کی غریب الوطنی معلوم ہو جانے پر مالی امداد بھی فرمائی، انھوں نے یہ واقعات خود سلیمان ابن سالم سے بیان کئے ہیں فرماتے ہیں:-

میں نے (امام) محمد بن حسن سے کہا کہ میں پر دہی ہوں اور آپ سے نفقہ و حدیث کا بہت کم سرمایہ جمع کر سکا ہوں، کیونکہ آپ کے تلامذہ کی تعداد زیادہ ہے، اسیلئے میرے لئے کیا خاص رعایت ہو سکتی ہے؟ انھوں نے فرمایا عاقلی طلبہ کیساتھ دن کے وقت درس میں شریک رہو، اور رات کا وقت صرف تمہارے لئے خاص کرتا ہوں، رات میرے ہی پاس گزارو، میں تمہیں حدیثیں سنایا کروں گا۔

چنانچہ میں شب کو امام محمد کے یہاں رہنے لگا، وہ خود کوٹھے پر رہتے تھے، اور میں نیچے کی منزل میں رہتا تھا، لیکن میری خاطر سے وہ نیچے ہی اتر آتے، اور درس کیلئے اپنے سامنے

علم ان شیوخ عراق میں صاحبین کے اسماء معلوم و مشہور ہیں، مؤرخ الذکر اسد بن عمروؒ بھی امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں تھے، ان کا امتیاز خاص یہ ہے، کہ انہی نے سب سے پہلے امام اعظمؒ کی کتابیں ان سے نقل کی ہیں، ان کے حالات ابوابہ المصنف جلد ۱ ص ۱۱۱، اور طبقات قتول و بغا ص ۱۲، ۱۳، ۱۴ میں ہیں،

ایک پیالہ میں پانی رکھ کر بیٹھ جاتے، جب پڑھتے پڑھتے رات زیادہ گزر جاتی، تو مجھے نیند آنے لگتی، وہ مجھے اونگٹے ہوئے دیکھ کر ایک چلو پانی میرے منہ پر چھڑکتے، اور میں بیدار ہو جاتا، اون کا اور میرا یہی طریقہ بدستور جاری رہا، یہاں تک کہ میں جب قدران سے پڑھنا چاہتا تھا، پڑھ لیا،

امام محمد کی شفقتوں کے سلسلہ میں کہتے ہیں:-

میں ایک دن محمد بن حسن کے حلقہ درس میں بیٹھا تھا، ناگاہ سبیل لگانے والے کی آواز آئی، میں جلدی سے اٹھ کر گیا، اور پانی پی کر حلقہ میں واپس چلا آیا، اس پر محمد نے مجھ سے پوچھا، "مغربی" تم سبیل کا پانی پیئے ہو؟ میں نے عرض کیا، "خدا آپ کو فلاح دے میں تو "ابن سبیل" ہوں، درس ختم کر کے میں گھر چلا گیا، تو رات کے وقت کسی نے دروازہ پر آواز دی، دروازہ کھولا، تو معلوم ہوا، کہ امام محمد کا خادم ہے، اس نے مجھ سے کہا، "آگے آپ کو سلام کہا ہو، اور آپ کہا ہے، کہ مجھے آج سے پہلے بالکل معلوم نہ تھا، کہ تم "ابن سبیل" ہو، پہلے اس نفعہ کو لے لو اور اپنی ضرورتیں پوری کرو،"

اس کے بعد اس نے ایک بھاری تھیلی، میری طرف بڑھائی، میں دل میں خوش ہوا، کہ اس میں دراہم کی کافی تعداد ہے، جب گھر میں آ کر تھیلی کھولی تو دیکھتا ہوں کہ اس میں اتنی اشرفیاں بھری ہوئی ہیں،"

امام مالک کی وفات، اسد عراق میں تحصیل علم میں معروف تھے، کہ مدینہ سے

لوگوں کا ان کے تلامذہ کی طرف مروجہ امام مالک کی وفات کی خبر پہنچی، اور اسی وقت سے

امام مالک کے تلامذہ لوگوں کے مرجع بن گئے، جس میں اسد بھی تھے، وہ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:-

”جوگ ایک دن امام محمد کے حلقہ درس میں بیٹے تھے، کہ اچانک ایک شخص آیا، اور لوگوں کو بھانڈتا ہوا امام محمد کے قریب پہنچا اور اُس نے کوئی خبر بیان کی، جس پر امام محمد بول اُٹھے: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، ایک مصیبت ہے، کہ اس سے بڑھ کر دوسری مصیبت نہیں، مالک بن انس کا انتقال ہو گیا، امیر المؤمنین فی الحدیث نے وفات پائی،

یہ خبر مسجد میں پھیلی پھری بھلی کی طرح سارے شہر میں دوڑ گئی، لوگ مالک بن انس کی وفات پر اہل بارغم کے لئے جمع ہونے لگے، اور اس کے بعد یہ حال ہو گیا، کہ جب کوئی مالک بن انس کی حدیث روایت کرنے لگتا، تو ایک خلقت اسکے گرد امنڈ آتی اور سقہ جمع ہو جاتا کہ راستے بند ہو جاتے

صاحبین کا اسد سے موطا کا درس لینا، | اسی سلسلہ میں اسد سے بھی لوگوں نے امام مالک کی روایتیں

لیں، اور پھر انھیں یہ قابلِ فخر اعزاز حاصل ہوا، کہ امام ابو یوسف نے اس تشہِ علم کو سیراب کرنے کے بعد اس سے اس فیض کے حاصل کرنے کی خواہش کی، جو وہ مدینہ العظمیٰ شریف سے حاصل کر لایا تھا، چنانچہ امام ابو یوسف نے اسد سے موطا امام مالک کا درس لیا،

پھر جب اسکی خبر امام محمد کو پہنچی تو فرمایا ”ابو یوسف علم کی خوشبو سونگہ لیتے ہیں،“ اور اس کے بعد اسد سے موطا کے درس کی خود بھی خواہش کی، اور اس حیثیت سے اسد کی شخصیت اسلام کے دو اہم مذاہب کے اساطینِ اولین کے درمیان ایک سلسلۃ الذہب کی قرار پاتی ہے،

اسد نے مشرق میں فقہ مالکی و حنفی کی تحصیل کے علاوہ عظیم حدیث پر بھی نظر رکھی، امام محمد سے تحصیل حدیث کا ذکر اوپر گذرا، ان کے علاوہ شیوخ عراق میں سے یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کوئی، ابو بکر بن عیاش، حبیب بن شریک، اور یثیم بن شریک وغیرہ سے عظیم حدیث حاصل کیا، اور ان سے حدیث نقل کیں، ان میں سے صرف نو خزانہ ذکر یثیم بن شریک سے ۱۲ ہزار حدیثیں لکھیں،

اسی یہ حافظ حدیث تھے، زکریا بن زائدہ، عاصم احول، اور داؤد بن ابی بند وغیرہ سے روایتیں کی ہیں،

وطن کی واپسی، | اسد جب مشرق میں تحصیلِ علوم سے فارغ ہوئے، تو وطن کی واپسی کا خیال آیا، لیکن مصارفِ سفر کا کوئی سہارا نہ تھا، اس لئے سخت پریشان تھے، آخر امام محمد کے سامنے تذکرہ کیا، اوغون نے فرمایا، تمہارا ذکر ولیمہ کے سامنے کروں گا، امید ہے کہ تم باسانی وطن پہنچ جاؤ گے۔

چنانچہ امام محمد نے ولیمہ سے ان کا تذکرہ کیا، اور اس سے اسد کے ملنے کی تاریخ متعین ہوئی، جب اسد ولیمہ کے محل میں جانے لگے، تو امام محمد نے انہیں سمجایا کہ تم ان لوگوں کے پاس جس دکر رکھاؤ سے پیش آؤ گے، ویسا ہی وہ بھی تم سے بڑاؤ کریں گے، اگر تم اپنی خودداری قائم رکھو، ان سے ملو گے، تو وہ بھی تمہیں باعزت و خوددار سمجھیں گے۔

اس کے بعد اسد ولی محمد کے محل میں پہنچے، ایک خادم نے ان کا استقبال کیا، اور ایک جگہ بٹھادیا، یہاں ان کے سامنے ڈھکا ہوا ایک خزان لایا گیا، اسد نے پوچھا، یہ کچھ لائے ہو تمہاری طرف سے ہے، یا تمہارے آقا کی جانب سے؟ وہ بولا آقا کے حکم سے لایا ہوں، اسد نے خوبصورتی سے جواب دیا،

تمہارا آقا کبھی اسے پسند نہیں کر سکتا، کہ اس کا ہمان اسکی شرکت کے بغیر کھانا کھائے، صابرؑ

(بقیہ حاشہ ص ۲۴۷) تلامذہ میں اسد کے علاوہ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابن المدینی اور احمد بن حنبل وغیرہ اکابر محدثین ہیں، محلی، نسائی، ابن معین اور ابو حاتم وغیرہ نے توثیق کی ہے، ۳۳۳ھ میں وفات پائی، (خلاصہ تہذیب الکمال خزرجی، طبع مصر ۱۲۷۲) ۳۵۵ھ ان کے شیوخ حدیث میں حسین بن عبد الرحمن، اور ابو حصین وغیرہ ہیں، اور تلامذہ میں ابن مبارک، ابن المدینی اور احمد وغیرہ اکابر محدثین نے توثیق کی ہے، سال ولادت ۳۳۳ھ و وفات ۳۵۵ھ ہے (خلاصہ تہذیب الکمال ص ۲۴۵)، ۳۵۵ھ یہ ہارون رشید کا زمانہ تھا، ولیمہ مراد غالباً شاہزادہ محمد (ابن امیر)

یہ تمہارا ہی احسان ہے، مجھ پر بھی تمہاری مکافات واجب ہے، یہ لکھ کر جیب ٹٹولی، اس میں ان کا سارا سرمایہ صرف چالیس درہم تھا، اونھوں نے اس کے صلہ میں بڑی فراخ خوئی سے چالیس درہم انکی طرف بڑھا دئے، اور خزان اٹھا لینے کا اشارہ کیا، خادم اسد سے بے حد خوش ہوا، اور سارا واقعہ اپنے آقا سے جا کر کہہ دیا، وہ لکھ کر محفوظ ہوا، اور اسد کو اندر طلب کیا، اس کے بعد اسد کہتے ہیں:-

میں دلی عہد کی خدمت میں پہنچا، وہ ایک تخت پر جلوہ افروز تھا، اس کے سامنے ایک دوسرا تخت بچھا تھا، جس پر حاجب بیٹھا تھا، تیسرا تخت خالی تھا، اس پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر مجھے سے مختلف گفتگوئیں کرتا رہا، اور میں مناسب جوابات دیتا رہا، جب میری واپسی کا وقت آیا، تو ایک رقعہ لکھ کر میرے لقا فہم میں بے حوالہ کیا، اور کہا کہ اسے صاحب دیوان کے یہاں لجاؤ، پھر مجھ سے دوبارہ ملنا تمہیں انشاء اللہ یہاں آنے سے سرت ہوگی،

اس لقا فہم میں دس ہزار دیئے جانے کی ہدایت تھی، جب یہ رقم وصول ہو گئی، تو اسد نے دلی عہد کے حکم کے مطابق اس کے یہاں دوبارہ جانا چاہا، مگر امام محمد نے یہ لکھ کر منع فرمایا کہ اگر اب ان لوگوں کے پاس دوبارہ جاؤ گے، تو وہ تمہیں اپنا ملازم تصور کریں گے، اسد نے دوبارہ ملنے کا خیال ترک کر دیا، اور رخصت سفر باندھ لیا، اور اپنے شفیق استاد اور سے رخصت ہو کر قصر روانہ ہو گئے،

اسد نے امام محمد کے دل پر اپنی محنت جفا کشی، اور تحصیل علم کے شوق کے گہرے نقوش چھوڑے تھے، وہ ادن کے آنے کے بعد مجلسوں میں ادن کی تعریف فرماتے تھے، صاحب معالم کہتا ہے:-

”امام محمد مکہ منظمین ان کی تعریف کرتے تھے، اور ان کے مناظرہ، طریق درس، اور علم حدیث کی توصیف و ستائش فرماتے تھے“

اسد مصری، اسد میں اسوقت عبداللہ بن وہب، اشعث، اور عبدالرحمن بن قاسم علم کے علمبردار تھے، اور یہ تینوں امام مالک کے ایسے جلیل القدر تلامذہ تھے، جن کا احترام امام مالک کے تمام تلامذہ کرتے تھے، اسد باری باری ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے، لیکن عبداللہ بن وہب اور اشعث سے بھرنہ سکی، اور موخر الذکر سے تو ایسی سخت نوک جھونک ہوئی، کہ اگر عبداللہ بن حکیم وغیرہ بیچ بچاؤ نہ کرتے، تو بڑے نتائج پیدا ہوتے،

آخر میں عبدالرحمن بن قاسم کی طرف رجوع کیا، یہ اپنے علم و فضل زہد و ورع اور کبرنی کی وجہ سے بڑے احترام کی نظر سے دیکھے جاتے، عبادت ریاضت کا یہ حال تھا، کہ دن رات میں تین ختم پڑھتے، اور گھنٹوں نماز پڑھ کر رہتے تھے،

علم فقہ میں روایت اڑائے اور قیاس سب پر یکساں نظر رکھتے تھے، اور انکی یہی جامیت اسد کے لئے باعث کشش تھی، ایک دن انھوں نے جوش عقیدت میں ان کے متعلق مسجد میں باوازل بلند کہا،۔

حضرات:- اگر مالک بن انس کا انتقال ہو چکا ہے، تو یہ دوسرا امام مالک ہمارے

درمیان موجود ہے،

یہ کہتے ہوئے ابن قاسم کی طرف اشارہ کیا، اور پھر التزام سے روزانہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگا،

اسلام محمد اور اسد کے یہ واقعات مختلف روایات و بیانات سامنے رکھ کر اس مرتب صورت میں تیار کئے گئے ہیں،

اسدیہ کی تدوین، اس کے بعد اسد کا یہ دستور ہو گیا، کہ وہ ابنِ قاسم سے روزانہ فقہی مسائل پر سوالات کرتے، وہ جوابات دیتے، اسد سوال و جواب دونوں کو بہ ترتیب لکھتے جاتے، ابنِ قاسم اپنے جوابوں میں امام مالک کے فتاویٰ بیان کرتے، اون پر احادیث سے استدلال لاتے اور تیس درائے سے ان جوابوں کی صحت کے ثبوت بہم پہنچاتے، یہاں تک کہ انھوں نے اون جوابوں کے اظہار کرنے میں روزانہ کے تین ختموں کے معمول میں سے ایک ختم کو ترک کر دیا، اس طرح یہ سوال و جواب ساٹھ ہزاروں میں مدون ہو گئے، اور یہی کتاب دنیا میں فقہ مالکی کی سب سے پہلے کتاب تھی، اسد نے اس مجموعہ کو اپنے نام پر "الاسدیہ سے موسوم کیا" اسدیہ پر پہلا حملہ اور اس کی پہلی نقل، الاسدیہ کی ترتیب کے بعد انھیں افریقہ کی واپسی کا خیال آیا، اس اثناء میں الاسدیہ کی شہرت پھیل چکی تھی، اہلِ مصر نے اسد سے اس کا ایک نسخہ حاصل کرنا چاہا، اسد نے اس کے دینے میں تامل کیا، اور یہ معاملہ قاضی تک پہنچا، اسد کا دعویٰ تھا، کہ اسکی نقل ان کے حوالہ سے لیجائے، لیکن اہلِ مصر اس پر آمادہ نہ تھے، تھوڑے سے رد و کد کے بعد قاضی نے اسکی نقل اسد سے دلوادی،

اسدیہ کی دوسری نقل ابنِ قاسم کیلئے، جب اسد مصر سے روانہ ہونے لگے، تو ابنِ قاسم نے کچھ مسلمان ان کے حوالہ کیا، کہ اسے افریقہ میں فروخت کر کے اسکی قیمت سے کاغذ خرید لیا جائے، اور اسدیہ کی ایک نقل اون کے پاس بھیج دی جائے، چنانچہ افریقہ پہنچکر انھوں نے اسکی ایک نقل بھیج دی،

اسد کا ورود افریقہ اور تلمذہ کی کثرت، اسد اہمہ میں مصر سے قیروان واپس آئے، اور یہاں پہنچے ہی مخلوق کا ہجوم ان کی طرف امنڈ آیا، اور انھوں نے مالک کی موطا، اور الاسدیہ کا درس جاری کر دیا، امام مالک سے بیک واسطہ احادیث لینے اور الاسدیہ کی روایت اور سماع کیلئے افریقہ و مغرب کے جلیل القدر علماء نے اسد کے سامنے زانوئے تلمذہ کیا، اور چند ہی دنوں میں انکی اسدیہ

کی روایت ہے المدونہ بھی عرف عام میں کہنے لگے تھے، سارے افریقہ و مغرب میں پھیل گئی،

اسدیہ کی تیسری نقل موسومہ الدرر الکبریٰ جب الاسدیہ شمرہ آفاق حیثیت حاصل کر کے عام میں
 امام حنون واسدیہ علی چمک مقبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئی، تو اہل علم نے خصوصیت کیساتھ

اس پر توجہ کی، اور اسکی نقل کا اہتمام کیا، اسد کے حلقہ درس میں دو جلیل القدر علماء رحمون اور محمد
 ابن رشید بھی شریک تھے، ان دونوں نے اسد کی لاطینی میں اسکی نقل تیار کرنی شروع کی،

لیکن اس زمانہ میں اہل علم کے درمیان کتابوں کے نسخوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی، تاہم
 کا فرض تھا کہ استاد کی اجازت کے بغیر اسکی نقل نہ لین، اور دراصل وہ نسخے جو استاد کی تصدیق کے
 بغیر ہوتے، معتبر بھی نہ سمجھے جاتے تھے، لیکن اسکے باوجود ان دونوں نے اسکی نقل حاصل کرنی
 شروع کی، اسلئے جب اسد کو اس کا حال معلوم ہوا، تو انھیں سخت ناگوار گذرا، اب وہ لوگوں کو
 نسخہ کی جزئی نقل دینے میں بھی احتیاط برتنے لگے، مگر اسوقت تک سخون کا نسخہ قریب قریب مکمل ہو چکا تھا
 صرف ایک باب کتاب القسم کی نقل باقی رہ گئی تھی،

سخون اس کی نقل حاصل کرنے کی کوششوں میں لگے رہے چنانچہ ایک دن ایک شخص جزیرہ
 سے اسد کے پاس آیا، اور ان سے کتاب القسم کی نقل چاہی، انھیں شبہہ ہوا کہ کہیں یہ سخون کا فرستادہ
 نہ ہو، اس نے اسے نقل دینے سے انکار کر دیا، بالآخر اس نے حلف اٹھایا کہ وہ اس کی نقل
 سخون کو نہ دیگا، اس پر اسد نے کتاب القسم اس کے حوالہ کر دی، اور اس نے نقل
 حاصل کر لی،

وہ شخص واقعی سخون کا فرستادہ تھا، ان کی خدمت میں واپس جا کر کہا،!

”ابوسعید! یہ لوگ میری نقل مجھے بغیر حلف اٹھانے نہ مل سکی، اب مجھے اپنی قسم کا کفارہ

ادا کرنا ہے“

اس طریقہ سے الاسدیہ کی نقل سخون کے پاس مکمل تیار ہو گئی، مگر اسد کو اس کی خبر نہیں ملی۔
چند دنوں کے بعد سخون نے مصر کا قصد کیا، روانگی کے وقت افریقہ کے اہل علم اون کی
مشائیت کے لئے نکلے، ان میں اسد بھی موجود تھے، اسد نے درپردہ یہ دریافت کرنے کیلئے کہ الاسدیہ کی
نقل مکمل ہو گئی، یا نہیں، ان سے کہا:۔

”اگر تمہارے پاس یہ مدونہ ہوتی، تو تم اسے ابن قاسم سے سن لیتے؟“
سخون نے بخجندگی سے جواب دیا:۔

”وہ میرے سامان میں موجود ہے“

اسدیہ بن کر خاموش ہو گئے، اسکے بعد معلوم ہوا کہ سخون کے مصر کے سفر کی اصل غرض ابن
قاسم سے الاسدیہ کی روایت و سماع ہی ہے،

چنانچہ وہ مصر میں ابن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اونھوں نے سب سے پہلے
اسد کی غیریت پوچھی، سخون نے کہا ”تمام ممالک میں ان کا علم پھیل گیا ہے“، ابن قاسم یہ سن کر
بہت خوش ہوئے،

اس کے بعد سخون نے ابن قاسم سے الاسدیہ کی روایت اس طریقہ سے یعنی شروع کی کہ اسد
مرتب کئے ہوئے سوالات سخون پڑھتے، اور ابن قاسم نے جو جوابات اسدیہ میں لکھائے تھے، انھیں دہراتے
اس طریقہ سے پوری اسدیہ تمام کی،

اس قرأت میں ابن قاسم نے اسدیہ کے جوابوں میں کہیں کہیں ترمیم بھی کر دی تھی، اور
بعض فتوؤں سے رجوع کر لیا تھا، جب سخون مصر سے رخصت ہونے لگے، تو ابن قاسم نے اسد
کے نام ایک خط لکھا، کہ ”تمہارے مدونہ کے جوابوں میں کہیں کہیں ترمیم ہو گئی ہے، اپنے نسخہ کی سخون کے
نسخہ سے ملا کر تصحیح کر لو“

اگرچہ اس زمانہ میں بظاہر یہ معمولی بات معلوم ہوتی ہے، کہ ایک نسخہ سے دوسرے نسخہ کی تصحیح کر لی جائے، مگر اُس زمانہ میں کتبوں کے نسخوں کے لئے جو اہتمام کیا جاتا تھا، اور اون کی مختلف حیثیت کے لحاظ سے ان میں جو فرق مراتب قائم ہوتا تھا، اس لحاظ سے اسد کیلئے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا لیکن وہ بڑی فراخ دلی سے محزون کے نسخہ سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے، مگر دوسری طرف اون کے تلامذہ کی جماعت تھی، اسد نے اُن سے بھی تذکرہ کیا، ان لوگوں نے اس میں اپنے استاد کی توہین محسوس کی، کہ وہ امام مالک سے شرف تلمذ رکھنے کے باوجود محزون کی شاگردی میں داخل ہوں کیونکہ محزون کے نسخہ سے مقابلہ کر لینے کے بعد اس زمانہ کے درس و تدریس کے قواعد کے مطابق اسد محزون کی شاگردی میں داخل ہو جاتے،

چنانچہ ان لوگوں نے اسد کو آمادہ کر لیا، کہ وہ ابنِ قائم کے پیغام کو قبول کرنے سے انکار کر دیں اور اسد نے اس فیصلہ کا اعلان کر دیا،

لیکن افسوس ہے کہ اسد کا یہ فیصلہ اسدیہ کے حق میں اچھا نہیں ہوا، محزون نے مصر سے واپس آکر بڑی شان و شوکت سے اپنی مسند درس بچھائی، سارے مغرب میں ابنِ قائم کے مکتوب کی شہرت ہو چکی تھی، لوگ جوق در جوق محزون کے پاس آئے اور اون کی ترمیم شدہ اسدیہ کی روایت اون سے لی جس سے اسد کا نسخہ روز بروز بے وقعت ہوتا گیا، اور محزون کی مدونہ کو اعتبار حاصل ہوتا گیا، یہاں تک کہ محزون کو امام کا لقب حاصل ہوا، اور ان کے نسخہ کی بدولت ان کا نام اسد کے نام پر غائب گیا،

اگرچہ موجودہ زمانہ میں محزون کے نسخہ سے مقابلہ کرنے سے اسد کا گریز کرنا پسندیدہ نہ سمجھا جائے، مگر اُس زمانہ میں نسخوں کی برتری، اور پستی، اور روایتوں میں راویوں کے تقار و سماج کے جو اعتبارات قائم تھے، انہیں دیکھتے ہوئے، اسد کا طرز عمل شاید قابلِ الزام نہ سمجھا جائے، او

در اصل اوس میں صحیح رائے اوی زمانہ کے اہل علم قائم کر سکتے تھے، چنانچہ شیخ ابو الفاضل
ابو القاسم بن احمد برزی رحمہ اللہ اسد کے اس طرز عمل کے متعلق یوں اظہار رائے فرماتے ہیں :-
”درست وہی ہے، جو اسد نے کیا، کیونکہ انھوں نے ابن قاسم سے اپنے سوالوں کے جواب
بالشاذ حاصل کئے تھے، خط کے ذریعہ سے سماع کی مقبولیت کا مسئلہ اہل علم کے درمیان
مختلف فیہ ہے، اس لئے کسی ایسی چیز کو جو متفق علیہ ہو کسی ایسی چیز کی خاطر نہیں چھوڑ سکتے
جو مختلف فیہ ہے“

یعنی ابن قاسم کے اس خط کی بنیاد پر جے سخون مصر سے لائے تھے، اسد کے اپنے نسخہ میں جو بالمشاذ
سنا ہوا تھا، ترمیم و اصلاح کرنے سے وہ متفق علیہ نسخہ مختلف فیہ بن جاتا،
اسد کے لئے اس وقت بہتر شکل یہ تھی، کہ وہ خود مصر کا سفر کرتے، اور ابن قاسم کے سامنے
اپنے نسخہ کو دہرائیتے، مگر ان کے مکتوب کے رد کر دینے کے بعد شاید استاد و تلمیذ میں ایسی صفائی
باقی نہ رہ گئی ہو کہ وہ مصر کا سفر کرتے، البتہ اس کا امکان اس کے رد کر دینے سے پہلے ہی تھا، تاہم
ان تمام حالات کے باوجود اسد ساری عمر ابن قاسم کا نام عزت و احترام سے لیتے رہے، اگرچہ یہ
روایت بھی مشہور ہو چکی تھی، کہ جب ابن قاسم کی اسد کے انکار کی خبر ملی، تو انھوں نے
اسد کے غیر مقبول ہونے کی بددعا کی، اور شہرت تھی کہ ان کی دعا باب اجابت تک پہنچی،
مگر اسد نے کبھی استاد کے ادب و احترام میں کمی نہیں کی، اسی زمانہ میں جب یہ مسئلہ چھڑا ہوا
تھا، فقیہ عمر ان کی خدمت میں پہنچے، اور انہیں روتے ہوئے پایا، عمر نے وجہ پوچھی، تو انھوں نے کہا
”نہیں کوئی مصیبت نہیں لیکن میرے پاس ابن قاسم کا خط آیا ہے، وہ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں اپنی کتاب
سخون کی کتاب پر دہراؤں، حالانکہ سخون کی میں نے تربیت کی ہے“
اس پر عمر نے اسد سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے ان کی تعریف کی، اور ابن قاسم کے خط

لکھے بڑکتے جینی شروع کی، تو اسد فوراً بولے، "ایسا نہ کرو، اگر تم ابن قاسم کو دیکھتے، تو تمہارے لئے یہ کہنا دشوار ہوتا۔"

اسی طرح اسد کے عہدہ قضاء کے زمانہ میں کسی فقیہ نے ابن قاسم کی تنقیص کی، اور انکی روایت حدیث پر جرح کی جب اسد کو خبری تو انہوں نے اسکی تفتیش کر کے اس فقیہ کو سنگین سزا دی، اور انہیں بُری طرح پٹوایا،

الغرض اسدیہ کی تیسری نقل یہی الممدونۃ السعیدیۃ ہے، صرف ان دونوں میں چند مسائل کا فرق ہے، اور اس وقت سے دور حاضر تک یہی کتاب فقہ مالکی کی سب سے بڑی اور مستند کتاب سمجھی جاتی ہے، اس لئے درحقیقت اسد کے ہاتھوں فقہ مالکی کی عظیم الشان خدمت انجام پائی،

الممدونہ پہلی مرتبہ ۳۲۷ھ میں مطبع خیریہ مصر سے چار جلدوں میں شائع ہوئی، اگرچہ اس مطبوعہ نسخہ میں الاسدیہ کا کوئی ذکر نہیں، جو کیونکہ سخون کے مصر جانے کے بعد ضابطہ کے لحاظ سے اس کی تخلیک کا حق سخون کو بھی حاصل ہو چکا تھا، لیکن اہل علم اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ یہ اصل کمائی اسدیہ کی ہے، اور امام سخون نے بھی تجویزی اس کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ ابن فرحون نے اپنا دیباچہ میں اسد کے ترجمہ میں امام سخون کے وہ کلمات درج کئے ہیں جو انہوں نے الممدونہ کے متعلق ظاہر کئے تھے، اور اس نے الممدونہ کے تمام شروع و حواشی اور لطعات وغیرہ کو اسد کے ترجمہ میں الاسدیہ ہی کی طرف منسوب کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

"سخون کا قول ہے کہ تمہیں اس مدونہ کو اپنے لئے لازم کر لینا چاہیے، وہ ایک صالح

شخص (ابن قاسم) کا کلام ہے، اور ایک صالح شخص (اسد) کی روایت ہے، اور سخون

کہا کرتے تھے کہ یہ مدونہ علم میں وہی درجہ رکھتی ہے، جو غازیہ ام القرآن کا ہے، نہا

میں اس کے علاوہ دوسری صورتیں پڑنے کی اجازت ہے، لیکن اسکے بغیر کوئی نماز جائز نہیں ہوتی، (اس لئے گویا علم کی تکمیل مدونہ کے بغیر ممکن نہیں، مدونہ کے ساتھ دوسری کتابیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں)۔

پھر ابن فرحون اسدیہ کے متعلق فریدیون لکھتا ہے:-
 ”لوگوں نے اس میں اپنی خوب طبع آزمائیاں کی ہیں، بشرطین لکھی ہیں، اور اس کی ضمیمہ کی ہیں، ایسا کوئی شخص نہیں جو جس نے اس مدونہ پر بھروسہ نہ کیا ہو، اور اس کا درس نہ لیا ہو، اور پھر وہ اسد کے زہد و فتویٰ کا قائل نہ ہوا ہو“

اسد کا مذہب فقہی، | الاسدیہ سے متعلق اس واقعہ کے بعد اسد نے اپنے فتوؤں میں دوسری روش اختیار کی، یعنی بعض مسائل خصوصاً معاملات میں وہ فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دینے لگے، پھر بعدہ قصار پر مامور ہونے کے بعد تقریباً تمام معاملات کے فیصلے فقہ حنفی کے رو سے کرتے تھے، کیونکہ ایک طرف اون کے نسخہ کے مسائل امام حنوں کے نسخہ سے مقابلہ نہ کرنے کے باعث کلیتہً مشتبہ ہو گئے تھے، اسکے علاوہ مسائل معاملات میں جس قدر جزئیات دولت عباسیہ کی سرپرستی کی وجہ سے فقہ حنفی میں منضبط ہو گئے تھے، وہ الاسدیہ میں موجود نہ تھے، چنانچہ ابوالقاسم زیاد بن یونس سیوری کا بیان ہے:-

(اسد نے) ابن قاسم کے خط کو قبول نہیں کیا، اور اپنی کتاب موسومہ الاسدیہ پر اعتماد کے لئے پھر اہل عراق (احناف) کے مذہب کی اشاعت کرنے لگے، (معالم جلد ۲ ص ۱۰)

اس طریقہ سے اسد افریقیہ میں فقہ حنفی کے سب سے بڑے علمبردار بن گئے، اور یہ قدرۃ مالمیوں کو ناگوار گذرا، اور ان کے خلاف مختلف افواہیں پھیلان جن میں ایک یہ بھی تھی، کہ انھیں امام مالک سے شرف تلمذ حاصل نہیں ہوا، اس کا اندازہ مقدسی (ص ۳۳۵) صاحب امن القاسم کی ایک روایت سے ہوتا ہے

جسے اوس نے کسی افریقی سے نکر اپنی کتاب میں جگہ دی ہے، وہ لکھتا ہے:-

”میں نے (یعنی اہل افریقہ سے) سوال کیا، کہ تمہارے یہاں امام ابوحنیفہ کا مذہب کیونکر پہنچا؟
حالاںکہ وہ تمہارے راستہ میں نہیں ہی، تو انھوں نے جواب دیا کہ

۱۔ ہمارے یہاں سے وہب بن وہب مالک کے یہاں سے فقہ و دیگر علوم میں ماہر ہو کر واپس آئے، تو اسد بن عبداللہ (۹) پر ادن کی جلالت شان اور کبر نفس کی وجہ سے یہ شاق گذر کہ وہ وہب کے سامنے درس کے لئے زانوسے ادب تہ کریں، اسلئے انھوں نے براہ راست امام مالک کی طرف رُج کیا، لیکن وہ اُس زمانہ میں بیمار تھے جب انھیں وہاں ٹھہرے ہوئے کچھ زمانہ گذر گیا، اور امام مالک صاحب فراش رہے، تو انھوں نے اسد سے فرمایا کہ تم وہب کے پاس چلے جاؤ، میں نے لوگوں کی سفارشیں و تحلیفوں سے بچانے کیلئے انھیں اپنا تمام علم و میت کر لیا ہے؛

امام مالک کا یہ ارشاد اسد پر اور زیادہ گران گذرا، وہ امام مالک سے باپوس ہو کر کسی ایسے شخص کی جستجو میں لگے، جو علمی و قاریں ادن کے ہم پلہ ہو، لوگوں نے امام محمد صاحب ابی حنیفہ کا نام بتایا،

۲۔ چنانچہ وہ امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے ادن کا خیر مقدم کیا، اور بڑی توجہ سے پیش آئے، اور ادن کی ذہانت و کاکوت اور تحصیل علم کے شوق سے متاثر ہو کر بڑی جانفشانی سے علم پڑھایا،

۳۔ جب اسد کی علمی استعداد قابلِ اطمینان ہو گئی، تو امام محمد نے انھیں حنفی مذہب کا علم بردار بنا کر مغرب کی طرف بھیجا، جہاں پہنچکر انھوں نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، اور مغرب میں فقہ حنفی کے لئے بہت عمدہ زمین تیار کر دی، لوگ فروعات میں ادن کی نمکتر رس نگاہ

دیکھ کر حیرت کرتے، اور وہ ایسے دقیق مسائل بیان کرتے جنہیں لوگوں نے کبھی نہ سنا تھا۔ تلامذہ کی بڑی جماعت حلقہ بگوش ہو گئی، اور انہی تلامذہ نے منہ بکے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر اس مذہب کی ایسی ترویج کی، کہ وہ مذہب کے تمام ائمہ پر چھا گیا،

یہ کسی مالکی افریقی کا بیان ہے، اس میں اسد کے مدینہ اور عراق کے سفر کے متعلق جو باتیں ہیں وہ قطعی بے اصل ہیں، اس کے صحیح حالات اس سے پہلے مستند روایتوں سے گزر چکے ہیں، پھر ابن وہب کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ امام مالک کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے، اور نہ وہب تو اسد کے مدینہ کے قیام کے زمانہ میں وہیں موجود تھے، اس روایت میں امام مالک سے موطا پڑنے سے بھی انکار کیا گیا ہے، حالانکہ ان روایتوں کے علاوہ جو اوپر گزریں، قاضی عیاض نے بھی اس فہرست میں اسد کا نام رکھا ہے، جنہوں نے امام مالک سے موطا پڑھی تھی،

دوسرے پارہ (پیرے) میں راوی کا جو بیان درج ہے، اسیں یہ واقعہ صحیح نہیں کہ امام محمد نے انہیں مذہب حنفی کا علم دار بنا کر افریقہ بھیجا، اگر ایسا ہوتا تو وہ مصر میں ٹھہر کر عبدالرحمن بن قاسم سے الاسدیہ مرتب نہ کرتے،

اسی قسم کی روایتوں کی بنیاد پر یہ شہرت بھی دی گئی، کہ اسد نے اس واقعہ کے بعد مالکی مذہب ترک کر کے حنفی مذہب قبول کر لیا، لیکن جہاں تک روایت و قیاسات سے لے لکھا جاسکتا ہے، اس کی تائید نہیں ہوتی، اسد کے مذہب کے متعلق سب سے بہتر روایت جعفر القصری کی جو وہ لکھتا ہے:۔

کان اسد اماما للعراقیین اسد قردان من اخاف کے امام تھے،

بالقروان كافة مشهورا علم و فضل اور دینداری میں شہرت تھ

بالفضل والدین و دینہ و رکھے تھے، اور ان کا دین و مذہب

سنت تھا،

مذہبہ السنۃ

اس بیان کا آخری فقرہ ذینہ و مذہبہ السنۃ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی وسعت نظر اور اجتہاد کیساتھ سنت پر عمل کرتے تھے، اور جہاں تک افتاد و تعلق تھا، وہ فقہ حنفی کے مطابق دیتے تھے، تاہم اہل علم نے انہیں ہر دو دین مالکی مذہب کا پیرو سمجھا، چنانچہ مالکی مذہب کے فقہاء کے حالات میں طبقات کی جو کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی گئیں، ان میں مالکی فقہ کی حیثیت سے اسد کا نام موجود ہے، برخلاف اس کے فقہائے احناف کے طبقات کی کتابوں ابو ابراہیمؒ وغیرہ میں اسد کا نام موجود نہیں، اور ان کے درس میں مالکی مذہب کے طلبہ بھی بکثرت موجود رہتے تھے، اسد قاضی القضاۃ کے عہد پر جس زمانہ میں اسد افریقیہ واپس آئے، قیروان کے عہدہ قضا پر جسے عہدہ قاضی القضاۃ کہنا چاہئے عبداللہ بن غانم فائز تھے، وہ اسد کے قدردان اور ان کے علم و فضل کے معترف تھے، جب تک زندہ رہے مسائل و معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہے، (معالم جلد ۲ ص ۱۱)

ان کی وفات کے بعد ۱۹۱ھ میں ایک دوسرے اہل علم ابو محرز اس عہدہ پر سرفراز کئے گئے، پھر افریقیہ کے شیوخ و علماء نے اسد کو اس ممتاز عہدہ پر سرفراز کرنا چاہا، چنانچہ علی بن حمید نے زیادۃ اللہ کے سامنے اسد کی علمی مرتبت و کمال اور شہرت کا تذکرہ کر کے اس خواہش کا اظہار بھی کیا، لیکن ابو محرز کو دولتِ اعلیٰ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے اس عہدہ پر مقرر کیا تھا اسلئے زیادۃ اللہ نے انہیں معزول کرنا مناسب نہ سمجھا، اور اسکی یہ دوسری سگ اختیار کی، کہ اسد کو ۲۰۳ھ میں اس عہدہ میں مساوی حیثیت سے ابو محرز کا شریک بنادیا،

یہ اسلامی حکومت میں پہلی مثال تھی کہ ایک ہی عہدہ پر ایک ہی حیثیت اور اختیار کیساتھ دو شخص ملو کر جائیں،

اسد کا یہ تقرر ابو محرز کو قدرۃ ناگوار گذرا، علاوہ ازیں ان دونوں میں کسی قدر ظلی چشمک

موجود تھی، اب معاصرانہ چشم پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی، اور باہمی مسابقت کے جذبات پیدا ہو گئے اور کبھی کبھی مناظرہ و مجادلہ تک ذہن پہنچ جاتی، ان دونوں کی چٹکوں کے ایک سے زیادہ اوقات صاحبِ معالم وغیرہ نے تفصیل سے لکھے ہیں، اور دونوں کے علم و فضل کا موازنہ کیا ہے، صاحبِ معالم کی رائے ہے :-

”اسد، ابو محرز سے علم و فضل میں زیادہ تھے، اور انھیں نقد پر بھی زیادہ عبور حاصل تھا، اور ابو محرز اگرچہ اسد سے علم و فقہ میں کم پایہ تھے، مگر بعض اوقات (مسائل کے جواب میں) حق انکے ساتھ رہتا تھا۔“

اس کے بعد ۲۰۹ھ میں منصور مظہری نے زیادۃ اللہ کے خلاف خروج کیا، اور دارالسلطنت قیروان پر قابض ہو گیا، منصور کے ستولی ہونے کے بعد قاضی ابو محرز اور قاضی اسد دونوں اس کے پاس پہنچے، انکی مجلس میں سلطنت کے اعیان اور فوج کے ممتاز قائدین موجود تھے، منصور نے ان کے عہدہ قضا کی مناسبت سے ان دونوں کے سامنے زیادۃ اللہ کے مظالم بیان کئے، اور دونوں کی رائے طلب کی، ابو محرز نے موقع و محل سے خائف ہو کر اس کے بیان کی تائید کر دی، لیکن قاضی اسد نے صاف گوئی سے کام لیا، اور نہ صرف یہ کہ منصور کے بیان کی تردید کی، بلکہ اُسے ظالم ٹھہرایا، یہ سن کر ایک فوجی افسر تلوار سونت کر اسد کے سر پر کھڑا ہو گیا، مگر معاملہ فوراً رفع دفع ہو گیا، اسکے بعد یہ دونوں لوٹ آئے، اور خائف رہے کہ پھر کوئی ناگوار صورت پیش نہ آجائے،

زیادۃ اللہ نے ۲۱۰ھ میں منصور پر غلبہ حاصل کر لیا، اور قیروان پر قابض ہو گیا، منصور کے رو برو ابو محرز اور قاضی اسد کی جگہ لنگو ہوئی تھی، وہ امیر زیادۃ اللہ کے کانوں تک پہنچ چکی تھی، اسی بنا پر زیادۃ اللہ دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد ابو محرز کو عہدہ قضا سے معزول کر دیا، اور قاضی اسد اپنے عہدہ پر فائز رہے، اب وہ افریقہ کے تنہا قاضی العقضا تھے،

افریقہ کے ایمان و علماء قاضی اسد کے عمدہ قضاء کا احترام اور لحاظ اس کے شایانِ شان کرتے تھے، ایک مرتبہ قاضی اسد نے یہاں کے چند معزز اہل علم سمنون بن سعید، عون بن یوسف اور ابن رشید کو اپنی مجلس میں طلب کیا، اور کسی مسئلہ میں اون کی رائے دریافت کی، سمنون کے ساتھیوں نے جواب دینے میں بہ جلد پیش قدمی کی، لیکن سمنون خاموش رہے، باہر نکل کر انکے ساتھیوں نے اہم سمنون سے وجہ پوچھی، تو انھوں نے کہا:-

مجھے خوف ہوا کہ ہم ان کی خدمت میں اس حال میں پہنچے تھے کہ باہم دوست تھے، اور ان کے پاس سے نکلے، تو ایک دوسرے کے دشمن ہوتے!

پھر یہاں کہ معلوم ہو چکا ہے، ۲۱۲ھ میں قاضی اسد کی رائے کے مطابق صفیہ کے دارالاسلام بنانے کا فیصلہ کیا گیا، اور وہی اس امر ہم کے سرانجام دینے کیلئے منتخب کئے گئے، اور یہاں کہ جلدیوں میں بہ تفصیل گزر چکا ہے، کہ انھوں نے صفیہ میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال کر ۲۱۳ھ میں ایک معرکہ میں جاں شہادت نوش کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ،

ابو یحییٰ احمد بن محمد بن قادم، ابو یحییٰ احمد بن محمد بن قادم قاضی اسد کے ہمراہ صفیہ آئے تھے، انھوں نے علوم کی تحصیل افریقہ کے مشہور فقہار قاضی اسد بن فرات اور یحییٰ بن سلام سے کی تھی خصوصاً اسد ارشد تلامذہ و اصحاب میں تھے،

اسد کے مانند نفقہ مالکی حنفی دونوں پر عبور رکھتے تھے، صاحبِ معالم کا بیان ہے:-

۱۔ قاضی اسد کے سوانح حیات کی تفصیل کیلئے دیکھو معالم الايمان جلد ۲ ص ۱۳ تا ۱۴ (ترجمہ اسد) ص ۲۰ تا ۲۲، (ترجمہ ابو خز) و دیباچہ المذہب ابن فرعون ص ۹۰، احسن التايسيم مقدس ص ۲۳، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ۱۲۹ ریاض النفوس دراماری ص ۱۸۰، الحکمة السیرا دراماری ص ۲۳، مدارک قاضی عیاض دریا و نگاری جلد ۱ ص ۴۲ مختصر مدارک دریا و نگاری جلد ۱ ص ۱۴۵ و التعلیق المجدلی مولانا محمد، ۱۱

”مذہب اہل عراق (احناف) اور مذہب اہل مدینہ (مالکیہ) کے حافظ تھے“

یہ صفیہ میں قاضی اسد کیساتھ لڑائیوں میں دوش بدوش شریک رہے لیکن لڑائیوں کی سختیوں سے گھبرا اڑ گئے، اور عین ایسے موقع پر جب سر قوسہ میں سخت مقابلہ درپیش تھا، اور مسلمان محاصرہ ہونے کے باوجود دشکلات میں مبتلا ہو گئے تھے، انھوں نے افریقہ کی واپسی کا قصد کیا اور ایک جماعت کو اپنا ہمنوا بنا کر قاضی اسد کے سامنے اسلامی لشکر کو صفیہ سے واپس لیجانے کے لئے نالام کم اور درشت لب و لہجہ میں تحریک و سرکش کی، اور قریب تھا، کہ سخت فتنہ اٹھ کھڑا ہوتا، اس موقع پر قاضی اسد نے اپنے علمی رشتہ رمودت و رابطہ اتحاد کے باوجود ان کے ساتھ ایک فوجی جنرل کی حیثیت سے برتاؤ کیا اور انھیں ان کے جرم کی پاداش میں کوڑے لگانے کا حکم دیدیا، اس کیساتھ انھوں نے ان کے علمی وقار و مرتبہ کا بھی لحاظ رکھا اور نصیحتیں کیں کہ آہستہ آہستہ صرف تین چار تازیانے عبرت کے لئے لگا دئے جائیں قاضی اسد کی یہ سرزنش کام آئی، چنانچہ ابن قادم کی تحریک وہیں دب کر ختم ہوئی، مگر ابن قادم کی اس اتفاقی لغزش پر ان کے حامی علمی وقار و منزلت کو قیاس نہ کرنا چاہئے، ابو العرب نے اس اتفاقی حادثہ کو اجمالاً بیان کر کے یہ تصریح لکھا ہے:-

”ادین ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے انکی کوئی برائی بیان کی ہو،“

اس کے بعد انھوں نے نہایت جوش و خروش سے لڑائیوں میں شرکت کی اور اچھے کارنامے

انجام دئے، چنانچہ صاحب معالم لکھتا ہے:-

”اور وہ ان کے اچھے کارنامے انجام پائے،“

صفیہ کی فتح کے بعد وہاں مقیم ہو گئے، اور علمی خدمات انجام دئے،

وفات ۲۲۶ھ میں طویل عمر پاکر صفیہ میں وفات پائی ہے

سہ ریاض النفوس در امارسی ص ۸۵، طبقات ابی العرب در یادگار ص ۱۰۳، و معالم الايمان

لقمان بن یوسف غسانی، لقمان بن یوسف غسانی قیروان میں رہتے تھے، وہاں سے صفیہ آئے، اور کس
ذات تک قیام پذیر رہے، علم فقہ میں دستگاہ رہتے تھے، اور تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ بارہ علوم میں
عالم و ماہر تھے،

وفات، ایئرٹس میں وفات پائی، سال وفات میں اختلاف ہے، قاضی عیاض نے ۳۱۹ھ
لکھا ہے،

ابوالقاسم عبدالرحمن، شیخ ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ بکری مقلی (۳۸۵ھ) علم حدیث کے علما
بن محمد بکری مقلی، علم فقہ و اصول فقہ میں تبحر رکھتے تھے، صاحب معالم کا بیان ہے:-

”حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے جامع تھے“

قاضی ابن اصحار می مقلی، قاضی ابن اصحار می مقلی جن کا تذکرہ محدثین کی جماعت میں کیا جا چکا ہے
صفیہ کے بڑے فقہار میں سے تھے، انھیں فقہ خصوصاً علم فرائض میں ید طولی حاصل تھا،
صفیہ میں انکی مسند درس قائم تھی، ابن یونس مقلی نے جنھیں فرائض میں امام کہا جاتا ہے جو فرائض
کی تحصیل انھی سے کی تھی، قاضی عیاض فرماتے ہیں:-

”وگن نے ان سے علوم حاصل کئے، اور ان کی مسند درس سے فقیہ بنکر اٹھے“

براذعی قیروانی، ابوالقاسم خلف بن ابی القاسم ازوسی معروف بہ بکر اذعی صفیہ میں سکونت فرماتا
کرنے والوں میں سے تھے،

براذعی ازرقہ کے جلیل القدر فقیہ اور صاحب علم تھے، شیخ ابو محمد بن ابی زید متوفی ۳۳۷ھ

(فقہ حاشیہ ص ۲۶۲) جلد ۲ ص ۶۲، معالم کا ایک نسخہ الجزائر کے کتب خانہ میں ہے، اس میں سال وفات ۳۳۷ھ
نکور ہے، ۳۷۰ھ ترتیب المداہک دریا دنگاری جلد ۱ ص ۲۶۰، ۳۷۰ھ معالم الاہان جلد ۲ ص ۸۲ ۳۷۰ھ ترتیب المداہک
دریا دنگاری جلد ۱ ص ۳۸۲ ۳۷۰ھ ابن براذعی بھی کہے جاتے ہیں،

اور ابوالحسن قابسی وغیرہ کے تلامذہ میں تھے،

ہجرت افریقہ و سکونت مقید ایہ دولت کلبیہ کے اوائل میں افریقہ سے ہجرت کر کے صفیہ پہنچے، مورخین نے ان کے افریقہ ہجرت کرنے کے دو اسباب بیان کئے ہیں، بعض لوگوں کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک کتاب مختصر المدونہ لکھی تھی، اسکی تالیف سے پہلے افریقہ میں ان کے استاد ابو محمد بن ابی زید کی تربت کی ہوئی مختصر المدونہ مقبول تھی، مگر ان کی مختصر المدونہ فی اشاعت کے بعد ان کے استاد کی مختصر کی جگہ حاصل کر لی، اسکی وجہ سے ان دونوں کے تعلقات خوشگوار نہیں رہے، اور یہ افریقہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے،

دوسری طرف بعض دوسرے مورخین کا بیان ہے، کہ ان دنوں افریقہ میں بنو عبید (فاطمیوں) کے خلاف جذبات ابھرے ہوئے تھے، اور براذمی ان کے نسب کی صحت کے قائل تھے، یہ علماء اور عوام کو ناگوار گزارا، اور اسکی وجہ سے وہ افریقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، یہ روایت اسٹیلن قرین قیاس کی جاسکتی ہے، کہ وہ افریقہ سے صفیہ آئے، جہاں فاطمین برسر حکومت تھے، صفیہ میں ان کے شایان شان ان کا خیر مقدم کیا گیا، اور فرمانروائے صفیہ نے ان کی علمی منزلت کی قدردانی کی، اور وہ وسائل معاش سے بے فکر ہو کر علمی خدمت گذاری میں مصروف ہو گئے، انھوں نے صفیہ میں ذیل کی کتابیں لکھیں،

مطلوب التہذیب، مختصر التہذیب، افریقہ میں انھوں نے المدونہ کا جو اختصار کتاب التہذیب فی اختصار المدونہ کے نام سے کیا تھا، اس کی مقبولیت کے بعد انھوں نے اس پر مذکورہ بالا دونوں کتابیں لکھیں، پہلی کتاب میں کتاب التہذیب کے مسائل و مباحث پر کچھ اضافہ کیا، اور دوسری میں کتاب التہذیب کا اختصار تیار کیا، ان دونوں کتابوں کے متعلق قاضی عیاض فرماتے ہیں:-

یہ اندلس اور مغرب کے طالب علموں میں مقبول عام ہیں،

معالم میں ہے:-

”ہمارے زمانہ میں یہ کتابیں تمام مشرق و مغرب میں مقبول ہیں“

برادری کا تیسرا سالہ کتاب الشرح والتمات، جو تھا کتاب اختصار الواضح، اور پانچواں تہید مسائل المدونہ ہے، ان رسائل کا ذکر قاضی عیاض نے کیا ہے، خیال ہوتا ہے کہ شاید تیسرا اور چوتھا سالہ اول الذکر دونوں رسالوں کے نام ہوں،

صفیہ میں ان کی کتابیں بہت مقبول ہوئیں، صفی اہل علم نے ان کی کتابوں پر کتابیں لکھیں، وفات برادری نے صفیہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی، اور قاضی عیاض کے بیان کے مطابق یہیں اوصحون نے وفات پائی، مگر ابن ناجی نے قاضی عیاض کے اس بیان سے اختلاف کیا، اور لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ شیخ ابو الفضل برزلی کی معیت میں شیخ ابو الحسن تہامی کو قبرستان میں فاتحہ پڑھنے گئے، ایک مقام پر دو قبریں تھیں شیخ ابو الفضل نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے اسے برادری کی قبر بتایا، اس پر ابن ناجی نے کہا کہ قاضی عیاض کے انداز بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ برادری نے بہ گمان غالب صفیہ میں وفات پائی۔ شیخ ابو الفضل نے فرمایا،

”یہ تحقیق معلوم نہیں، شاید وہ قبر وان لوٹ آئے ہوں، اگرچہ کسی سیاحت ہی میں آئے ہوں، اور یہاں وفات پائی ہو، کیونکہ ہم ہمیں سنے آئے ہیں، کہ ان دونوں قبروں میں سے ایک برادری کی قبر ہے“

مورخین کو تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی،

ابن الحکام مقلیٰ | شیخ ابو حفص عمر بن عبد النور المعروف بابن الحکام صفیہ کے ممتاز اہل علم میں ہیں، ابن فرحون اور قاضی عیاض نے ان کے علم و فضل تحقیق، دقت نظر، طرز تحریر اور قوت تقریر

کی تعریف کی ہے، اور ابن قطان نے ایک قصیدہ ان کی مدح میں لکھا ہے،

تالیفات، انشاء و ادب میں مہارت حاصل تھی، چند کتب بین فقہین یادگار ہیں:-

۱۔ شرح المدونہ، یہ المدونہ کی ایک ضخیم شرح ہے، جو تقریباً ۳۰۰ اجزاء پر مشتمل ہے،

۲۔ انتقاد علی التوفسی فی الف مسئلہ، اسی میں شیخ ابراہیم بن حسن بن اسحاق التوفسی

کی شرح المدونہ پر ایک ہزار اعتراضات لکھے ہیں،

۳۔ مختصر کتاب التمامات شیخ براذعی کی کتاب التمامات کا اختصار کیا تھا،

زمانہ: یہ براذعی کے ہم عصر تھے،

ابو القاسم بن احمد ابن الحکار صقلی کے ہم عصر تھے، قاضی عیاض نے انہیں

صقلیہ کے حفاظ فقہار میں شمار کیا ہے، ابن الحکار کا بڑا ادب کرتے تھے،

دور ثانی

(پانچویں صدی ہجری،)

اس دور میں ۱۶ فقہائے نام ملے، یہ لوگ صقلیہ میں پیدا ہوئے یہیں نشوونما پائی، اور ہمیں

علمی خدمات انجام دے، ان میں سے بعض اسلامی سلطنت کے زوال پر یہاں سے ہجرت کر گئے،

ابو محمد عبد الحق صقلی، ابو محمد عبد الحق بن محمد بن ہارون سہی قرشی صقلیہ کے باشندے تھے،

علم فقہ کی تحصیل صقلیہ و قہوان کے فقہائے کی،

اون کے صقلی شیوخ میں ابو بکر بن ابی العباس، فقیہ ابو بکر بن عبد الرحمن ابو عمران فاسی عبد

ابن ابراہیم متوفی ۳۸۳ھ اور ابو عبد اللہ کی قرشی ہیں، اور شیوخ قہوان میں تونسسی، سیورمی، اور ابن

سلہ دیباج المذہب ص ۸۸ و ترتیب المدارک دیباغاری جلد ۱ ص ۳۸۳، ترتیب المدارک دیباغاری جلد ۲

ابن سعدون وغیرہ کے نام آتے ہیں،

علم و فضل، علم و فضل میں بڑا نام پیدا کیا، قاضی عیاض ان کی علمی فضیلت کے متعلق فرماتے ہیں:-

فقیر، صاحب فہم، صالح، دیندار اور پیشوا تھے، دور و دراز ان کی شہرت پھیلی، غیر صلاح میں مشہور تھے، اور ان کی نہایت عمدہ تالیفات ہیں،

ابن عمار الحکم کی رائے ہے، ۱۔

تہر علم و فن کے مشہور امام ہیں، لوگوں پر سبقت رکھتے تھے، اور اصول و فروع کے استاد ہیں

ابن سعدون کہتے ہیں ۱۔

مصلیٰ و متین میں تھے، ان میں اہل علم کی متانت، سنجیدگی حق کی پیروی، اور انصاف پسندی تھی،

صلاح و تقویٰ میں مشہور تھے،

سفر ج اور مشرق کے اہل علم سے متین، شیخ ابو محمد عبدالحق دومرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے، پہلا سفر ج غفوان شباب میں کیا تھا، اوس وقت تک عالم اسلامی میں انھیں کوئی خاص علمی شہرت حاصل نہیں ہوئی تھی، تاہم مکہ معظمہ میں ابو محمد بن عبد الوہاب بن نصر اور ابو ذرہروی وغیرہ اہل علم سے علمی صحبتیں رہتی تھیں،

دوسری مرتبہ کبرسی میں شہرہ میں حج کو تشریف لینگے، اس زمانہ میں موصوف کے علمی و دینی خدمات کا چرچا دور دور پہنچ چکا تھا، اور مغرب و مشرق کے اہل علم کے درمیان انھیں علمی عزت و منزلت حاصل ہو چکی تھی، چنانچہ اسی سفر میں مکہ معظمہ میں مشرق کے آفتاب علم امام احمد بن ابوالحسن البوہی استاد امام غزالی سے ملاقات ہوئی، اور ان دونوں نے ایک دوسرے کے نمایاں شان کیا دوسرے کا غیر مقدم کیا، اور دونوں ایک دوسرے کے کافی ہم مذاق ثابت ہوئے، اور علمی شکوک

اور مشتبہ مسائل پر تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری ہو گیا، اور پھر شیخ عبدالحق امام الحرمین کے بڑے
 مداحوں میں ثابت ہوئے، چنانچہ وہ امام الحرمین کی علمی فضیلت کا اعتراف ان الفاظ میں فرماتے ہیں
 لو کہ کبوسنی ما فاسرقت عقبہ من ذلہ اگر میں سن رسیدہ نہ ہوتا، تو میں اون

کی ڈیوڑھی نہ چھوڑتا،

اسی طرح ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد جو قاضی عیاض کے اساتذہ میں ہیں، کا بیان ہے کہ
 ایک مرتبہ مجازین مشرق و مغرب کے یہ دونوں آفتاب ایک ہی برج میں جمع تھے، مغرب کی نماز
 کا وقت آیا تو شیخ عبدالحق نے امام الحرمین کی فضیلت کے اعتراف کیلئے انہیں شافعی المذہب ہونے
 کے باوجود امامت کے لئے آگے بڑھا دیا، اور ان کے پیچھے نماز ادا کی،

امام الحرمین سے تحریری سوال و جواب | اسکے ساتھ علمی مسائل پر تحریری سوال و جواب کی شکل میں بھی مباحثہ
 رہے، اور وہ ایک رسالہ میں جمع کر دئے گئے، قاضی عیاض کہتے ہیں،

تبعن مسؤلون میں اُن سے بخشیں کیں، اور بعض سوالات دریافت کئے، اور ابوالمعالی نے
 ان کے جوابات دئے، اور یہ سوال و جواب ایک رسالہ کی صورت میں مرتب ہیں، اور وہ
 مشہور ہے، اور اس وقت لوگوں کے ہاتھوں میں متداول ہے،

درد و مصراور وفات، | دوسرے معراج کے بعد وطن آنا نصیب نہیں ہوا، کیونکہ اس زمانہ تک صلیبیہ نازیوں کا
 استیلاء ہو چکا تھا، اسلئے حجاز سے واپس آکر مصر میں ٹھہر گئے، اور اس کے مختلف شہروں کی سیاحت
 کی، اور ۱۹۶۶ء میں اسکندریہ میں وفات پائی،

تایفات، | فقہین اون کی چند کتابیں یادگار ہیں، ان کے طرز تحریر میں بڑی دل کشی تھی، اسلئے اونکی
 کتابیں بہت مقبول ہوئیں، کتابیں حسب ذیل ہیں، :-

الکتب والقرون لمسائل الملل و دہ، یہ کتاب المدونہ پر پہلا استدراک ہے، اور اس

ذیل میں مدونہ کے بعض مباحث کی تردید اور بعض کی ترجیح دکھائی تھی یہ طلبہ میں بہت مقبول ہوئی، مگر یہ اوائل عمر کی تالیف تھی، آخر عمر میں بعض مسائل سے رجوع کر لیا تھا، اور اس کے رد میں ایک رسالہ لکھا تھا، قاضی عیاض اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:-

یہ اون کی ابتدائی تصانیف میں سے ہے، اور صاحب استدعا و طالب علموں کے نزدیک اس کی بڑی قدر ہے، اور کہا جاتا ہے، کہ وہ اپنی اس تالیف پر بعد میں نادم ہوئے، اور اپنے بہت سے اختیار کردہ مسائل اور توجہیات سے رجوع کر لیا تھا، اور بہت کچھ اپنے کلام پر استدراک کیا تھا، اور کہا کرتے تھے، کہ اگر میں اس کتاب کے فسخ کو جمع کرنے اور چھپا دینے پر قادر ہوتا تو گر گذرتا،

تہذیب المطالب اس کتاب میں کتاب النکت والفروق کے مسائل کی توضیح کی گویا یہ مدونہ کی مستند شرح ہے، یہ فقہ مالکی میں بلند پایہ کتاب سمجھی جاتی ہے، حاجی علیفہ نے بھی اسکا ذکر کیا ہے،

جزوفی بسط الفاظ المدونہ، اس میں المدونہ کے بعض الفاظ کی تشریح و توضیح کی گئی ہے،

استدراک علی مختصر البرادعی، براذعی کی کتاب التہذیب فی اختصار المدونہ پر استدراک ہے،

۱۷ ترتیب المدارک جلد اس ۲، ۳، ۴ و دیباج المدھب دریا و نگاری جلد ۲ ص ۱۹۶، ابن فرعون نے دیباج میں اون کے حالات لفظاً لفظاً مدارک سے نقل کئے ہیں، لیکن دیباج کے مطبوعہ نسخہ میں یہ حالات ناقص ہیں، ناگنن نے کتب خانہ پیرس کے ایک قلمی نسخہ سے عبارت نقل کی ہے، وہ مدارک سے مطبیعی ہو،

ابن مفرج صلی، ابو الحسن علی بن مفرج منوفی بعد ۷۳۵ھ کا تذکرہ محدثین کے زمرہ میں گزر چکا ہے، قاضی عیاض نے مدارک میں ابن مفرج الصقلی کے نام سے مصطفیٰ کے متقدمین فقہاء میں ان کا ذکر کیا ہے،

تالیفات، پھر ان کی تالیفات کے متعلق فرماتے ہیں:۔

”میں نے ان کی تعلیقات و تصنیفات کے بہت سے نام دیکھے ہیں“

تصنیفات کے نام معلوم نہ ہو سکے، لمحۃ البیضاء علیہ میں برادسی کی ایک تصنیف کتاب الشرح والتمات اون کی طرف منسوب ہو گئی ہے، قاضی عیاض نے بھی ان کے ترجمہ میں اس کتاب کا نام لیا ہے، مگر اس موقع پر نسخہ ناقص ہے، شاید انھوں نے اس پر کوئی استدراک یا اوس کی شرح لکھی ہو۔

ابن صاحب انجس صلی، ابو محمد صاحب خرس صلی جن کا تذکرہ محدثین کی جماعت میں گزر چکا ہے، اصول فقہ و فرائض میں ملکہ رکھتے، اور ان فنون کے امام سمجھے جاتے تھے، لیکن فتویٰ دینے سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے یہی سبب لگتا ہے:۔

”یہ ستم اور علم اصول کے امام تھے، علم فرائض کے ماہر تھے، فتویٰ دینے سے پرہیز کرتے تھے“

قاضی عیاض کہتے ہیں:۔

”یہ نقیبہ، حکم، اصولی، فاضل اور اپنے وطن میں مشہور تھے“

لے مدارک کے دو نسخے بین الیک بین تین مفرج، ہوا اور دوسرے میں ابن فرج، دوسرا نسخہ جمال تن میں درج ہوا ہے مگر پرچہ میں معلوم ہوتا ہے ترتیب مدارک دریا و گاہی ج ۱ ص ۲۸۳ و مقالہ ہار دو قس، قسطنطنیہ اور قاہرہ کے کتب خانے دریا و گاہی، ص ۳۰۵ ترتیب مدارک دریا و گاہی جلد ۱ ص ۳۰۵

حزنی، حزنی کا ذکر محدثین میں گزر چکا ہے، علم حدیث کے علاوہ انہیں فقہ سے بھی مناسبت تھی، صقلیہ کے متقدمین فقہاء کی آخری صف میں شمار کئے جاتے تھے،

ابن الکوئی صقلی، ابو الحسن علی بن عبد اللہ ابجبار معروف بابن الکوئی فقہائے صقلیہ میں ہیں، قاضی عیاض نے انکا تذکرہ کیا ہے،

ابو العباس احمد بن محمد بن کلامی، ابو التباس احمد بن محمد بن محمد بن الکلامی فقہائے صقلیہ میں ہیں، قاضی

عیاض نے تذکرہ کیا ہے، اور محمد بن طیب قادری حسنی نے لمحۃ البہجۃ العلییہ فی بعض النسب الصقلیہ میں بھی تفصیل سے ذکر آیا ہے،

قاضی عیاض لکھتے ہیں،

سے

”یہ صقلیہ کے اسی طبقہ (متقدمین) کے فضلا و بنلاء میں تھے، یہ ادیب، شاعر اور بذلہ سنچ تھے“

ابن القا بلہ صقلی، ابن القا بلہ صقلی بھی متقدمین فقہاء میں تھے، قاضی عیاض نے ان کا تذکرہ کیا ہے،

ابو عبد اللہ بن البناء، شیخ ابو عبد اللہ بن البناء رحمہ اللہ صقلیہ کے ایک عبادت گزار بزرگ تھے قاضی عیاض نے انہیں صقلیہ کے فقہاء و زہاد میں شمار کیا ہے، مذہب مالکی تھے،

ابوبکر صقلی قاضی، ابوبکر صقلی قاضی علم فرائض میں یدِ طولیٰ حاصل تھا، صقلیہ کے اہل علم ان سے بہ کثرت

۱۔ ترتیب المدارک در یادگیری جلد ۱ ص ۳۸۰، ۲۔ ایضاً ص ۳۸۲، ترتیب المدارک کے نسخہ میں یہ نام

اسی طرح ہے لیکن اصناف کی خریدہ میں ایک نام ابو الحسن بن عبد الجبار، ابن الودانی اور اوان کے لڑکے

ابوبکر محمد کیساتھ علی بن عبد الجبار لکھوئی ہے، غالباً کوئی اور کوئی ہمتا بت کی غلطیوں میں، اور عبد اللہ کا

عبد اللہ ابجبار اور لکھوئی "کا کوئی موجود نا کچھ مستبعد نہیں ہے، ۳۔ ص ۳۸۴، مقالہ ہار دو قس قاہرہ اور

قططنیہ کے کتب خانے، ۴۔ ص ۳۸۴، ۵۔ ص ۳۸۶،

فیضیاب ہوئے، اور دوسرے اسلامی ملکوں کے طلبہ ان سے درس لینے کے لئے آتے تھے، قاضی عیاض فرماتے ہیں :-

”فقہ فیاض اور قرآن و فرائض کے ماہر تھے، باشندگانِ صفیہ اور دوسرے لوگوں نے ان سے فرائض کی تعلیم حاصل کی،
 مذہباً مالکی تھے“

ابو حفص عمر بن سار والواتی | شیخ ابو حفص عمر بن سار والواتی، کے متعلق قاضی عیاض فرماتے ہیں،
 ”صفیہ کے فقہاء اور یہاں کے مشاہیر میں ہیں“

ابو بکر ابن العباس | ابو بکر ابن العباس کا مستقل شغل درس و تدریس تھا،
 علوم کی تحصیل ابو محمد بن ابی زید سے کی تھی، اور ان کے تلامذہ میں ابو بکر بن یونس متوفی
 ۵۴۱ھ کا نام آتا ہے، قاضی عیاض فرماتے ہیں :-
 ”صفیہ کے فقہاء اور یہاں کے متذہب تھے“
 مذہباً مالکی تھے“

ابو العباس احمد بن محمد ابجر مقلی | ابو العباس احمد بن محمد ابجر، شیخ عبدالحق کے ہم عصر تھے، اور انھیں فقہاء
 صفیہ میں امتیاز حاصل تھا، قاضی عیاض فرماتے ہیں :-

”یہ اپنے ملک میں مشہور اور مشہور تھے، صفیہ میں یہ افتاء کی سرکاری اور خیر و صلاح اور صیانت
 و دیانت کی شہرت میں یکتا تھے، فقہ و اصول کے متقیین میں تھے، اور علمی برتری میں عبدالحق
 کے ہم عصر تھے“

تلامذہ | صفیہ کے متاخرین فقہاء شیخ ابو القاسم سر قوی وغیرہ اذن کے تلامذہ میں تھے، اور ان کے

علامہ اندلس کے ممتاز اہل علم ابو الولید الباجی، اور ابن عمار و دیگر فقہاء بھی ان کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے،

سمنطاری | ابو بکر عتیق سمنطاری متوفی ۴۶۴ھ فقہ پر بھی عبور رکھتے تھے، اور فقہ میں انہوں نے کتابیں لکھی تھیں،

ابو محمد بن محمد بن ابی الفضل منینت بن عبد الرحمن بن مجاہد علم حدیث کے علامہ، فقہ میں بھی درک رکھتے تھے، بلکہ مقریزی نے ان کو فقہاء ہی کی صف میں شمار کیا ہے، اور برعی فی الفقہ "کمکر توصیف کی جڑ،

ابن ظفر مقلی | ابن ظفر مقلی متوفی ۵۶۵ھ کی بعض مصنفات علم فقہ میں ہیں، جنہیں سے بعض کا تذکرہ ان کی کتاب سلوان المطاع کے ضمیمہ میں آیا ہے، اور بعض کے نام مقریزی نے لکھے ہیں، یہ کتابیں فقہ مالکی میں ہیں، مثلاً

المستی ای المسئل، اسکے متعلق وہ خود لکھتے ہیں، یہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے مسکات پر میری فقہ ہے، اور اس کے مسائل دلائل کیساتھ بیان کئے گئے ہیں،

ابن یونس مقلی | ابو بکر و ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ ابن یونس تمیمی علم فرائض کے امام کہ جاتے ہیں

اساتذہ، | علم فقہ میں قاضی ابوالحسن ابن اخصائری، مقلی عتیق بن الفرضی اور ابن ابی العباس ان کے اساتذہ ہیں،

ابن یونس نہ صرف فقہائے صقلیہ میں بلکہ فقہائے مالکیہ میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں چنانچہ اگر مقلی مباحث میں اہتمام آتا ہے،

سہ ترتیب المدارک و یادگیری جلد ۱ ص ۳۰۰، مجموع البلدان جلد ۵ ص ۱۳۲، سہ کتاب المغنی مقریزی ص ۱۸۱، ص ۱۶۵، سہ انتخاب سلوان المطاع و رماری ص ۶۸۹،

علم و فضل، ابن فرحون ان کے علم و فضل کے متعلق کہتا ہے:-

فقہ امام اور علم فرائض کے ماہر تھے،

قاضی عیاض کہتے ہیں:-

یہ فقہ اور فرائض کے عالم اور حساب دان تھے،

فوجی خدمت، علمی خدمات کے ساتھ فوجی خدمت بھی انجام دیتے، اور لڑائیوں میں شریک رہتے تھے،

تالیفات، علم فقہ میں اون کی دو کتابیں ہیں، ایک کتاب شرح المدونہ تھی، جس میں اونہوں نے مدونہ پر بہت کچھ مفید اضافے کئے ہیں، ابن فرحون اور قاضی عیاض دونوں نے اس کی تعریف کی اور ابن فرحون کہتا ہے:-

تذکرہ میں اس پر طلباء علم کا اعتماد ہے،

یہ کتاب متعلیہ سے منسوب پہنچی، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن خطاب اسکو سب سے پہلی مرتبہ لائے، پھر اس کا دوسرا نسخہ قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ تمیمی نے نقل کیا، اور پھر رفتہ رفتہ افریقہ کے عامۃ الناس میں پھیل گئی،

دوسری کتاب فرائض میں تھی،

وفات، تاریخ وفات میں اختلاف ہے، بعض لوگ ۲۰ ربیع الاول ۴۵۵ھ اور بعض ربیع الاول ۴۵۶ھ کو بتاتے ہیں، ابن فرحون نے پہلے بیان کو مزبح کہا ہے،

ابو محمد عبد الباقیل بن مخلوف متقی، شیخ عبد الباقیل بن مخلوف متقی متوفی ۴۵۹ھ، مالکی المذہب تھے، مصر میں مستقل طور پر قیام رکھتے تھے، اور یہاں کے بڑے فقہاء میں سمجھے جاتے تھے، ابن میسر کا بیان

سلف دیباچہ المذہب ۴۴، ۲ و ترتیب الملک دریا دغاری مضامین جلد ۱ ص ۴۸۲،

”مصر میں پالیس برس تک فتویٰ دیتے رہے“

ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفرج ذکی مازری، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفرج ذکی مازری نے فقہ کی تعلیم مازرہ کے شیوخ و فقہاء سے حاصل کی، پھر قردان پہنچے، اور یہاں قلعہ بنی حماد میں سکونت پذیر ہوئے، اود یہاں کے مشہور فقہار ابو القاسم سیوری اور خرقی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، اور یہیں علمی زندگی اختیار کر لی،

تلامذہ، ان کے مغربی تلامذہ میں ابو الفضل ابن نحوی، اور قاضی ابو عبد اللہ بن داؤد کو امتیاز حاصل ہوا جنہیں مغرب کے ممتاز علماء میں شمار کیا جاتا ہے،

اساتذہ تلامذہ کا اعتراف ان کی غیر معمولی ذہانت اور قوت حافظہ کے متعلق ادن کے استاد ابو القاسم سیوری کہنے لگے،

”میں نے ابن الفرج کو ادن میں سب سے زیادہ حافظ پایا، جنہیں میں نے آج تک دیکھا“
اس پر کسی نے کہا: ”آپ یہ فرماتے ہیں، حالانکہ آپ ابو بکر بن عبد الرحمن اور ابو عمران فاسی کو دیکھ چکے ہیں؟“

اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا ”ہاں میں نے صحیح کہا وہ ان سب میں زیادہ حافظ ہیں، جنہیں میں نے اب تک دیکھا ہے،“
اسی طرح ادن کے شاگرد قاضی ابو عبد اللہ بن داؤد کسی سلسلہ میں ادن کے متعلق یوں اظہار خیال کرتے ہیں:۔

”ہمارے استاد ذکی، ابو عمران سے زیادہ فقیہ بلکہ ہر ماکی سے زیادہ فقہ کا علم رکھتے ہیں“

استاذ سے مخالفت، ان کی طبیعت کسی قدر اشتعال پذیر واقع ہوئی تھے، اور اس سلسلہ میں خود اپنے استاذ ابو القاسم سیوری سے الجھ پڑے اور اپنی ذہانت و ذکاوت پر اعتما د کر کے سیوری کے فتوے پر قلم چلا دیا، اور ان کے مجموعہ فتاویٰ میں سے مختلف قسم کی تین غلطیاں نکال کر رکھ دیں،

سیوری نے ان کے جوابات دے، اور ان کی بتائی ہوئی غلطیوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور پھر استاذ و شاگرد کے تعلقات کی ناخوشگوار سی یہاں تک پہنچی، کہ سیوری نے اپنے حلقہ اثر میں اعلان کر دیا، کہ ابن ابی الفرج سے سماعت نہ کی جائے، وہ دروغ گو ہے،

مذکورہ نگاروں کا بیان ہے، کہ سیوری کو کامیابی ہوئی، اور اس سے ابن ابی الفرج کی شہرت کو صدمہ پہنچا،

مشرق کا سفر، شاید یہی سبب ہو کہ ان کی طبیعت دیار مغرب سے اُچٹ گئی، اور مشرق کا رخ لیا اور عراق میں داخل ہوئے،

لیکن یہاں ابن ابی الفرج کو طبعی حلقہ کی نضار دوسری نظر آئی، وہ فقہ مالکی کے ماہر تھے، اور اس کی یہاں مغرب صبی قدر دانی نہ تھی، یہاں اہل علم شعر و شاعری، صنائع و بدائع علوم و سائنس کی کی تحقیق و تدقیق اور علم کلام کی نو شکافیوں میں مصروف تھے،

اسلئے انھیں مغرب میں جو سر بلند می حاصل تھی، وہ مشرق میں حاصل نہ ہو سکی، اگرچہ سلفی کے بقول وہ مغرب سے نکلنے کے پہلے فقہ و نحو میں امام ہو چکے تھے، تاہم یہ مشرق کے اہل علم سے تعارف کیلئے کافی نہ تھا، اسلئے انھیں یہاں پہنچ کر علوم ادب و کلام وغیرہ پر کامل توجہ مبذول کرنی پڑی، طبیعت میں جودت و ذکاوت موجود تھی، اس لئے یہاں بھی بہت جلد امتیاز حاصل کر لیا، اور ان کے قیام مشرق کی ایک مستقل داستان تیار ہو گئی، لیکن اب انکی یہ علمی ترقیاں فقہ کے بجائے دوسرے علوم میں تھیں، جھکا تذکرہ حسب موقع آئندہ آئے گا،

لیکن یہاں یہ ذکر کر دینا ناگزیر ہے کہ وہ اپنے مشرق کے زمانہ قیام میں فنون ادب وغیرہ سے ایسے وابستہ ہوئے، کہ رفتہ رفتہ علوم دینیہ خصوصاً فقہ سے بیچکا نہ ہو گئے یہاں تک کہ تذکرہ نگاروں کو لکھنا پڑا کہ

وہاں ان کا علم حدیث مناع ہو گیا، ہمیں اس کی روایت نہیں پہنچی، کہ کسی نے اون سے وہاں یہ علم حاصل کیا ہو،

خوش عقیدہ لوگوں نے اون کے علوم دینیہ کی مشق چھوٹ جانے کو ان کے اُستاد ابوالقاسم سیوری کی بددعا کے اثر سے تعبیر کیا،

تالیفات۔ [دیار مغرب کے مٹی مشاغل کی یادگار ان کے دور سالوں سے قائم رہی، ایک تو وہی سلم استحضات برقاوی سیوری ہے، اور دوسری کتاب تعلیق بر فقہ مالکی ہے، اسکے متعلق قاضی عیاض اور ابن ماجی لکھتے ہیں :-

فقہ کے مسائل پر ایک ضخیم عمدہ کتاب لکھی، جو ایک لاکھ سوالوں کے جوابات میں ہو،

دو ثالث

(چٹھی صدی ہجری)

فقہ کے تیسرے دور کا آغاز علم حدیث کی طرح امام مازری متوفی ۳۶۷ھ سے کیا جاسکتا ہے،

(امام مازری، امام مازری کے متعلق قابل ذکر امر یہ ہے کہ انھیں "امام" کا لقب انکے تخریقہ ہی کے باعث ملا تھا، ابن فرعون کہتا ہے :-

”جو شیوخ افریقہ فقہ کی تحقیق و تدقیق، مرتبہ و اجتماد و وقت نظر اور اصول فقہ و علوم دین کے درس میں مشہور تھے، ان کا انہی پر خاتمہ ہوا، انھوں نے ان امور میں پیشوائی چاہل کی، اور اپنے تمام مہصرون پر سبقت لے گئے، ان کے زمانہ میں تمام روئے زمین پر مذہب مالکی میں ان سے زیادہ فقہ رکھنے والا، اور ان سے زیادہ مذہب سے آشنا کوئی دوسرا موجود نہ تھا“

اُن کے لقب امام کے متعلق ان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ لوگ اپنی رائے میں حق بجانب ہیں، جو مجھے امام کے لقب پہنچائیں تو آپ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے سینہ کو افکار کیلئے وسیع فرمایا جو،

تالیفات، فقہ و اصول فقہ میں ان کی ذیل کی کتابیں ہیں،

۱۔ شرح کتاب التلقین، یہ قاضی ابو محمد عبدالوہاب بن علی بن دادمی مالکی متوفی ۴۲۲ھ

کی کتاب التلقین کی شرح ہے، ابن فرحون کہتا ہے:۔

اُس کتاب کے مثل مالکیوں کے پاس کوئی دوسری کتاب نہیں،

ابن فرحون کے بیان کے مطابق یہ کتاب پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی

۲۔ ایضاح المحصول من برہان الاصول، یہ امام الحرمین ابوالمعانی جوینی متوفی

۴۴۷ھ کی مشہور کتاب البرہان فی اصول الفقہ کی مبسوط شرح جو اور بعض مسائل میں امام الحرمین کے نقدر فقہ مالکی کا جواب نقد ہے،

امام الحرمین کی یہ کتاب اُس عہد کی اہم تالیفات میں سمجھی جاتی ہے، موصوف نے اُسے

قسمی مذاہب کے جماعتی اختلافات سے بلند نظر رہ کر تالیف کیا تھا، چنانچہ اسی لئے اس میں امام مالک

امام اشعری پر بعض جگہ نکتہ چینیان کی ہیں، اور علامہ سبکی نے اس کتاب کو مفتخرات شافعیہ میں شمار کیا ہے، اسلئے قدرۃ دوسرے حلقوں میں یہ کتاب دوسری نظر سے دیکھی گئی، خصوصاً مالکیوں نے اس پر توجہ مبذول کی،

چنانچہ اشعری ہونے کی حیثیت سے ابوالمظفر ابن سماعی شافعی نے اس پر قلم اٹھایا، اور کتاب القواطع میں اس کتاب کے بعض امور کی تنقید اور تردید کی، مالکیوں کی ترجمانی ہمارے امام مازری نے فرمائی، اور اس کی شرح لکھنے کیساتھ بعض مسائل میں امام احمد بن حنبل پر سخت نکتہ چینی فرمائی، اور ان کے اعتراضات رد کر کے مالکیوں اور اشعرلوں کے مسلک کے اثبات کی کوشش کی، لیکن وہ اس کتاب کو مکمل نہ کر سکے تھے، ان کے بعد ابو الحسن انباری نے اس کا جواب لکھا، اور پھر ابوبیہ مالکی مغربی نے مازری اور انباری دونوں کی کتابیں جمع کر کے ایک مستقل تالیف تیار کی،

امام مازری کی یہ تالیف شوافع کے حلقہ میں پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھی گئی، چنانچہ علامہ سبکی صاحب طبقات الشافعیہ نے ایضاح البرہان کو فرقہ دارانہ رنگ میں پیش کیا ہے، اور اس کے جواب میں صفوں کے صفحے رنگے ہیں، لیکن اوں کا تعلق علم کلام کے مسائل سے ہے، اسلئے وہیں یہ تذکرہ آئے گا،

ایضاح کا کوئی نسخہ ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا ہے،

۳۔ مجموعہ فتاویٰ، مقرئی نے اپنی کتاب اشتر ہاسر الریاض میں ان کے فتاویٰ کے ایک مجموعہ کا تذکرہ بھی کیا ہے، فاگنان نے اپنے مقالہ کے اقتباس نمبر ۱ کی تعلیق میں اس کا ذکر کیا ہے،

۴۔ تعلیقات برمدونہ، اس کا تذکرہ بھی اشتر ہاسر الریاض میں آیا ہے، اور فاگنان

نے حوالہ دیا ہے،

ابوبکر محمد بن حسن ربی، شیخ ابوبکر محمد بن حسن بن علی ربی فقیہ جرجنت کے باشندے تھے، علم فقہ کی تحصیل مقلیہ میں کی، پھر تکمیل کے لئے افریقہ گئے، اور وہاں سے اسکندریہ پہنچے، اور وہیں مقیم ہو گئے، مالکی المذہب تھے،

مقریزی نے ان کے علم و فضل کی تعریف کی ہے،

وفات ۷۵۲ھ میں وفات پائی،

ابو عثمان بن حجاج شافعی، شیخ ابو عثمان بن حجاج شافعی مقلیہ کے شہر شافعی کی طرف انساب رکھتے ہیں، اسکندریہ میں اگر مقیم ہو گئے تھے، سن رسیدہ ہونے کے بعد انھیں فقہ کی تحصیل کا شوق ہوا، اور اس محال پیدا کیا، اور اسکندریہ کے ذی علم لوگوں میں شمار کئے گئے،

تالیفات | یا قوت کا بیان جو کہ فقہ میں بہ کثرت کتابیں لکھے تھے، جب حافظ سلفی مصر آئے، تو انکی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، اور ان سے انکی کتابیں نقل کیں،

وفات | ماہ محرم ۷۵۴ھ میں وفات پائی،

احمد بن قاسم بن زید شافعی، احمد بن قاسم بن زید شافعی مقلیہ کے شہر شافعی کی طرف منسوب ہیں، مقلیہ سے مصر آئے، اور فضل و کمال اور دینداری میں شہرت حاصل کی، اور افضل بن امیر ایچوش کے عہد میں مصر کے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے، حکومت کے طرف سے عماد الاحکام کا خطاب عطا ہوا،

۱۷ دیاج المذہب ابن فرعون ص ۲۰۰، طبقات الشافعیہ جلد ۲ ص ۲۶۴ (ترجمہ امام الحرمین) مقالہ شافعی افریقہ اور مقلیہ پر چند کتابیں ایڈمنڈ فاگنن پروفیسر ایوزارڈر یادگار ص ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶،

نعمہ بن بشیر کے زمانہ تک اس عہد پر مامور رہے۔
ابو محمد بن صمد مقلی | ابو محمد بن صمد مقلی فقہ میں مہارت رکھتے تھے، اور فقیہ کہلاتے تھے بہت
 خوش گفتار، حاضر جواب اور بذلہ سنج تھے، اور شعر و شاعری کا ذوق بھی اچھا تھا،
 چند دیگر شاعر تھے۔ | اسی طرح حقیقیہ کے فقہاء کی ایک طویل فہرست ایسی بھی ہے، جن کے تذکرہ
 ہم تک شعراء و اوداد و شجاعت کی حیثیت سے پہنچے ہیں، لیکن ان کے علم فقہ میں مہارت رکھنے کی وجہ
 سے فقیہ کا لقب ان کے نام کے ساتھ نظر آتا ہے، مثلاً فقیہ ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبد اللہ مقلی امیر ابو محمد
 عمار بن منصور مقلی، فقیہ ابو القاسم عبد الرحمن بن ابی بکر سر قوسی فقیہ ابو حفص عمر بن فلفل فقیہ ابو بکر
 ابن ابی العباس مقلی، اور فقیہ حسن بن یحییٰ مقلی وغیرہ۔

سلسلہ سرفہ الامام عن قضاۃ مصر کا بن حجر عسقلانی، دریا گاری جلد ۲ ص ۱۱۰، ابن جریر نے اس کے
 علاوہ محمد بن احمد بن قاسم شمس کی کار ترجمہ جدا گانہ درج کیا ہے، لیکن فائز بن محمد کو احمد بن قاسم کا لڑکا تسلیم
 نہیں کرتا، وہ امامی کے بعض پیش کردہ حوالوں سے القاب و عہدہ کے اتحاد کی بنا پر محمد اور احمد دونوں
 کو ایک شخصیت قرار دیتا ہے،

لیکن مجھے اخبار مصر ابن میسر ابن الحاضرہ سیوطی میں محمد بن احمد بن قاسم کے بجائے محمد بن قاسم بن زید کا
 نام ملا ہے، اس طرح احمد و محمد بھائی قرار پاتے ہیں، ابن میسر نے حسب ذیل تذکرہ کیا ہے،

ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زید مقلی خلیفۃ الامر اعلیٰ المنصور بن المستمل کے عہد میں مصر کے عہدہ
 قضا پر مامور تھے، اور اپنی وفات تک یہ خدمت انجام دیتے رہے، اور سیوطی نے لکھا جو کہ انہیں رشید نے ابو الفضل
 نعمین بشیر نامی معروف مجلس کے عہدہ قضا سے مستعفی ہو چکے بعد ملائکہ میں مامور کیا، اور ان کی وفات کے
 بعد مجلس دوبارہ اس عہدہ پر مامور کئے گئے، (اخبار مصر ابن میسر جلد ۲ ص ۴۴، و حسن الحاضرہ جلد ۲ ص ۱۱۰)
 سلسلہ خریدہ القصر و حمیدۃ العصر، معالم الايمان جلد ۲ ص ۱۴۱، بحکم المجلد ان ذکر دنیا و دجلو و

دورِ راج

(ساتویں آٹھویں صدی ہجری)

فقہائے مقلیہ کا ایک چوتھا دور بھی قائم کیا جاسکتا ہے، یہ وہ فقہاء ہیں، جو ساتویں آٹھویں صدی ہجری میں مقلیہ کی طرف منسوب ہیں،

ان میں سے اگرچہ بعضوں نے توشیح مقلیہ کی سر زمین پر کبھی قدم بھی نہ رکھا ہو، لیکن جب انھوں نے اپنے خاندان کے اجر طے وطن سے اپنا انتساب قائم رکھ کر اس کی یاد تازہ رکھی، تو ان کے اس اجر طے وطن کی سرگزشت میں انھیں کیون نہ یاد کر لیا جائے، ذیل میں چند فقہاء کے نام درج ہیں،

فخر الدین محمد بن محمد مقلی | شیخ ابو عبد اللہ فخر الدین محمد بن محمد مقلی شافعی المذہب تھے، علم فقہ کی تحصیل

شیخ قطب الدین سنیاطی سے کی تھی، زہد و ورع اور صلاح و تقویٰ میں مشہور تھے،

دیماط (مصر کے عہدہ نقار پر مامور تھے، اور کچھ دنوں مصر کے قائم مقام والی بھی رہے)

سہیل | فقہ شافعی میں تاج الدین ابو القاسم عبد الرحیم بن محمد المعروف بابن یونس موصی متوفی

۶۷۱ھ کی ایک مشہور کتاب التبعیز فی مختصر الوجیزہ شیخ فخر الدین مقلی نے اس کے نقد و

استدراک میں المتبعیز فی تصحیح التعجیز لکھی جس میں ائمہ کے اختلافات کے اجتہادی اصول

کی تشریح اور بعض مسائل کی توضیح کی ہو،

وفات | انھوں نے ۱۵۰ھ اور ۱۶۰ھ روایت، از دی القندہ ۶۷۱ھ کو مصر میں وفات پائی ۱۵

ابن جری متقی | ابو زید عبد الرحمن بن علی بن محمد قرشی معروف بابن الجری کا قیام بجایہ میں تھا،

۱۵ طبقات الشافعیہ سبکی، جلد ۶ ص ۳۱ و کتاب المغنی مقرر بنی دراماری ص ۷۶ و حسن المحاضرہ جلد ۱ ص ۱۱

قیلی سلسلہ افریقہ میں تمام کیا، ابو زید عبد الرحمن بن اسماعیل بن حداد تونسہ کے اساتذہ
میں ہیں، علم فقہ میں عبور حاصل کیا اور نحو و لغت میں بھی استاذ مانے گئے،
بجائیہ میں اون کی مسند درس بھی ہوئی تھی، لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے، علمی خدمت میں
مصرف رہتے تھے،

اُن کے تلامذہ میں ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم و غلیسی ہیں، جو اپنے وقت میں علم فقہ کے
مرجع خلافت بنے،

سال وفات معلوم نہیں، زمانہ ساتویں صدی ہجری تھا،

احمد بن عبد الرحمن بن محمد بن قتیہ احمد بن عبد اللہ بن شعیب تمیمی صقلی متوفی ۲۶۴ھ اور قتیہ حسن بن ابو عبد اللہ
بن صدقہ شکی متوفی ۲۶۹ھ اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں،

ابن جیون شکی متفکر | الحاج الخلیف ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن حسن بن جیون شکی صقلی فقیہ
مراکش کے شیخ اسلام کے عہدہ پر فائز تھے،

ابن جیون شکی وہ آخری فقیہ ہیں جنہوں نے اپنے انتساب سے حقیقہ کے اسلامی علم و
فن کی یاد تازہ رکھی، اور عجب کیا کہ انہی پر حقیقہ کے انتساب کا خاتمہ ہوا اور اس ۲۶۹ھ میں
وفات پائی،

علم کلام و مناظرہ

کلام و عقائد میں حقیقہ کے اہل علم اہل صابین کے متبع اور مسلک اشعری تھے، کیونکہ ایک

سے عنوان الدرر فی معرفت من العلماء فی المائۃ السابۃ بحسب یہ ۱۱۳۱، ۱۶۹، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴

طرف مالکیوں کے متعلق معلوم ہے، کہ ان کا اشعری ہونا ضروری ہے، پھر صقیۃ کے اختلاف بھی قاضی اسد کے فیضِ صحبت سے سلفِ صالحین کا اتباع کرتے تھے، چنانچہ صقیۃ کے جن اہل علم نے علمِ کلام میں کتابیں لکھیں، وہ سب اشعری مذہب ہی پر ہیں،

صقیۃ میں علمِ کلام کا آغاز بھی قاصدِ اسد بن فرات ہی سے ہوتا ہے،

قاضی اسد بن فرات، قاضی اسد کا زمانہ عقاید و ایمانیات کے مباحث و مسائل کے لحاظ سے بہت پر آشوب تھا، اُسی زمانہ میں علمِ کلام کے بانی ابوالنذیل غلات (۳۱۱ھ - ۳۳۵ھ) نے اپنی ہنگامہ خیز تحریروں سے علماء و محدثین کے طبقوں میں ہیجان برپا کیا، اور کلام و عقائد کے بعض اہم مسائل مثلاً خلقِ قرآن اور رویتِ باری، وغیرہ ایسے پیدا ہوئے، کہ اونکی وجہ سے اہل علم دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ایک طرف فقہاء و محدثین تھے، جو سلفِ صالحین کے متبع تھے، دوسری طرف متکلمین کی جماعت بن گئی، جو نئے خیالات کی حامل تھی، اور اس زمانہ میں ہر صاحبِ علم پر مستلزم تھا کہ اپنی ائمہ کی جماعت سے تعلق رکھتا ہے،

قاضی اسد کے فقی مسائل میں ایک حد تک مجتہدانہ مسلک رکھنے کی وجہ سے ان کے متعلق یہ افواہیں بھی پھیلیں کہ انھوں نے عقائد و کلام میں بھی سلفِ صالحین کے مسلک سے تجاوز کیا، لیکن مستند مؤرخین اور اہل علم قاضی عیاض ابن فرحون اور ابنِ ناجی وغیرہ نے اسکی تردید کی اور ان بدعات سے انکا دامن پاک دکھایا، قاضی عیاض لکھتے ہیں،

اسد ثقہ تھے، انکے عقائد متبدل نہ تھے،

مسئلہ خلقِ قرآن، قاضی اسد پر ایک الزام یہ تھا، کہ وہ محدثین کے مسلک کے غلات قرآن کو مخلوق کہتے ہیں، لیکن اسکی تردید میں امام سمحون نے ان کی طرف سے صفائی دی ہے، چنانچہ بکر بن حاد نے سمحون سے پوچھا، کہ لوگ کہتے ہیں کہ اسد خلقِ قرآن کے قائل تھے، تو وہ بولے بخدا انھوں نے یہ

کسی نبین کہا کہ اگر وہ کہتے ہی تو ہلوگ اسکے قابل نہ ہوتے:

اسی طرح جعفر القصری کہتے ہیں کہ

”وہ قرآن کو خدا کا کلام کہتے تھے، مخلوق نہیں کہتے تھے، بلکہ وہ مخلوق کہنے والے کو

متدع کہتے تھے“

پھر قاضی عیاض نے ابوسلمان داؤد بن یحییٰ کی ایک روایت بیان کی ہے، کہ وہ اسد کے درس میں شریک تھے، اُن کے سامنے کوئی تفسیر رکھی تھی، اثنائے درس میں انھوں نے یہ آیت تلاوت کی،

فَاسْتَجِبْ لِمَا يُحْيِيْنَا اِنَّنِي اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ (طہ: ۱۰۰-۱۰۱)
 جو کچھ وہی کیجاتی ہے اسے غور سے سو کر میں
 ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں

پھر کہا:۔

”ہلاکت ہواہل بدعت کی، وہ کیا ہی ہلاک ہوئے، وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے کلام کو پیدا کیا، اور وہ کلام مخلوق کہتا ہے، کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں!“

روایت باری | روایت باری کا سلسلہ بھی اس زمانہ کے اہم مسائل میں ہے اس میں بھی وہ سلف صالحین کے متبع تھے، بلکہ اس سلسلہ میں ان کے درس میں ایک ناگوار واقعہ بھی پیش آگیا تھا،

یحییٰ بن محمد بن یحییٰ بن سلام کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اسد درس میں مصروف تھے، اثنائے درس میں روایت باری سے متعلق ایک حدیث آئی، تلامذہ کی صف میں سلیمان الفراء جس نے بعد میں سلیمان المصنعی کے نام سے شہرت حاصل کی، مجلس کے اخیر میں بیٹھا تھا، وہ اس وقت تک جہد میں کے عقائد سے کچھ متاثر ہو چکا تھا، اس نے اس حدیث پر کوئی اعتراض کیا، پھر عقیدہ روایت باری سے

جلس میں علانیہ لکھا کر بٹھا، یہ نکر قاضی اسد سخت برہم ہوئے اور غیظ و غضب میں اٹھ کر سلیمان کی وارسی اور گردن پکڑ لی، اور بے تحاشا مارتے مارتے لہو لہان کر دیا، اس کے بعد اپنے حلقہ اور س سے نکال دیا۔

سلیمان الفراء، القزلی اسی بنا پر اسد کا مخالف تھا، اور انہیں ناملائم کلمات سے یاد کیا کرتا تھا، صقیۃ کے اہل علم میں جو لوگ علم کلام میں تبحر رکھتے تھے، اور جن میں سے بعض کی اس فن میں کثرت ہیں، وہ بہ ترتیب زمانہ حسب ذیل ہیں،

ابن اسحاق رستقی | ابن اسحاق رستقی قوت تحقیق اور نقد و نظر میں ملکہ رکھتے تھے، علم کلام و فن مناظرہ پر کامل عبور تھا، ابن فرحون نے ستائش کی ہے، ابو عبد اللہ بن خطاب کہتے ہیں:-

میں ایک مرتبہ ان کی مجلس میں شریک تھا، وہ براہِ معنی سے مناظرہ کر رہے تھے، اُس وقت وہ جو تقریر کر رہے تھے، اس سے زیادہ ادا و درمستک تقریر میں نے آج تک نہیں سنی تھی،

ابو محمد عبد الحق بن محمد بھی | ابو محمد عبد الحق بن محمد بن ہارون بھی متوفی ۳۶۶ھ کو علم کلام میں بھی درک تھا، اسلامی عقائد کے بیان میں انھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے،

ابن ظفر رستقی | ابن ظفر رستقی کی تصنیفات میں سے کتاب التبیح و کتاب التقی میں کتاب التبیح کے نام سے ہے، کتاب المعادلات، کتاب الجہنہ فی اعتقاد اہل السنہ اور کتاب معانیہ البحر علی معاہدۃ البری فی اعتقاد ابی حنیفہ و الاشوری ۴۱۱ رسالے علم کلام میں ہیں،

لے دیاج المذہب و ترتیب المذاہک دیا دھاری جلد ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷۶ ۱۶۷۷ ۱۶۷۸ ۱۶۷۹ ۱۶۸۰ ۱۶۸۱ ۱۶۸۲ ۱۶۸۳ ۱۶۸۴ ۱۶۸۵ ۱۶۸۶ ۱۶۸۷ ۱۶۸۸ ۱۶۸۹ ۱۶۹۰ ۱۶۹۱ ۱۶۹۲ ۱۶۹۳ ۱۶۹۴ ۱۶۹۵ ۱۶۹۶ ۱۶۹۷ ۱۶۹۸ ۱۶۹۹ ۱۷۰۰ ۱۷۰۱ ۱۷۰۲ ۱۷۰۳ ۱۷۰۴ ۱۷۰۵ ۱۷۰۶ ۱۷۰۷ ۱۷۰۸ ۱۷۰۹ ۱۷۱۰ ۱۷۱۱ ۱۷۱۲ ۱۷۱۳ ۱۷۱۴ ۱۷۱۵ ۱۷۱۶ ۱۷۱۷ ۱۷۱۸ ۱۷۱۹ ۱۷۲۰ ۱۷۲۱ ۱۷۲۲ ۱۷۲۳ ۱۷۲۴ ۱۷۲۵ ۱۷۲۶ ۱۷۲۷ ۱۷۲۸ ۱۷۲۹ ۱۷۳۰ ۱۷۳۱ ۱۷۳۲ ۱۷۳۳ ۱۷۳۴ ۱۷۳۵ ۱۷۳۶ ۱۷۳۷ ۱۷۳۸ ۱۷۳۹ ۱۷۴۰ ۱۷۴۱ ۱۷۴۲ ۱۷۴۳ ۱۷۴۴ ۱۷۴۵ ۱۷۴۶ ۱۷۴۷ ۱۷۴۸ ۱۷۴۹ ۱۷۵۰ ۱۷۵۱ ۱۷۵۲ ۱۷۵۳ ۱۷۵۴ ۱۷۵۵ ۱۷۵۶ ۱۷۵۷ ۱۷۵۸ ۱۷۵۹ ۱۷۶۰ ۱۷۶۱ ۱۷۶۲ ۱۷۶۳

محمد بن سابق متقی | ابو بکر محمد بن سابق متقی سنہ ۳۳۵ھ کو ابن بطکوال نے اہل کلام میں شمار کیا

ابن صاحب انس | ابن صاحب انس بھی علم اصول و کلام میں امام سمجھے جاتے تھے

ابن ابی العزج الذکی متقی | ابو عبد اللہ محمد بن ابی العزج بن فرج بن ابی القاسم، لکھی کئی متقی معروف

یالذکی کا تذکرہ علم فقہ میں گزر چکا ہے، وہ جب مشرق پہنچے، تو علوم لسانیہ میں تبحر حاصل کرنے کے علاوہ علم کلام و مناظرہ میں بھی نمایاں مشق ہم پہنچائی،

اس وقت بغداد میں ملک شاہ (سال جلوس ۳۶۵ھ وفات ۳۸۵ھ) موجود تھا، اس کی

علم و فتی شہرت و دام رکھتی ہے، ابن ابی العزج اس دربار سے وابستہ ہو گئے، اور وہ بغداد سے اپنی واپسی کے موقع پر انھیں اپنے ساتھ مسلمان لیتا گیا،

امام غزالی سے مناظرہ | ابن ابی العزج کی طبیعت کسی قدر تیز اور مناظرہ پسند تھی، ملک شاہ کے دربار

میں امام غزالی سے علما کا جو مشہور مناظرہ ہوا تھا، اس میں معترضین کی صف میں یہ بھی تھے، قاضی حیدر لکھتے ہیں،

”یہاں امام غزالی سے مناظرے ہوئے، اور یہ بیان پران کے معترضین میں سے ایک تھے

لیکن امام غزالی محفوظ ہے“

سیاحت و ورود ہند | پھر مشرق کی سیاحت کے لئے نکلے تو اسان و غزالی پہنچے، اور اس کے بعد اسی

متقی اہل علم کے متعلق بتعین معلوم ہے کہ اس نے سرزمین ہند کو بھی اپنے ورود سے شرف کیا،

مناظرے | ان سفروں میں جہاں جہاں گئے، علما سے مناظرے کرتے رہے، ان مناظرہ وں میں بھی

کبھی حدود سے تجاوز کر جاتے، سیوطی لکھتا ہے

”اور انہی کی جماعت سے مناظرے ہوئے، اور ان پر طعن و طنز کئے، اور ان کی شان میں ان کے مرہون

سے کتاب اہل بلاش کو حل درآمدی ص ۱۷۱، ترکیب الملوک و یاد نگاری ص ۱۹۹،

سے فرد ترکلمات استعمال کئے،

اسی سلسلہ میں سیوطی نے ایک دلچسپ واقعہ بھی لکھا ہے، یہ ایک مرتبہ محمد بن منصور سمعانی کے درس میں شریک ہوئے، وہ اپنے تلامذہ کو اٹھا کر رہے تھے، کسی بات پر ابن ابی الفرج نے اعتراض کیا سمعانی نے تلامذہ سے کہا،

”جو کچھ آپ فرماتے ہیں اسے لکھ لو، آپ اس سے زیادہ واقف ہیں،“

تلامذہ نے نصیح کر لی تو تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے پھر کہا،

”سید یٰ اجمہ سے غلطی ہوئی، صحیح وہی ہے، جو آپ نے اٹھا کر لیا تھا،“

سمعانی نے دوبارہ نصیح کرادی، اس کے بعد جب ابن ابی الفرج مجلس سے رخصت ہوئے تو سمعانی نے کہا،

”یہ حضرت مغربی بھتے تھے، کہ میں بھی ان سے دوسروں کی طرح الجھڑوں گا، اور میرے ساتھ

بھی ایسی تیز زبانی پیش آئیں گے، جیسے دوسروں کے ساتھ کرتے رہیں، اے میں خاموش ہو گیا،“

بالآخر وہ خود رجوع کرنے پر مجبور ہوئے،

وفات ۱۱۵۲ھ میں اصفہان میں وفات پائی،

محمد بن مسلم مازری، محمد بن مسلم مازری متوفی ۵۳۲ھ کو سلفی نے قدمائے متکلمین میں شمار کیا ہے اگرچہ ان کا خاص فن علم حدیث تھا، مگر غیر علم کلام کی طرف مائل ہو گئے تھے، اور اس میں مقدر و بلند پایہ کتابین لکھی تھیں، قاضی عیاض ان کے ہم عصر تھے، امدان سے ان کی کتابوں کی اجازت لی تھی، وہ کتاب الغنیہ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں،

”ان پر علم کلام و تحقیق کا فہم ہو گیا تھا، اور اس میں اس قدر مہارت حاصل کی تھی، کہ اپنے

۱۱۵۲ھ بمطابق ۱۱۵۲ھ میں سال وفات ۱۱۵۲ھ ہے،

معاصرین پر تعلق رکھتے تھے، اور اس میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی تھیں..... لوگ دور دور سے ان سے علم کلام کے استفادہ کے لئے آتے تھے..... معرین اپنی تصنیفات کی سند و اجازت مجھے بھی تھی،

مذہب اشعری تھے، ساری عمر اس مذہب کی حمایت میں گذاری، اور مختلف فرقوں سے مناظرہ کرتے رہے،

ان کی تصنیفات میں سے کتاب البیان شرح البرہان (انہوں نے بھی امام الحرمین کی البرہان کی شرح لکھی تھی)، کتاب التائید التہدید و التقیید التقرید اور کتاب المہاد فی شرح الارشاد، (کتاب الارشاد فی الکلام بھی امام الحرمین کی تصنیف ہے)، کے نام معلوم ہیں قاضی عیاض وغیرہ نے تذکرہ کیا ہے، امام مازری، امام مازری متوفی ۵۳۱ھ بھی مذہب اشعری تھے، اور اس سے سروموجہ و کرنا پسند کرتے تھے،

امام مازری اور امام الحرمین یہی وجہ ہے، کہ انہوں نے اپنی تصنیف ایضاً البرہان فی اصول الفقه میں امام الحرمین پر ایسے موقوف پر شدید نکتہ چینی کی ہے، جہاں اشاعرہ کے عمومی مسلک سے انحراف نظر آیا ہے، ان دونوں کے اختلافی مسائل میں سے مسئلہ اتر سال کی شہرت اہل علم میں زیادہ ہے، اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے، کہ امام مازری نے کتاب البرہان کی کسی عبارت سے یہ افہ کیا کہ امام الحرمین ذات باری تعالیٰ کے علم کے احاطہ میں صرف کلیات کو داخل سمجھتے ہیں، اور اس سے باری تعالیٰ کے عالم باجزئیات ہر نکتہ نفی لازم آتی ہے،

حقیقت یہ کہ باری تعالیٰ کے احاطہ علم کے بارے میں فلاسفہ و گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں ایک جماعت باری تعالیٰ کے احاطہ علم کے اشیاء و معلومات کا انکار کرتے کرتے اس حد تک جا پہنچی کہ نفوذ باند

لے خیل الابتاج بطرز الدیاج، ص ۲۲، (برعاشیہ دیاج)، و کتاب التفتی متریزی دراماری ص ۶۶،

باری تعالیٰ خود اپنے وجود کا علم رکھنے سے قاصر ہو جاتا ہے، لیکن دوسری طرف فلاسفہ کا ایک بڑا گروہ باری تعالیٰ کے احاطہ علم میں سے صرف اشیاء غیر متناہی کو خارج تصور کرتا ہے، فلاسفہ کا یہی مسلک متکلمین اسلام کے زیر بحث آیا، اور علم کلام میں اسے خاص اہمیت حاصل ہو گئی، چنانچہ جب امام احمد بن حنبلہ نے بھی اس مسلک پر کتاب البرہان میں بحث کی، جو اور وہ عقل و نقل کی میزان سامنے رکھ کر جو کچھ کہہ سکتے تھے، اس کا حامل کلام یہ ہے۔

و بالجملة علم الله تعالى اذا تعلق	حاصل کلام خداوند تعالیٰ کا علم جب غیر متناہی
بجواہر لا نهائية لها فمضى تعلقه	حقائق کے ساتھ متعلق ہوتا ہے، قرآن کے
بما استترا له عليهما من غير	متعلق ہونے کے معنی یہ ہوتے ہیں، کہ وہ کلیۃً
تعرض تفصيل الا حاد مع نفي	و مؤداون کے ساتھ متعلق ہوتا ہے، افراد
النهائية فان ما يحيل دخول	کی تفصیل کے ساتھ اوس کو کوئی غرض
ما لا يتناهى في الوجود يحيل	نہیں ہوتی، البتہ وہ انتہاء کی نفی کرتا ہے
وقوع تعديرات غير متناهية	کیونکہ جس اصول سے غیر متناہی خبر کا عالم
في العلم	وجود میں آنا محال ہے، اویسی حیثیت سے

اس میں بھی غیر متناہی کی اہمیت کا تذکرہ

علامہ سبکی کے بیان کے مطابق البرہان کی اسی عبارت پر امام مازری نے ایضاً ح میں مشہور گرفت کی ہے، لیکن علامہ سبکی نے امام مازری کی نکتہ چینی کے حدود، اسباب، اور اون کے قائم کرنے والے پیش نہیں کئے، جن سے ان کے دلائل و افکار کا صحیح اندازہ ہوتا، بلکہ انھوں نے ایضاً ح میں چند ایسے اقتباسات درج کئے ہیں جنہیں تیز لب و لہجہ میں امام احمد بن حنبلہ کی تفسیر کی گئی ہے، اور اوس کے بعد امام احمد بن حنبلہ کی مختلف کتابوں سے ایسے اقتباسات پیش کئے ہیں جن سے باری تعالیٰ کے علم قدیم کا پتہ چلتا ہے۔

کے متعلق امام احمدین کے عقیدہ کا ثبوت ملتا ہے، اور پھر البرہان کی مذکورہ بالا عبارت کی تشریح کر کے دکھایا ہے، کہ امام مازنی امام احمدین کی عبارت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتے، ورنہ ان کی عام کتابوں میں علم باری کے متعلق جو خیالات ہیں، وہ خود اس کی تردید کرتے ہیں، چنانچہ اسی سلسلہ میں کتاب الفضائل سے جو اقتباسات پیش کئے ہیں، ان کا لب لباب یہ ہے،

.... علم واحد قدیر متعلق بجمع یعنی واحد قدیم کا علم تمام مخلوقات
المعلومات ہی الدلالة متعلق جو اور یہ (سب دلائل) اللہ
الفاطحة علی وجوب کون اللہ تعالیٰ کے تمام معلوم کے عالم ہونے پر پوری
سبحانہما لعلہما بالکل المعلومہ طرح دلائل کرتے ہیں،

پھر امام احمدین کی ایک دوسری کتاب ارشاد اور پھر اسی البرہان سے چند اقتباسات درج کئے ہیں، جن کا خلاصہ علامہ سبکی کے الفاظ میں یہ نکلتا ہے، کہ

صرح بان اللہ یعلم علی سبیل التفصیل یہ تصریح کی جو کہ اللہ سبیل تفصیل تمام
حکلی شی، چیزوں کو جانتا ہے،

اسکے بعد علامہ سبکی انہی اقتباسات سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں، کہ

اذا عرفت ذالک فاما علی قطعاً اور جب معلوم ہو گیا، تو یہ قطعی ہے، کہ
معتون باحاطة العلم بالجزئیات وہ احاطہ علم بالجزئیات کے مترادف ہیں

لیکن اگر وقت نظر سے دیکھا جائے، تو امام احمدین کی کتابوں کے یہ اقتباسات امام مازنی کے اعتراض سے تعرض نہیں کرتے، کیونکہ امام احمدین کی ان عبارتوں سے یہ مستفاد ہوتا ہے، کہ علم باری ہر معلوم پر حاوی ہے، اور پھر وہ تمام چیزیں سبیل تفصیل کلیہ و عموماً اسکے احاطہ علم میں ہیں، لیکن یہاں سوال علوم معلومات اور علم عمومی کا نہیں، بلکہ اسکے احاطہ علم میں غیر متناہی امور کا

جزئیۃً انا ہے، جس میں غیر متناہی امور کے جزئیات کی تفصیل بھی شامل ہو، اور امامِ احرارین نے البرہان میں من غیر تعارض لتفصیل الاحاد مع نفی لاختلاف الکلامی سے انکار کیا ہے، اور امامِ مازری نے اسی بنا پر علمِ باری باجزئیات کے عقیدہ سے انکار کرنے کا الزام لگایا ہے، ورنہ علمِ کلی کا اقرار تو البرہان کی خود اسی عبارت میں موجود ہے،

علاوہ ازیں اس موقع پر یہ نکتہ بھی قابلِ بجا خاک ہے، کہ امامِ احرارین ان تمام عبارتوں میں علمِ باری کو شیء معلوم سے وابستہ فرماتے ہیں، اور علامہ سبکی اسی شیء معلوم میں غیر متناہی حقائق کو داخل کر کے علمِ باجزئیات ثابت کرنا چاہتے ہیں، لیکن اسکی کیا تاویل ہوگی، کہ امامِ احرارین البرہان کی اوس عبارت میں ”غیر متناہی حقائق“ کو نفسِ اعلاطہ علم سے مرعاً خارج فرما چکے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:-

فان ما یعیل دخول کمالہا ہی کیونکہ جس اصول سے غیر متناہی خبر کا عالم

فی الوجود یجیل وقوع تقریرات وجود میں آنا محال ہے، اوسی حیثیت سے

غیر متناہیۃ فی العلم علم میں بھی غیر متناہی کا ثبوت محال ہو،

اسلئے درحقیقت امامِ احرارین کے اس ارشاد کے مطابق غیر متناہی حقائق شیء معلوم میں داخل

ہی نہیں ہیں، پھر باری تعالیٰ کے علم بالعلومات سے اوسکے غیر متناہی حقائق کا جزئیۃً علم کیونکر ثابت

کیا جاسکتا ہے،

اس کے بعد علامہ سبکی نے امامِ احرارین کی اس عبارت کی عمومی حیثیت سے جو کچھ تاویل کی

ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امامِ احرارین غیر متناہی حقائق کے جزئیات کے علم سے انکار نہیں فرماتے، بلکہ

ان کا مقصد یہ ہے کہ جو اشیاء جس طور سے اپنی ماہیت رکھتی ہیں، باری تعالیٰ ان کی اسی ماہیت کیسے

علم رکھتا ہے، جو چیزیں اپنی جگہ منفصل ہیں، اسکو ان کا علم تفصیلی ہے، جو چیزیں مجمل ہیں، ان کا علم اجمالی

ہے، جو امور کلی ہیں، ان کا علم کلی ہے، اور جو امور جزوی ہیں، ان کا علم جزوی ہے، اور چونکہ غیر متناہی

حقائق غیر تفصیلی وجہ درکتے ہیں، اس نے باری تعالیٰ کو بھی ان کے متعلق غیر تفصیلی علم حاصل ہوا۔
 امام مازنی اور امام غزالی، کلام میں امام مازنی کی چھ مستقل کتابیں بھی ہیں، ان میں سے ایک کتاب
 الکشف والابناہ من الترجم بالاحیاء ہے، یہ رسالہ امام اکھمین کے شاگرد امام غزالی کے رد میں لکھا گیا ہے،
 علامہ سبکی نے امام غزالی کے سوانح میں اس رسالہ کے بھی کچھ اقتباسات درج کئے ہیں جن سے پتہ چلتا
 ہے کہ انھوں نے امام غزالی اور ان کی تالیفات پر تبصرہ کرتے ہوئے، موعیدین فلاسفہ، متصوفہ اور اصحاب
 اشادات کے مذاہب پر روشنی ڈالی ہے، کیونکہ امام مازنی کے الفاظ میں امام غزالی کی تصنیفات اپنی
 مسائل پر مشتمل ہیں، نیز انھوں نے اس میں مختلف مذاہب کے باہمی اختلافات کا تذکرہ کر کے امام غزالی کے
 بعض مسلک کی تردید کی جو

علامہ سبکی نے امام مازنی کے اعتراضات اور امام غزالی کے متعلق ان کے خیالات کا نقل
 نقل کیا ہے، جسکی تفسیر مولانا شبلی مرحوم نے الغزالی میں درج کی ہے، مناسب ہے کہ اس کا خلاصہ
 مولانا مرحوم ہی کے الفاظ میں پیش کر دیا جائے، امام مازنی امام غزالی کے متعلق فرماتے ہیں،
 غزالی کو فقہ میں اصول فقہ کی برکت زیادہ کمال ہے، علم کلام میں بھی ادون کی تصنیفیں ہیں،
 لیکن اس فن میں ادون کو کمال حاصل نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے قبل اس کے کہ علم
 کلام میں مہارت حاصل ہو، فلسفہ کی کتابیں دیکھیں، اس کا اثر یہ ہوا کہ فلسفہ کے خیالات ان پر
 اثر کر گئے، مجھ کو یہ بھی اطلاع ملی ہے، کہ وہ اخوان الصفا کے رسائل کو اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے
 ان رسالوں کا مضمون ایک فلسفی ہے جس نے فلسفہ کو مذہب میں ملا لیا، اور اس پر مے میں
 فلسفہ کی حمایت کی، اسی زمانہ میں مولانا سید ابوبکر فلسفہ کا امام تھا، اس نے چاہا کہ عقائد

لے طبقات الشافعیہ جلد ۳ ص ۲۹۴، لیکن ظاہر ہے کہ اس تاویل سے یہاں اس شخص کا ازالہ نہیں ہوتا، اگر اشیاء
 کا مفصل و غیر مفصل اور حقائق کا کتابی و غیر کتابی ہونا عقل منافی کے مادہ کے کاغذ سے جو نہ کہ ماحول علم باری تعالیٰ کیلئے

اسلام کو بالکل فلسفہ کے قالب میں ڈھال دے، چنانچہ اپنے زورِ قابلیت سے اس ارادے میں

بہت کچھ کامیاب ہوا،

پھر کہتے ہیں:۔

۱۔ غزالی کے بہت سے مسائل بولہ سینا ہی کے خیالات پر مبنی ہیں،

۲۔ تعوت کے مسائل جو غزالی نے لکھے ہیں، مجھکو معلوم ہیں کہ اس فن میں اسکا ماخذ کیا ہے،

قیاس غالب ہے کہ ابو حیان التوحیدی کی کتاب ہوگی،

۳۔ غزالی نے احیاء العلوم میں نہایت ضعیف اور موضوع حدیثیں نقل کی ہیں،

۴۔ غزالی کا بجا تصریح کرتے ہیں، کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں، جنکو کتاب میں درج نہیں

کرنا چاہئے، لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، وہ مسائل اگر غلط ہیں، تو ضرور اس قابل

ہیں لیکن اگر صحیح ہیں جیسا کہ غزالی کا خیال ہے، تو کیوں نہ ظاہر کئے جائیں؟

علامہ سبکی نے ان اعتراضات کے جوابات دینا چاہے ہیں، لیکن بقول مولانا مہر حرم یہ

توجیہ القول بالایرٹھی یہ قائم ہے،

علامہ ازہرین امام مازری نے امام غزالی پر صرف رائے زنی نہیں کی ہے، جیسا کہ طبقات النعمان

سے مترشح ہوتا ہے، کہ اسکی وجہ سے یہ سمجھا جاسکے، کہ امام مازری کو علوم عقلیہ سے مناسبت نہ تھی، اسلئے

محض محدثانہ نقطہ نظر سے ان پر جرح کر دی، بلکہ انھیں قلم کلام پر کامل عبور تھا، اور اس فن میں اول

کی دستقل کتابین ہیں، جو امام غزالی کے رد میں لکھی گئی ہیں، چنانچہ مقرر صاحب نفع الطیب نے

ان کی دو اور کتب بون کشف الغطاء عن بس اخطاء اور النکتہ القطعیہ فی الرد علی الخاشعہ کے

نام لکھے ہیں، جو امام غزالی کے رد میں ہیں،

حقیقت یہ ہے کہ امام غزالی وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے فلسفہ کے خلاف علم اٹھایا، اور تردید کرنی چاہی، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ پہلا اقدام تھا، تو ازن میں دیبا کی نہ آسکی، علامہ ابن تیمیہ نے اسی نقشِ اول پر دیبا کی اور بے مرعوبی سے عمارت کھڑی کی، اور کامیاب ہوئے، لیکن اس بحث کا یہ موقع نہیں، یہاں صرف یہ دکھانا ہے، کہ امام مازری ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام غزالی کی غلطیاں محسوس کیں، اور پھر قاضی عیاض معتق الشافعی محدث ابن صلاح اور ابن جوزی وغیرہ نے انہی کے نقشِ قدم کی پیروی کی،

امام مازری کی علمِ کلام میں ایک اور تصنیف نظم القرآن فی علم العقائد بھی ہے، ابنِ فخرؒ نے تذکرہ کیا ہے ۱۰

علمِ تصوف

صلیہ کے مختصر اسلامی دور میں بعض باکمال صوفیہ بھی اسکی خاک سے اُٹھے، اور اپنی تصنیفات و اسوۂ عمل سے مسلمانانِ صلیبیہ کی روحانی تسکین کا ذریعہ بنے اور مسلمانوں اور اسلامی حکومت نے بھی اُن بزرگوں کے مقاصد کی تکمیل میں سہولتیں بہم پہنچائیں، اور رباط تعمیر کر کر قیمتی جاگیریں وقف کیں، لیکن بد قسمتی سے یہ خانقاہیں اور جاگیروں کے اوقاتِ مفساد کا ذریعہ بن گئے، اولاً ان پر زنا، لہو، اور خود غرضوں کا تسلط ہو گیا، ابنِ حوقل نے ان خانقاہوں کے رازدروں کا پردہ چاک کیا، اور ان پر سخت حملے کئے ہیں، چنانچہ لکھتا ہے، ۱۱۔

”یہاں دیا کے کنارے بہت سی خانقاہیں ہیں، جو شہدوں، بیکاروں، اور بد محاشوں سے

جنیں بوڑھے جوان سب ہی شامل ہیں، بحر ہی ہوئی ہیں، اوخون نے صدقہ لینے اور

پاکدامن عورتوں پر ہمت لگانے کیلئے اپنے چہرے پر سجے کے نشانات بنائے ہیں،

اخلاقی شنیعہ کے مرکب ہوتے ہیں، چونکہ وہ لوگ سخت ابا بھ اور ذلیل ہیں، اور ان کے رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں، اسلئے یہ ان قیام کر لیا ہے۔
مگر صفیہ کا سنجیدہ خیال طبقہ فروع و فریب کے ان مظاہر سے متاثر نہ تھا، وہ تصوف کی حقیقی منزلت سے آگاہ تھا، اسی دور کے ایک معزز عہدہ دار ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن طبری صاحب دیوان الرسائل والانشاء نے اپنے ایک قطعہ میں اس قسم کے مصوفین پر نکتہ چینی کر کے تصوف کی حقیقت بیان کی ہے، وہ کہتا ہے:-

”تصوف پستیز پوشی کا نام نہیں، اور نہ شور و شب، رقص و طرب اور کلم کلام ایسی ہرائی کرنے کا نام ہے، کہ گویا تم جنون ہو گئے ہو، بلکہ تصوف نام ہے، اخلاص و تصنیفِ قلب کا، اور علم حق، قرآن اور دین کے اتباع کا، اور خدا سے ترسان رہنے، اور گناہوں پر نادم اور ہمیشہ غلگن رہنے کا نام ہے۔“

نیز اس عہد میں صفیہ تصوف کے حقیقی عاملین سے بھی غالی نہ تھا، جنہیں عہد سلف میں آراہڑ و المتعبد کے لقب سے یاد کیا گیا ہے، اور وہ لوگ اپنے زہد و ورع، تقدس اور اخلاص و احسان سے مقبول نام تھے، اور اس عہد کے مشہور برگزیدہ صوفیہ شیخ ابوالحسن سرری سقنی شیخ الطائفہ ابوالقاسم عبید بغدادی، اور شیخ ابوبارون اندلسی وغیرہ جمہور اللہ کے ملقہ ارادت سے فیضیاب ہوئے تھے، پھر صفیہ کے تعلیمیاتہ مسلمانوں میں تصوف و اخلاق و معظت کی مستند کتابیں بھی مقبول تھیں، اور بار بار پڑھی جاتی تھیں، مثلاً شیخ یحییٰ بن عمر سوسکی کی مشہور کتاب تحفۃ الایمان و شرائع الاسلام جسے شیخ ابو جعفر احمد بن محمد بن عبد الرحیم بن سعید تہمی معروف بہ قسری متوفی ۳۲۸ھ جیسے برگزیدہ زہاد نے اپنی قمیص بیکسر خریدی تھی، وہ کتاب صفیہ میں عام طور پر پڑھی پڑھائی جاتی

تھی، ابو جعفر بن لطیف کا بیان ہے، کہ انھوں نے یہ کتاب متعدد مرتبہ صقلیتہ اور افریقہ میں پڑھی
صقلیتہ کے مشہور صوفیہ کرام حسب ذیل ہیں:-

شیخ ابوالقاسم بکری مقلی، شیخ ابوالقاسم بکری صقلیتہ کے مشہور صوفیہ میں تھے، صاحبِ معالم نے انھیں
شیخ عارف محقق امام حقیقت و شیخ اہل طریقت کے خطاب سے یاد کیا ہے، اور پھر لکھا ہے،
”علم حدیث، فقہ، اصول فقہ، تصوف، ملاح و تقویٰ دزدہ و ورع کے جامع تھے“

شریعت و طریقت کی اس جامعیت کا یہ اثر تھا، کہ تصوف میں ان کا مسک ہندوستان کے
سرچشمہ معارف حضرت مجدد الف ثانی سے مشابہ تھا، چنانچہ صاحبِ معالم کا بیان ہے،
”انھوں نے تصوف کی بنیاد کتاب وسنت اور سلفِ اول کے مسک پر قائم کی، اور آراء
واستمان کو ترک کیا“

تصنیفات | علم تصوف میں ان کی چند کتابیں ہیں، ایک کتاب جواہر الالفاظ و طور الانوار المعروف بہ
انوار صقلی ہے، اس کا ایک نسخہ کتب خانہ لیدن میں موجود ہے،

اس میں متبعین اسلام کے اوصاف بتا کر ”غوفان حق“ معرفت دین، معرفت دشمنان دین، اول
معرفت و دنیا و اہل زمانہ کو اصل تصوف قرار دیا ہے،

دوسری کتاب صفۃ الاولیاء و مراتب احوال الاصفیاء ہے، اور تیسری کتاب کرامات
اولیاء و المتبعین من الصحابة و التابعین و من تبعہم باحسن ہے، ان میں سے اول الذکر میں
اولیاء و صوفیہ کے حالات و تراجم ہیں، اور دوسری میں فقہاء کی جماعت کو خطاب کر کے کرامات
اولیاء کے ممکن الوقوع ہونے کے دلائل سمجائے ہیں۔

شیخ ابوبکر محمد بن احمد المعلم صقلی، شیخ ابوبکر محمد بن احمد بن ابراہیم المعلم معروف بہ مقلی صوفی شیخ ابوبکر

سلفِ معالم الایمان جلد ۳ ص ۱۸۴ تا ۱۸۵ و اقتباس کتاب جواہر الالفاظ و طور الانوار دراماری ص ۶۹۰ تا ۶۹۱

نصیر المتبید (مستند) کے حلقہ گوشون میں تھے، جبکہ قیام قصر الطوب میں تھا، شبانہ روز انہی کی خدمت میں حاضر ہر خدمت گذاری کرتے، اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے؛
 ابو عبد السلام مفرج، شیخ ابو عبد السلام مفرج شیخ ابوالحسن بصقلی کی خدمت میں حاضر رہتے تھے انکے شیخ نے انکے متعلق فرمایا،

وہ ایک عبادت گذار فاضل شخص ہے، جو ریاضت و اذکار میں معروف رہتا ہے؛
 ان میں صحیح ثلثیت تھی، سارا وقت عبادت و ریاضت میں گزارتے، مگر جب جہاد کا موقع آتا، تو خانقاہ کے حجرے سے باہر نکل آتے، اور جوش و خروش سے رزائیون میں شریک ہوتے، ایک مرتبہ عقلیہ کی کسی جنگ میں شرکت کی، اس میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی، بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، اور مفرج بھی سخت زخمی ہو کر بیوش ہو گئے، بیوشی کے عالم میں ان کے تصور نے ایک عجیب نظارہ کیا، وہ دیکھتے ہیں، کہ زمین سے آسمان تک کی ساری فضا فور سے معمور اور سبزہ سے سبز ہے، خوبصورت جو رین پرے کے پرے جمائے آسمان سے اتر رہی ہیں، ان کے ہاتھوں میں ایک ایک سبز رومال ہوا، ان میں سے ایک ایک بڑے اشتیاق سے ایک ایک شہید کی لاش پر آئی، اور بڑی محبت سے اس کا خون اُلو د سرگود میں اٹھا لیا، پھر اپنے آسمانی رومال سے خون صاف کیا، اور اس کے بعد اس رومال کو لیکر آسمان کی طرف اڑا کر چلی گئی، اس سلسلہ میں مفرج کی ایک دوشیزہ کا قعرہ فال مفرج کے نام بھی نکلا تھا، وہ بھی بڑے اشتیاق سے ان کے پاس آئی، مگر ان کا تار دم نہ ٹوٹا تھا، یہ دیکھ کر وہ اپنی قیمت کی محرومی پر غمگین ہوئی، اور ہم چشم سہیلون میں شرم سے گردن جھکا لی،

مفرج کا یہ خواب ہو یا عالم بیوشی کے ذہنی تاثرات، لیکن یہی نظارہ ان کی زندگی

پرایسا اثر انداز ہوا کہ اس کے بعد وہ تمام دنیا وی علاقے سے کنارہ کش ہو کر عزت گزین ہو گئے اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو کر موت کا بھینسے انتظار کرنے لگے، آخر اس واقعہ کے کچھ سال کے بعد واصل بھی ہوئے!

ابو الحسن علی صقلی حریری | شیخ ابو الحسن علی صقلی حریری بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے، سارا وقت ورد و اذکار میں گزارتے، شیخ ابو الحسن صقلی متوفی ۲۵۳ھ کی صفت کے تربیت یافتہ تھے، ابو سلیمان ریح القحطان کا بیان ہے کہ

”یہ بہترین لوگوں میں سے تھے، سوائے ذکر الہی کے کوئی بات زبان سے نہ نکالتے“

ذوق نماز | یہ نمازین بڑے ذوق و کیف سے پڑھتے تھے، جب اقامت کی تکبیر سننے تو عالم وجد طاری ہو جاتا، اور لبیک کہتے ہوئے دوڑتے،

وفات | شیخ ابو الحسن حریری نے طویل عمر پا کر ۳۱۰ھ میں وفات پائی!

ابو علی طنبی | شیخ ابو علی طنبی صوفی فنش بزرگ تھے، ابو سلیمان ریح القحطان نے ان کے احوال بیان کئے ہیں!

ابو القاسم عتیق بن محمد بن حاکم | شیخ ابو القاسم عتیق بن محمد حاکم صقلی خیر و صلاح، زہد و تقویٰ، اور تقدس و ورع میں عام شہرت رکھتے ہیں، اسمعانی لکھتا ہے،

”یہ شیخ صراح و زاہد دنیا سے روگردان اور آخرت کی طرف بڑھنے والے تھے، اللہ کے صلح بندوں میں تھے، میں نے لوگوں کی زبانیں ان کی تعریف و توصیف میں، انہیں خیر و صلاح سے متصف کرنے میں متفق پائیں“

صقیہ سے ہجرت کر کے بغداد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، واقعہ کی طے والوں میں

تھے، اوس نے اپنی فتوح الشام میں ایک سلسلہ میں ان کا نام لیا ہے، اور ان کو زاہد کے لقب سے یاد کیا ہے،

وفات | ۳۸۴ھ میں وفات پائی، اور وہیں مدفون ہوئے،

شیخ ابوالحسن علی بن محمد | شیخ ابوالحسن علی بن حمزہ متقی شیخ ابوطاہر محمد بن علی بن محمد بن محمد بن القاسم الشافعی بغدادی کے تلامذہ میں تھے تصوف کا خاص ذوق تھا ۳۸۴ھ سے پہلے اندلس گئے، اور شاید وہیں بود و باش اختیار کر لی تھے

شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم متقی | شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن موسیٰ تمیمی متقی ان فضلاے عقلیہ میں تھے جو عقلیہ سے باہر نکلے، ایک طرف محدثین سے علم حدیث کی روایتیں لین، اور دوسری طرف مشائخ و صوفیہ کرام سے علم تصوف کے فیوض و برکات جمع کئے، حضرت شیخ الطائفہ عینہ بغدادی ۴۰۴ھ اور شیخ ابوالحسن نوری جیسے مشائخ کی صحبت میں رہے، اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے، ان مشائخ کی میت میں مجلس سماع میں بھی شرکت کی تھی،

شیخ ابوبکر عتیق بن علی سنطاری | شیخ ابوبکر عتیق بن علی ابن داؤد سنطاری متوفی ۳۸۴ھ جامع شریعت و طریقت تھے، ان کا تذکرہ ابن القطاع نے کیا ہے، وہ کہتا ہے،

”یہ جزیرہ کے اون جگہ گشت عابدون اور اہل علم زاہدون میں تھے جنھوں نے طلب آخرت کیلئے دنیا کو چھوڑا، اور انکی طلب میں جانفشانی کی“

تصنیفات | انھوں نے مشرق و مغرب کے طویل سفر کے مختلف ممالک کے صوفیہ و صلحا و علما سے سنے، عقلیہ و اہل اکر تصنیف و تالیف کا شغل جاری کیا، مختلف فنون کے ماسوا ایک کتاب میں حروف تہجی کی ترتیب پر اپنے حالات سفر جمع کئے جس میں مختلف ممالک کے چشم دید اور بزرگوں

کے کتاب لایا، ان کتابوں میں ۲۵۴ و فترت الشام وادعی وراماری و ملائع جزوۃ القس فی ذکر ولاء الاندلس فی سواۃ تہذیب وادعی کے کتاب العقی وادعی وراماری

سے متنبہ ہوئے حالات جمع کئے، اور یہ خصوصیت سے صوفیہ دصالحا کے احوال لکھے،

اس کے علاوہ تصوف میں ان کی ایک دوسری کتاب کا پتہ چلتا ہے، جو دس جلدوں سے زیادہ میں تھی، ابن القطاع نے اس کی توصیف کی ہے، کہ اس سے پہلے اس قسم کی بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن مبارک مقلیٰ

شیخ ابوبکر احمد بن محمد بن ابی یحییٰ قرشی مقلی بھی المتعبد کے لقب سے
 یاد کے جاتے تھے، شیخ ابوبارون اللامسی رحمہ کی صحبت کے تربیت یافتہ تھے، ان کے والد کو شیخ ابوبارون
 اللامسی رحمہ سے خاص عقیدت تھی، وہ ان کی خدمت میں حاضر رہتے، اور اسی تقریب سے یہ بھی اون
 کے حلقہ میں داخل ہوئے ان کے مختلف واقعات و ملفوظات بالواسطہ و بلاواسطہ ان سے منقول ہیں

۱۔ مجمع البلدان جلد ۵ ص ۱۳۱، ۱۳۲ (ذکر مستطار) ۲۔ کتاب الامکان السیہ دریا و گاری مضامین جلد ۱ ص ۲۹۰، ۳۰۰
۳۔ ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۰ اماری نے مشہور مغربی صوفی شیخ ابو عثمان سعید بن سلام معروف بہ مغربی متونی سے تہذیبہ نیشاپور کو بھی حقیقیہ کے صوفیہ میں شمار کیا ہے، کہوکیو ان کا مولدہ مقام کرکنت ہونامی نے انہیں اسی مناسبت سے متعلق خیال کیا، کیونکہ مختلف عرب جغرافیہ نویس اور یومی اور یاقوت وغیرہ حقیقیہ کے شہر جنت کو کرکنت بھی لکھتے ہیں،

لیکن ابو عثمان مغربی کے غیر متعلق ہونے پر سب سے پہلے سی بولڈ کو اشتباہ ہوا کیونکہ ابن نعیم کی کتاب مقب
الاسرار فی محاسن الاخیار میں ابو عثمان المغربی کے ترجمہ میں "من القروان من قرۃ یتقال لہا کرکنت" (یعنی یہ
قروان کے ایک گاؤں کرکنت کے رہنے والے ہیں) مذکور ہے، پھر سی بولڈ کو اس کی تائید میں اب اللہ باب کی
روایت ملی جس میں کرکنت کو قروان کا ایک گاؤں بتایا گیا جو لیکن اس کے باوجود سی بولڈ ابو عثمان مغربی کے

علم تاریخ

علم تاریخ میں صقلی اہل علم کی صرف چند کتابیں معلوم ہیں،

تاریخ ممالک | تاریخ ممالک میں اولاً ابن القطاع صقلی متوفی ۵۸۵ھ اور ابو علی حسن بن یحییٰ کی دو

کتابیں ہیں اور دونوں صقلیہ کی تاریخ پر ہیں، اور تاریخ صقلیہ کے نام سے موسوم ہیں،

تاریخ صقلیہ ابو علی حسن بن یحییٰ الفقیہ کا تذکرہ قزوینی (۲۸۵ھ) اور یاقوت (۲۸۵ھ)

نے کیا ہے، قزوینی نے اپنی کتابوں آثار البلاد و اخبار العباد اور عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات

میں اور یاقوت نے اپنی معجم البلدان میں اس کے حوالہ سے صقلیہ کے حالات درج کئے ہیں،

ابن القطاع صقلی کی تاریخ صقلیہ کا ذکر اولاً معجم الادباء وغیرہ میں ابن القطاع کے حالات

زندگی میں آیا جو علاوہ ازیں یاقوت نے اس کتاب سے بھی بعض مقامات پر معلومات اخذ کئے ہیں اس کے

ایک نسخہ کا پتہ حسن حسنی عبد الوہاب (جامع بیونس) کے پاس چلا ہوا

(بقیہ حاشیہ ص ۳۰۲) قیروانی صقلی ہونے پر کوئی قطعی رائے قائم نہ کر سکا،

مجھے بھی پہلے ہی بولد کی تحقیق پر اطمینان نہیں ہوا، اور اسے ان مصنفین کی لغزش سمجھا جنہوں نے

کرکنت کو قیروان کا قریہ بتایا ہے، اسی بنا پر ابو عثمان مغربی کے حالات کی مزید جستجو کی، اور متعدد ایسے

ماخذ ملے جو ہماری وغیرہ کی نظر سے نہیں گذرے تھے، چنانچہ تذکرۃ الاولیاء، شیخ فرید الدین عطار، تذکرۃ

الشعراء، دولت شاہ اور نسیم الاولیاء داراشکوہ میں مغربی کے حالات موجود ہیں لیکن ان میں سے کسی سے

ان کے صقلی یا قیروانی ہونے کی تعیین نہ ہو سکی، بالآخر کتاب الانساب بمعانی پر نظر پڑی اور اسی قدیم ماخذ سے ان کے

قیروانی ہونے کا فیصلہ ہوا کیونکہ اس نے بھی کنتی میں قرمی القیروان کے ذیل میں ان کے حالات تشریح و بسط

سے لکھے ہیں، بمعانی کی اس شہادت کے بعد ہمدانی کی خلافتی تسلیم کر لینی پڑی، اسلئے روم کے کتب خانہ میں کسی

تاریخ مالک میں تیسری کتاب ابن محمد بن مقلی متوفی ۲۵۷ھ کی تاریخ جزیرہ انحرار ہے جو اندلس کے کسی عہد کی تاریخ ہے، حاجی خلیفہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے،

اسی طرح ابن رشتی قیروانی کی تاریخ القروان بھی لائق ذکر ہے، کہ وہ سبھی ہی میں تالیف پائی، جیسا کہ معارف کے ایک مقالہ میں تفصیل دکھایا جا چکا ہے،

سیرت و طبقات، | سیرۃ و طبقات میں ابن ظفر مقلی کی چند کتابیں بن جنہیں ایک کتاب خیر البشر خیر البشر سیرت ہے، (حاجی خلیفہ نے خبر البشیر لکھا ہے) ۱۰ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحیفہ سادہ کی پیشین گوئی ان درج ہیں، اس کا تذکرہ ابن ظفر نے اپنے فیہ سلوان المطارح اور حاجی خلیفہ نے کشف الطنون میں کیا ہے، اس کے چند نسخے ہیں، ایک بکتھیری میں ہے، جس سے امارسی نے اپنی بلبو تھیکا میں اس کا دیا پر نقل کیا ہے، دوسرا مدنیہ منورہ کے کتب خانہ عارف حکمت بک میں دستیاب ہوا جس کا تذکرہ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے مقالہ حجاز کے کتب خانہ میں فرمایا ہے، اور ایک اور نسخہ بکتھانہ خدیوہ مصر میں ہے، اور پھر ۱۲۵۷ھ میں مصر سے شائع بھی ہو چکی ہے،

مصنف نے یہ کتاب اپنے ایک معاصر صاحب علم رئیس ابو الرضی احمد بن عتبہ اللہ کے نام سے

(بقیہ حاشیہ ص ۳۰۲) غیر معلوم الاسم مصنف کی ایک کتاب تاریخ جزیرہ صلیبیہ من حین دخل المسلمون و اخبار حین فیہا من اکروب و تبدل الامار و غیر ذلک کے چند اوراق محفوظ ہیں، اور وہ سلاسلہ میں ایک لاطینی زبان کی کتاب کے فیہ کے طور پر شائع بھی ہو چکے ہیں، اور اسے امارسی نے اپنے مجموعہ میں ص ۱۶۵ سے ۱۶۶ تک میں نقل کیا ہے، لیکن ان اوراق کو تاریخ کہنے کے بجائے سنہ وار مختصر تعلیقات کہہ سکتے ہیں، اور جہاں تک بظاہر سمجھا جا سکتا ہے ابو علی حسن بن یحییٰ یا ابن القطاع کی تالیف نہیں ہے، اس میں جس سنہ کے اعتبار سے حوادث جمع کئے گئے ہیں، وہ مسلمانوں میں رائج نہ تھا،

معنون کی ہے، کتاب چار ابواب میں تقسیم ہے، پہلے باب میں صحتِ آسمانی کی بشارتیں درج کی ہیں، دوسرے میں وہ بشارتیں ہیں، جو احبار سے منقول ہیں، تیسرے میں کہان اور چوتھے میں جنون کی بشارتیں درج کی گئی ہیں،

ابن ظفر کی دوسری کتاب اعلام النبوة ہے، یہ بھی سیرت میں ہے، اور حاجی غلیفہ نے تذکرہ کیا ہے،

تیسری کتاب ابناء مجنباء الابناء ہے، جو طبقات میں ہے، اوس کے بھی دو نسخے پیرس اور کتب خانہ عارف حکمت ہک مدینہ منورہ میں موجود ہیں، نیز برکن اور گومتا میں اس کا ایک کٹا مختصر ہے، پھر مصر میں چھپ بھی چکی ہے،

کتاب آنحضرت صلعم کی سیرۃ مبارکہ سے شروع ہوتی ہے، پھر بہ ترتیب صحابہ کرام، اہل بیت، صحابہ، مشاہیر رجال عرب جاہلیت اور شامان فارس کے تراجم و سوانح حیات درج کئے ہیں، طبقات میں ابو بکر عتیق کی دو کتابوں اخبار الطلار اور اخبار الصالحین کا تذکرہ تصون کے بیان میں اوپر گذر چکا ہے، موخر الذکر کو یاقوت نے دس جلدوں سے زیادہ میں بتایا ہے، تذکرہ شعراء، تذکرہ شعراء میں ابن القطاع متوفی ۵۱۵ھ کی دو کتابیں ہیں جن میں ایک

الدرة الخلیفۃ فی المختار من شعراء الجزیرۃ ہے، جو جزیرہ صقلیہ کے شعراء کے ذکر میں ہے، اس میں ۱۰۰ اشعار صقلیہ کے حالات اور تقریباً ان کے ۲۰ ہزار اشعار تھے، یاقوت ابن خلکان اصفہانی، اور حاجی غلیفہ وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، کسی کتب خانہ میں اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں، اصفہانی نے اپنی خریقة القصص و جریقة العصر میں اور ابن سعید نے کتاب المغرب کے ایک ٹکڑے الامان المسلمیۃ فی حلی جزیرۃ صقلیہ میں اقتباسات درج کئے ہیں، جو برٹش میوزیم اور پیرس

لے تمام البلدان ذکر مختار،

کے کتب خانوں میں ہیں، اور امارتی کے مجموعہ اور اس کے مجموعہ بیا دگار صد سالہ میں اس کے اقتباسات شائع ہوئے ہیں، لیکن ابن سعید نے نقل میں احتیاط نہیں کیا، فوراً غلطیاں دکھائی ہیں، خریدۃ القصر کے حصے مصر سے شائع ہو رہے ہیں، اور اب الدرۃ الخفیہ کے ایک مختصر کا پتہ اختصاراً للنقل من الدرۃ الخفیہ للاحاق بن اغلب کے نام سے کتب خانہ تیموریہ مصر میں چلا ہے، حاجی خلیفہ وغیرہ نے اس اختصاراً للنقل کا تذکرہ نہیں کیا ہے،

دوسری کتاب لمح الملح ہے، یہ الدرۃ الخفیہ کے طرز پر شعراء اندلس کے حالات میں ہے، افسوس کہ اس کا تذکرہ کسی سرخس نامہ اور نہ کسی کتاب میں اس کا کوئی اقتباس نظر سے گذرا صرف ابن القطاع کے سوانح حیات اور کشف الظنون میں اس کا تذکرہ آیا ہے،

تذکرہ شعراء وادباء میں ایک اور کتاب ابن بشر وں صقلی کی المختار فی النظر والنشر کا فاضل اہل العصر ہے، جس میں اس نے اپنے ہم عصر شعراء وادباء کے حالات و نمونہ کلام درج کئے ہیں، حاجی خلیفہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور ابن خلکان اور عماد الدین کے ماخذ میں ہجو

علم ادب

(صرف نحو، لغت، انشاء، عروض، اور شاعری)

مصطفیٰ کی علمی ترقیوں میں علم ادب کو نمایاں جگہ حاصل ہے، تمام اصناف ادب، شعر و شاعری، انشاء پر دازی، اور ان کے متعلقہ علوم عروض و قوافی اور نحو و لغت میں سینکڑوں باکمال شعراء انشاء پر داز، اور فن لغت و نحو و دیگر علوم کے ماہرین پیدا ہوئے،

سلۃ الدرۃ الخفیہ کا نام ابن خلکان، یا قوت، اصفہانی، ابن سعید اور حاجی خلیفہ وغیرہ نے مختلف الفاظ کی ترکیبوں کے ساتھ درج کیا ہے، لیکن ضبط الفاظ میں کتاب کے مذکورہ بالا الفاظ سب میں مشترک ہیں، یہ نام اصفہانی ہی کا ہے،

شاهی خانوادوں کا ذوقِ ادب، اس علمی ترقی کا سب سے بڑا سبب وہی مہمان کے حکمران طبقہ کا ذوقِ ادب تھا، فرمانروایانِ صقلیہ، عمدہ دارانِ حکومت اور امراء و رؤسا خود علمِ ادب پر مجبور رکھتے اور بابِ ادب کی قدر دانی کرتے تھے، اور اس سے ملک میں ادب کے مذاق کو ترقی ہوتی، دوسرے ممالک کے شعراء حکمران طبقہ کی داد و دہش کے افسانے سن کر صقلیہ آتے، اور مہمان کی بزمِ علمی کی رونق بڑھاتے، یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے علوم و دینیہ کے حاملین سے اربابِ ادب کی تعداد کمین زیادہ ہے،

یہ صرف اسلامی دور پر موقوف نہیں، نارمن عہدِ حکومت میں بھی راجا راول کے نقشب آمیز زمانہ کو خارج کر کے نارمن فرمانروایانِ صقلیہ اسلامی تہذیب و تمدن سے استقدر مانوس ہو گئے کہ ان کے دربار مشرقی سلاطین کے درباروں کے مثل بن گئے، اور یہی صورتِ حال جرمن عہد میں بھی قائم رہی، اوغمون نے مسلمان سلاطین کی طرح خود بھی آپس کھال پیدا کیا، ادباء و شعرا کی قدر کی، قصائد پر بہت افزائی کی، اسلئے ان دوروں میں بھی بڑے بڑے باکمال مسلمان شعراء وادبا پیدا ہوئے، اور ان کے اثر سے ہر پڑے لکھے نے شعر گوئی شروع کر دی، اور شعراءِ صقلیہ کی ایک کثیر تعداد ہو گئی،

خانوادہ الغالبہ کی شاعری، چنانچہ انجلی عہد کے فرمانروائوں میں عبداللہ بن محمد، ابوالغالب، اور انجلی

شاہزادہ مجبر بن ابراہیم بن سفیان، صقلیہ کے ممتاز شعراء میں،

مجبر بن ابراہیم انجلی، مجبر بن ابراہیم خفاجہ والی صقلیہ کا حقیقی بھتیجا تھا، وہ اپنے اربس کا والی پھر سینا

دجنوبی اٹلی کی فوج کا انفرانٹلی تھا، وہ اتفاقاً جنوبی اٹلی کے ایک بحری سفر میں رومیوں کے ہاتھوں

گرفتار ہو کر قسطنطنیہ بھیج دیا گیا، اور وہیں قید خانہ میں ڈال دیا گیا،

ان دنوں قسطنطنیہ اور افریقہ کے تعلقات ایسے خوشگوار نہ تھے، کہ اس کی رہائی کی

کوئی صورت نکلتی، بذاتِ خود دامِ اسیری سے چھوٹنے کی بہتری کو پیش کین، مگر ناکام رہا، اور بلا آخر
تفس سے طائرِ روح پرواز کر گیا،

وطن کی یادیں اوکی ایک پر در و درِ عالم الجھنظم قید خانہ کی سلاخوں سے بھل کر باہر پھیلی
اور نقل ہوئی ہوئی افریقہ و صقلیہ تک پہنچی، اصفہانی نے یہ نظم نقل کی ہے، اسکے چند شعر یہ ہیں،

الایلی شعری بالذی فعل الدھر باخواننایا قیروان دیا قصر
اسے قیروان اور اسے قصر کا کشش میں جانتا کہ زمانے نے ہمارے جانوں کے ساتھ کیا
و نحن فانما لطمحتنا ریح النوی باعین خطب فملا حظها شتر
اور ہجو جدائی کی پچی نے ایسی مصیبتوں کی آنکھوں کو ہمیں ڈالا جنکی چیزوں کو دیکھ رہی تھیں
آخر میں کہتا ہے،

لعل الذی نجما من الجب یوسف و فریح عن ایوب اذ مسه الضر
جس نے کنوئیں سے یوسف کو نکالا اور ایوب جب بیمار ہو کر تو انکی مصیبت کو دور کیا
وخلص ابراہیم من نار قومہ و اعلا عی مومسی فذل لہ السحر
اور ابراہیم کو انکی قوم کی آگ سے بچایا اور موسیٰ کے عصا کو بند کیا اور جادو اسکے سامنے بھانک گیا
یصبر اهل الاسر فی طول اسرہ علی معضلات الاسر لاسلم الاسر
شاید وہ قیدیوں کو زمانہ قید تک قیدی کی مصیبتوں پر صبر عطا فرمائے اور قید باقی نہ رہے،

خانوادہ کلینیہ میں شاعری | اسی طرح خانوادہ کلینیہ میں ایسے کم فرمانروا گذرے ہیں، جو خود مختار
نہ ہوں، اور بعضے کلینی شاعر اسے بھی ممتاز شعرا میں تھے، اصفہانی وغیرہ نے انکی شاعری کی تائید
کی ہے، اور انہوں نے کلامِ درج کیا ہے، اور انکے شعر و شاعری کی قدردانی کو سراہا ہے،

لہ خیرہ اقصی اصفہانی در لاری ص ۵۹۲

امیر ابو اسحاق احمد | امیر ابو اسحاق احمد بن حسین کلبی والی صفیہ (۳۳۳ھ - ۳۵۸ھ) شاعری کا

اچھا مذاق رکھتا تھا، ابن فضل اللہ دمشقی نے نمونہ کلام درج کیا ہے:-

امیر ثقہ الدولہ | امیر ثقہ الدولہ والی صفیہ (۳۵۹ھ - ۳۸۸ھ) خود شاعری کرتا، اور شعرا کا

بیحد قدر دان تھا، ان کے قصائد پر اپنی داد و دہش سے انکی حوصلہ افزائی کرتا، اصفہانی نے ابن القطاع کے حوالہ سے اس کا نمونہ کلام درج کیا ہے:

امیر تاج الدولہ | اسی طرح امیر تاج الدولہ (۳۸۸ھ - ۴۱۱ھ) کو اصفہانی نے اس کے ہم عصر

شعرا میں نمایاں جگہ دی ہے، ابن خلکان نے بھی اس کا ایک قطعہ نقل کیا ہے، جیسے دو خوبصورت غلاموں کے سرخ و سیاہ لباس کی تعریف کی گئی ہے، کتا ہے:-

اسری بدسریں قد طلعا علی غصنین فی نسق ،

میں دو بدر کو دیکھتا ہوں، جو دو شاخوں پر ایک خاص ترتیب سے طالع ہوتے ہیں

وفی ثوبین قد صبغا صباغ الحد والحدق ،

وہ دو لباسوں میں ملبوس ہیں، جو کمال اور تہی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں،

فهذا الشمس فی شفق ، وهذا البدہ فی غسق ،

پس ایک شفق میں سورج ہے، اور ایک تاریکی میں چاند ،

امیر ابو محمد عمار بن منصور کلبی | امیر ابو محمد عمار کلبی مختلف علوم میں دستگاہ رکھنے کے علاوہ شاعری

کا مذاق بھی رکھتا تھا، ابن القطاع نے نمونہ کلام درج کیا ہے، کتا ہے،

تقول لقد رأیت رجال نجد وما ابصرت مثلك من یمان

وہ کہتی ہے کہ میں نے نجد کے آدمی دیکھے ہیں لیکن میں نے ان کے لوگوں میں تیرا مثل نہیں دیکھا،

الکف وتالع الصمات حتی سآآک من رجھا فی امان

تولرائی کا خوگر ہے، گویا تولرائی کی ہلاکت سے محفوظ ہے،
 ابو القاسم عبداللہ بن سلیمان بکلی | ابو القاسم عبداللہ بن سلیمان بکلی جو ممتاز امراء کلین میں
 تھا، کہتا ہے :-

تَحْذَرُوا عَلَى الْمَكْرَمَاتِ نَوَازِعًا فَكَانَتْ لِلْمَكْرَمَاتِ حَمِيمًا
 مفاخر میری طرف محبت آمیز اشتیاق ظاہر کرتے ہیں گویا میں بزرگوں کا قرابتدار ہوں
 وَاصْلَتُهُنْ كَانَتْهُنْ حَبَائِبُ وَحَمِيَّتُهُنْ كَانَتْهُنْ حُرِيمًا
 میں نے ان کو ملایا گویا وہ میرے دوست تھیں ان کی حفاظت کی گویا وہ پردہ نشین عورتیں
 ان کے علاوہ خانوادہ کلینیہ کے اور بہت سے ایسے معززین ہیں جنہیں شعر و شاعری
 کا مذاق تھا، اور اپنے ذوق سے یہ لوگ علم ادب کے ترقی دینے میں معاون بنے ابن القطر
 نے اپنی الذوق الخیرہ میں انہیں نام بنام گنایا ہے، اور نمونہ کلام درج کیا ہے، اور ان میں
 سے امیر متخلص الدولہ عبدالرحمن بن حسن بکلی، امیر ابو محمد قاسم بن زرارہ بکلی اور امیر ابو محمد
 جعفر بن الطیب بکلی، اور ابو القاسم عبداللہ بن سلیمان بکلی وغیرہ کا تذکرہ اصفہانی نے کیا ہے
 خریدۃ القصر میں کیا ہے،

عمدہ داران حکومت میں | اسی طرح ذیل کے اکابر عمدہ دار اسلامی اور نارمن دوروں میں
 ذوق ادب اور عمدہ اشعار | یہاں کے ممتاز شعراء میں تھے، اور ارباب ادب و شعر کے قدردان
 تھے، ابن القطر اور اصفہانی نے توصیف کے ساتھ نمونہ کلام درج کیا ہے، ان میں القائم
 سند الدولہ ابو الفتوح بن قائم بدیر المکلائی، حاجب سلطان، ابو الفضل احمد بن علی الفہری صاحب
 الشرط، القائم ابو محمد حسن بن عمر بن منکود اور امیر شیخ الدولہ عبدالرحمن اللؤلؤ، ابو عبداللہ حسن
 لے مساکب الابصار ابن فضل اللہ دراماری ص ۱۵۳ سے خریدۃ القصر دراماری ص ۵۹۴، ۵۹۵ وغیرہ،

ابن القائد، ابو عبد الرحمن علی بن اعلم صاحب دیوان الصناعات اور ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن الطبری صاحب دیوان الانشاء والرسائل ہیں، ان کے نمونہ کلام میں کسی کے اشعار نیو فر کی تعریف میں ہیں اور کسی نے گھوڑے کی تعریف کی ہے، اور اسی طرح کسی نے بے تکلفی سے صنعت طباق برتی ہے!

کتاب ووزراء | اسی طرح صفیہ کے کتاب ووزراء میں سے ایسے بیس وزراء و کتاب کے نام ملے ہیں جو بلند پایہ انشاء پرداز تھے، اور شاعری میں کمال رکھتے تھے، نیز کوئی نہ کوئی ان کی امتیازی خصوصیت تھی، مثلاً کوئی فن نحو کا امام تھا، کسی کو لغت پر عبور تھا، کوئی فن انشاء کے کمال کے ساتھ معنہ سازی و چیتان نویسی میں مشہور تھا، کوئی مختلف قسم کی صنعتوں کے استعمال پر قادر تھا، اور انہی میں بعض صاحب تصانیف و مقالات بھی تھے، جن کو مؤرخین نے بیان کیا ہے، ان کے اسما حسب ذیل ہیں:۔

عبد الرحمن بن ابوالعباس الکاتب الاطرابلسی ابو علی احمد بن محمد بن القاف الکاتب، ابو علی بن حسین بن خالد الکاتب، ابو بکر محمد بن سہل الکاتب المعروف بالرزق، عبد الجبار بن عبد الرحمن ابن سمرین الکاتب، ابو الفتح محمد بن حسین بن القرقودی الکاتب، ابو القاسم ہاشم بن یونس الکاتب ابو حفص عمر بن حسن بن قونی الکاتب، ابو حفص عمر بن عبد اللہ الکاتب، قاضی ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زید النخعی الکاتب، ابو عبد اللہ محمد بن عطار الکاتب، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن صباغ الکاتب، ابوسلیمان ہبہ اللہ الکاتب، ابو عبد اللہ محمد بن سدس الکاتب النحوی، ابو علی حسن بن محمد الکاتب، ابواسحاق ابراہیم محمد بن صیف الکاتب، ابو زید ابو الفضل بن احمد بن وابق الکاتب، ابو القاسم عبد الرحمن بن حسن الکاتب، ابو محمد عبد العزیز بن عبد الرحمن الانصاری الکاتب ابو الحسن علی

ابن عبد الرحمن الکاتب،

نمونہ کلام، | ابن القطار، ابن سعید، عماد الدین الکاتب، اور ابن فضل اللہ دمشقی وغیرہ
نے ان کتاب کے ادب میں کمال رکھنے کو سراہا ہے، اور ان کے کلام کے نمونے درج کئے ہیں،
لیکن افسوس ہے کہ یہاں طوالت کی وجہ سے درج نہیں کیا جاسکتا، صرف بطور مثال مختلف
شعرا کے چند شعر بغیر انتخاب ذیل میں پیش ہیں،
ابوالقاسم ہاشم بن یونس الکاتب :-

سرت لیل مواء، عسواد الذوائب

بہت سی راتیں جو بالون کی طرح یاہ تھیں

سرت فیدہ کانفی بعض زہر الکواکب،

میں اون میں چلا گویا کہ ستارہ ہوں،

ابن الصباغ الکاتب :-

قومی الذین اذا السذاک انشأت دون اسحاب صحایا من عیش

میری قوم وہ ہے کہ جب گھوڑوں کی ٹاپیں، گرد و غبار کا بادل اوٹھالی ہیں،

برق صواہم وامطرت اطلی علقا کثر تاسر الحیا المتفجر

تو ان کی تلواریں چمکتی ہیں، اور گرد و نین خون کا مینہ برسانے لگتی ہیں،

الواترین فکایقاد و میترهم والفاکین عجیر و بقیعی

وہ انتقام لینے والے ہیں، اور ان سے انتقام نہیں لیا جاتا اور حیر اور قیرر چمکے کرنے والے ہیں،

وللناغین حماهم ان ترعی والحامین لکل دایعتری

اپنی چمکا ہون کو چرنے سے محفوظ رکھتے ہیں، اور ہر مرض کا انسداد کرتے ہیں،

عبد الرحمن بن ابی العباس کاتب اطرابلسی نے عقلیہ کی ایک نرہمت گاہ "مقرنہ" پر
ایک نظم لکھی تھی یہ پورا قطعہ اصفہانی نے نقل کیا ہے،
ابن دابق الوزیر، نرگس کے متعلق کہتا ہے،

کف من الفضۃ مبسوطة فی وسطها نثر من السجد
چاندنی کی ایک تھیلی پھیلی ہوئی ہے، جس کے پنج میں سونے کے ذرے ہیں،
ابوالقاسم عبد الرحمن بن حسن کاتب،

اغری جعفری بالسہاد الملقق لمعان هذا البارق المتألق
اس چمکدار بجلی کی چمک نے میری آنکھوں کو بیدار کر دیا،
بانت لوا معہ تسل صوارھا بالغرب ثم شیھا بالمشرق
اسکی چمک رات بھر تلوار میں کھینچی رہی، جو مغرب میں کھینچی جاتی تھی، اور مشرق میں میاں میں کھینچی جاتی تھی
فکانن سہام نار منقث ثوب الدجا بصرا مہن المحرق
گویا وہ آتشیں تیر تھیں جو اپنی جلانے والی تیزی سے تاریکی کا پردہ چاک کر دیتی تھیں،

شعراء دربار اسلامی فرمانروایانِ عقلیہ کے ذوقِ ادب اور اہل علم و شہرہ کی قدر دانی کے
باعث عقلیہ و بیرونِ عقلیہ کے بڑے بڑے باکمال شعراء دربارِ عقلیہ سے وابستہ تھے، جہاں
وہ منہ مانگی مراد پاتے، اکثر مؤرخین اسکا تذکرہ کیا ہے، مثلاً تاج الدولہ کے متعلق ہے،
"یہ سخی اور فرمانبردار تھا، علماء و شعراء جگہ سے اس کے پاس آتے، انکی قدر و منزلت
کرتا، اور بخششوں سے مالا مال کرتا،"

۱۔ کتاب الاحسان المسلیہ در یادگاری جلد ۱ ص ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵،

تقریباً اسی قسم کی تصریح ثقت الدولہ وغیرہ کے متعلق بھی کی گئی ہیں، لیکن کون کون شعرا ان کے دربار سے وابستہ تھے، اس تصریح کے ساتھ صرف چند ہی نام مل سکے ہیں، جو حسب ذیل ہیں :-

ابو محمد عبداللہ بن محمد تنوخی | ابو محمد عبداللہ بن محمد تنوخی معروف بابن قاضی مہملہ چوتھی صدی کے باکمال شعراے مغرب میں تھا، یہ ثقت الدولہ یوسف کے دربار سے وابستہ تھا، ابن خلکان نے اس کا ایک قصیدہ جو ثقت الدولہ کی شان میں ہے، ذیل کے توصیفی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے،

”یہ ایک نایاب قصیدہ ہے، جو تمام و کمال لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں ہے، میں نے اتفاقاً ایک کتاب کی پشت پر لکھا ہوا اسے پایا، میرے پاس اس کے صرف یہی چند شعر ہیں اور دوسروں سے بھی میں نے اسی قدر سنا، اس لئے اس کے حُسن و خوبی اور ندرت کے باعث اسے ذیل میں پورا نقل کرتا ہوں“۔
یہ قصیدہ عید کی مبارکباد میں پیش کیا گیا تھا، کل ۵۹ اشعار ہیں، ان میں کے دو شعر یہ ہیں :-

فیا ثقتہ الملک الذی الملک سمعہ یراش لاکبدا لاعادی صفت
اس ملک کے قابل اعتماد و وجود جس کے تیر کو ملک دشمنوں کیلئے تراشتا ہے،
ہذا لاک العید الذی منک حسنہ یردق ومن اوصافک الغریب
تجملو عید مبارک ہو وہ عید جس کا حسن تیری وجہ سے خوشتا ہو جاتا ہو اور تیری عزت کے اوصاف
سے اس کو منصف کیا جاتا ہے،

لہ ابن خلکان جلد سوم ۷۲ تا ۱۰۵ ترجمہ یحییٰ بن اکثم،

محمد بن عبدون سوسی | محمد بن عبدون سوسی جو مغرب کے باکمال شعرا میں تھا، ثقۃ الدولہ کے عہد میں مصفیہ آیا، اور ایک مدحیہ قصیدہ اسکی شان میں پیش کیا، اوس نے اس کی پوری قدر کی، اور مصفیہ میں اوس کے مستقل قیام کا سامان کر کے اپنے لڑکے تاج الدولہ کے مقصود خاص میں داخل کر دیا،

تاج الدولہ بھی اپنے باپ کی طرح جو ہر شناس تھا، اوس نے اوسکی قدر و منزلت کی، اور ہر موقع پر حوصلہ افزائی کرتا، اور اوس کے ایک ایک شعر پر زور و جہر ہنسا کرتا، ابن عبدون کچھ دنوں کے قیام کے بعد وطن جانے کا خواستگار ہوا، اور ایک قصیدہ میں وطن کی پرشوق یاد کا تذکرہ کر کے تاج الدولہ سے رخصت کا طلبگار ہوا، لیکن وہ اوس سے اپنی رفاقت سے جدا کرنے پر آمادہ نہیں ہوا، اس کے بعد اوس نے ثقۃ الدولہ کی خدمت میں قصیدہ لکھ کر درخواست پیش کی، مگر اوس نے بھی اوس کے جواب میں دنیا پر کی تعمیل بھیج دی، اوس کے بعد وہ بار بار نئے نئے مضامین کے ساتھ اسی موضوع پر قصائد لکھتا، اور تاج الدولہ اوس کا نام اٹھاتا، تھیلیوں پر تھیلان اوس کے سپرد کرتا،

تاج الدولہ جعفر کی شان میں اس کے ایک قصیدہ کے چند شعر یہ ہیں :-

وَلَمَّا رَأَيْتَ الْبَدْرَ قَدْ مَسَلَمَا عَلَيْهِ وَاطْهَرْتَ الْخَضِرَ عَلَيْهِ
 جب میں نے چاند کو دیکھا، تو کھڑے ہو کر اسکو سلام کیا، اور اوس کے سامنے جھک گیا،
 فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ الْكَامِلَ مِنْ يَوْسَفَ شَبِيهُكَ قَدْ عَزَّ الْوَصُولُ إِلَيْهِ
 پھر میں نے اوس سے کہا کہ امیر ابن یوسف تیری ہی جیسا ہوا اسلئے اس تک رسائی دشوار ہے
 لَكِنْ لِي شَفِيقًا عِنْدَكَ وَمَذْكُورًا إِذَا جِئْتُهُ بِتَغْنِي السَّلَامِ إِلَيْهِ

تو جب تو اس کے پاس سلام کے لئے حاضر ہو، تو اس کو مجھے یاد دلادے
 ابن المودب قیروانی، عبداللہ بن ابراہیم بن ثنی طوسی قیروانی معروف بابن المودب قیروان کا
 ایک مشہور شاعر تھا، اور سیرو سیاحت کا دلدادہ تھا، اس کے ساتھ اسے کیمیا بنانے کا بھی شغف
 تھا، اور اپنے اس شوق کے پیچھے ہمیشہ تھی دست و پریشان حال رہتا، اور جو کچھ ہاتھ آتا فوراً
 اوڑھا پڑا دیتا،

ثقۃ الدولہ کے عہد میں یہ ایک مرتبہ صلیبیہ کے ارادے سے روانہ ہوا، لیکن ان دنوں رومیوں
 اور حکومت صلیبیہ میں جنگ تھی، اتفاق سے یہ سمندر میں رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا، اور
 ایک طویل زمانہ اسیری میں گزر گیا، یہاں تک کہ ثقۃ الدولہ اور رومیوں سے صلح ہوئی، اور صلح نامہ کے
 رو سے قیدیوں سے تبادلہ ہوا، اسی سلسلہ میں ابن المودب بھی رہا ہو کر صلیبیہ پہنچا، اور یہاں آتے
 ہی ثقۃ الدولہ کے سامنے اس احسان کے نشکر یہ میں ایک قصیدہ پیش کیا،

ابن المودب ثقۃ الدولہ کو یاد دہش کے افسانے سن چکا تھا، اس لئے وہ اپنے اس قصیدہ
 پر بڑی امیدیں لگائے بیٹھا تھا، لیکن ثقۃ الدولہ سے اس کو جو کچھ ملا وہ اس کی توقع کے مطابق نہ
 تھا، اس لئے دوبارہ زیادہ اصرار سے دست طلب دراز کیا، اور ناکام ہونے پر ایک سخت ہولکھ ڈالی
 اور پھر اس کے خوف سے اپنے ہم پیشہ کیمیا سازوں کے یہاں روپوش ہو گیا،

اس کے بعد وہ ایک دن شراب کے نشہ میں بہ مست بازار میں گزرتا خریدنے کے لئے
 سر راہ بھل آیا، پولیس اس کی تلاش میں تھی، اسے دیکھتے ہی گرفتار کر لیا، اور کشتان کشتان ثقۃ الدولہ
 کے حضور میں پیش کیا،

ثقۃ الدولہ اس سے سخت برہم تھا، اس کے سامنے جاتے ہی اس سے باز پرس کی اُس نے جرم
 سے انکار کیا، اس پر ثقۃ الدولہ نے تبتی کا یہ مصرع پڑھا :-

ع فالحو محتجن باولاد الزنا

شریف آدمی حرامیوں کی آزمائش میں پڑ جاتا ہے،

ابن المودب بھی نشہ میں بہست تھا، شوخی سے فوراً جواب دیا، کہ یہ بھی تو اسی

کا مصرع ہے،۔۔۔ ع

وعد ادع الشعراء بش المقتنی شاعروں کی عداوت مول لینا بُرا ہے،

تفقہ الدولہ یہ گستاخانہ جواب سُن کر کچھ دیر کبیدہ خاطر ہوا، پھر اس کے حرکات سے درگزر کرنے کا فیصلہ کیا، اور سودینار رخصتانہ مرحمت فرما کر صفیہ سے نکل جانے کا حکم دیا،

ابو الحسن ابن النخاط ابو الحسن علی بن محمد بن علی معروف بابن النخاط ربیع صفیہ کے ممتاز شعرا کی صفحہ اول میں تھا، ابن القطاع اور ابن سعید نے اس کے شعروادب کی تعریف کر کے اسکو اُحد اعلام الشعراء کے الفاظ سے یاد کیا ہے،

یہ بھی فرمانروایانِ دولتِ کبیتہ کا درباری شاعر تھا، اور اکثر فرمان رواؤں کی شان میں قصیدے لکھے، خصوصاً تاج الدولہ کے دربار میں نمایاں رسوخ پیدا کیا، اسکی شان میں اس کے متعدد مدحیہ قصائد ہیں،

بلکہ اسے اپنے عہد کا شاعرِ صفیہ کہا جاسکتا ہے تاج الدولہ کے علاوہ مختلف امراءِ کلین امیرِ تخلص الدولہ، انتصار الدولہ، تاج الدولہ اور مصمم الدولہ کی شان میں بہ کثرت قصائد لکھے ہیں ابوظہر الطلیل بن احمد تجیب برقی صاحب شرح الفخار من شعر بشار، ابن خیاط کا معاصر تھا، اوس نے اپنی کتاب میں بشار کے اشعار کی شرح میں جا بجا اس کے اشعار، استنہاد و مثال کے طور پر پیش کئے ہیں، اور اسے مشہور شاعرِ عرب نا لبہ، تبتی، اور ابن معتز وغیرہ کے پہلو میں جگہ دی ہو،

سلاہ بن فلکان جلد ۲ ترجمہ یحییٰ بن اکثم ۵۵۱ھ الاسمان المسیور یا دگار ص ۲۹۸،

تائید الدولہ کی شان میں اسکے جو قصائد تھے، ان میں کے چند شعر یہ ہیں جنہیں اوس نے اسکے پرکشٹ
دور حکومت پر اُسے تسلی بخشی دی ہے،

لا تفرحن ولا تحزن لنا بئۃ علیک بالخیر اوبالشر لم یدر
کسی پیش آنے والی بات پر نہ خوش ہو نہ رنجیدہ کیونکہ بھلائی یا برائی ہمیتہ باقی نہ رہے گی
فی کل امر وان طالت نجاحتہ حکم التعاقب فی الانوار والظلم
ہر چیز گو وہ مدت تک قائم رہے، روشنی اور تاریکی کی طرح آنے جانے والی ہے
ارہی کل شیء لہ دولۃ لکم التعاقب فیہا عمل

میرے خیال میں ہر چیز انقلاب پذیر ہے، اور انقلاب کا عمل اوس پر جاری رہے،
ولا تفرحن ولا تحزنن بشی اذا ماتنا ہی انتقل
کسی چیز پر نہ خوش ہو نہ رنجیدہ، جب اوس کا وقت ختم ہو جائے گا، تو وہ چلی جائیگی

ابن خیاط نے صفیہ کے آخری کبھی تاجدار مصمصام الدولہ حسین اور اوس کے بھائی مؤید
(تائید الدولہ) کی شان میں بھی ان کی شانزدگی کے زمانہ میں قصائد کہے تھے ایک قصیدہ میں
ان دونوں کا اجماعی ذکر کس خوبی سے کرتا ہے،

جلاهما زین اخرایہ کما یزین الفرقا الفرقا
دونوں بھائی ایک دوسرے کی زینت ہیں جس طرح تارہ فرقہ، فرقہ کو زینت دیتا ہے
من تمرأ منفرداً منہما فی مجلس قلت هو السید
ان دونوں میں سے جس کو کسی مجلس میں تنہا پاؤں گے، کہو گے کہ یہی سردار ہے،

امیر مختص اللہ بکلی کی شان میں اس کے کئی قصیدے ہیں، ایک قصیدہ میں اسے اور اس کے

لڑکے انتصار الدولہ دونوں کو فخر طلب کیا ہے :-

وكانما الحدثان خلفت رُجُلَها
 تَرِيانَه خَلَلَ الغيوب شَفِيفا
 گویا حوادث زمانہ ایک شیشے کی آڑ میں ہیں جبکو تم دونوں غیب کے پردے سے صاف دیکھتے ہو
 وكانتا اسرار الوجوه لا تَصَوِّرُ
 لَكُما باسراسر القلوب حروفا
 گویا چہروں کی علامتیں حروف کی صورت میں دیکھیں گے نہ تو تمہارے سامنے نمایاں کر دی ہیں
 فاذا انطوى يومًا لَبِثَتْ نَيْتَه
 نُشِرَتْ فاصبح سترها مكنسوها
 اگر نیت میں کوئی کھوٹ ہوگا، تو وہ کھل جائے گا، ^۱
 خَفَضَ عَلَيْكَ مَساءةً ومُسرةً
 تلقاها فاحصل شئٍ آخر ^۲
 رنج و مصیبت جو تم کو پہنچیں ان کے معاملے کو آسان سمجھو کیونکہ ہر چیز کی انتہا ہے
 پھر اوس کی وفات پر اوس کا مرثیہ بھی لکھا، جس میں نبوحسین کو اوس نے مخاطب
 کیا ہے:-

يَسْلُبُكُمْ اَنْ الجزيرة بعدكم
 كما قيل في الامثال لحم على ضم
 تمکو تسلی ہو کہ جزیرہ تمہارے بعد مہیا کہ امثال میں کہا گیا ہو قصائی کے تختہ کا گوشت ہے
 تركنكم بقايا احسنكم في خرابها
 كما ذبل النوار في خلل الحمم
 تم نے اپنی خون کی یادگار اوس کے گنڈر میں چھوڑ دی جو سطح کی ٹکڑیوں میں مر رہا جاتا ہے
 وجرحه كأن الله قال لمانها
 ترفرق حيا و امزج الحسن بالكره
 ایہ چرے ہیں جن کی آبرو سے خدا نے کہا کہ حیا سے چمک جا، اور کرم سے مل جا،
 كانهم فوق الامرة انجمر
 سعوروني الهيجا صراخمة لهم ^۳
 گویا وہ لوگ تخت پر سوار ستارے ہیں، اور لڑائی میں مشیر ^۴،

امیر امتقار الدولہ بن امیر متخلص الدولہ کی شان میں اوس کے متعدد قصائد کے اشعار برقی نے شرح المختار میں درج کئے ہیں، چنانچہ اوس کے ایک قصیدہ میں جنگ اور لشکر کے منظر بیان کرتے ہوئے تلوار کی تعریف میں کہتا ہے :-

وَمُهَنْدَاتُ كَالْعَقَائِقِ مَادَّهَا مَتَرَقُّقٌ وَلِهَيْبَهَا مَتَأَجَّجٌ
اور ہندی تلواریں جن کا پانی عتیق کی طرح چمک رہا تھا، اور اسکا شعلہ بھڑک رہا تھا
لَا تَسْتَقِرُّ الْعَيْنُ فَوْقَ مَتَوْنِهَا فَكَانَ نَاصِحِي نَزْبُوقٍ مَتَدَّ حَرْجُهَا
آنکھیں اوس کے اوپر نہیں ٹھہرتی تھیں، گویا وہ سیال پارہ تھیں،
ایک دوسرے قصیدہ میں حسن طلب ملاحظہ ہو،

اللَّهُ الْعُطْفَ مِنْعًا حِينَ يَسْرِي مِنْ لُطْفِ صُنْعِكَ تَبِيرًا لِلْعَاسِلِ
خدا بڑا مہربان ہے کہ اُس نے تیری مہربانی سے میری مشکل کو آسان کر دیا،
وَقَائِلُ قَالِ الْبَشَرُ مِنْ جِحَّةٍ ^{بِخَيْرٍ} إِنَّ الْكَامِيرَ كَرِيمٍ قَالِ الْفَانِقِلُ
اور ایک کہنے والے نے مجھ سے کہا کہ تجھ کو حاجت براری کی بشارت ہو کیونکہ امیر فیاض موجب کیسا
مَا حَاجَةٌ هِيَ أَوْلَى أَنْ تَفُوزَ بِهَا مِنْ حَاجَةِ قَدٍّ وَمَخْتَمَا عَيْنَةٍ نَظَرًا
جس ضرورت پر اوس نے مجھ کو ڈال لی اس سے بڑھکر کوئی ضرورت پوری ہونیوالی نہیں
إِذَا ابْنُ مَسْتَعْلَصِ الْإِسْلَامِ قَامَ بِهَا ^{بِخَيْرٍ} فَاقْعَدُ فَاذْكُ قَدْ لَيْتَهَا الْعُظْلُ
جب متخلص الاسلام کا لڑکا اوس کے پورا کرنے کے لئے تیار ہو گیا، تو تو ٹیٹھ جا کر ڈوبو جا
ایک دوسرے قصیدے کے دو شعر یہ ہیں :-

وَلَوْ اسْتَطَعْتَ عَلَى الْخُجُودِ نَظْمَهَا عَقْدُ أَعْلِيَاكِ فَهَلِ الْيَمَامِعُ رَجَا

اگر مجھ کو ستاروں پر قدرت ہوتی، تو میں تیرے لئے اوس کا ہار گوندھ لیتا،
کیا ستاروں تک چڑھا جاسکتا ہے،
وَإِذَا مَنَّكَ مِنَ ثَنَائِي نَبِيَّةٌ فَعَنِ الْمَنَاحِ مِنْ نَوَالِكَ تَلْبِجُ
اگر میں نے تیری مدح کی ہے، تو یہ تیری فیاضیوں کا تسبیح ہے،
لَا عِنْدِي صَنِيعَةٌ قُلْتُ تَنِي نِعْمَةً عَفْوَهَا يُقَصِّرُ جُهْدِي
تیرا مجھ پر ایک احسان ہے، جس کے شکر یہ کی مجھ میں طاقت نہیں،
فَإِذَا مَا أضاءَ حَوْلَكَ سُوسٌ مِنْ ثَنَائِي فَانْتَ قَادِحُ زُنْدِي
تو جب تیرے گرد میری مدح کا نور چمکے، تو تو ہی میرے چمقاؤں کا روشن کرنیوالا
وَإِنَّ أَوْلَىٰ ثَنَائِي أَنْ تُشْكِرَ صَنِيعَةَ أَنْتَ مَوْلَاهَا وَمَوْلَاهَا
بہترین رراعت جبکو تو فرمانبردار بنائے، احسان ہے جبکہ تو مالک ہو اور جبکو تو کرنیوالا
فَرَحَّبَهَا إِلَيْهَا سَبِيحٌ سَنَابِلُهَا، فِي حَبَّةٍ بَارَكَ الرَّحْمَنُ لِي فِيهَا
اسکی پرورش کر کہ ایک دانے میں اسکی سات بالیاں ہونگی خدا مجھکو ہمیں برکت دے
أَوْ دَعَمَهَا فِي ثَرَىٰ جَعْدٍ فَلَنْبَتُهَا مُسْتَأْرَضًا أَرْضَهَا خَضْرًا أَعَالِيهَا
تو نے اسکو زرخیز زمین میں بویا، اور زمین نے جبکہ اوپر کا حقہ سرسبز ہے، اسکو اگایا،
فَالْبَثَّ وَلِيًّا إِلَىٰ وَمِثْمَا مَدَّ دَا إِنَّ الْكَتَائِبَ مَنْصُورًا تَوَالِيهَا
پے درپے اوس کو بڑھاتا رہا، کہ جو فوج پے درپے آتی ہے وہ ظفریاب ہوتی ہو،
ابن خیرا ط نے اپنے بعض قصائد میں عقلیہ کے پر آشوب سیاسی حالات کی طرف بھی
اشارہ کیا ہے،۔

حَسْبِي مِمَّا فَاتَنِي كَلَّهٖ بَقِيَّةٌ مِّنْ اَمَلٍ فِي يَدِي
 سب کچھ کھونے کے بعد اُمید کا جو حصہ میرے ہاتھ میں رہ گیا ہو، وہ کافی ہے
 فَصَحَّرَ كَثِيرٌ بَلَغَ الْمُنْتَهَى كَانَ قَلِيلاً فِي يَدِ الْمُبْتَدِئِ
 بہت سی چیزیں جو کثرت میں انتہا درجے کو پہنچ گئی، ابتداء کر نیوالے ہاتھ میں تھوڑی تھیں
 وَرُبَّمَا اسْتَدْرَكَ فَوْتَ الْغَنِيِّ وَاسْتَعْفَ التَّاسِدُ بِالْمُسْتَدِ
 دولت کے گم ہو جانیکا اکثر تدارک کر لیا گیا ہو، اور تلاش کرنے والے کو گم شدہ چیز مل گئی ہو
 کلبین کے زوال کے بعد اُس نے ابنِ تہنہ کی شان میں بھی قصائد لکھے:

اربابِ علم و ادب و شعر | صقلیہ کے اربابِ علم و ادب و شعر کے تین دور سہولت کے لئے قائم کئے
 جاسکتے ہیں، یعنی دورِ اوّل، عہدِ اسلامی، دورِ ثانی، عہدِ نامانی اور دورِ ثالث، عہدِ متاخرین اور پھر دورِ میں قسم
 کے اربابِ ادب لائے جاسکتے ہیں، یعنی وہ ادباء جو اصنافِ ادب و متعلقات مثلاً انشاء، نحو،
 لغت اور عروض وغیرہ میں صاحبِ کمال ہیں، عام اذین کہ وہ شاعری بھی کرتے ہوں اور دوسرے
 وہ اربابِ ذوق ہیں جنہیں مورخین نے صرف شاعر ہی کی حیثیت سے پیش کیا ہے، اسی تقسیم کے
 رو سے ذیل میں انکے حالات پیش ہیں، دورِ اوّل

(عہدِ اسلامی کے ادباء)

پہلے دور کے ادباء کی تعداد مذکورہ بالا اربابِ علم کو چھوڑ کر، ۲۰ ہوتی ہے، جنہیں مورخین
 نے علمِ ادب کے ماہرین کی حیثیت سے جگہ دی ہے، کسی کو ماہرِ لغت، کسی کو امامِ علم، کسی کو
 کو علمِ نحو میں یتما سے زمانہ اور کسی کو ماہرِ فنِ عروض کا خطاب دیا ہے، اور اربابِ ادب میں

۱۰ شرح المختار من شعر بشار، ۶، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳

چند صاحبِ تالیفات بھی تھے، یہ ادباً بہ ترتیبِ زمانہ حسبِ ذیل ہیں،

ابوحن بن مقلیٰ | شیخ ابوعلیٰ حسن بن علی صقلی محدث متوفی ۳۹۱ھ کو علمِ نحو میں بھی دستگاہِ حاصل تھی، شاعری بھی فرماتے تھے، ابنِ عساکر نے انکے اشعار نقل کئے ہیں، اشعار میں زہد و ورع کی تلقین کی گئی ہے؛

ابوالعلاء صاعد بن حسن بغدادی | ابوالعلاء صاعد بن حسن بن علی ربی لنومی اصل میں موصل کا باشندہ تھا، بغداد میں تعلیم و تربیت پائی، ابوعلیٰ فارسی، ابوسعید سیرانی اور ابوسلمان خطابی جیسے ماہرینِ فنون اس کے اساتذہ ہیں، علومِ لغت و ادب میں کمال پیدا کیا، اور معاصرین میں تفوق حاصل کیا،

سنہ ۳۳۵ھ میں مشرق سے اندلس پہنچا، اور منصور عامری کے دامن سے وابستہ ہو گیا اور اس کی خدمت میں اپنی مشہور کتاب الفصوص پیش کی، جو علی القاری کی امالی کے طرز پر جمادیاں صلیں ہزار دینار پائے،

کچھ دنوں کے بعد جب اندلس میں فتنہ و فساد نے سراوٹ مٹایا، اور علمی مجلس درہم برہم ہوتی نظر آئی، تو صاعد نے رختِ سفر باندھا، اور اندلس سے صقلیہ آیا، اور یہیں توطن پذیر ہو گیا، صقلیہ کی آب و ہوا سازگار تھی، یہیں اپنے علمی مشاغل جاری کر دیے، اور آخر عمر تک قیام پذیر رہا،

وفات | بالآخر یہیں ہر روایت صحیحۃً میں وفات پائی؛

دمہ مقلیٰ | ابو محمد صقلی معروف بہ دمعہ علما سے نحو میں ممتاز درجہ رکھتا تھا، صقلیہ کے کسی

لے تاریخ ابن عساکر ۴۳۵ھ کے مفصل حالات ابن خلکان مختصر انبار الرواة، بنية الوعاء ص ۲۶۷ اور فی بالوفیات وغیرہ میں ہیں،

مدرس میں صدر اساتذہ کے عہدہ پر مامور تھا،

شہاب الدین عبدالحق مقلیٰ | شہاب الدین عبدالحق علم نجومیں شہرت رکھتا تھا، ابن ابی اصیبعہ صاحب

کتاب عیون الانباء نے ایک سلسلہ میں اسکا تذکرہ کیا ہے،

ابو حفص عمر بن مقلیٰ | ابو حفص عمر بن حسن نحوی مقلیٰ نحو و لغت میں درک رکھتا تھا، اصفہانی

اور قفطی نے پر شوکت الفاظ میں اس کے علوم کی مہارت کا تذکرہ کیا ہے اور خود شاعری بھی کرتا تھا

قفطی نے نمونہ کلام درج کیا ہے،

یہ ہمیشہ صلیبیہ میں قیام پذیر رہا، لیکن دولت اسلامی کے زوال کے بعد جب نامنوں

نے صلیبیہ پر قبضہ کیا، تو وہ راجراول کی تعصبانہ حکمت علی کا شکار ہو گیا، اور کسی سلسلہ میں قید خانہ میں

ڈال دیا گیا، پھر اسی تقریب سے راجر کا قصیدہ خواں بن گیا، اور قید سے رہائی کی کوششوں

میں اُس کی شان میں ایک طول طویل قصیدہ لکھا، مگر شاید رہائی نصیب نہیں ہوئی، اصفہانی

نے اس قصیدہ کے حجتہ حبثہ اشعار نقل کئے ہیں،

ابو یعقوب یوسف بن دباغ، | ابو یعقوب یوسف بن احمد دباغ مقلیٰ کا خاص فن علم نجوم تھا،

اس فن میں اپنے معصروں پر سبقت رکھتا تھا، اسے متقدمین کی کتابیں ازبر یاد تھیں، اور نجوم کے

اکثر مسائل نظم کے تھے،

طاہر بن محمد بن رقبانی، | طاہر بن محمد بن رقبانی عہد اسلامی کے ممتاز ترین اداہ میں تھا، اس نے

تمام علم صلیبیہ ہی میں بسر کی، علم لغت پر عبور کامل تھا، قفطی لکھتا ہے :-

اُس کے زمانہ میں لغت عرب اور عربی کلام نظم و نثر کا واقعہ کار اس سے زیادہ کوئی

۱۳۶ بغیۃ الوعاة ص ۱۳۶ و مختصر انباء الرواة در الاماری ص ۱۴۸، ۱۴۹ عمید الانباء فی طبقات الاطباء جلد ۱

۱۴۹ خزینۃ القصر در الاماری ص ۵۸۰، و مختصر کتاب انباء الرواة ذہبی ص ۱۴۸، ۱۴۹ بغیۃ الوعاة جلد ۱

دوسرا نہ تھا،

علمی مرتبت کی شہرت ہر طرف پھیل گئی تھی، اطرافِ عالم کے طلبہ اہل علم درس و استفادہ کیلئے سفر کر کے یہاں پہنچتے، اور انکی منہ درس سے فیضیاب ہوتے،
شاعری بھی کرتا تھا، قطبی نے چند شعر بطور نمونہ درج کئے ہیں:

ابو الفضل علی بن طاہر بن رقبانی | ابو الفضل علی بن طاہر بن رقبانی، لغوی، صفی، لغت اور شعر چاہی
کا بہت بڑا حافظ تھا، دیگر اصنافِ ادب پر بھی عبور رکھتا تھا، شاعری بھی کرتا تھا، قطبی نے نمونہ
کلام درج کیا ہے:

ابو طاہر اسماعیل بن خلف مرقی صفی، متوفی ۴۵۵ھ علوم قرآن کے
علاوہ علم ادب کے بھی امام سمجھے جاتے تھے، ابنِ خلکان نے "صحاح امامائے علوہ
الادب" (علومِ ادب میں امام تھے)، کے الفاظ سے توصیف کی ہے، اور تذکرہ نگار مرقی
کیساتھ نحوی کا لقب بھی دیتے ہیں:

عثمان بن علی سر قوسی | ابو عمر عثمان بن علی بن عمر سر قوسی علوم قرآن کے علاوہ علم نحو و ادب
میں درک رکھتے تھے ہلہنی نے عالم نحو و لغت لکھا ہے، اور سیوطی نے علم نحو و عروض میں ادون کی
تالیفات کا تذکرہ کیا ہے، عبداللہ بن بری بن عبد الجبار بن بری کی نحوی (مولود ۴۹۹ھ) نے
جو علم لغت و ادب میں خاص پایا رکھتا تھا، علم ادب کی تحصیل انہی سے کی تھی:

عمر بن خلف | ابو حفص عمر بن خلف بن علی صفی کے حالات فقہائے صفیہ کے ضمن میں گزر چکے
ہیں، انھیں فنِ انشاء و خطابت میں ملکہ حاصل تھا، یونس کے عہدہ قضا کے فرائض کے ساتھ

سہ کتاب انشاء الرواۃ علی انبار النفاۃ دراماری ص ۶۴۵، عتقر انباء الرواۃ دراماری ص ۶۴۶، ۶۴۷، ابنِ خلکان

جلد ۳ ص ۳۴۴، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۲ و کتاب المقتدر فی دراماری ص ۶۶۳،

ہر جمعہ کو خطبہ بھی دیتے تھے، ان کے خطبات مدون ہوئے تھے، قطعی نے ابن نباتہ متوفی ۳۵۵ھ جیسے بلند پایہ ادیب و خطیب پر انھیں ترجیح دی ہو، چنانچہ لکھتا ہے،
 ”یہ اپنی انشاء پر داری میں ابن نباتہ پر تفوق رکھتے ہیں“
 عماد الدین کا تب اصفہانی لکھتا ہے،

”ان کا فضل و کمال تمام مقامات پر زبان زد خاص و عام ہے اور ان کے خطبات ابن نباتہ کے خطبات سے کم نہیں ہیں“

شاعری کا بھی ذوق تھا، عماد الدین کا تب نے ان کے ذوق شعری کی تعریف کی ہے، سیوطی نے بھی بنیۃ الوعایہ میں دو شعر نقل کئے ہیں،

تصفیات، | ان کے مجموعہ خطبات کے علاوہ لغت میں انکی ایک کتاب متعین اللسان ہے، فیروز آبادی صاحب قاموس متوفی ۱۰۸۰ھ نے اس سے استشاد کیا ہے، اور اس کی توصیف کی ہے، اسی طرح امام نووی کی کتاب تہذیب الاسماء کے ماخذوں میں ہر کشف الظنون میں اسکا نام متعین اللسان چھپ گیا ہو،

محمد بن علی، | ابو بکر محمد بن علی بن حسن بن عبد البر صقلی محدث علم نحو و لغت میں بلند پایہ رکھتے تھے، منذری نے ان کا تذکرہ کیا ہے، ابن القطاع صقلی ان کے تلامذہ میں تھا، ابن دحیہ نے اپنی کتاب المطرب میں ان کے اقوال سے استناد کیا ہے،

ابو موسیٰ یحییٰ بن عبد المنعم صقلی، | ابو موسیٰ یحییٰ بن عبد المنعم صقلی کے شاعرانہ کمالات کا اعتراف

۱۔ محقر ابن الروادہ در امارۃ ص ۴۴، ۲۔ خزینۃ القصر اصفہانی فیفا ص ۵۹، ۳۔ تہذیب الاسماء نووی ج ۱ ص ۹۸، ۴۔ بنیۃ الوعایہ سیوطی ص ۳۹۱، ۵۔ کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۸، ۶۔ محقر کتاب انباء الروادۃ علی انباء الروادۃ، در امارۃ ص ۴۸، ۷۔ بنیۃ الوعایہ ص ۵۵،

علاء الدین اصفہانی نے پرزور ستائشی الفاظ میں کیا ہے، اور کلام کا نمونہ درج کیا ہے،
 "البیانات" | اسے انشاء پر دلازمی کا خاص ذوق تھا، اس نے ایک رسالہ اس صنعت کے ساتھ
 لکھا تھا، کہ پورے رسالہ میں حروف الف و لام ایک جگہ بھی نہیں آئے، حالانکہ عربی زبان میں
 بجز الف و لام کے چند سطروں کا لکھنا دشوار ہے، اوس نے ایک دوسرا رسالہ حماس خط
 کی تشریح میں لکھا تھا،

سعید بن نقون بن مکرم | سعید بن نقون بن مکرم قرطبی اندلس میں مقیم تھا، کہ منصور عاصی کے غنا
 میں آگیا، اور قید خانہ میں ڈال دیا گیا، جب رہائی حاصل ہوئی، تو صغیر پہنچا، اور میں توطن اختیار
 کر لیا، علوم لسانیہ میں ماہر تھا، اور علم عروض میں محقق و مطول دو کتابیں تالیف کیں،
 وفات | آخر عمر تک صغیر میں قیام پذیر رہا، اور میں وفات پائی،

ابو الحسن ابن البشار الصقلی | ابو الحسن علی بن عبد الرحمن بن ابی البشار صقلی کاتب صغیر کے ایک تمام
 نمونہ کا باشندہ تھا، اسکندریہ میں بود و باش اختیار کرتی تھی، اور وہاں امام نحو تسلیم کیا جاتا تھا،
 مختلف اصناف ادب نحو، عروض، اور شعر و شاعری میں کمال حاصل تھا، قفطی
 کہتا ہے :-

"نحو و عروض کا عالم ماہر تھا، اور تمام انواع ادبیہ میں مناسبت رکھتا تھا، اور ان
 علوم کے افادہ کا سرچشمہ تھا"

تلاذہ کی صف میں عمر بن یحییٰ جیسے اکابر تھے،

شاعری | شاعری میں نمایاں شہرت حاصل کی، ابو الصلت متوفی ۵۲۵ھ اور منصور والی
 حما صاحب اخبار الملوک و نزہۃ الممالک و الملوک نے اوس کی شاعری اور بلاغت کلام

کی توصیف کی ہے،

اسکی چند میں اہل علم کے درمیان شہرت رکھتی ہیں، چنانچہ اوس کے ہم عصر ابو الصلت نے اوس کی ایک نظم کو خصوصیت سے سراہا ہے، جو یہودیوں کے ایک تہوار قمر جان میں دریائے نیل کی تعریف میں کہی تھی،

مجموعہ کلام ۱۰ | اوس کے کلام کا ایک مختصر مجموعہ خزینہ نے ۵۱۳ھ میں اوس سے حاصل کر لے مرتب کیا تھا، جسے کسی نے ایک جلد میں مختلف شعرا کے مجموعہ ہائے کلام کیساتھ اُسے بھی نقل کیا، وہ مجموعہ اسکوریاں کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

ابن کلائی | ابو العباس احمد بن محمد بن کلاعی متقی فقیہ ظم ادب اور شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے قاضی عیاض فرماتے ہیں:-

یہ ادیب، شاعر اور ظریف تھے۔

ابن فہم متقی | ابن فہم متقی مرقی کو ظم نخویں بھی دستگاہ حاصل تھی، ظم نخویں کیسے متعلیہ ہی میں ابن ناسا دے کی تھی، نخویں انکی تالیفات بھی تعین ہے۔

ابو عمران موسیٰ بن اصبح قرطبی | ابو عمران موسیٰ بن اصبح مرادی قرطبی اندلس سے مشرق آیا، اور پھر مصر میں وطن اختیار کر لیا،

یہ علوم ادب کا ماہر تھا، خصوصاً لغت و اعراب میں دستگاہ حاصل تھی، ائمہ ہزار اشعار کے مجموعہ میں نحو کے مسائل متدیون کے لئے منضبط کئے تھے۔

ابن شریق قردانی | ابو علی حسن بن شریق قردانی صاحب کتاب العمدہ نے آخر عمر میں متعلیہ

سلطہ خرقہ القصر داراری ص ۵۹۹ ۵۸۰۰ مختصر کتاب ابن الرواد علی ابناہ النفاۃ ص ۶۴۶ اخبار الملوک و زمرہ المملک والملوک داراری ص ۶۱۲ مجمع البلدان ذکر ملوک نہ سلطہ ترتیب المدارک و دیار و گار ص ۶۱۲ مختصر کتاب ابن الرواد داراری ص ۶۱۲

صفیہ میں توطن اختیار کر لیا تھا،

وہ افریقہ کے علم دوست فرمانروا معز بن بادیس کے وامن سے وابستہ تھا، ۲۳ھ میں قیروان پر عربوں کے مشہور حملہ میں المعز کی بزم علمی بھی درہم برہم ہو گئی، اور افریقہ کے مختلف اہل علم و شعرا نے مختلف ملکوں کی راہ لی، اسی سلسلہ میں مختلف اہل علم صفیہ بھی پہنچے، جن میں ابن شریق قیروانی بھی تھا،

ابن شریق کے ورود صفیہ کا صحیح زمانہ متعین کرنا دشوار ہے، بہر حال مختلف روایوں کی بنیاد پر وہ ۲۳ھ سے ۲۴ھ تک کسی درمیانی سال میں صفیہ پہنچا، اگرچہ یہی وہ زمانہ ہی جب صفیہ میں بھی نارمنوں کے حملے جاری تھے، اور وہ مختلف شہروں پر قابض ہو چکے تھے، لیکن جیسا کہ اسلامی حکومت کے زوال کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے، کہ صفیہ میں نارمنوں کے حملہ سے کوئی ایسا عام انتشار پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس کے اثرات بیک وقت سارے جزیرے پر پڑتے، اسلئے صفیہ کے وہ تمام مقامات جو ابھی تک نارمنوں کے زیر اثر نہیں آئے تھے، اپنے اپنے خود مختار فرمانرواؤں کے تحت امن و امان سے تھے،

چنانچہ وہ صفیہ کے ساحلی شہر مازدین قیام پذیر ہو گیا، یہاں سے اُسے اندلس جانے پر آمادہ کیا گیا، مگر وہ رافضی نہیں ہوا، اسکے ورود صفیہ کا خاص سبب یہاں کے اہل علم سے اس کے دیرینہ مراسم تھے، چنانچہ صفیہ کے اہل علم میں سے ابو عبد اللہ محمد بن علی بن دباغ کاتب سے اس کی مکاتبت قائم تھی، اور وہ صفیہ کے بعد اس نے سب سے پہلے اسی کو ایک نظم میں صفیہ میں اپنے آئینگی اطلاع دی،

اسکے بعد اُس نے ہمیں مستقل توطن اختیار کر لیا، اور اس وقت سے وفات تک تقریباً ۱۵ برس اپنے علمی خدمات میں مصروف رہا، اور مختلف کتابیں اور بلند پایہ نظمیں لکھیں جنہیں اسکے قیام صفیہ کی یادگار کہا جاسکتا ہے،

تالیفاتِ تاریخیہ حقیقیہ | دیں کسی مصنف کی تالیفات کے مقامِ تالیف کو خود مصنف کی تیسین کے بغیر متعین کرنا دشوار ہے، لیکن اتفاق سے ابنِ شیبہ پر ایک طویل بحثِ تحمیس کے سلسلہ میں یہ امر کسی قدر صاف ہو گیا ہے، اور اس سے کسی حد تک اسکی تالیفات کے مقامِ تالیف کی تصریح ہو گئی ہے، چنانچہ اس کی تالیفات میں سے اس کی شاہکار کتاب الحمدہ کے متعلق بہ تصریح معلوم ہے، کہ وہ اسکے حقیقیہ آنے سے پہلے ۲۴۷ھ سے بھی قبل تالیف ہو چکی تھی، کتاب الحمدہ کے علاوہ اس کی جو تالیفات ہیں ان میں سے صرف ایک کتاب قراضۃ الذہب کے متعلق مضمنی قیاسات سے پتہ چلتا ہے، کہ اس کی تالیف کی ابتداء قیروان میں ہوئی، اور ممکن ہو کہ اس تکمیل حقیقیہ میں اگر ہوئی ہو، اس کے علاوہ اسکی حسبِ ذیل کتابیں وہ ہیں، جن کے متعلق غالب گمان ہے کہ انکا مقامِ تالیف حقیقیہ ہے،

۱۔ کتاب الشذوذ فی اللغة

۲۔ میزان العمل،

۳۔ الروضة الموشية،

۴۔ کتاب المساوی،

۵۔ مختصر الموطار،

۶۔ انصوح اللغة،

۷۔ تاریخ قبروان،

۸۔ دیوان ابن شہیق،

نظم و قصائد | اگرچہ کسی شاعر کے کلام کے متعلق بھی بغیر کسی تصریح کے یہ بتانا دشوار ہے، کہ وہ

کہاں نظم کیا گیا، لیکن اسکی چند نظموں اور قصیدوں کے متعلق تاریخی شہادتوں کی بنیاد پر جو ان نظموں کے سرنامہ کے طور پر مکتوب ہیں، یہ پتہ چلتا ہے، کہ صقلیہ میں لکھی گئی ہیں، اس سلسلہ میں اسکی پہلی نظم وہ پیش کی جاسکتی ہے، جسکو اُس نے صقلیہ آتے ہوئے جہاز ہی پر لکھا تھا،

اس کے بعد اس نے صقلیہ پہنچ کر بازار سے اپنے قدیم صقلی دوست ابو عبد اللہ محمد بن علی بن صباغ کاتب کو اپنے ورد و صقلیہ کی منظوم اطلاع بھیجی، یہ نظم عماد الدین نے اپنی خرید میں نقل کی ہے،

اس نے صقلیہ کی درج میں بھی ایک نظم لکھی تھی، جسکے دو شعرا بن شباط سے ملے ہیں اور جنہیں لفظ صقلیہ کی تشریح میں کتاب کے شروع میں درج کیا جا چکا ہے،

اسی طرح جب صقلیہ میں اُسے ۳۵۴ھ میں مغربن بادیں کی وفات کی خبر ملی تو ایک مثنوی لکھا، جسے ابن اثیر نے نقل کیا ہے،

اسی طرح اس کی ایک نظم ہے، جس میں عہد پیری پر ماتم معاصی کی یاد اور قیامت میں ان کی پریش کا خوف وغیرہ کے خیالات ادا کئے گئے ہیں، اور صاحب بساط کی تصریح کے مطابق اسکا مقام نظم صقلیہ ہے، اس کے دو شعر یہ ہیں،

ولم اجد فی کتابی غیر مثنیۃ تستوفی دعسی الا سلامہ سلیم لی
یعنی میں اپنے نامہ اعمال میں بجز برائیوں کے اور کچھ نہیں پاتا، جو میرے لئے نقصان رسا
ہیں، شاید اسلام مجھے اپنی پناہ میں لے لے،

ہر جوت رحمۃ ربی وہی واسعۃ ورحمۃ اللہ امرجی لی من العل،
میں اپنے پروردگار کی رحمت کا خواستگار ہوں، جو سب کے لئے وسیع ہے، اور اللہ کی
رحمت تو اعمال سے زیادہ پرامید ہے،

اسی طرح اسکی مختلف نظمیں "مرثیہ دیوان"، "نونیہ"، "ہجو المعز"، اور "اندلس" نہ جانے پر انہماک معذرت کے نقطہ کے متعلق تبیین معلوم ہے، کہ وہ صفیہ میں لکھی گئیں،

وفات، ابن رشیق نے ماز میں ۱۱ سال قیام کے بعد اس پر نارمن حملہ سے پہلے ۶۳ھ میں قیام پائی، اور وہیں مدفون ہوا،

ابو طاهر اسماعیل بن احمد برقی، ابو طاهر اسماعیل بن احمد بن زیادۃ اللہ تعجبی برقی قیردان کے مشہور علمائے ادب میں سے تھا، ابن آبار نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور اس کے ذوق ادب و شعر کی ستائش کی ہے، امدیہ میں قیام پذیر تھا، وہاں سے سنہ ۴۰۰ کے بعد اندلس گیا، پھر اندلس سے مصر پہنچا، اور اسکندریہ میں مقیم ہوا، اور پھر وہاں سے صفیہ چلا آیا، جہاں سنہ ۴۰۰ کے بعد تک مقیم رہا، یہ زمانہ دولت کھبیہ کے زوال کا تھا، ابن خیاط ربیع سجوان دنون شاعر صفیہ تھا، اس کے علمی و ادبی تعلقات قائم تھے،

ابن آبار نے اسے صاحب تالیف لکھا ہے، اور اسکی کتابوں کی تحسین کی ہے، اسکی ایک کتاب شرح المختار من شعر بشار الخالدین، مولوی بدر الدین علوی کچھر مسلم یونیورسٹی کی تصحیح و تحشیہ کی مساعی سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی ہے، بشار کے دیوان کا انتخاب ابو بکر محمد ابو عثمان سعید ابن خالد نے المختار من شعر بشار کے نام سے کیا تھا، برقی نے اسی انتخاب کی شرح

لے ابن رشیق کے قیام صفیہ اور یہاں اس کے علمی خدمات انجام دینے پر مولف اور اوراق ہذا پر مولف حیات ابن رشیق و النصف من شعر ابن رشیق (مولانا امین عبدالغزیز الجکوی، پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سے ایک ایک طویل بحث و تھیس ہوئی ہے، جو معارف ج ۲ نمبر ۲۴ و ۲۵ میں شائع ہوئی ہے، یہ اوراق انہی مباحث سے ماخوذ ہیں، اس لئے اول کے ماخذ کے لئے معارف کے انہی نمبروں کی طرف رجوع کیا جائے جنہیں تفصیل سے تمام حوالے درج ہیں،

لکھی ہے، اس میں اس نے بشار کے اشعار کی توضیح و تفسیل میں صقلی شاعر ابن خیاط ربیع کا بہ کثرت کلام بھی پیش کیا ہے، پروفیسر مین عبد الغزیز کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب ۱۲۸۵ھ کے بعد لکھی گئی اور یہی زمانہ اس کے قیامِ صقلیہ کا ہے، اس لئے اس کتاب کی تالیف کا مقام صقلیہ قرار پاتا ہے،

وفات، | برقی نے آخر عمر میں صقلیہ میں توطن اختیار کیا تھا، اور پانچویں صدی میں اس نے وفات پائی، سال و مقام وفات معلوم نہیں، عجب کیا کہ اپنے اسی آخری موطن میں سپرد خاک کیا گیا ہو،

علی بن عبد الرحمن صقلی | علی بن عبد الرحمن صقلی کو عظیم و عروض میں شہرت حاصل تھی، و دیگر اصنافِ ادب و شعر و شاعری سے بھی مناسبت رکھتا تھا، صقلیہ سے اسکندریہ آیا، اور وہیں قیام پذیر رہا، عمر بن علی بن عمر سر قوسی، | عمر بن علی بن عمر سر قوسی صقلی مفری کو عظیم و نحو و عروض میں دستگاہ حاصل تھی، قفلی نے ان فنون میں ان کی چند تالیفات کا تذکرہ کیا ہے،

ابو بکر محمد بن عبد اللہ صقلی، | ابو بکر محمد بن عبد اللہ مفری صقلی علمِ لغت میں شہرت رکھتے تھے، ابو حفص عمر بن سار و لواتی، | ابو حفص عمر بن سار و لواتی فقیہ کو عظیم ادب اور شاعری کا بھی ذوق تھا، قاضی عیاض نے نمونہ کلام درج کیا ہے،

ابو المصیب عبد اللہ بن ابی مالک قیس، | ابو المصیب عبد اللہ بن ابی مالک قیس علمِ لغت کا ماہر تھا، علمِ عروض و قوافی میں بھی شہرت رکھتا تھا، صمدی نے اسکے اس اقتباس کا تذکرہ کیا ہے، اور جو شاعری بھی کرتا، سہو علی نے نمونہ کلام درج کیا ہے،

۱۔ مقدمہ شرح الفرائد من شعر بشار، ۲۔ محقر ابن ابی الرواة در امارت ص ۶۴۶، ۳۔ رص ص ۶۴۶، ۴۔

۵۔ ترتیب المدارک دریا و گاری جلد ۱ ص ۴۷۶، ۶۔ لہجۃ الوعامة ص ۲۲۵،

ابو الحسن علی بن حسن بن حبیب لغوی مقلی علمائے
لغت و ادب میں ممتاز درجہ رکھتا تھا، صاحب مجمع الادباء ابن القطاع کے حوالہ سے
لکھتا ہے :-

”معدود سے چند علمائے لغت میں سے ایک ہے، اور وہاں (مقلیہ) کے ممتاز
ماہرین علماء میں ہے، جو اپنے ذہن رسا سے دور دور کی چیزیں حاصل کرتا ہے، اور کچھ
علم کی روشنی سے مہمات کا پردہ چاک کرتا ہے، اور شعر و معانی کی تنقید میں ماہر اور دقیق
لغت اور اصول لغت کا حامل تھا“

یا قوت نے نمونہ کلام بھی درج کیا ہے

عمر بن مقلی | عمر بن مقلی قیروان میں مقیم تھا، علم ادب کا مذاق رکھتا تھا، ابو الفضل یوسف معروف
بائنحوی کا ہم عصر تھا،

ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ | ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ بن عبد المنعم مہندس کو شعر و شاعری اور انشاء
پر دلائی کا بھی مذاق تھا، عماد الدین نے اسکی توصیف کی ہے

ابن القطاع مقلی | ادبائے متقدمین کا خاتمہ ابن القطاع مقلی لغوی ادیب پر ہوتا ہے، جس نے

اپنی تالیف سے جزیرہ کے بہ کثرت شعراء کو زندہ جاوید بنا دیا،

نام و نسب خاندان | ابو القاسم محمد بن علی معروف بابن القطاع مقلی، مصطفیٰ کے ماہرین علم و لغت

کا امام کہا جاسکتا ہے جس نے اپنی علمی خدمات سے عربی علم ادب میں نمایان جگہ حاصل کی، اس
کا شجرہ نسب یہ ہے، محمد بن علی بن جعفر بن علی بن محمد بن عبد اللہ بن حسین بن احمد بن محمد بن

مجمع الادباء جلد ۵ ص ۱۱۵، بنیۃ الوعاہ ص ۳۳۲، مختصر کتاب انباء الرواة ص ۶۴۶، انباء الرواة
میں علی بن حسن بن حبیب کے بجائے صرف علی بن حبیب لکھتے ہیں، خزینۃ العقد ص ۶۱۳، ص ۱۵۱

زیادۃ اللہ بن محمد الغلب السعدی بن ابراہیم بن الغلب بن سالم تھی،

ابن القطاع کا یہ نسب نامہ ابن خلکان کو اُس کے مسودات میں ملا، مگر پھر وہ یہ یاد نہ کر سکا کہ اُس نے اسکو کمان سے نقل کیا تھا، اور اسے اسکی نگاہ میں یہ مشکوک ہو گیا، لیکن پھر اسکو خود ابن القطاع کے ہاتھ کی ایک تحریر ملی جس میں تکمیل نام موجود تھے، اور اسکے بعد اجمالاً بیان کیا گیا تھا کہ یہ سلسلہ سعد بن زید مناتہ بن تیمک پہنچتا ہے۔

یہ افریقہ کے مشہور فاتح و فرمانروا خانوادہ الغالبہ کا چشم و چراغ تھا، جو نہ صرف صقلیہ کا فاتح خاندان تھا، بلکہ اُس کے ارکان امارت و ولایت و دیگر حیثیات سے صقلیہ سے ہمیشہ وابستہ رہے، اور اس خاندان کو صقلیہ سے ایسا گہرا تعلق رہا، کہ اسکی ایک بڑی جماعت افریقہ سے صقلیہ میں آکر سکونت پذیر ہو گئی، مگر یہ عجیب اتفاق ہے، کہ ابن القطاع کے آباء و اجداد میں سے جو لوگ صقلیہ میں سکونت پذیر ہوئے، وہ افریقہ کے بجائے اندلس سے آئے تھے، کیونکہ ابن القطاع کے قلم سے جو نسب نامہ منقول ہے، اُس میں حُنین کو شنترئی لکھا گیا جو، یہ نسبت اندلس کے ایک قریہ شنترئی کی طرف ہے،

خانوادہ الغالبہ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے، کہ ۲۸۲ھ میں جب خلیفہ معتقد باللہ نے ابراہیم والی افریقہ کے بجائے محمد بن زیادہ اللہ کے نام فرمانِ تقریر بھیجا، تو ابراہیم نے محمد بن زیادہ اللہ کو قتل کر دیا، اور اسی دار و گیشین غالباً احمد بن محمد افریقہ سے اندلس چلا آیا، اور حسین اسی احمد کا لڑکا تھا اور پھر یہ خاندان اندلس سے منتقل ہو کر صقلیہ پہنچا تاریخ صقلیہ میں اس خاندان کے جس رکن کا ذکر سب سے پہلے ملتا ہے، وہ ابن القطاع کا جَد علی بن محمد ہے جو حسین بن احمد شنترئی کا پوتا تھا، خانوادہ الغالبہ اپنی حکمرانی و فرمانروائی کے ساتھ اس عہد میں اپنے ظلم و فضل میں بھی ممتاز

سمجھا جاتا تھا چنانچہ ابن القطاع کے خاندان میں بھی پشتہ پشت سے علم و فضل خصوصاً علم ادب اور شعر و شاعری کا چرچا موجود تھا،

ابن القطاع کے جد امجد ابو الحسن علی بن محمد بن القطاع صقلیہ کے متقدمین علماء میں تھے اور شعر و شاعری کا نہایت عمدہ مذاق رکھتے تھے، وہ عالم ہمارا اللہ (سبحانہ) کے دربار میں بارہ سو گئے تھے، اور اس کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا ہوا،

اسی طرح اس کے باپ ابو محمد جعفر بن علی بن محمد بن القطاع پانچویں صدی کے علماء صقلیہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، قفلی نے ان کے علم و فضل کی تعریف کی ہے، اور ابن القطاع نے بھی ان کے علم ادب میں دست گاہ رکھنے اور شعر و شاعری کا ذوق رکھنے کا تذکرہ کیا ہے،

ابن الابرار کا بیان ہے کہ یہ پانچویں صدی کے وسط تک صقلیہ میں موجود تھے، اور یہیں مقیم رہے، اور یہیں وفات پائی،

ولادت ابن القطاع ۱۰ صفر ۳۳۲ھ کو سرزمین صقلیہ میں پیدا ہوا، اور اسی علمی گوارہ میں ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی،

ساتھ | سن شعر کے بعد علوم عالیہ کی طرف متوجہ ہوا، اس وقت صقلیہ میں علم ادب کا اچھا خاصہ چرچا تھا، ادب کی تحصیل صقلیہ کے مشہور ادیب ابو بکر محمد بن علی بن حسن بن عبد البر لنوی و دیگر فضلاء صقلیہ سے کی، اور تمام اصناف ادب خصوصاً علم لغت و نحو میں کمال پیدا کیا،

کتاب الصحاح کی روایت | ابن القطاع نے اپنے استاد ابو بکر محمد بن علی لنوی سے لغت

سے کتاب الامکان الملیۃ دریا و گاری جلد ۱ ص ۲۵۷ و حاشیہ پر و فیہ برن ہارڈ موٹس برابن القطاع دو گ

میں جوہری کی مشہور کتاب صحاح پڑھی، کتاب الصحاح اس کے اساتذہ کے پاس اسکی عام اشاعت سے پہلے پہنچ گئی تھی، اور ابن القطاع کے لئے یہ باعث فخر سمجھا جاتا ہے کہ کتاب الصحاح کی عام اشاعت بعد میں اسی کے تلامذہ کے ذریعہ ہوئی۔

علم و فضل، | ابنِ خُلقان کی فضیلت علمی کا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے:-

”یہ ائمہ ادب خصوصاً اہل لغت میں سے ایک تھا، اور علمِ غوامیں فائیت درجہ بلند
رہتہ رکھتا تھا؟

یا قوت کھتا ہے۔۔۔

”یہ اپنے وطن اور مصر میں علم عربی و فنونِ ادب کا اپنے وقت میں امام تھا،“

اسی طرح قفلی و دیگر ناقدینِ فن نے اس کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے،

وہ شعر و شاعری کا موروثی ذوق رکھتا تھا، لیکن ہی سے شعر گوئی شروع

کر دی تھی، جس کا تذکرہ اس کی کتاب الدرۃ المخطیہ میں کسی موقع پر آیا ہے، چنانچہ اصفہانی اس کے حوالہ سے لکھتا ہے، کہ اس نے ۸۴۷ھ میں جب اس کی عمر صرف ۱۲ برس کی تھی، شعر گوئی شروع کیا، لیکن وہ ظلم ادب میں جس بلند مرتبہ پر پہنچا اسکے لحاظ سے شعر گوئی میں وہ مرتبہ کامل حاصل نہ کر سکا، اسلئے یا قوت کو کوکنا ملا کہ،

اور ابن القطاع کے اشعار بھی ہیں، لیکن وہ اس کے مرتبہ سے فروتر ہیں،

اس کے بعد یا قوت نے اسکے حیدر شمع متب کر کے نقل کئے ہیں،

بہر حال ابن القطاع کی شاعری اگر مصلحتیہ کے اکابر بشرا، ابن خیاط و مصعب ابن حنبل میں غیر

کے مرتبہ پر نہیں تو کم از کم اس عہد کے دوسرے ممتاز شعلے فروز بھی نہیں ہے، البتہ یہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعب انگریز ضرور ہے، کہ یہ عوب شاعر جس کو عجی تمدن سے اختلاط کا کم اتفاق ہوا، ایک ایسا صفت نوخیز حمزہ نامی غلام کے زلفِ گرہ گیر کا گرفتار ہو گیا، اور اس کو فی طب کر کے قطعہ لکھا، اس کے کلام کے اور بھی نمونے موجود ہیں، ابن خلکان نے کسی الشغ کے متعلق اس کے دو شعر نقل کئے ہیں، پھر کسی قصیدہ کے بھی چند اشعار ہیں، جو شاید وزیر مصر افضل بن امیر بجیش کی شان میں ہو جس کا تذکرہ اصفہانی نے اسکی کتاب الدرۃ الخضرہ کے حوالہ سے کیا ہو، بیوٹی کو بھی اس کے دس گیارہ شریکیں سے مل گئے ہیں ۱۱

مقلیہ سے ہجرت اور ورود مصر | ابن الطالع اپنے وطن میں علمی و ادبی خدمات میں مصروف تھا کہ فوتہ نازی گھا اٹھی، اور یہ اسی طوفان میں اپنے عزیز وطن کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوا، مقلیہ سے غالباً افریقہ پہنچا، اور پھر پانچویں صدی کے اواخر میں مصر میں داخل ہوا، اس کی علمی و ادبی شہرت مقلیہ سے نکلنے کے پہلے ہی عربی دنیا میں پھیل چکی تھی، اس نے اہل مصر نے اپنے اس معزز ہمان کا پر تپاک خیر مقدم کیا،

وزیر مصر کے یہاں ملازمت | اس وقت مصر کے عہدہ وزارت پر الامام باحکام اللہ (۱۱۵۵ھ - ۱۱۶۳ھ) کے دور میں افضل بن امیر بجیش بدراجمالی سرفراز تھا، اس نے اسکی آمد مصر کو مغتنم سمجھا، اور اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت کی خدمت اس کے سپرد کر دی ۱۲

تلامذہ | اس کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہے جن میں سے کچھ لوگ مقلیہ کے ہیں، اور کچھ لوگوں نے مصر میں شرف تلمذ حاصل کیا، مصری تلامذہ میں سے ابوالبرکات اسعد بن علی بن عمر جوانی عبید بنوی اور اسمیل بن علی بن ابی المشر بنوی زیادہ شہرت رکھے ہیں، نیز الذکر جامع عتیق میں سند درس پہنچتی ہے ۱۳

۱۱ ابن خلکان جلد ۲ ص ۱۰، معجم الادباء جلد ۵ ص ۱۰، خریدۃ القصر دراماری ص ۵۸۹، انبیۃ الوعاہ ص ۳۳۲، ۱۲ بغیۃ الوعاہ

ص ۱۳۲، ۱۳ ص ۱۹۲

لیکن ابن القطاع کے ورور مصر پر اس کے حلقہ درس میں اگر شریک ہوئے، اور پھر اسی کی طرف منسوب ہو کر شہرت حاصل کی، ابو الحسن علی بن عبد الجبار بن سلام بن عبدون ہذلی لغوی (مولود ۴۲۳ متوفی ۱۹ھ) بھی اوس کے ارشد تلامذہ میں تھے، اور بقول حافظ سلمی اپنے وقت میں لغت کے حافظ و امام تھے۔

صحاح جوہری کی روایت کا شاخسانہ | جب ابن القطاع ابتداً مصر پہنچا، تو لوگوں نے اسکی اس خصوصیت کے باعث بھی اس کی طرف رجوع کیا، کہ یہ علم لغت کی مشہور کتاب تیسب الصحاح کا سند یافتہ راوی تھا، اسی کے ساتھ وہ اپنی اسی خصوصیت کے باعث مصری نحویون اور لغویون کا محمود بنا، اور اس کی سند اجازت و روایت پر چہ میگوئی ان شروع ہو گئیں، جن کی جانب ابن خلکان نے اشارہ کیا ہے، اسی بنیاد پر مشہور مورخ صلاح الدین صفدی متوفی ۸۵۰ھ نے ایک بڑی عمارت کھڑی کر لی، چنانچہ سیوطی اسکے حوالہ سے لکھتا ہے :-

”مصری نقاد اس کو قابل روایت سے منسوب کرتے ہیں، اگر جب یہ مصر میں وارد ہوا، او لوگوں نے پہلے اس سے صحاح کی بابت دریافت کیا، تو اس نے کہا، کہ یہ کتاب اس تک نہیں پہنچی، مگر جب بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ اہل مصر کو اس کتاب سے خاص شغف ہے، تو جھوٹی جھوٹی روایتیں گڑھ کر سن تیار کر لی، اور صحاح کو پڑھنے پڑھانے لگا۔“

گویا صفدی کے نزدیک ابو بکر محمد بن البر سے کتاب صحاح کا درس اور اسکی روایت سے اصل باتیں ہیں، مگر صفدی سے ایک صدی سے بھی زیادہ پیشتر یا قوت متوفی ۶۲۶ھ کا یہ بہ تصریح بیان موجود

۱۔ بغیۃ الوعاة ص ۴۴، ۴۵، بغیۃ الوعاة کا مطبوعہ نسخہ اس کے برعکس ہے، قلمی نسخہ منقولہ درامدی میں ”تعب ابن القطاع وانتخب الیہدا شہرہ“ کے الفاظ ہیں، اور مطبوعہ نسخہ میں ”تعب ابن القطاع“ ہے، لیکن خود مطبوعہ نسخہ کی ماہر عبارت سے اسکی تصحیح ہو جاتی ہے، دیکھو صفحہ ۱۹، ص ۲۴۰، ۲۴۱، ایضاً ص ۲۴۱،

ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے، وہ لکھتا ہے:-

”ابو جبر محمد بن البرمکی لغوی سے تعلیم حاصل کی، اور اسی سے کتاب الصراح السلیل بن حماد جوہری کو روایت کیا، اور اسی کے ذریعہ سے اس کتاب کی روایت تمام آفاق میں مشہور ہوئی“

یا قوت کوئی غیر عطاء اہل قلم نہیں، ابن خلکان کے متعلق کہا جاتا ہے، کہ وہ کسی شخص کو اس کے حقیقی مرتبہ سے زیادہ کسی لقب سے ملقب نہیں کرتا، اور یہ اس کے حزم و احتیاط و صحت روایت کی مشہور خصوصیت ہے، اس کے بعد یا قوت کے حزم و احتیاط کا یون اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ اسی ابن القطاع کو ابن خلکان ٹکان احد ائمۃ الادب (ائمہ ادب میں سے ایک ہے) لکھتا ہے، یا قوت بھی اس کو ”امام“ کا لقب دیتا ہے، مگر اس اضافہ کے ساتھ تبیلہ و مجسرہ (اپنے وطن اور مصر میں)۔

اس لئے اس موقع پر ابن القطاع کے سلسلہ میں یا قوت کی روایت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا خصوصاً اس لئے کہ ابن القطاع سے یا قوت کا زمانہ مصدق کی بہ نسبت زیادہ قریب ہے،

تصنیفات، اس کی تصنیفات تمام تر علم ادب ہی کے مختلف اصناف میں ہیں، صرف جزیرہ صفیہ سے شرف انتساب رکھنے کے باعث اس کے قلم سے اس کی یاد میں بھی چند اوراق بکھل گئے ہیں، ورنہ تمام کتابیں یا تو علم لغت و نحو میں ہیں، یا شعرو شاعری میں، اس کی تصنیفات کی فہرست حسب ذیل ہے،

۱۔ حواشی صحاح جوہری، صحاح جوہری پر یون تو سب سے پہلے ابو القاسم فضل بن محمد غوی متوفی ۴۲۴ھ نے قلم اٹھایا، مگر ابن القطاع کے حواشی کی یہ خصوصیت ہے، کہ اسی کے حواشی و تعلیقات

صحاح کلمے مشہور منشی ابن برسی کے حواشی کا مبنی واساس ہیں، یا قوت لکھتا ہے:-

”کتاب صحاح پر اس کے فیض حواشی ہیں، ابو محمد بن برسی غوی معری نے صحاح پر جو کچھ لکھا ہے
 انہیں اس نے اسی کے حواشی پر بھروسہ کر کے لکھا ہے۔“

ابن برسی متوفی ۵۸۵ھ اپنے حواشی صرف ”دبش“ تک لکھ سکا تھا، اسکی تکمیل شیخ عبداللہ
 ابن محمد بسطی نے کی ہے

۲۔ کتاب الافعال، قلم لغت میں اسکی یہ معرکہ الارام مشہور تصنیف ہے، جو تین جلدوں میں ختم ہوئی ہے جو
 اسکو اس نے ابن القوطیہ متوفی ۷۳۵ھ اور ابن طریف کی کتاب الافعال میں اصلاح و تہذیب کے بعد مرتب
 کیا تھا، ابن خلکان اسکے متعلق لکھتا ہے:-

”اسکی مفید تصانیف ہیں، جن میں سے ایک کتاب الافعال ہے، جس کو اس نے بہرے
 بہر طریقہ سے تالیف کیا ہے، اور یہ ابن القوطیہ کی کتاب الافعال سے زیادہ اچھی و اگرچہ وہ
 اس کا پیشرو ہے۔“

ابن القوطیہ کی کتاب الافعال ۷۹۲ھ میں لیڈن سے شائع ہو چکی ہے، اہل ادب اس
 کی قدر و منزلت سے آگاہ ہیں، اسلئے ابن خلکان کے مذکورہ بالا تبصرہ کے بعد ابن القطاع کی
 کتاب الافعال کے متعلق بھی رائے قائم کیا جاسکتی ہے،

خوش قسمتی سے اس کے متعدد نقلی نسخے بھی جا بجا پائے جاتے ہیں، جن میں سے ایک سہروردین
 ہند میں رام پور کے کتب خانہ میں ابنیۃ الافعال والا مسماع والمصاعد سرا کے نام سے
 موجود ہے، یہ ۸۵۵ھ کا مکتوب ہے، اکاتب کا نام احمد بن عبد اللطیف الشری اور اوراق
 کی تعداد ۳۵ ہے، دوسرا نسخہ اسکوریال میں، اور تیسرا میلان (اطلی) کے کتب خانہ

مطہ بمم الادب بارجدہ ص ۱۰، ۱۱، کشف الظنون جلد ۲ ص ۵، ۵، ابن خلکان جلد ۲ ص ۵،

میں پایا جاتا ہے،

مؤخر الذکر نسخہ گریغنی کی نظر سے گزرا ہے، اس نسخہ کی ترتیب جعفر بن عبد الرحمن بن عمرو سلمیٰ کی طرف منسوب ہے، کتاب نسخہ کا نام احمد بن ابراہیم بن محمد بن ادیس بن بابجوک ہے، تاریخ کتب بت یوم سہ شنبہ ۲۰ ذی القعدہ ۸۸۳ھ ہے، گریغنی نے اس نسخہ کے چند اقتباسات مجموعہ مصنفین بیاوگار صد سالہ اماری میں نقل کئے ہیں، جن سے ابن القوطیہ کی کتاب میں اصلاح و تہذیب کے بعد کتاب کی ترتیب و تدوین کے حالات، اور اسی سلسلہ میں سبب تالیف اور کتاب کے اہم خصوصیات کا اظہار ہوتا ہے،

لیکن میدان کا نسخہ جو جعفر بن عبد الرحمن سلمیٰ کا مرتبہ ہے، ابن القطاع کے اصل نسخہ سے کسی قدر مختلف ہو گیا ہے، مثلاً ابن القطاع نے ابن القوطیہ کی کتاب الافعال سے جو افعال نقل کئے تھے، انہیں اپنے جمع کردہ افعال سے ”ق یعنی ابن قوطیہ“ اور ”ع یعنی ابن قطاع“ کی علامتوں سے ممتاز کر دیا تھا، لیکن سلمیٰ نے جس نسخہ سے نقل کیا تھا، اس میں یہ علامتیں کم موجود تھیں، علاوہ ازیں ابن القطاع نے افعال کی ترتیب صرف فاء کلمہ یعنی لفظ کے صرف پہلے حرف پر رکھی تھی، سلمیٰ نے بہ ترتیب حروف تہجی الفاظ کے تمام حروف پر نگاہ ڈالی، اور سب کو حروف تہجی کے اعتبار سے نقل کیا، نیز ابن القطاع کے اصل نسخہ میں بعض الفاظ کمزور لگے، تھے، سلمیٰ نے انہیں حذف کر دیا ہے،

آغاز کتاب ان الفاظ سے ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وحده و صلی اللہ

علی سیدنا محمد وآلہ وسلم، الحمد للہ ذی العزۃ والسلطان والقدرة والبرهان، الخ

۱۵۰۰ فہرست کتب خانہ رامپور ص ۵۰۰، و مقالہ گریغنی در یادگار سی مضامین جلد ۱ ص ۴۲۴، رامپور کے نسخہ کی نقل جامعہ ملیہ کے کتب خانہ میں بھی آئی ہو،

ذیل میں کتاب کا ایک نمونہ درج کیا جاتا ہے، جس سے ابن القطاع کے اسلوب بیان
طریق تحقیق تفہیم اور اسکی اور ابن القوطیہ کی تالیف کا فرق واضح ہوگا،

الهمزة من الثلاثی، علی فعل وفاعل مع الباء، أبت أبا وأباً وأبائیة تھی اللہ
واللشی مثله والی سیفہ سرّید لا یأخذ لا والشی أبائیة تھیاع وایضا نزع الی
وطنه فی دابت الیوم ابنا اشتد غمّه ع وایت أبنا کذا اللّ وایضا میتر والرجل
من شراب اتغف الخ

۲۔ کتاب الاسماء، لغت میں یہ دوسری کتاب ہے، جس کا تذکرہ یا قوت اور ابن
وغیرہ نے کیا ہے، یا قوت کہتا ہے اسیں اسماء کے اوزان اور ابنیہ جمع کئے ہیں، ابن خلکان
کہتا ہے، اس میں اسماء جمع کئے ہیں، اور ان کا حق ادا کیا ہے، اور اس سے اس کی کثرت
معلومات کا ثبوت ملتا ہے،

۳۔ کتاب الابنیۃ، حاجی خلیفہ نے اس نام سے اس کی ایک تالیف کا ذکر کیا ہے جس
میں افعال و اسماء و دون کے اوزان مشترک طور پر درج کئے گئے ہیں، عجب کیا ہے کہ مذکور
بالا دونوں کتابوں کا یہ مجموعہ ہو، اور رام پور کے کتب خانہ میں یہی مجموعہ موجود ہو، نام سے
استنباط ہوتا ہے،

۵۔ کتاب المسیفات، اس میں تلوار کے اسماء و صفات بیان کئے گئے ہیں،

۶۔ کتاب القصار، اسماء و صفات، بہ ترتیب حروف اس میں دھویوں کے
اسماء و صفات درج ہیں،

۱۔ معجم الادباء، جلد ۵ ص ۱۰۰، ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰، کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۸۲، ۳ ص ۲۹۵،
معجم الادباء، جلد ۵ ص ۱۰۰،

۶۔ کتاب العروض والقوافی، یہ قلم عروض میں ایک مفید کتاب ہے،

۸۔ کتاب فوائد الشذوذ و قلائد الخوضا یہ شعرو شاعری میں ہے،

تاریخ میں اس کی دو کتابیں ہیں اور دونوں تذکرہ شاعر ہیں، ان میں سے ایک مصفیہ کے شعرا کے حالات میں ہے، اور دوسری شعرا سے اندلس کے حالات میں جن کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے،

وفات [ابن القطاع نے ماہ صفر ۵۹۵ھ میں بمقام قاہرہ وفات پائی، اور امام شافعی کے پہلو میں سپرد خاک ہوا، مخرج شافعی کے پاس اس کا مقبرہ بھی آج تک معلوم و مشہور ہے،

عہد اسلامی کے شعرا

عہد اسلامی کے شعرا کے ۳۴ نام ایسے معلوم ہو سکے ہیں، جن کے شعرو شاعری کی ارباب تذکرہ نے مدح سرائی کی ہو، اور کلام کا نمونہ درج کیا ہے، اور جو شعرا اصناف شاعری میں سے کسی خاص صنف میں شہرت رکھتے تھے، یا انھیں کوئی خاص کمال حاصل تھا، اس کا بھی تذکرہ کیا ہے،

چند شعرائے متقدمین | اس دور کے شعرا میں سے ذیل کے چند شعرا کا تذکرہ ابن القطاع کی الدررۃ الخیڑہ اور ایک ممدوی صاحب علم کی تصنیف کے حوالہ سے عماد الدین نے خردۃ العقرب اور ابن سعید نے الامکان السلیہ میں اور قاضی عیاض نے ترتیب المدا رک میں کیا ہے، اور انکی شاعری کی تصنیف تقریباً ایک ہی قسم کے الفاظ میں کی ہے، اور اکثر شعرا کے کلام کے نمونے درج کئے ہیں،

دیگر سلاطین کی خدمت میں بھی باریاب رہا، ابن القطاع نے اس کو زمام بلنفا و نمام شعر کا لقب دیا ہے، اور نمونہ کلام درج کیا ہے،

دیوان صاحب دیوان شاعر تھا، اور اپنا دیوان خود مرتب کیا تھا، جو مختلف اصناف شاعری پر مشتمل تھا۔

ابن السوسی | عثمان بن عبد الرحمن معروف بہ بابن السوسی مالکین پیدا ہوا، اور وہیں تعلیم و تربیت پائی، علم ادب کی تحصیل اپنے والد عبد الرحمن سوکی پھر بلرم چلا آیا اور بین سکونت پذیر رہا، شہر سال کی عمر میں شاعری

شعر و شاعری کا اچھا مذاق تھا، عماد الدین نے اسکی ستائش کی ہے، اپنی وفات سے کچھ دنوں پیشتر کسی مسلمان رئیس مقلید کامرثیہ لکھا تھا، جو بہت مقبول ہوا۔

سیلمان بن محمد طرابلسی | سیلمان بن محمد طرابلسی فضلاء مقلید میں شمار کیا گیا ہے، ابن القطاع او

شہاب الدین عمری نے بلند پایہ الفاظ میں توصیف کی ہے، یہ مقلید سے افریقہ پہنچا، سوسہ میں کسی زلف گرہ گیر کا امیر ہوا، اور ۳۸۳ھ کے بعد وہاں سے اندلس چلا گیا، جہاں صاحب ثروت طبقہ نے اسکی قدر و منزلت کی اور وہیں سکونت پذیر ہو گیا، ابن القطاع نے کلام کا نمونہ درج کیا ہے،

یا قوت نے بھی بحم البدان میں طرابلس کے ذکر میں اس کا تذکرہ کر کے نمونہ کلام دیا ہے،

محمد بن ابی بکر مقلی | محمد بن ابی بکر مقلی کا تذکرہ کسی دوسری جگہ عزت و احترام سے گزرا ہے، لیکن ابن القطاع

نے ان کی زندگی کا ایک دوسرا رخ بھی پیش کیا ہے، کہ وہ کسی فوجی زام کی محبت میں گرفتار ہو گئے تھے، لیکن کبھی کوئی حرف مدعا زبان پر نہیں لائے، حالانکہ آتش شوق سے بھرا رہتے تھے، صرف کبھی کبھی زبان شاعری میں کچھ کہہ جاتے، اور وہی ان کے جذبات کی خمازی کر جاتے تھے،

۱۔ کتاب الامان الملیۃ دریا دگار ج ۱ ص ۲۹۹، ۳۰۳، ۳۰۴ خریۃ القمص ۵۸۹، ۵۹۰ الامکان

الملیۃ دریا دگار ج ۱ ص ۳۹۹ و حاشیہ نمبر ۱۱، ص ۳۰۴، ۳۰۵ صغنی کی خریدہ میں طرابلس کے بجائے طرابلسی

چھپ گیا ہے بحم البدان جلد ۷ ص ۱۳۶

ان کا کلام درد و اثر میں ڈوبا ہوا تھا۔

۳۱ ابو محمد بن صنفہ | ابو محمد بن صنفہ مقلی کے کلام میں شوخی و ظرافت کی پاشنی ہوتی تھی، وہ خود نفیہ تھے، اور اپنے ہمعصر شعرا سے ان کی چشمک رہتی تھی، فقیہ عیسیٰ بن عبد السموم مقلی سے نوک جھونک رہتی تھی، اور دونوں نظم میں ایک دوسرے کی چٹکیاں لیتے تھے۔

ابو الفضل جعفر بن برون مقلی | ابو الفضل جعفر بن برون مقلی کی شاعری زیادہ تر خمریات میں ہرما والدین کا تب کے کسی ہمعصر نے تہذیب کے اہل علم کے تذکرہ میں کوئی کتاب لکھی تھی، جس میں صلیبہ کے اہل علم و شعرا کو بھی جگہ دی تھی، عسالدین کا بیان ہے، کہ جعفر بن برون کے کلام کا جو انتخاب کیا گیا تھا، وہ زیادہ تر خمریات پر مشتمل تھا۔

۳۲ ابو العزب مصعب بن مقلی | ابو العزب مصعب بن محمد بن ابو الفرات قرشی صلیبہ کا مشہور صاحب دیوان شاعر ہے ۲۲۳ھ میں بلرم میں پیدا ہوا، یہیں تعلیم و تربیت پائی، صلیبہ میں اس کے دم سے شعر و شاعری کا باز آگرم تھا، اور اس نے یہاں کے فوجیان شعرا میں ادب و شعر کا مذاق پیدا کیا، اسکی شاعری کی شہرت دور دور پہنچی، المتمدن فرمانروائے اشبیلیہ (اندلس) اس کے قدر دانوں میں تھا، اُس نے اسے پانسو بھیج کر اشبیلیہ بلایا، مگر یہ وطن چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوا، منذرت میں ایک قطعہ لکھ بھیجا، جسکے دو شعر یہ ہیں:-

لا تعجبین لرائسی کیف شاب اسی و اعجب لاسود عینی کیف لم یشب
اس پر تعجب نہ کرو کہ غم سے میرے بال کیوں سفید ہو گئے، اس پر تعجب کرو کہ میری
سیاہ آنکھیں کیوں نہیں سفید ہو گئیں،
البحر للروم لا یجری السفن بہ الا علی عذر والبر للعرب

۳۳ خریدۃ القصور الماری ص ۴۰۳ ۳۷۷ ص ۵۸۱، ۳۷۸ ایضاً

سمندر رومیوں کا ہے، اس میں کشتیاں بلا خوف و خطر نہیں چل سکتیں، اور ٹھکی عربوں کی ہے
لیکن جب خود اس کا وطن رومیوں کے خوف و خطر میں گھر گیا، تو بالآخر ۶۷۵ء میں
نارمنی فتنہ سے گھر اگر وطن کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوا، اور ایشیائیہ پیچڑا المتمد کے دربار سے وابستہ
ہو گیا، المتمد کی خدمت میں جو پہلا قصیدہ پیش کیا، اسکے چند اشعار یہ ہیں،

الامام باع للامانی الکواذب وهذا طریق المجد بادی المذاہب
میں جمہور خواہشوں کے پیچھے کیوں پڑوں، حالانکہ بزرگی کا راستہ کھلا ہوا ہے،
پھر اسی قصیدہ میں اپنے اچھے وطنِ حقیتہ کو یاد کر کے آنسو بہاتا ہے اور معاصی سے ہٹا کر
نہ ہونے کا عزم اس جو نامہ انداز سے کرتا ہوں

و یا وطنی ان بت عقی فاننی سا وطن اکو امر العناق النجائب
اے میرے وطن اگر تو میرے موافق نہیں ہے، تو میں عمدہ اونٹنیوں کے کچاوسے کو
اپنا وطن بنا لوں گا،

إذا احسان أصلی بن تراب نکلمها بلادی وعل العالمین اقاہر بنی
جب کہ میری اصل خاک ہے، تو پوری زمین میرا ملک ہو اور تمام دنیا میری اقربا ہو
و اما ضاق عقی فی البیدلۃ جانب وان جل الا اعتقبت منہ بجانب
دنیا کا کوئی گوشہ گو وہ کتنا ہی بڑا ہو، جب میرے لئے تنگ ہو گا، تو میں اس
کے عوض دوسرا گوشہ اختیار کروں گا،

المتمد اپنی شاہانہ داد و دیش سے ہمیشہ اسکی ہمت افزائی کرتا رہا، اور اس کے وجود سے
دربار میں شاعرانہ لطافت و ظرافت پیش آتے، مثلاً ایک مرتبہ اسکے دربار میں دینار کی بہت
سی تمیدیاں آئیں اتفاق سے وہیں پر غبر کی بی ہوئی چند طلا کار مور تیان بھی رکھی تھیں، جن میں

ایک اونٹ کی خوبصورت مورٹی بھی تھی، المتمد نے ابو العرب دینار کی دو تمہیلیاں اٹھالینے کا اشارہ کیا، اس نے برجستہ کہا، ان دیناروں کو اونٹ کے سوا کون اٹھا سکتا ہے، المتمد نے مسکرا کر اونٹ کی مورٹی بھی اٹھالینے کو کہا، ابو العرب نے شکریہ میں فی البدیہہ دو شعر نذر کئے،

ابو العرب المتمد کی حکومت کے زوال اور اس کے استبیلیہ سے جلا وطن ہونے کے بعد بھی

استبیلیہ ہی میں قیام پذیر رہا،

وفات، سال وفات معلوم نہیں، البتہ عماد الدین نے ابو القاسم علی بن منجب اور ابن خلکان نے ابن الصیرفی کے حوالے سے نقل کیا ہے، کہ وہ ۵۵۰ھ تک اندلس میں موجود تھا، دیوان، اس کے کلام کا مجموعہ جمع ہو چکا تھا، حاجی خلیفہ نے دیوان مصعب کے نام سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن حمدیس سرقوسی، عقلیہ کے اسلامی دور کے شعرا کا نام نہ یہاں کے مشہور شاعر ابن حمدیس سرقوسی، ابو محمد عبد الجبار بن ابوبکر بن محمد بن حمدیس اذہبی پر کیا جاسکتا ہے، وہ عربی علم ادب و شریعت میں پانچویں صدی کے ممتاز و باکمال استاد، دین گذرا ہے، جس کی شاعری کا غلطہ مغرب سے مشرق تک بلند ہوا، اور اس کے ہمعصر ناقدین فن نے فن شریعت میں اوس کی فضیلت و برتری کا اعتراف کیا،

ولادت و تعلیم و تربیت، ابن حمدیس تخمیناً ۴۵۰ھ میں سرقوسہ میں پیدا ہوا، ابتدائی تعلیم و تربیت

۱۵ کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار، شباب الدین العمری دراماری ص ۶۵۵، ۶۵۶، ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰، ترجمہ ابی الحسن احمدری، خزیدۃ القصر دراماری ص ۶۰۸، کتاب الامکان المسلیہ در یادگار جلد ۱ ص ۲۹۹، نفع الطیب و کشف الغنوں جلد ۱ ص ۵۲۳، کشف الغنوں میں اس کا سال وفات ۵۵۰ھ ہے، جو صحیح نہیں ہے،

مقلیہ میں حاصل کی۔ (وزیر پن ہی سے شعر کہنے لگا، رفتہ رفتہ اوس کی شاعری کا چرچا مقلیہ سے نکل کر دوسرے مقامات تک پہنچا، اور افریقہ، اندلس اور مصر کے علمی و ادبی حلقوں میں وہ روشن کیا۔ مقلیہ سے روانگی اور درود افریقہ، لیکن جب ابنِ حمدیس کا آفتابِ کمال طلوع ہوا، تو اسلامی مقلیہ اُجڑ چکا تھا، اسلئے اپنے بوڑھے باپ کو مقلیہ میں چھوڑ کر وہاں سے تقریباً ۲۵۰ سال کی عمر میں اٹھ گئے۔ افریقہ پہنچا، خوش قسمتی سے یہاں اسے اپنے عربی علم ادب کو ترقی دینے کے بعض بہتر مواقع ہاتھ آ گئے،

چنانچہ یہاں بعض ایسے عرب خانوادوں سے اس کا میل جول ہوا، جن کے فیضِ محبت سے اس نے عربی زبان پر قدرت حاصل کی، اس کا تذکرہ اس نے اپنے ایک قصیدہ میں کیا، درود اندلس اس کے بعد وہ اسی سال ۴۶۲ھ - ۴۶۳ھ) خود ایک بلند پایہ شاعر تھا، اور اسلئے فرمانِ رواؤں کے دربار میں گیا، پھر ائمہ تک رسائی حاصل ہوئی، اور اوس کے دامن سے وابستہ ہو گیا،

المحمّد محمد بن عبد اللہ شاہ اشبیلیہ (۴۶۲ھ - ۴۶۳ھ) خود ایک بلند پایہ شاعر تھا، اور اسلئے بالکمال شعرا کا دل سے قدردان تھا،

اس کے دربار میں ابنِ زیدون، ابنِ وہبون، ابنِ عمار، اور ابنِ ہانی جیسے اس عہد کے بالکمال شعرا اور ابو بکر بن عطارد، یاسی، ابو الحسن کفوفِ حصری، ابو محمد مصری، ابنِ شرف قروانی، ابو محمد بن طلّاح مدوسی، ابو بکر بن حسن مرادی، اور ابنِ المتقابلہ بستی وغیرہ جیسے صاحبِ علم و فضل جمع تھے، اسی طرح مقلیہ کے اہل علم میں سے ابو عبد اللہ بن صباغ مقلی، سلیمان بن محمد مقلی، اور

اسلئے کتاب الامکان المسلیۃ در یاد گاری جلد ۱ ص ۲۵۹، انتخاب دیوان ابنِ حمدیس دراماری ص ۵۶۱
اسلئے المکتبۃ بن آبار ص ۱۶۳

ابو العرب مقفی وغیرہ بھی مصطفیٰ کی اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد یہیں پہنچ گئے تھے۔

اسلئے ابن حمدیس کے لئے اس نئے مقام میں کوئی اجنبیت باقی نہیں تھی، بلکہ یہاں کی فضا اس کے لئے ایسی سازگار ثابت ہوئی، کہ چند ہی دنوں میں اُس نے المتمد کے دربار میں رسوخ حاصل کر لیا، اور جب تک المتمد کے بخت نے یاوری کی، وہ اس کے دامن سے وابستہ رہا، اور رفتہ رفتہ اس قدر رسوخ حاصل کر لیا، کہ اسکی خلوت و جلوت کے محرمانِ راز میں داخل ہو گیا، یہاں تک کہ کتاب و شعر کے سامنے المتمد کا جو قلمدان وزارت رکھا جاتا تھا، وہ شاید اس کے سامنے بھی پیش کیا گیا چنانچہ المنصور والی حاکم نے اسے ذوالوزارین کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

اشبیلیہ کے زمانہ قیام | ابن حمدیس کی شاعری کا زمانہ شباب اشبیلیہ ہی میں گذرا، وہ کبھی المتمد کے قصائد و قطعات کی شان میں مدحیہ قصائد سناتا، کبھی تبریک و تهنیت کے

موقعوں پر مبارکباد پیش کرتا، کبھی دشمنوں سے لڑنے کا سماں کھینچتا، اور قصیدہ میں جنگ کا پورا واقعہ قلمبند کرتا، کبھی کسی نئے محل کی تعریف میں قطعہ لکھتا، کبھی المتمد کے لڑاکوں کی شان میں قصائد پڑھتا، کبھی کسی دریا کے کنارے بے تکلف ہمعصر شاعر کے ساتھ سیر کے لئے نکل جاتا، اور شاعرانہ مہجول میں شریک رہتا، چنانچہ اس کے حمد کا سارا کلام اسی قسم کے موضوعوں پر ہے۔

المتمد کی شان میں قصائد | المتمد کی شان میں اس کے چند مدحیہ قصائد و آئیم، راتیم، اور لامیہ ہیں۔ ان کے علاوہ جو قصائد تبریک و تهنیت کے موقعوں پر پیش کئے، ان میں زیادہ تر عیائی، فرمانروائی کے قتال سے لڑائیوں میں اسکی فحمدی کے موقعوں پر لکئے تھے، چنانچہ ۴۹ھ کی ایک معرکہ الارافیل

۱۵۱۱ھ | المعجب مرکشی ص ۱۴۱، کتاب الذخیرہ ابن بھام در مجموعہ تاریخ بنی عبدود جلد ۲ ص ۵۴، ۵۵

ایضاً ص ۴، اخبار الملوک و نزہۃ الممالک الملوک دراماری ص ۶۱۲، انتخاب دیوان ابن عبدین

دراماری ص ۵۵۴، ۵۶۹

جنگ میں نظریاب ہونے پر اس نے ایک مہمہ قصبہ یہ پیش کیا جس میں اسلامی لشکر کے پرشانت کارناموں اور دشمنوں کی بزدلی اور مغلوبی کا نقشہ کھینچا ہے، پھر انہی لڑائیوں میں ایک قلعہ لیبٹ کی مشہور جنگ پر ایک رائیہ قصبہ پڑھا،

المتقدمان قصائد سے بہت خوش ہوتا، بلکہ جب لڑائیوں میں کوئی اہم واقعہ پیش آتا، تو وہ اس کی پوری روداد قلمبند کر کے اگر ابن حمدیس کے پاس بھیج دیتا، اور وہ اس پر اپنا قصبہ مرتب کرتا، چنانچہ اس قسم کے موقع پر اس نے ایک والیہ قصبہ لکھا:؎

اسی طرح ایک مرتبہ المتقدمان لڑائی میں علمامیدان جنگ میں اترا، اور دست بستہ لڑائی کی نوبت آگئی، جہیں اگرچہ نتیجہ کے اعتبار سے المتقدم کو کامیابی ہوئی، لیکن وہ خود بری طرح زخمی ہوا، کئی گھوڑے اس کی ران کے نیچے کام آئے، اور بڑی مسکون سے اس کی جان بچی، اس جنگ کی فتح بندی پر ابن حمدیس نے جو قصبہ لکھا، اس میں یہ نازک مرحلہ پیش آیا، کہ اگر جنگ کی تفصیلات بیان کرتا ہے، تو اسکے مدد و ح کی کسر شان کا احتمال ہے، اور اگر اس واقعہ کو نظر انداز کر دیتا، تو سلسلہ جنگ کی ایک اہم کڑی چھوٹ جاتی ہے، آخر اس نے یہ مرحلہ بڑی خوبصورتی سے طے کیا، یعنی المتقدم کے زخمی ہونے کا واقعہ خود اسی کی زبان سے اسکے ایک لاٹلے بیٹے ابو ہاشم کو مخاطب کر کے سنایا، چنانچہ کہتا ہوں:؎

ابا ہاشم ہشمتی الشفار فللہ صبری لذلک الا و اس
اے ابو ہاشم مجھ کو تلواروں کی دھاروں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، میں اس شعلہ باری
پر خدا کے لئے صبر کرتا ہوں؎

تذکرت شخصہ تحت العجاج فلحیثتی ذمیرا للفراس

میں نے تیری ذات کو عباد کے نیچے یاد کیا، اور اس یاد نے مجھ کو قرار پر مائل نہیں کیا،
اس طریقہ ادا سے ابن حمیس کا یہ قصیدہ مجید مقبول ہوا، یہاں تک کہ لوگوں نے ان
دونوں شعروں کو المتمدی ہی کی طرف منسوب کر دیا، چنانچہ ابن بسام نے کتاب الذخیرہ میں لکھا
کہ المتمدی نے اشبیلیہ واپس آکر اوشہم کو وہ شعر سنائے، اور پھر مرقی نے یہاں تک لکھ دیا کہ یہ اشعار
عین حالت جنگ میں اس کی زبان سے نکل گئے۔^{۱۵۶}

اسی طرح ایک مرتبہ المتمدی کا لشکر مغیرہ کی سرکردگی میں عیسوی سرحد پر عیور کر کے عیسوی
حدود حکومت میں حملہ آور ہوا، روانگی کے وقت آسمان پر گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، اور
زمین کا سبزہ برف سے ڈھکا ہوا تھا، ابن حمیس نے اس فوج کی کامیاب واپسی پر قطعہ لکھا جس میں
ان مناظر کا نقشہ کھینچا ہے۔^{۱۵۷}

ابن حمیس کے ایک قصیدہ کو ایک مرتبہ المتمدی اشبیلیہ سے قرطبہ آیا، ابن حمیس بھی اس کے ہم کاتب تھا،
ایک باغی گونز کی جان بخشی اتفاق سے اسی وقت اندلس کا مشہور شاعر ابوبکر بن عمار پابجولان کا
میں لایا گیا، ابن حمیس نے پنے ہمعصر کی یہ مصیبت دیکھ کر متاثر ہوا، اس کی رہائی کی تدبیر سوچی، لیکن اسکا
جرم استعدائے سنگین تھا کہ ابن حمیس المتمدی کے سامنے اس کے متعلق لب کشتائی کی جرأت نہ کر سکا، اس نے
المتمدی سے اجازت چاہ کر قرطبہ سے اشبیلیہ چلا آیا، اور یہاں سے پرزور قطعہ لکھ کر اس کی خدمت میں
روانہ کیا جس میں اسے آزاد کر دینے یا کم سے کم موت کی سزا نہ دینے کی سفارش کی، اس قطعہ کے اثر کی
شہر میں قرآن مجید کی آیت فامسکوهن ادمس جوہت، کی طرف اشارہ کیا تھا، المتمدی اس قطعہ

۱۵۶ انتخاب دیوان ابن حمیس دراماری ص ۵۶۹، کتاب الذخیرہ ابن بسام در مجموعہ تاریخ بنی عباد و درسی ج ۱ ص ۴۳۱
نفع الطیب ج ۲ ص ۵۴۰، مذکور بالا تینوں مآخذ میں ان دونوں شعروں کے بعض الفاظ میں اختلاف ہے
۱۵۷ انتخاب دیوان ابن حمیس دراماری ص ۵۶۹، ابن حمار اندلس کا بلند پایہ شاعر تھا، المتمدی کی شانزدہویں

کو بڑھ کر مخلوط ہوا، اور اسی پڑیل تسک بمعرفہ اگلا کھانا کھا کر ایک تھک لوم کے الفاظ میں اس کے عفو کا فرمان لکھ دیا، اور ابنِ حمیس کے شریفانہ جذبہ کی قدر کر کے ستودینار اس کے پاس بھیجا دیئے،
چند دیگر قصائد و قطعات | اسی طرح ابنِ حمیس نے المعتز کے راکون کی شان میں قصائد لکھے، اور کسی موقع پر اس کا مرثیہ کہا، اور بعض محلوں کی تعمیر پر طویل قطعے لکھے تھے بعض قطعے مقررے نے بھی نفع الطیب میں نقل کئے ہیں۔

اس کی ایک نظم کے چند شعروں اشبیلیہ کے زمانہ قیام میں لکھی گئی تھی، حسب ذیل ہیں:-

قضت فی البصا النفس او طارها وابغما الشیث اسدا سزاها
نفس نے بچپن میں اپنی ضرورتیں پوری کر لیں اور بڑھاپے نے اپنی دھمکی اس تک پہنچا دی،
وما غرس الدھر فی تربۃ غراسا ولم یحین اشعارها،
زمانے نے کسی زمین میں ایسا درخت نہیں لگایا، جس کا پھل اس نے نہیں توڑا،
نعم و اجیلت قد اح الهوی علیہا فقسمن اعشارها
بے شبہ خواہش فنانی کے تیرون نے اس کے گرد گردش کی، اور اپنے حصے تقسیم کر کے،
فاقبت فی الحرب الا تقا، واعدت للسلحہ اذراها
میں نے جنگ میں جنگ کے آلات ختم کر دیئے، اور صلح کے لئے صلح کے ہتھیار تیار کئے،
ومساقیۃ نہر دوت کفھا علی عنق الطبی اذراها
اور ایک مساقیہ جس کی ہتھیلی نے، بہر کی گردن میں بٹن لگائے،
تدیر بیا قوتہ دُسرۃ، فقسس فی ما ثما ناسراها۔

۱۔ انتخاب دیوان ابنِ حمیس و داراری ص ۵۷۲، ۵۷۳ انتخاب دیوان ابنِ حمیس ص ۵۶۶، ۵۶۷

ونفع الطیب جلد ۱ ص ۲۲۹

وہ یا قوت سے موتی کو گردش دیتی ہو تو اسکی آب میں اسکی لگ ڈوب جاتی ہو

و فتیان صدق کز ہوا بخوار کراہد الفخار احرا سا رہا

بہت سے غلص دوست جو ستاروں کی طرح روشن ہیں، اور شریف ہیں،

سید یرون را حایض الکؤس علی ظلم اللیل انوارا رہا،

جو شراب کا دور چلاتے ہیں، اور پاپے رات کی تاریکی میں اسکی روشنی پھیلاتے ہیں

اسکا بے تکلف مجلسین | ابن حمدیس ان دباری مشاغل کے علاوہ شعر و شاعری کی بزمن میں شریک

رہتا تھا، المعتمد کے دربار میں جو شعرا جمع تھے، ان میں آپس میں خوشگوار تعلقات قائم تھے، اور باہمی لطف

و مسرت کی زندگی گذارتے تھے، ایک مرتبہ یہ لوگ اپنے بے تکلف احباب کے ساتھ کسی بزمگاہ میں سیر کیلئے

گئے، باز گھنٹے تک یہ صحبت قائم رہی، کسی وقت باکمال مغنیوں کی موسیقی سے محفل گرم رہی، کبھی شعر

شاعری کا چرچا چھڑا اور شاعرانہ لطائف و ظرائف میں وقت گذرا، اس وقت ہوا کے تیز جھونکے چل

رہے تھے، نشستگاہ کے سامنے نہروان تھی، ہوا کے جھوکوں سے پانی میں لہریں اٹھیں، اور

موجوں سے پانی میں نشن پڑ جاتی، ابن حمدیس نے یہ منظر دیکھ کر ایک برجستہ مصرع پڑھا، اور بزم کے

شرکاء کو طبع آزمائی کا موقع دیا، ابن حمدیس کا مصرع یہ تھا، ع -

(بقیہ حاشیہ ص ۳۵۲) کے زمانہ سے معزز درباریوں میں شمار کیا جاتا تھا، اس کے باپ المعتمد نے اسے

کا والی بنایا تھا پھر اسے اشبیلیہ بلا کر قلعہ دارت اس کے سپرد کیا، پھر مرسیہ کا والی بنایا، یہاں کچھ دن

کے بعد اس نے عذاری کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا، لیکن ایک دوسرے نامی قائم ابن رشیق

نے اس پر حملہ کر کے اسے شکست دی اور اسے شہر بدر ہونا پڑا، در بدر مارے پھرنے کے بعد ابن مبارک

کے قلمہ شقورہ میں آیا، یہاں اعزاز کے ساتھ اس کی خاطر مدارات کی گئی، لیکن المعتمد کو یہاں اس کے

موجود ہونے کی خبر لگ گئی، اور اسے گرفتار کر لیا، (المعجب مراکش ص ۱۰۸۹)

جاکت التریح من اوج فی زہرہ جو انے موجوں سے پانی پر زہرہ کی شکل بنادی،
اس پر مختلف شعراء نے طبع آزمائی کی، آخر میں ابوتام نے یہ مصرع لکھا،

ای درع لقتال لوحمد اگر وہ جم جائے تو لڑائی کیلئے بہترین زہرہ ہو جائے

یہ مصرع لوگوں کو اس قدر پسند آیا کہ بقول ابن حمدیس اسوقت ہر شخص اپنا اپنا مصرع
فراموش کر گیا، پھر اس نے اسی سلسلے میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے اس مصرع کو المتمد کی طرف
منسوب کیا ہے، لیکن میں نے اس سے اسکو نہیں سنا ہے

ابن حمدیس ابوتام کے مصرع کو سچا ناپا جانتا ہے، لیکن اس کو کیا خبر تھی، کہ آئندہ خود
اوس کا مصرع بھی اوس سے چھین لیا جائے گا، چنانچہ مقری نے نفع الطیب میں المتمد اور اس
کی کینزرمیکہ کے ایک واقعہ کے سلسلہ میں ابن حمدیس کے مصرع کو المتمد کی طرف منسوب کر دیا
زمانہ قیام اشبیلیہ میں | ابن حمدیس اشبیلیہ میں جب تک قیام پذیر رہا، اوس کے روابط صفیہ سے
صغیر سے تعلقات قائم رہے، یہاں اوس کا بوڑھا باپ ابو بکر بن محمد بقید حیات تھا، اور دو لڑکے
میں سُرل و رسائل کا سلسلہ قائم تھا، اوس کا باپ اسے پسند و نصیحت لکھ کر بھیجتا، اور یہ
اوس کے جواب میں قلم لکھ کر وطن کی پرشوق یاد تازہ کرتا، اور باپ کی اطاعت و فرمانبرداری
کا اظہار کرتا،

المتمد کی حکومت کا زوال | اندلس میں ابن حمدیس کے یہی میل و نہار تھے، کہ ستمیہ میں مغرب
مرا بطین کا طوفان اٹھا، اور اوس کے آقا و ولی نعمت المتمد کی کشتی
منجہ حار میں ڈر گئی، اور آخر دلت عبادیہ کا آفتاب اقبال غروب ہوا، اور المتمد گرفتار ہو کر

۷۱۸ھ، نفع الطیب جلد ۲ ص ۵۱۸، وغیرہ ۷۱۹ھ انتخاب دیوان
ابن حمدیس دراماری،

سلسلہ میں طنز اور پھر وہاں سے اغماٹ (مراکش) کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا،
دولت عبادیہ کے زوال کے ساتھ ہی اندلس کی بزم علمی کا شیرازہ بھی بکھر گیا مختلف شعرا
نے مختلف ملکوں کی راہ لی، اور مختلف فرمانروائوں کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے، لیکن ابن
حمیس کا یہ شریفانہ جذبہ قابل قدر ہے، کہ جب تک المتمدنہ زندہ رہا، اس نے کسی کو اپنا مدد و
نہن بنایا، بلکہ اس نے اس کے بعد بھی جو قصائد لکھے وہ اپنے محسن و مدد و المتمدنہ کی شان میں ہیں
چنانچہ المتمدنہ کے قلعہ اغماٹ میں پہنچنے کے چند دنوں بعد ابن حمیس نے اس کی خدمت میں ایک
پرورد و تصدیقہ لکھ بھیجا،

المتمدنہ نے ابن حمیس کی نگہاری کی قدر کی، اور اس کے جواب میں ایک قطعہ لکھا جس میں
اشبیلیہ سے اغماٹ تک کے سفر کی روداد قلمبند کی، اور بعض جواب طلب امور بھی لکھے، پورا قطعہ ابن
ایشرنے درج کیا ہے،

قیام اغماٹ، اس کے بعد ابن حمیس نے اندلس سے کوچ کا سامان کیا، اور غالباً اسی سال ۳۳۴ھ
میں وہ وہاں سے افریقہ چلا آیا، لیکن وہ ایسا احسان فراموش نہ تھا کہ بعض دوسرے شعرا کی طرح یہاں
اپنے آقا سے ولی نعمت کے دشمن مرابطین کے دربار میں پہنچ کر دروازہ گری کرتا، بلکہ وہ یہاں بھی اسی
مقصد سے آیا، کہ انجی و فاداری کا ثبوت دیکر اپنے مصیبت زدہ محسن کا کچھ غم اپنی خوش فکری سے
غلط کرے، لیکن حمیری اور ابن اللہبان جیسے شعرا کی حرص پسند طبیعت کی وجہ سے جو المتمدنہ سے اس کی
ان مصیبت کے دنوں میں بھی داد و دہش کے طالب ہوئے تھے، المتمدنہ سے شعرا کے طنز پر پابندیاں
عائد کر دی گئیں، چنانچہ اس حکم کے بموجب ابن حمیس کو بھی قلعہ کے دروازہ سے بنے نیل مر

الجب ص ۱۰۰ وغیرہ، انتخاب دیوان ابن حمیس دراماری ص ۱۰۱، ابن اثیر جلد ۱ ص ۱۰۱
و ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۲۲ وغیرہ،

واپس آنا پڑا، حالانکہ ابن الآبار وغیرہ کی تصریح ہے کہ وہ محض خلوص نیت سے اظہارِ حمد و مدح کرنے کے لئے گیا تھا۔

ابن حمدیس نے واپس آکر ایک قطعہ میں واقعہ کی تفصیل المستد کو لکھ کر بھیج دی، اُسے یسین کر افسوس ہوا، خدام کو تنبیہ کی، پھر ایک نظم میں ابن حمدیس سے معذرت کی، جس کا پہلا مصرع یہ تھا:

جبت فلاد الله ما ذاك عن امری

مین تم سے حجاب میں رہا، مگر واللہ یہ میرے اختیار سے نہ تھا،

ابن حمدیس نے فوراً نظم میں جواب دیا، اور اسکی معذرت پر اپنی شرمساری ظاہر کی ہے، اس کے بعد ابن حمدیس نے اپنا مستقل قیام اخمات میں اختیار کر لیا، اور شعر و شاعری کا شغف جاری رکھا، یہاں تک کہ ۴۸۸ھ میں المستد نے وفات پائی، اس وقت اُس نے بھی اخمات کو خیر باد کہا،

دولتِ صناعیہ سے وابستگی | اس کے بعد ابن حمدیس دولتِ صناعیہ افریقہ سے وابستہ ہوا، اور یہاں کے ادیب شاعر اور علم دوست فرمانروا یحییٰ بن تمیم (۵۰۵ھ - ۵۱۵ھ) کی مدح سرائی کی، اسکی شان میں اس کے بانیہ اور مہمبہ دو تین قصیدے انتخاب دیوان میں موجود ہیں:

پھر اس کا جانشین علی بن یحییٰ (۵۰۵ھ - ۵۱۵ھ) اس کا مدد و ح بنا، اسکی شان میں جو پہلا قصیدہ لکھا، اس میں پہلے یحییٰ کی وفات پر مرثیہ لکھا، پھر علی کی تخت نشینی پر مبارک باد دی، اس قصیدہ کے چند شعر ابن اثیر نے نقل کئے ہیں:

اس کے بعد آخری صناعی تاجدار حسن بن علی (۵۱۵ھ - ۵۱۶ھ) کو بھی بڑے ابن حمدیس

۵۱۶ھ انتخاب دیوان ابن حمدیس دراماری ۵۱۶ھ، و التکلمہ ابن الآبار ص ۶۳۸، انتخاب دیوان دراماری ۵۱۶ھ

کے مدحیہ قصائد سننے کا موقع مل گیا، ابن الآبار نے اوس کی شان میں اوس کے قصیدہ کا تذکرہ کیا ہے۔
 بجا بہین قیام | پھر جب ۱۰۷۱ھ میں نارمنون نے افریقہ کی صنهاجی حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا،
 تو ابن حمدیس بجا یہ چلا گیا، یہاں بھی خانوادہ صنهاجیہ کی ایک دوسری شاخ حکمران تھی، اُس نے
 بھی ابن حمدیس کی قدردانی کی، اور اوسکی بعض نظمیں یہاں کے قیام کی یادگار باقی ہیں چنانچہ منصور
 فرمانروائے بجا یہ نے ایک محل تعمیر کرایا تھا، ابن حمدیس نے اسکی تعریف میں ۸۴ اشعار سے زیادہ کا
 ایک قصیدہ لکھا تھا جس میں اس محل کا پورا نقشہ کھینچا ہے خصوصاً اُس محل کے ایک حوض کی تعریف
 کی ہے جس میں سونے اور چاندی کے درخت نصب کئے گئے تھے، مقری نے نفع الطیب میں اُسے
 توصیفی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، کہتا ہے:-

”میں نے اس قصیدہ کی کوئی نظیر اوس کے معانی کی بنگلی اور اس کے الفاظ کی شیرینی
 میں نہیں دیکھی جس کے کہنے والے نے نہایت متعدی کے ساتھ اوس میں جودت پیدا
 کی ہے، البتہ میرے نزدیک اوس میں صرف ایک عیب ہے، یعنی یہ کہ اوس کو لفظ
 ”مستفیر“ پر ختم کیا ہے، بہر حال خوبی عبد الجبار بن حمدیس کی غلام ہے، بالخصوص عمارتوں
 اور تالابوں کے وصف میں، اور اس نے اپنے سوا کسی دوسرے کے لئے اس میں حُسن
 کو نہیں چھوڑا ہے“

مقری نے اسی قسم کی تعریف کے ساتھ اس کا ایک دوسرا قصیدہ بھی درج کیا ہے،

۱۰۷۱ھ تک ابن الآبار ۱۰۳۸ھ تک حکومت اگرچہ دولت صنهاجیہ مدیہ سے بنادت کر کے قائم ہوئی تھی
 لیکن آخر میں دونوں کے تعلقات صاف ہو گئے تھے، چنانچہ ۱۰۷۱ھ میں امیر بھٹی نے اپنی لڑکی بدر الدجی کی شادی
 والی بکایہ سے کی تھی، نجم الادبار جلد ۲ ص ۶۲، و تاریخ مغرب ص ۲۲۰،

۱۰۷۱ھ نفع الطیب جلد ۱ ص ۲۲۱

بجایہ میں اسکے بعض ہم مذاق احباب بھی مل گئے تھے جن کی صحبت میں شروعی کا مشغلہ جاری رہتا تھا۔^۱

مرثیہ | ابنِ محمد میں نے قصائد، قطعات، اور نظموں کے علاوہ مرثیے بھی لکھے ہیں، یوں تو اشبیلیہ کے زمانہ قیام میں بھی ایک دو مرثیہ کہنے کا اتفاق ہوا تھا، لیکن مرثیہ میں اصل سوز و گداز المتمد کے زوال کے بعد پیدا ہوا، چنانچہ اس سلسلہ میں اوس نے بعض پر در نظمیں لکھیں، پھر بجایہ میں بھی اوس نے چند مرثیے لکھے، ابو الحسن بن حمدون وزیر (بجایہ) قائد ابو محمد میون (بجایہ) اور قائد ابو الفضل اور فقیہ ابو عبد اللہ کے مرثیوں میں اس کے دیوان میں موجود ہیں۔

عمدی پیری اور پریشان حالی | ابنِ محمد میں اب چراغِ سحری ہو رہا تھا، اُس نے بچپن سے عمدی پیری کے آغاز تک بڑے عیش و عشرت سے زندگی گزاری تھی، لیکن اس کے بوڑھا پن کے زمانہ جو حقیقت اس کے آرام لینے کا وقت تھا، بڑی عسرت اور پریشان حالی میں بسر ہوا، یوں تو اُسے اپنی پیری کا احساس بچپن برس کی عمر سے ہو چلا تھا، چنانچہ ایک شعر میں اس کا تذکرہ کیا ہے، لیکن اُسے اُس کے حقیقی مصائب کا اندازہ اس وقت ہوا، جب زمانہ کے آلام کے ساتھ اُس کی آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی، اوس زمانہ میں وہ اپنے متعدد قطعات میں زمانہ کے حواوٹ و آلام اور ضعفِ بصارت اور پھر نابینائی کا رونا روایا ہے، اور اون میں بھی اپنی تمثیلات سے اپنے شاعرانہ کمالات دکھائے ہیں۔

وطن کی یاد | اس کے عمدی پیری میں اُسے سب سے زیادہ جس نے ستیا دہ اس کے عزیز وطن صفیہ کی یاد ہے، یوں تو اُسے اپنے وطن سے اُس کی محبت اس کی زندگی کے ہر دور میں قائم رہی، لیکن اس

۱۔ انتخاب دیوانِ درلاری ص ۶۸ ۲۔ ایضاً ص ۱۰۲ ۳۔ انتخاب دیوانِ ابنِ محمد میں دراماری

ص ۶۸ ۴۔ ایضاً ص ۱۰۲ ۵۔ ۳۰۴

عہد میں اُس نے جس اشتیاق سے صقلیہ کو یاد کیا، اس کا یہ اثر ہے، کہ اس کے تذکرہ نگاروں میں مشکل سے کوئی ایسا ہوگا جس نے وطن کے لئے اسکی بے قراری کا تذکرہ نہ کیا ہو، اسکے دیوان میں وطن کی محبت سے مملو بہ کثرت اشعار ہیں، مثلاً ایک نظم میں صقلیہ کے متعلق کہتا ہے:-

بلد اعاسر تہا الحامۃ طوقھا وکساھا حلتہ سریشۃ الطاؤس
ایسا شہر جس کو کبوتر نے اپنے گلے کا طوق دیا، اور مور کے پر نے اوس کو حملہ پہنایا،
وصحان ہاتیک الشقائق قہوۃ وحنان ساحات الدیار کو ویش
اور گویا یہ لائے شراب ہیں، اور گویا شہر کی فضا میں پیالہ ہیں
اسی طرح ایک طویل قصیدہ میں عہد پیری پر ماتم کرتے ہوئے صقلیہ کو پُرشوق جذبات کیساتھ یاد کیا ہے، بڑھاپے کے متعلق کہتا ہے:-

نفی ہتر شیبی مسرور الشباب لقد اظلمر الشیب لما اضاء
بڑھاپے کے غم نے جوانی کی خوشی کو دور کر دیا جب بڑھاپا پچکا تو تاریک ہو گیا،
اآکسو المشیب سواد الخضاب فاجعل للصبح لیلۃ غطاء
کیا میں بڑھاپے کو خضاب کی سیاہی کا جامہ پہنا دوں، اور صبح کو رات کا پردہ اوڑھاؤں
وکیف امر جی وفاء الخضاب اذا الحیجد لشبابی وفاء
میں خضاب کی وفاداری کی کیا توقع رکھوں، جب کہ خود شباب ہی میں وفائیں پاتا
صقلیہ کی یاد اُسے یوں ستاتی ہے:-

دیار تمشت الیہا المخطوب کما تفتش الذیاب الضراء
ایسا ملک جس میں خواہش زمانہ اس طرح چلیں جیسے چرنے پھاڑنے والے بھڑیے چلتے ہیں

صحبت بمعافی القیاض الاسود و زدرت بمعافی الکناس الطلیاء

میں نے اوس کی جھاڑیوں میں شیرون کی صحبت کی، اور اس میں ہر فون سے ملا

درء لث یا بحر لی جنۃ، لبست النعم بھلا الشقاء

تیرے پیچھے اسے سمندر میری ایک جنت جس میں تجھ کو نعمت ملے گی بدبختی نہ لگی

و لو اتھا کنت اعطی المناء اذا منع البحر من اللقاء،

اور جب کہ سمندر مجھے اوس سے روک رکھتا ہے، اگر میری آرزو میں پوری ہون،

سرکبت العللال بہ زور قنا الی ان اعانت فیہا ذکاء،

تو میں ہلال کو کشتی بنا کر سوار ہوں، یہاں تک کہ اسیں سورج سے معاف نہ کروں

ورود میورقہ، لیکن اسکی دلی آرزوؤں کے باوجود اسے لوٹ کر مصطفیٰ جاننا نصیب نہیں ہوا، اب اس

کا کاروان عسمر ۷۰ سال کی منزل میں پہنچ چکا تھا، وہ بجایہ سے جزیرہ میورقہ پہنچا، اسوقت

یہاں بالکل شہر ابن اللبانہ وغیرہ موجود تھے، جو اندلس کے قیام کے زمانہ میں اسکے ساتھ امتعت

کے دربار میں رہ چکے تھے، اور اسوقت یہاں کے فسطاط والہ امر مبرعاری کے دامن سے وابستہ

تھے، اسلئے گو چراغِ سحری تھا لیکن میورقہ کی شہرت سنکر میان چلا آیا کہ شاید چند دن خوشحالی

میں گذر جائیں،

وفات، لیکن درحقیقت اُسے یہاں اوس کا نمیر کھینچ کر لایا تھا، چنانچہ ۵۲ھ میں اُس نے

اس دابرِ محن سے نجات حاصل کی، موت کو غربت میں آئی تھی، لیکن جس گوشہٴ لمحد میں سپرد

خاک کیا گیا، اوسی کے پہلو میں اوس کا ہم مذاق شاعر اور قدیم رفیق ابن اللبانہ چند دن پہلے

لٹایا جا چکا تھا۔

انتخاب دیوان ابن حمدیس دراماری ۵۵ھ، ابن طحکان جلد ۵۵ھ، بولجبر مرکشی معجم البلدان جلد ۵، مستطاب

دیوان ابنِ حمدیس کی زندگی کی سرگزشت گذر چکی، اسکی تمام عمر مشرو و شاعری میں بسر ہوئی، اسنے اسکے کلام کا اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہوا، اُس نے اپنا دیوان خود مرتب کیا تھا، جہاں تک دو مرتبہ شائع ہو چکا ہے اسے پہلی مرتبہ صفیہ کے عن امارسی نے ۱۰۰۰ء میں پدمو (پدم) سے شائع کیا، پھر شیامریلی (SCHIA BARELLI) نے ۱۷۷۰ء میں روم سے اس کا دوسرا ڈیشن نئی ترتیب میں تیار کیا تھا چھاپا۔

ابنِ حمدیس کی شاعری پر عربی ادب کے ناقدین ابنِ حمدیس کی شاعری میں اس کے خیالات کی بلندی معانی کی وسعت کلام کے زور، عربی زبان پر قدرت الفاظ کے کھوکھو، تقرون میں در و بہت، بندش کی دلفریب جہتی، تشبیہات کی ندرت اور استعارات کی لطافت سے اس کی طرف متوجہ ہوئے، اور جب اس کی شاعری پر نقد کرنے لگے، اور کلام کے نمونے سامنے آئے، تو ناقدینِ ادب کی تنقیدیں بھی شاعرانہ طرزِ انداز و ندرتِ تشبیہ، اور لطفِ استعارات کیساتھ قلبند ہوئیں، المنصور شاہ حماد لکھتا ہے:-

”وہ بجانہ دہرتھا، ملی گھوڑ دوڑا اور بزم و رزم کے میدان میں اس کا مقابلہ ممکن نہیں، ظلم و حکمت کی اشاعت میں کوئی اکی گرو کو نہیں پہنچا، اہل راہ اور فضلا کے درمیان بہتتا مشہور تھا، کیونکہ وہ بہترین قاصر اکلام شاعر تھا۔“

شہاب الدین عمری کا بیان ہے:-

”وہ ایک ایسی صبح ہے، جس کو تاریکیاں زنگ آلود نہیں کرتیں، اور ایسا فاصلہ پانی ہے، جس کو گندگیاں گدلا نہیں کرتیں، وہ ایسا اسپر میل ہے جسکے

۱۵ انسائیکلو پیڈیا، آف اسلام تذکرہ ابنِ حمدیس در یادگاری مفاہین جلد ۱ ص ۳۰۴، ۱۵ اخبار الملوک و زمرہ الملک والملوک و امارسی ص ۱۶۱۲

پاس بھی آگے بڑھنے والے گھوڑے نہیں پھٹک سکتے، ایک ایسا بادل ہے، جسکو بجلیاں حرکت میں نہیں لاسکتیں، اکی بار آور شاخ ٹوٹ نہیں سکتی، اوس کی شبِ ماہ اندھیری نہیں ہو سکتی، اس کے راستہ پر بہت کم لوگ چلے ہیں، اس کے آسمان پر جن لوگوں نے اپنے روشن چاند منور کئے، وہ شاذ ہیں،
اس کے بعد وہ ابنِ ہمام اندلسی کی کتاب الذخیرہ سے اس کے متعلق ذیل کی رائے نقل کرتا ہے:-

”وہ ایک ایسا ماہر شاعر ہے، جو نادر معانی کی چاند ماری پر نشانہ لگاتا ہے، نہایت مناسب تشبیہات کے استعمال پر قادر ہے، اور الفاظ کے دربار میں غوطہ لگا کر نادر معانی کے موتی و تہا ہے“

اسی طرح ابنِ خلیکان اور ابنِ الآبار وغیرہ نے بھی اس کی شاعری پر تقریباً اسی قسم کے ستائشی خیالات ظاہر کئے ہیں۔

دوستانی

شعراے متوسطین،

(عیسوی عہد)

صفیہ میں دولتِ اسلامی کے خاتمہ کے بعد راجراول کے عہدِ حکومت میں اس کے مظالم سے مسلمانانِ صفیہ عام دورِ ابتلا میں گرفتار رہے، اور ادبا و شعرا بھی اس کے بجزِ ظلم سے نہ بچ سکے۔

اسے کتابِ مسابک الابصار دراماری ص ۶۵۲، ابنِ خلیکان ج ۱ ص ۱۴۵، والکنکلی ابنِ الآبار ص ۶۴۰،

ابوخص عمر بن حسن صلی اسی عہد میں قید خانہ میں ڈال دیا گیا، اوس نے اس کے پاس چند قصائد بھیجے، مگر وہ ان لطافتوں سے آگاہ نہ تھا، اُسے رہائی نصیب نہیں ہوئی، لیکن پھر چند ہی سال گزرنے کے بعد سلطانِ مغلیہ کے تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی جلوہ آرائیوں سے یہاں قلب ہست ہوئی، اور مفتوح فاتح اور محکوم حاکم بنے نظر آئے، اور دیکھنے والوں کو فاتح و حاکم نامنوں کے مسلمان ہونے کا دھوکہ ہونے لگا، حالت کے اس بدلنے میں راجہ دوم (۱۵۰۵ء - ۱۵۱۹ء) کے ہاتھوں کو بڑا دخل تھا۔

میسائی مسندِ زواؤں | اسکی پرورشِ عقلیتہ کی اسلامی آب و ہوا میں ہوئی، اور اسلامی تہذیبِ ذوقِ عربی علم ادب، تمدن کا دلدادہ بنا، عربی زبان پر کامل قدرت حاصل کی، و فرسی زبان سیکھ کے نقوش، اور شاہی القاب خطابات عربی رکھے تھے، اور طرزِ معاشرت اور طریقِ حکومت میں مسلمان سلاطین کے نمونہ پر چلا اسلئے قدرتی طور پر عرب شہزاد کی قدردانی کا وقت بھی آپہنچا جس کا سلسلہ کچھ نہ کچھ حیرن فرمان روا میں فریڈ (۱۶۶۶ء) تک قائم رہا، ان میں سے خصوصاً راجہ دوم، اولم اور فریڈ ایک نے عربی ادب و اسلامی علوم عقلیت کی ناقابلِ فراموش ایسی خدمات انجام دیں کہ پاپائے روم اور بعض یورپین مورخین کی اصطلاح میں بعض حیثیات سے یہ پورا عیسائی دور بھی گویا عقلیتہ کا اسلامی دور تھا۔

رجیہ قصیدہ پر تید سے رہائی، | اسی کا اثر تھا کہ اگر راجہ اول نے ایک عرب شاعر کو قید خانہ میں ڈال دیا تو راجہ دوم ایک دوسرے شاعر کو صرف ایک قصیدہ کے صلہ میں نہ صرف قید سے رہا کرتا تھا، بلکہ انعام و اکرام سے سرفراز کرتا تھا، افریقہ کی اسلامی حکومتوں سے اسکی لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا، ایک مرتبہ

لہ خریۃ القہر دراماری ص ۵۰۰ و مختصر انباء الرواة دراماری ص ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷،

بنو رواحہ کی جو اسکے دشمنوں میں تھے، ایک جماعت جرہوم میں ایک جہاز پر کسی طرف جا رہی تھی اس جہاز کو صفیہ کے نارمنی بیڑے نے گرفتار کر لیا، انہی میں ایک خوش گوشہ شاعر بھی تھا، وہ راجہ کے عہد کی ذوقی سوانح نگار تھا، اس نے ایک مدحیہ قصیدہ میں اپنی سرگذشت بیان کی، جس کے صلیبیں وہ انعام و اکرام سے مالا مال کیا گیا، اور حکومت کی طرف سے ایک خاص جہاز پر سوار کر کے وطن واپس بھیجا گیا، ابن فضل اللہ عمری نے اس قصیدے کے چند شعر درج کئے ہیں:

دشمن کے مداح شاعر قتل، اس کے بعد جب سیاسی حالات کے بدلنے سے راجہ جرہوم کی نجات یافتہ بھی مسلمانوں کی طرف سے پھر گئی، تو اس عہد میں بھی نفس قصیدہ گوئی اس درجہ موثر تسلیم کی گئی کہ جب دشمنوں کا کوئی مداح شاعر قبضہ میں آگیا تو اسکی سزا قتل کے لئے اس کا صرف یہ جرم کافی سمجھا گیا کہ وہ نارمنی حکومت کے بعض دشمنوں کا مدح سرا رہ چکا ہے،

یہی بن تیغاشی، ایچی بن تیغاشی تفضی، جو شہر قفصہ قیروان کا باشندہ تھا، افریقہ کے شعراء میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا، قفصہ سے قابس آیا، یہاں اس زمانہ میں بنو ہلال حکمران تھے، اس نے انکی شان میں مدحیہ قصائد لکھے، اسکے بعد اسے صفیہ آنے کا اتفاق ہوا، جب نارمن فرمانروا کو اسکی آمد کی خبر ملی، تو اسے محض نارمن حکومت کے دشمن بنو ہلال کی شناسخانی کے جرم کی بنیاد پر گرفتار کر کے بے رحمی سے ترتیج کر دیا گیا، عماد الدین لکھتا ہے:-

اس نے بنو ہلال کی مدح کی تھی، اس بنا پر فرنگیوں نے صفیہ میں ۵۵۰ھ کے بعد جب مسلمانوں پر مظالم کر رہے تھے، اسے قتل کر دیا،

نارمنی دربار کے شعراء، چنانچہ نارمنی دربار میں بھی شاعر و شاعری کا وہی غلبہ سنا دیا، جو اس چند دن پہلے بلرم کے قصر میں بلند تھا، اور جس کی آواز بازگشت بھی ابھی خاموش نہیں ہوئی تھی

لے کتاب ممالک الامصار فی ممالک الامصار دراماری ص ۱۵۲ تا خریدۃ القصر دراماری ص ۱۵۹

اور جس طرح نازن فساد نے رواؤں نے مشرقی سلاطین کی تہذیب اختیار کر لی تھی، اسی طرح عرب شعراء نے مشرق کے مدوح سلاطین کے مثل ان کی خدمت میں بھی قصائد پیش کئے، نازن دربار کے چند شعراء حسب ذیل ہیں:-

عبد الرحمن بن محمد بن عمر بٹیری، | عبد الرحمن بن محمد بن عمر بٹیری مقلی نامون کے مشہور مداح شعراء میں ہر قصیدہ گوئی میں کمال رکھتا تھا، عماد الدین اصفہانی نے اسکی بندش اور تخیل آرائی کی تعریف کی ہے، راجد دوم کی شان میں اس کے متعدد قصائد ہیں، اصفہانی نے ان میں سے ایک قصیدہ کے چند نفل کتبیں ابن بشر بن مقلی، | ابن بشر بن مقلی علم ادب و انشاء میں کامل و سنگار رکھتا تھا، اور شعر گوئی میں بھی خاصی مناسبت تھی، یہ نامون کے عہد میں دیوان الرسائل والانشاء کا افسر اعلیٰ تھا، اور اسی مناسبت سے نازن عہد کے شعراء دربار میں بھی شمار کیا جاتا ہے،

یہ بٹیری کا محضر تھا، اور دونوں میں روابط قائم تھے، بٹیری نے اپنے ایک قصیدہ پر راجد دوم کی مدح میں تھا، اُسے طبع آزمائی کی دعوت دی، چنانچہ اس نے بھی چند شعرا سی وزن پر اپنی روایت و قافیہ میں لکھے،

قاضی عبد الرحمن بن رمضان، | قاضی عبد الرحمن بن رمضان مقلیہ کے ذی علم شعراء میں تھے، راجد دوم ان کا بیدقدردان تھا، اس کے باوجود وہ یہاں سے ہجرت کرنا چاہتے تھے لیکن راجد انھیں جانے دینے پر آمادہ نہ ہوتا، یہ بار بار قصائد لکھ کر عرض مدعا کرتے، مگر وہ یہ لطافت اچیل و بیمیں کہتا شاید انھیں مقلیہ سے بھگنا نصیب نہیں ہوا، ہمدوسی صاحب تذکرہ نے ان کے ان قصائد کی تعریف کی ہے،

ابوالفوز سراج، | ابوالفوز سراج بن احمد بن رجا مقلی نازنی دور کے معززین میں شمار کیا جاتا تھا،

لے خریدہ القصر و رمازی ص ۵۸۲، لے القصر اصفہانی دراماری ہفتہ

فقیر عیسیٰ بن عبد النعم اور ابو الصلت امین بن عبد العزیز اندلسی کا معاصر تھا، اور ان لوگوں سے
اوس کے معاصرانہ روابط قائم تھے، اور کبھی کبھی منظوم مراسلت ہوتی تھی، ابو الصلت نے اسکو اپنا
دیوان بھی دینیہ بھیجا تھا،

ابن بشر بن النعمان فی النظم والنثر لا فاضل اہل العصر میں اس کی شاعرانہ استعداد و تقو
تقدیر اور صدق تخیل کی تعریف کی ہے، اور اسکی شاعرانہ خوبیاں گنائی ہیں، اصفہانی نے ابن بشر
کے حوالہ سے اس کی چند نظمیں درج کی ہیں جن میں راجحہ دوم کے لڑکے کی موت پر اس کے ایک
مرثیہ کے چند اشعار بھی ہیں،

احمد بن مفرج صقلی، احمد بن مفرج صقلی مندس، ابن سابق صقلی کے تلامذہ ہیں، یہ صقلیہ سے
مصر چلا آیا تھا، اور خلیفہ عالمی الحافظ لدین النذر (۵۲۳ھ - ۵۴۲ھ) کے دامن دولت و کربانہ ہوا
الحافظ کے دربار میں شعراء کا جھرمٹ لگا رہتا تھا، اوس نے حکم دیا، کہ قصائد چھوٹے
کلمے جائیں، اس پر ابن مفرج نے لطیف انداز میں دوشعر پیش کئے، جن میں اس کے حکم کے واپس
لینے کی استدعا کی، چنانچہ الحافظ نے انہی دوشعروں پر اپنا حکم واپس لے لیا،

ابو الحسن بن مہان ممدوی، ابو الحسن بن مہان ممدوی ہمدانی ہمدوی کے عہد میں صقلیہ میں قیام
تھا، شروش و شاعری کا اچھا مذاق تھا، صقلیہ کے کسی میکدہ کے فرنگی بچے نے فروش پر ایک نظم لکھی تھی جس
کے چند شعر یہ ہیں،

ومن نرعت الصلیب فجولا وادرجول و شاحصا خجیلا
ایک شخص جس نے صلیب کا جونیو کی طرح اپنی سینے پر لٹکایا تھا اور اس ہار کے گرد غل لٹکی ہوئی
خمدت بجھ اللیل جرحہ ناسرا فاقام خمرہ دتہ قند سیلا

آدمی رات کے بعد انکی آگ کی چنگاری بجھ گئی تو اس نے اپنے سبکی شرب کو انکی جگہ تبدیل بنا
متطلع لذیذی السری من کا نغمہ یکون الی الصباح و لیلۃ
اوس کے پیارے رات کے مسافر کے لئے ایسا ستارہ طلوع ہوا جو صبح کی دہلیز تھا

ادبائے منوہطین

ذکی مقلیٰ ابو عبد اللہ محمد بن ابو الفرج کن فی مقلی معروف بہ ذکی متوفی ۵۸۵ھ کے مغرب مشرق
آنے کا تذکرہ گزر چکا ہے، یہاں انھوں نے علوم ادب میں کمال حاصل کیا، اگرچہ سیوطی کا یہ بھی بیان
ہے کہ وہ مغرب غنیمت سے پہلے فقہ و نحو میں امام ہو چکے تھے۔

مغرب میں انھوں نے علم لغت ابن یونس، اور علم نحو ابو علی جیونی جیسے یکتائے روزگار
علمائے حاصل کیا تھا، اس کے بعد جب مشرق آئے تو ان علوم میں مزید وسعت نظر سید کی تاجی
عیاض لکھتے ہیں:-

”اور مشرق میں علم نحو و لسان عرب میں سرداری حاصل کی،
انباری صاحب نزهۃ الالباب فی طبقات الادباء کتا ہے،
وہ لغت، نحو، اور علوم ادب کے عالم تھے،
سیوطی نے لکھا:-

”علم نحو و لغت اور دوسرے تمام فنون ادب کے عالم تھے“

درس کے چند نکات | ابو نصر بن فضل بن حسین طبرانی ان کے تلامذہ میں تھا، اُس نے اُن
کے درس کے چند نکات بیان کئے ہیں، جن کو انباری نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے،

وہ کہتا ہے :-

میں ذکی مغربی سے ابو عبد اللہ قسطلی کی کتاب اشہاب پڑھ رہا تھا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں کہ
 من لعب بالنردیشی فکان فحشا
 جو زو شیر کھیلے گا اس نے اپنا ہاتھ سوکھے

یہ ذکی الحمد للہ بخیر و دردمند گوشت و خون میں ڈوبا،

کہا کہ یہ اصل میں نردو ہے، اُسے نردو شیر اسنے کہا گیا، کہ اُسے پہلی مرتبہ اردو شیر کھیلنا تھا، اسی کی طرف
 اسکی نسبت دی گئی،

پھر ایک حدیث آئی جس میں علیہ السلام بذات اللہ کے بعد تربت یداک

کا فقرہ ہے،

اس کے متعلق انھوں نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تو کسی خیر کو نہ پہنچے، اور یہ اگرچہ بد دعا

کا فقرہ ہے، لیکن جیسا کہ ابو عبیدہ نے کہا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس سے بد دعا دینا نہ تھی بلکہ
 یہ کلمہ عوب کی زبان پر جاری تھا، وہ اگرچہ یہ زبان سے کہتے ہیں، مگر اس کے معنی مراد نہیں لیتے،

خلف بن عبد اللہ متقی، خلف بن عبد اللہ متقی عیسیٰ مدنی میں گزر رہے، پروفیسر حسن جنی عبد الوہاب

تیونس نے شمالی افریقہ میں اسکے مقبرہ کا پتہ چلایا ہو،

پروفیسر موصوف کا خیال ہے، کہ یہ خلف بن عبد اللہ متقی دراصل خلوف بن عبد اللہ

برقی نحوی ہے، اس کا اصل وطن برتہ تھا، اور صقلیہ میں توطن اختیار کر لیا تھا، اور اسی مناسبت سے

صقلی کہلایا، اسکو ظلم خوین شہرت حاصل تھی،

وفات و مقبرہ، مقبرہ پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے جس سے سال وفات ۵۲۲ھ

معلوم ہوتا ہے،

سلازمہ اللہ، فی طبقات الادباء، ص ۴۹۹، و ترتیب المدارک در یاد نگاری جلد ۱، ص ۳۸۱ و لغتہ الوعاہ ص ۹

بسم الله الرحمن الرحيم على الله
بسم الله الرحمن الرحيم على الله
بن مقتل
قبر خلف ابن عبد الله بن
الصقل توفي يوم الثلاثاء في العشر الأول
من رمضان سنة اثنتين وعشرين ٤٢٤
وفات پائی،

ابن العلم | ابو الحسن علی بن ابراہیم بن علی صقلی معروف بابن العلم کو ظم نحو ولنت میں دستگاہ حاصل تھی
اور تعمیر رویا میں بھی حظ وافر پایا تھا،
وفات | ۴۲۴ء میں وفات پائی،

انام مازری | ابن خلکان نے امام مازری متوفی ۳۵۶ء کی چند کتابوں کو ظم ادب میں بتایا ہے،
افسوس ہو کہ انکے نام معلوم نہ ہو سکے،

نصرون بن قنوح | نصرون بن حسین خزری صقلی ابن الطعاع کے تلامذہ میں تھا، ظم لنت پر عبور تھا
یتقوب بن علی | یتقوب بن علی نیدی صقلی کو بھی ظم لنت میں مناسبت حاصل تھی،

ابن طغر صقلی | ابن طغر صقلی متوفی ۵۶۵ء ظم ادب و نحو ولنت میں بلند پایہ رکھتے تھے، اور چٹھی صدی
کے باکمال ادیبوں میں شمار کئے گئے ہیں، شاعری کا بھی مذاق تھا، مہدی نے کلام کا نمونہ دیا، و مثلاً
دو شعر یہ ہیں،

حملتک فی قلبی فہل انت عالم
بأنک محمول وانت مقيم
میں نے تجھ کو اپنے دل میں رکھ لیا، تو کیا تو یہ جانتا ہے، کہ تو میرے دل میں مقیم ہے،

۱۶۴۵ء مقالہ جنی عبد الوہاب دریا دکاری جلد ۲ ص ۴۹۲، ۱۶۴۵ء مختصر انباء الرواة قفلی دراماری ص ۶۴۵،

۱۶۴۵ء ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۸، ۱۶۴۵ء مختصر انباء الرواة دراماری ص ۶۴۵،

الایات شخصہ فی خوادسی محلہ و اشتقاقہ شخص علی کریم
 تو جس شخص کا گھر میرے دل میں ہے، اور میں اس کا مشتاق ہوں وہ میرے نزدیک بڑا عزیز ہے
 نحو لغت کے بعض مسائل میں مناظرہ ایک مرتبہ شیخ تاج الدین کنڈی سے نحو و لغت کے بعض مسائل
 پر ان سے مناظرہ ہوا، شیخ کنڈی ان پر بازی لے گئے، اونھوں نے انہیں کہا،
 ”شیخ تاج الدین مجھ سے نحو میں زیادہ عالم ہیں، اور میں ان سے علم لغت زیادہ جانتا ہوں“
 مگر شیخ نے حریف کا یہ فیصلہ یہ کہہ کر رد کر دیا کہ
 پہلی بات مسلم اور دوسری سُنی سنائی ہے!
 تصنیفات، ادب و نحو و لغت میں انکی متعدد کتابیں شہرت رکھتی ہیں،

۱۔ سلوان المطاع فی عدوان الطباع، یہ ان کا مشہور ادبی شاہکار ہے جو ۵۵۵ھ
 میں ایک مقفی سلمان قائد ابو عبد اللہ محمد بن ابوالقاسم بن علی بن علوی قرشی کے تعیل حکم میں لکھا گیا
 اور اسی کے نام سے ممنون کیا گیا،
 نسخہ اس کتاب کے نسخے پیرس اور آکسفورڈ میں موجود ہیں، لیکن دونوں میں کسی قدر فرق ہے
 نسخوں کے اس فرق کا تذکرہ مقریزی نے بھی کتاب المغنی میں کیا ہے، کہ ابوالحسن علی بن عبد اللہ
 قرطبی نے مکہ معظمہ میں اس کا ایک نسخہ دیکھا جو دوسرے نسخوں سے عجم میں دوچند تھا، امارسی نے
 پیرس کے کتب خانہ سے کتاب کے اقتباسات درج کئے ہیں، اور دیباچہ کا کچھ حصہ آکسفورڈ کے
 نسخہ سے بھی نقل کیا ہے

حمد و لغت کے بعد قائد ابو عبد اللہ محمد بن ابوالقاسم کے اوصاف و محامد بیان کر کے اس کے
 نام سے کتاب معنون کی ہے، اس کے بعد کتاب کی خوبیاں گنتی ہیں، پھر کتاب کی ترتیب بتا دیتا ہے

وغیرہ کو بیان کیا ہے،

آکسفورڈ کے نسخہ میں پیش کی عبارت موجود نہیں ہے، جو قائد ابو عبد اللہ کو مخفی طے کے لکھی گئی ہے، اس کے بجائے دوسرے الفاظ میں کتاب کا سبب تالیف بیان کیا گیا ہے، کہ کسی فرمان نے آداب و حکم میں ایک کتاب تالیف کرنے کی خواہش کی اور اسی کی تعمیل میں یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہو، نسخوں کے اس فرق سے معلوم ہوتا ہے، کہ ابن ظفر نے بعد میں اس کے دیباچہ میں کچھ رد و بدل کیا پیرس والا نسخہ اصل میں اس نسخہ کی نقل ہے، جو مصفیہ میں اس کے مدد و ح کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور آکسفورڈ کا نسخہ وہ ہے جس میں ابن ظفر نے بعد میں رد و بدل کیا ہے، اور شاید ابو الحسن علی بن عبد اللہ قزلبی نے مکہ میں اس کا جو نسخہ دیکھا، وہ آکسفورڈ کے نسخہ کے مطابق ہو، اگر یہ صورت ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ابن ظفر نے پھر اصل کتاب میں بھی کچھ حصے بڑھائے ہیں،

سوان المطاع کا طرز تحریر مقامات تحریری کے طرز پر ہے، اور طرز بیان و واقعات کلیہ دمنہ کے طرز پر ہیں، جہیں چرند و پرند کی زبان سے بادشاہوں کے قصے و دلکش انداز میں بیان کے ہیں اور اخلاق و حکمت کے نکتے سکھائے ہیں، ابن ظفر نے کلیہ دمنہ کے طرز پر اسے لکھنے کا تذکرہ دینا میں بھی کیا ہے، مصنف نے اس کے آخر میں دو جزدوں کا ایک ضمیمہ بھی منسلک کیا ہے، جس میں اپنی کتابوں کی فہرست اور ان کا موضوع بیان کیا ہو،

کتاب کی مقبولیت | مصفیہ کا یہ علمی تحفہ عالم اسلامی میں مقبول ہوا، اولاً تاج الدین ابو عبد اللہ بن مختلف زبانوں میں ترجمہ سنہ ۷۹۹ھ میں اسکو عربی نظم میں منتقل کیا، پھر ایک دوسری اصل علم نے اس کی حکایتوں کو کسی قدر مقدم و مؤخر کر کے فارسی میں ریاض الملوک فی ریاض السلوک کے نام سے موسوم کیا، نیز سلطان اویس جلایری کے بعض واقعات اضافہ کئے، پھر شیخ الاسلام محمد امین آفندی بن خلیل اسود مدروت بہ بقرہ خلیل آفندی زادہ متوفی ۱۱۶۶ھ نے ترکی میں ترجمہ کیا،

میکائیل اماری نے ایتالوی ترجمہ ۱۸۵۱ء میں فلورنزا سے شائع کیا، اس کے بعد یہ دہپی سے سنا جاتا ہے کہ عقلی عالم کی یہ تصنیف ہندوستانی زبان (اردو) میں بھی منتقل ہوئی، جسے مولوی ذوالفقار احمد صاحب قضا، الارب من ذکر علماء النحو والادب نے تشنیف الاسماع بسوان المطاع کے نام سے ہندوستان میں ترجمہ کیا ہے، اصل کتاب کا پہلا ڈیشن ۱۷۶۷ء میں مقررے پھر ۱۷۶۹ء میں ٹیونس سے اور آخر میں بیروت سے شائع ہوا،

دیگر تصنیفات | ابنِ طفر کی چند اور ادبی و اخلاقی کتابیں ہیں، جن کے موضوع و بحث کی تفصیل انھوں نے خود الگ الگ بیان کی ہے، وہ کتابیں حسبِ ذیل ہیں:-

۲۔ ملح اللغة، اس میں بترتیب حروف تہجی ان الفاظ کو جمع کیا گیا ہے، جو باعتبار لفظ مقتربا معنی مختلف ہیں،

۳۔ کتاب السفویہ رسالہ نامانوس اور غریب الفاظ اور ضرب الامثال کی تشریح میں ہے،
۴۔ کتاب التفتیب، یہ مقامات تحریری کی شرح ہے، مصنف نے اس کی دو شریں لکھیں ایک چھوٹی اور ایک بڑی،

۵۔ کتاب ادھام القواص فی انصار الخواص یہ ابو محمد حریری کی تالیف درۃ الخواص فی انصار الخواص کی شرح جو چین مصنف کی غلطیاں بھی بتاتی ہیں،

۶۔ کتاب الاشواق اللغوی ولاستنباط المعنوی، یہ لغت میں ہے،

۷۔ کتاب الامشاشۃ الی علم العبارۃ، معانی و بیان میں ہے،

۸۔ کتاب القواعد والبیان، نحو میں ہے،

غالباً متواضع و اخلاق میں انکے ذیل کے رسائل ہیں،

۹۔ کتاب نصاب الذکر،

۱۰۔ کتاب سہامیض الذکر،

۱۱۔ کتاب الخوذ الواقیہ والعوذ الراقیہ،

۱۲۔ کتاب الجود والعواقب،

۱۳۔ کتاب مالک الاذکار فی مسالک الافکار،

انشار پر دہلی | ابن ظفر ایک قادر الکلام انشاعر، پڑھانے، عربی نکت و ادب پر وسیع نگاہ تھی اور اس دور میں عربی ادب میں جو مقنی و سجع عبارت آرائی تھی، اس میں با کمال سمجھے جاتے تھے، اسلوب بیان طرز تحریر اور طریق انشا وہی ہے، جو چھٹی صدی میں عام بلند پایہ عرب ادبا کے درمیان رائج تھا،

شریف ادیبی، | ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن ادیس معروف بہ شریف ادیبی راجہ دوم کے دربار سے وابستہ تھا، اگرچہ اسکی شہرت علم جزافیہ میں ہے، مگر وہ مخصوص طرز انشا کا مالک بھی سمجھا جاتا ہے، نزہۃ الشاق طرز انشا کے لحاظ سے بھی بہترین کتاب ہے، شاعری کا بھی ذوق تھا، ابن بشر نے اس کی انشا و شاعری پر تبصرہ کر کے ستائش کی ہے، اصفہانی نے چند شعروں نقل کئے ہیں،

صلاح الدین صفدی نے بھی تذکرہ کیا ہے، اور اس کے ادبی و شعری ذوق کی ستائش کی ہے، اور کلام کا نمونہ دیا ہے، ذیل کے چند شعروں سے اس کی زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے، کتاب ہے۔

ضاح فی الغریبہ عصری

لیت شعری این قبری

۱۔ الوافی بالوفیات جلد ۱ ص ۲۴۲، و اقتباس سلوان المطابع داراری ص ۶۸۹ تا ۶۹۱، کتاب المقفی مقری
داراری ص ۶۹۶، ۶۹۷، کشف الظنون جلد ۲ ص ۴۱، اکتفاء القنوع ص ۴۸، قصفا الارب من ذکر علما، انوار الادب
ص ۲۳۵ مطبوعہ مکتبۃ مطبع مفید عام اگرہ، ۲۔ خیرۃ القفر داراری ص ۷۷،

کاش میں جانتا کہ میری قبر کہاں ہوگی، سفر میں میری عمر ضائع ہو گئی،
 لم ادع للبعین ماتشات فی بزو بحر،
 آنکہ جس چیز کی مشاقق تھی، میں نے اس کو خشتی و تری میں نہیں چھوڑا (بلکہ ب کو دیکھ لیا)
 وخبرت الناس وکلا سرخص لدی خید وشر
 برائی بھلائی کے وقت لوگوں کو اور دنیا کو آزمایا،
 لمر اجد جاسرا ولا ۱۵، سراً کما فی طلی صدری
 لیکن دل کی خواہش کے مطابق ہمایہ اور گھر نہیں پایا،
 فصاحتی لمر اسر، الا بحیث او بقعد
 گویا میں نے بجز اور بے آب و گیب و زین میں سفر کیا،
 ولیل کصدراخی غمته قطعنا حتی بلغنا النجاج،
 اور بہت سی راتیں جو ایک پریشان قلب شخص کے دل کی طرح تھیں، ہم نے سفر
 میں بسر کیں، تب مقصود کو پہنچے،
 وصدرا السماء بدانی الجوه نچو: کما لاح فی الناس بدہ الساج
 اور آسمان کا چاند ستاروں میں اس طرح نمایاں ہوا جس طرح انسانوں میں فیاضی
 ابن قلاؤس، ابو الفتوح نصر اللہ بن عبد اللہ بن مخلوف معروف بہ بن قلاؤس مصر کا باشندہ
 اور عربی علم ادب کا مشہور ماہر اور بلند پایہ شاعر تھا، ماہ شعبان ۷۵۵ھ میں متقیہ پہنچا، اور یہاں
 ایک معزز مسلمان عہدیدار قائد ابو القاسم بن ابیجر کے واسطے سے وابستہ ہوا، ابو القاسم نے اس کی
 شایان شان قدر دانی کی،

مکتبہ کے قیام کی یادگار | مکتبہ میں اس نے ایک کتاب الزہر الباسم فی اوصاف ابی القاسم

تالیف کی، اور اس کو اپنے مدوح کی خدمت میں پیش کیا، ابن خلکان نے اس کتاب کی تعریف کی ہے، شاید یہ کتاب اس مکتبی قائد کے اوصاف و محامد میں ہو،

ابن قلاؤس نے مکتبہ کے مختلف شہروں کی سیاحت کی، اور اس کے سفر کا یہ نمایان اقیانوس ہے کہ جس شہر میں گیا، نظم میں اس کے حالات قلمبند کئے، چنانچہ مکتبہ کے اکثر شہروں، بکرم، قصریانہ، مسینا، اطرابلس، اور طبرین وغیرہ پر اسکی مستقل نظمیں ہیں جن کے چند چہ شعر، یا قوت نے معجم البلدان میں ان شہروں کے حالات کے ضمن میں درج کئے ہیں، اسکی کتاب اور نظمیں اس کے مکتبہ کے قیام کی یادگار ہیں،

مکتبہ سے واپسی اور دوبارہ ورود، | مکتبہ میں تقریباً دو سال کے قیام کے بعد مصر واپس جانے لگا،

حکومت کا ایک سفیر بھی اس کا ہمسفر تھا، اتفاق سے سمندر کی ہوا مخالف ہوئی، اور اس کا جہاز دوبارہ مکتبہ لوٹ آیا، اور اسے ساحل پر اتر جانا پڑا، مکتبہ لوٹ آنے پر اس نے ایک نظم لکھی، اور اسی سفر کی معرفت اپنے مدوح ابوالقاسم کے پاس بھیج دی،

مکتبہ سے روانگی اور وفات، | اس کے بعد دوبارہ روانہ ہوا، ۶۵۷ھ میں اپنے سابق مدوح کی

خدمت میں مین پہنچا، اور ۳ شوال ۶۵۷ھ کو مقام عیداب (نزد جدہ) میں وفات پائی، اور وہیں سپرد خاک کیا گیا،

دو شالٹ

متاخرین شعراء وادباء،

قاضی رشید احمد بن قاسم مکتبی، | قاضی رشید احمد بن قاسم مکتبی افضل کے زمانہ میں مصر کے قاضی القضاۃ تھے

لے ابن خلکان جلد ۳ ص ۱۱۱ کے مفصل حالات ہیں، اسکی کتاب کا نام کشف الطنون (جلد ۲ ص ۱۱۱) میں زہر الباسم فی اوصاف القاسم ہے، یہ گیارہ

شاعری | انھیں فی البدیہہ اشعار کہنے کا خاص لکھ چلا تھا، ایک دفعہ افضل کے دربار میں پہنچے، وہاں ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ایک دوات رکھی تھی جس پر مونگے جلے ہوئے تھے اسے دیکھتے ہی دشوہر کہے، اور افضل کو محفوظ کیا،

ابن الجوزی مقلی | ابن الجوزی مقلی جو ساتویں صدی میں بجایہ میں ذی علم فقیہ تھے، علم نحو و لغت میں کامل تبحر رکھتے تھے،

بجایہ میں شاعری فرامین و دستاویزات اور قضاۃ کے فیصلے انشاء و ادب کی نظر ثانی کیلئے ان کے سامنے پیش کئے جاتے تھے

ابو مسعود سلیمان بن محمود | ابو مسعود سلیمان بن محمود بن ابوالحسن بن محفوظ قرشی محدث متوفی ۶۲۳ھ کو شاعری کا بھی مذاق تھا، صلاح الدین صفدی نے ان کے تذکرہ میں نمونہ کلام درج کیا ہے

ابوالقاسم مقلی | ابوالقاسم مقلی ساتویں صدی میں گذرا ہے، مصر میں قیام پذیر تھا، سیوطی نے اس کے تین شعر نقل کئے ہیں

مجبزن محمد مقلی | مجبزن محمد بن مجبر مقلی کا خاندان مصر میں اقامت گزین ہو گیا تھا، اسلئے مصری بھی کہلایا، اسکو مصری شعرا میں ممتاز جگہ حاصل تھی، ابن زبیر نے اپنے مجموعہ میں اسکی شاعری کی طرح توصیف کی ہے، اور اس کے منتخب اشعار نقل کئے ہیں، اصفہانی نے اوسے اس کے بعض اشعار اور قصیدے نقل کئے ہیں جن میں ایک قصیدہ قائد ابو عبد اللہ ملقب بہ مامون کی شان میں ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے :-

لیس الفراق بمستطاع ، فدا عیہ من ذکر الوداع .

سہ خدیۃ القصر دراماری ص ۶۰۴، عنوان الدراپہ ص ۱۶۹، کتاب الاغانی بالوفیات دراماری ص ۶۵، ص ۶۰۶، الحاضر جلد ۲ ص ۲۲۲، سہ خدیۃ القصر دراماری ص ۶۰۶

بدائی برداشت کے قابل نہیں اسلئے اوس کی رخصت کے ذکر کو چھوڑ دو،
 عبداللہ بن جرعتی | عبداللہ بن جرعتی ساتویں صدی میں گذرا ہے، اور دولتِ موحیدیہ کے
 فرمانروا ابوسعبن محمد کے عہد (۱۱۲ھ) میں موجود تھا، ابن سعید نے کلام کا نمونہ درج
 کیا ہے، مثلاً چند شعر یہ ہیں:-

لوسر مدیحلف ان الشمس ما غتت ففیہ کذبہ من خدا لا الشفق
 اگر وہ قوم کھانے کا قصہ کرے کہ سورج اوس کے منہ میں نہیں ڈوبا تو اوس کے گال کی
 شفق (یعنی اسکی سرخی) اسکی گلاب کر گئی،
 شمع کی تعریف میں کہتا ہے،

وصعدت لایست سرا بال مستھ بالحب منفس فی الد مع والحرق
 اور ایک نیزہ جس نے ایک بنام محبت کا جو آئسو اور سوز دل میں ڈوبا ہوا تھا، کر تہ سپن لیا،
 ماسر ال یلعن صدر اللیل لہزمھا حتی غذا امائلامنہ دم الشفق
 اوس کا چھڑا ت کے سینے کو کو پختا رہا، یہاں تک کہ اوس سے شفق کا خون بہ گیا،

علوم عقلیات یا ضیات و طبیعیات

علوم و فنون کے بیان کی ابتدا میں اشارہ کیا جا چکا ہے، کہ مسلمانانِ صقیلیہ علوم عقلیہ کی طرف
 پوری توجہ بھی نہ کرنے پائے تھے، کہ صقیلیہ کی اسلامی سلطنت کی شمع حیات گل ہو گئی، یہی وجہ ہے
 کہ صقیلیہ کے عقلی علوم میں سے بجز علم طب کے اور کسی میں وہ رونق نظر نہیں آتی، جو ابھی ہم اسلامی
 و ادبی علوم و فنون میں دیکھ آئے ہیں، اور نہ فلاسفہ اور ریاضی دانوں کی وہ کثرت ہی جو ابھی فقہاء
 اور شہداء کی صف میں نظر آئی ہے، تاہم یہیں صقیلیہ کے عقلی علوم کے نشانات بھی کچھ نہ کچھ مل گئے

ہیں، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں، ۱۔

مسلمانانِ صقلیہ اور نارمن حکمرانوں نے سائنس جیسے لطیف اور معراج ترقی پر پہنچانے
 والے علم سے غفلت نہیں کی، جغرافیہ، ہیست، کیمیا، اور طب کی نہایت شوق
 اور کامیابی کے ساتھ تحصیل کی۔

علمِ طب

مسلمانوں نے صدرِ اول کے خاتمہ یعنی اسلامی علوم کی تدوین کے بعد سب سے پہلے علمِ طب پر
 توجہ کی، شامی محقق علامہ کروعلی لکھتے ہیں،

”صدرِ اول میں مسلمانوں نے علمِ دین کے بعد علمِ طب پر توجہ کی۔“

یہی وجہ ہے، کہ صقلیہ کے اہل علم نے بھی علمِ طب کی کچھ خدمتیں انجام دی ہیں، مسٹر اسکاٹ
 لکھتے ہیں، ۱۔

صقلیہ کے عربی طبیب اپنے اندلسی بھائیوں کی طرح یورپ بھر میں سب سے بڑے حادث
 سمجھے جاتے تھے، اور فی الحقیقت انھیں فنِ طب و جراحی میں دستگاہِ کامل حاصل تھی،

صقلیہ کے اسلامی عہدِ حکومت میں مسلمانوں کے علاوہ یہودی اطباء بھی اپنے فن میں شہرت
 رکھتے تھے، اور بغیر تفریقِ مذہب و ملت مسلمانوں کے ہر طبقہ میں وہ مقبول تھے، خصوصاً صقلیہ کے
 اسلامی دربار میں یہود و عرب دونوں قوموں کے اطباء کی قدر دانی کی جاتی تھی، اور مسلمان
 فرمانروایان صقلیہ اپنی داد و دوش سے ملک میں علم کی ترقی کے مواقع بہم پہنچاتے تھے، پھر نارمنوں
 نے بھی مسلمانوں اور یہودیوں دونوں کے علم کی قدر دانی کی، مشہور سیاح ابن جبیر نے فرما کر
 کے متعلق لکھا ہے، ۱۔

”اوس کے دربار میں اطباء اور نہایت دان ہیں، اور ان کے ساتھ بہت زیادہ اعتبار کرتا ہے، اور ان کا بچہ مشتاق رہتا ہے، یہاں تک کہ اگر اوسے معلوم ہوتا ہے، کہ کوئی طبیب یا منجم اس کے ملک میں آیا ہو، تو اس کو روک لیتا ہے، اور اسکی معیشت کا ایسا سامان کر دیتا ہے، کہ وہ اپنے وطن سے بے نیاز ہو جاتا ہے“

یورپ کے ایک عجائب خانہ میں ولیم ثانی کی ایک تصویر ہے جس میں ایک عرب طبیب ولیم کے بستر موت کے سامنے اپنے آلات رکھے عملِ جراحی کر رہا ہے، یہ تصویر الممال والمقطف میں نظر آئی تھی،

صقلیہ کے اطباء نے طب کی جو خدمتیں انجام دیں، ان میں عبد الرحمن الناصرؒ (۳۳۵ھ) کے عہد میں ابن جمل، ابو داؤد سلیمان کی نگرانی میں ایک طبی ادارہ میں بعض طبی خدمات انجام دینا ہیں۔ اطباء کی ایک جماعت اس ادارہ میں طبی تحقیقات میں مصروف تھی، اور طب یونانی کی اصطلاحوں اور دواؤں کے نام عربی میں منتقل کر رہی تھی، قیصر روم کی طرف سے یونانی اور لاطینی زبان میں طبی کتابوں کے چند نادر نسخے الناصر کو ہدیہ بھیجے گئے تھے، ان میں مشہور یونانی طبیب دیوفید کا ایک معثورہ سال اللغویہ فی زبان میں بھی تھا، یہ سب کتابیں بھی اس مجلس کے سپرد کی گئی تھیں، اور اس نے اہتمام سے ان پر کام کیا تھا،

اس ادارہ میں ایک صقلی طبیب ابو عبد اللہ بھی تھا جو عبد الرحمن الناصر کے وقت سے المستنصر کے زمانہ تک اس سے وابستہ رہا،

صقلیہ کے اطباء اور ان کی تصنیفات،

صقلیہ کے چند نامی اطباء اور ان کی کتابیں حسب ذیل ہیں :-

۱۔ رعد بن جبر ۳۲۵ھ تک ۱۵۰ عیون الانبار فی طبقات اطباء جلد ۲ ص ۶۴،

ابوسعید بن ابراہیم صغیہ کی ایک کتاب المصحح فی الدواوی من صنوف الامراض والشکادی کے دو نسخے بولڈین اور پیرس کے کتب خانوں میں ہیں، امارسی نے اپنے مجموعہ میں کچھ اقتباسات نقل کئے ہیں، مصنف کے زمانہ کا پتہ نہیں، تاہم اس کی اس کتاب کے دیباچہ کی نوعیت سے اس کا زمانہ قدیم معلوم ہوتا ہے، کیونکہ مصنف کا بیان ہے کہ اس کتاب کی تالیف سے پہلے کی جقدر کتابیں طب میں ہیں، ان میں یا تو مفرد دواؤں کے خواہ ہیں، یا ایسی کتابیں ہیں جن میں مختلف امراض کا علاج مفردات سے بتایا گیا تھا، اور مصنف اپنے بیان کے مطابق وہ پہلا شخص ہے جس نے ان دونوں امور کو اس تالیف میں جمع کیا چنانچہ لکھتا ہے:-

میں نے کسی مصنف کو نہیں پایا جس نے ان دونوں باتوں کو ایک کتاب میں جمع کیا ہو، بلکہ بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے صرف مفرد دواؤں اور اوان کی قوتوں اور ان کے فائدوں کا ذکر کیا ہے، اور بعضوں نے مفرد دواؤں سے امراض کے علاج کا طریقہ بتایا ہے، لیکن یہ دونوں چیزیں ایک ہی ہیں، صرف ترتیب میں فرق ہے، کیونکہ پہلی صورت میں ایک دوا کا ذکر ہوتا ہے، جو بہت سے امراض کے لئے مفید ہوتی ہے، اور دوسری صورت میں بہت سی دواؤں کا ذکر ہوتا ہے، جو ایک ہی مرض میں مفید ہوتی ہیں، اسلئے میں نے ایک مختصر اور جامع کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا، جو دونوں باتوں کو شامل ہو، اس سے میرا مقصد شکلات و مطالب کو آسان کرنا ہو،

اس کے لئے میں نے کتاب میں جدولیں بنائی ہیں، اور اوان میں سے طول میں ہر جدول کی چھ قسمیں کیں، پہلی جدول کی ہر سطر میں عنوان قائم کیا، اور بقیہ پانچ جدولوں میں حروف بحم کی ترتیب کے موافق پانچ دواؤں لکھیں، پھر عرض میں سولہ قسمیں لکھیں،

پہلی قسم میں ادویہ مفردہ کے نام بتائے، دوسری قسم میں.....^{۱۵}

امام مازری، صقلیہ کے مشہور محدث امام مازری علم طب میں بھی حاذق سمجھے جاتے تھے، جسے انھوں نے صقلیہ میں دینی علوم کی تکمیل اور دینی پیشوائی کے مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد حاصل کیا، انکے علم طب کی تحصیل کا واقعہ دیکھیں۔

یہ ایک مرتبہ صقلیہ میں بیمار پڑے، اور وہاں کے کسی نامور سیودی طبیب کے زیر علاج آئے، وہ امام صاحب کی علمی فہمیت کا مقام شناس تھا، اس نے ان سے ایک دن مزاح سے کہا کہ "مولائی! مجھ جیسا بے مایہ شخص آپ جیسے امام وقت کا اس وقت معالج ہے، اگر اس موقع کو منتظم سمجھ کر میں مسلمانوں کو آپ کی بابرکت ہستی سے محروم کر دوں تو اپنے دین کی کتنی بڑی خدمت انجام دوں"

امام صاحب کے لئے یہودی طبیب کا یہ مزاح علم طب کی تحصیل کا محرک ثابت ہوا یہی کے بعد انھوں نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا، اور کمال پیدا کر کے بہت جلد صقلیہ کے معنی اطباء کی صف میں داخل ہو گئے، ابن فرحون لکھتا ہے،

"جس طرح لوگ نقد میں ان کی طرف رجوع کرتے، اسی طرح یہ علم طب میں بھی

خلاق کا مرجع تھے"۔^{۱۶}

شیخ ابو بکر مقلی، شیخ ابو بکر مقلی طبیب کیلئے یہ لائق فخر ہے کہ شیخ عزالدین بن سویدی جو بجاہرستان نوری دمشق کے طبیب حاذق تھے، اور ابن ابی الصبیحہ جو عیون الانبأ فی طبقات اطباء کا فاضل معترف ہے، یہ دونوں ان کے تلامذہ میں تھے، ابن ابی الصبیحہ عزالدین کے حال میں لکھتا ہے:-

”میں اور عبدالہدین دونوں شیخ ابو بکر مقلی رحمہ اللہ کے درس میں شریک تھے، اور اسی

قدیم زمانہ سے ہم دونوں سے رشتہ محبت قائم تھا۔

اطباءِ مقلیہ کا ایک خاندان افریقہ میں، اسی طرح اطباءِ مقلیہ کا ایک خاندان مقلیہ سے

ہجرت کر کے افریقہ آیا، اور مراکش کے فرمانروا ابو الفارس عبدالعزیز بن ابوالحسن کے

دربار سے وابستہ ہو گیا، اس خاندان میں حاذق اطباء گزرے ہیں، جو گویا خاندانی اطباء تھے، اور

علم طب میں اپنی پائیدار یادگاریں چھوڑی ہیں،

ابو محمد عبدالسلام بن ابراہیم مقلی، ابو محمد عبدالسلام بن ابراہیم مقلی طبیب، پہلے طبیب میں، جو

اس دربار سے وابستہ ہوئے،

تصنیف | طب میں ان کی ایک گران قدر تصنیف فن جراحہ میں ہے جس کا ایک نسخہ جامع

زیتون ٹیونس میں موجود ہے،

وفات | انھوں نے مراکش میں ۵۰۰ھ جمادی الاولیٰ ۸۰۰ھ کو وفات پائی، اور یہیں مدفون

ہوئے، قبر پر نام اور تاریخ وفات کا کتبہ کندہ ہے، جو آج تک محفوظ ہے،

ابوالعباس احمد بن | ابوالعباس احمد شریف مقلی کو افریقہ میں بڑی مقبولیت حاصل تھی، اگر لفظی

عبدالسلام شریف مقلی، کا بیان ہے، کہ ان کی حذاقت کی حکایتیں اس زمانہ میں بھی ٹیونس کے

عوام میں مشہور ہیں،

تصنیفات | طب میں ان کی دو کتابیں مشہور ہیں،

۱۔ شرح ارجوزہ لابن سینا کی ارجوزہ کی شرح ہے، اس کا ایک نسخہ مدرسہ صادقہ

ٹیونس کے طلباء قدیم کی ایسوسی ایشن میں محفوظ ہے، کتابت کا سن ۱۰۰۰ھ ہے، اس کے کچھ

اقتباسات یا دگاری مضامین میں پروفیسر عبدالوہاب نے شائع کئے ہیں، انداز بیان کیلئے دیباچہ کی چند سطریں ملاحظہ ہوں، کہتے ہیں،

”طب کے دو مفہوم ہیں، ایک لغوی اور دوسرے اصطلاحی لغت میں طب کا اطلاق علم، فہم، اور سحر وغیرہ پر ہوتا ہے، اور اصطلاح میں تو اس کی کثیر تعریف ہے..... ان میں ایک یہ بھی ہے، کہ طب کو تم علم مناعی کہہ سکتے ہو، کہ اس کا موضوع جسم انسانی اور اس کی قیمت کا برقرار رکھنا، اور امراض کا ازالہ کرنا ہے، اس تعریف میں جسم انسانی کی قید سے علم بطورہ و بیزرہ نکل گئے، جو حیوان اور پرندوں کے لئے ہیں..... انسان کی تین حالتیں ہیں، صحت، مرض، اور نہ صحت اور نہ مرض“

۲۔ کتاب الاطباء (فی) الامراض من الفرق الی القدر، اس میں سر سے پیر تک کے ایک ایک عضو کے امراض اور ان کا علاج جدا جدا بیان کیا گیا ہے، اسکے دو نسخے دستیاب ہوئے ہیں، ایک لیڈن میں ہے، اور دوسرا ٹونس میں لیڈن کے نسخے کے کچھ اقتباسات امارسی نے درج کئے ہیں،

دیباچہ میں کتاب کا موضوع اور ترتیب وغیرہ کا تفصیل تذکرہ کیا ہے۔
”اس کتاب میں سر سے پیر تک کے امراض کا مفرد و داؤن سے علاج بتایا گیا ہے کیونکہ ادویہ کی ترکیب دشوار ہوتی ہے..... یہ کتاب میں ابواب میں منقسم ہوئے اس کے بعد ابواب کی فہرست درج کی ہے، جس میں ہر عضو بدن کے امراض اور ان کے علاج کا علیحدہ علیحدہ بیان ہوئے“

۱۔ مقالہ پروفیسر عبدالوہاب دریا دگاری مضامین جلد ۲ ص ۸۶، ۸۷، ۸۸، مقالہ گریغنی در جلد ۱ ص ۴۴،

۲۔ کتاب الاطباء فی الامراض من الفرق الی القدر مقتبس در امارسی ص ۹۹،

ابو عبد اللہ محمد بن عثمان مقلی، ابو عبد اللہ محمد بن عثمان طیب مقلی بھی اس دربار سے وابستہ تھے، ان کی فنِ طب میں دو کتابوں کا پتہ چلا ہے،

۱۔ المختصر الفارسی، یہ علم طب پر ایک مختصر اور جامع تالیف ہے، اس میں پہلے طب کو دو قسموں علمی و عملی یعنی قلم بالکلیات اور قلم بالمعالجات میں تقسیم کیا ہے، پھر پہلی قسم قلم بالکلیات کو تین مقالوں اور دوسری قسم قلم بالمعالجات کو سات مقالوں میں تقسیم کر کے کتاب ختم کی، اس کا نام امام رازسی کی المنصور سی کے اتباع میں جو ابو جعفر منصور کے لئے لکھی تھی ابوالفارس کے نام پر المختصر الفارسی رکھا ہے، کتاب کی ترتیب کے متعلق دیباچہ میں لکھتے ہیں:-

۱۔ پہلا مقالہ ساتون طبییات میں، یعنی غناہ، مزاج، اخلاط، اعضاء قوی، ارواح اور افعال میں،

۲۔ "دوسرا مقالہ چھ ضروریات میں، یعنی ہوا، کھانا، پینا، حرکت، سکون، نیند، بیداری، پاخانہ، پیشاب، اور نفسانی خیالات میں،

۳۔ تیسرا مقالہ ان چیزوں میں جو قدرتی مجری سے باہر ہوں، یعنی مرض سبب، عرض

۴۔ چوتھا مقالہ حفظانِ صحت اور اوس کے متعلقات میں، یعنی مسافروں پر، اور بوطہ صون کی تدبیر میں،

۵۔ پانچواں مقالہ اون مفرد و واؤن میں، جن کا استعمال ہمارے ملک میں بہت ہے، اور انکے علاوہ سبب دوائیں،

۶۔ چھٹا مقالہ تمام امراض و انکے اسباب، احوال اور انکے اقسام کے مطابق اون کے علاج کے بیان میں،

۷۔ ساتواں مقالہ بصیرت اور زہریلوں کے علاج میں،

- ۸۔ آٹھواں مقالہ بخارون کے اقسام و انواع میں،
- ۹۔ نوان مقالہ ان امراض میں جن کا علاج ہاتھ سے کیا جاتا ہے،
- ۱۰۔ دسواں مقالہ مرکب و دوائیں اور بعض خواص میں اور اوس کے علاوہ چار پانچ کے بعض امراض میں، اور بعض کیموں کے بکھانے میں آئے،
- اس کتاب کے چھ قلمی نسخے مختلف کتب خانوں جامع زیتون ٹیونس وغیرہ میں موجود ہیں
- ۲۔ کتاب منہاج الدکان کے سرورق پر حسب ذیل عبارت ہو،
- ”یہ کتاب منہاج الدکان نقیہ ابو عبد اللہ محمد بن عثمان شریف حسنی، بہ اعتبار نسب زنی، باعتبار مولد اور عقلی بہ اعتبار شہرت، کی تصنیف ہو،
- اغراض و ترتیب کتاب کا بیان حسب ذیل ہو،
- ”آئندہ میں نے ایک ایسا مجموعہ تیار کرنا چاہا، جو میرے تمام اسباب کا جامع ہو اور ایک ایسے شخص کی ضروریات کے لئے کافی ہو، جو اپنے مقصود میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہو، گو اس کو ایسے مرشد کی ضرورت نہ ہو، جو اُس کے جزئیات میں اس کی ہدایت کرے، اور میں نے منہاج الدکان اوس کا نام رکھا، پہلا باب اس چیز کے بیان میں ہے، جس کی ضرورت اوس شخص کو ہوتی ہے، جو ان مرکبات کے بنانے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے، تاکہ اس کو اعتماد، احتراز اور خوف پہلے خدا سے حاصل ہو،
- پھر اضافوں سے“

۵۷

اس کتاب کا ایک نسخہ جامع زیتون ٹیونس کے کتب خانہ میں ۱۶۷۱ھ کا لکھا ہوا محفوظ ہے

۵۷ اقتباس المختصر الفارسی در یادگاری ج ۲ ص ۴۹۱، ۵۷ مقالہ پر و فیر عبد الوہاب التونسی

در یادگاری جلد ۲ ص ۴۸۹

علم جغرافیہ

علم جغرافیہ سے مقنیۃ کا خاص تعلق رہا، اس علم سے بیان کے اہل علم کی دھچی کا اندازہ ان روایتوں سے ہوتا ہے جو عقلی اہل علم جغرافیہ نویسوں سے مقنیۃ کے متعلق جزائی حالات بیان کرتے تھے، اور ان کے حوالے جغرافیہ کی بعض کتابوں میں درج ہیں، مثلاً صاحب کتاب تحفۃ الالباب و غنۃ الاعجاب ایک جگہ لکھتا ہے:-

تجسس شیخ امام عالم علامہ زہرا ابو القاسم بن حاکم متعلی نے بغداد میں میرے سوال کے جواب میں اکوہ اٹان کی آگ کے متعلق بیان کیا کہ..... یہ

اسی طرح صاحب کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات ایک جگہ مقنیۃ کے بعض حالات کے سلسلہ میں بیان کے ایک اہل علم کی ایک روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:-
تجسس اس ملک کے علماء میں سے ایک صاحب نے بیان کیا کہ.....

اسی طرح یہ بھی معلوم ہے، کہ اس وقت تک علم جغرافیہ میں جو کتابیں تالیف ہوئی تھیں وہ سب مقنیۃ کے اہل علم میں متداول تھیں، اور یہی نے مقنیۃ میں ان کے موجود ہونے کا تذکرہ نام بنام کیا ہے

مقنیۃ کے بعض اہل علم نے اپنے سفر نامے بھی لکھے، مثلاً شیخ ابو بکر عتیق بن علی بن داؤد سنطاری کا تذکرہ علم تصوف میں گزر چکا ہے، انھوں نے حجاز، یمن، شام، ایران، اور خراسان کا سفر کیا، اور اپنے مختلف علمی خدمات کے ساتھ اپنا ایک سفر نامہ بھی حروف تہجی پر مرتب کیا،

۱۵۰ تحفۃ الالباب و اماماری ص ۷۷، ۱۵۱ کتاب الاشارات و اماماری ص ۵۵،

۱۵۲ نزہۃ الشاق ص ۵۰

یا قوت لکھا ہے۔

ان کی ایک کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر ممالک کے سفر اور اہل علم کی ملاقاتوں کے حالات میں ہے۔

مشہور عرب سیاح مقبیہ میں، مشہور عرب سیاحوں میں سے ابن حوقل اور ابن جبیر مقبیہ آئے، اور یہاں سے انھوں نے اپنی گہری چھپی کا اظہار کیا،

ابن حوقل، ابو القاسم محمد بن علی معروف بہ ابن حوقل موصلی بغدادی، چوتھی صدی کے مشہور سیاحوں میں ہے، بغداد میں پیدا ہوا، اور یہیں نشوونما پائی، علوم کی تحصیل کے بعد تجارت کا پیشہ اختیار کیا، اور دنیا کی سیاحت کے لئے چل کھڑا ہوا، اوس نے مسلسل اٹھارہ برس سیر و سیاحت میں گزارے، وہ یہاں ۳۳۵ھ میں بزم میں موجود تھا، سیاحت ختم کرنے کے بعد ۳۳۵ھ میں اُس نے اپنا مشہور سفر نامہ کتاب المسالک والممالک لکھا، اوس نے مقبیہ کے حالات سے اس طور پر اعتنا کیا، اولاً کتاب المسالک والممالک میں اس کے حالات لکھے، اس کے علاوہ اس نے بزم کے حالات ایک علیحدہ رسالہ میں لکھے، جو ۳۴۵ھ میں پیرس سے طبع ہو چکا ہے، نیز اس کے ایک رسالہ کا تذکرہ محسن اہل مقبیہ کے نام سے یا قوت نے معجم البلدان میں کیا ہے، اور اوس کی ذیل کی عبارت نقل کی ہو۔

میں نے ان لوگوں کے اوصاف، حکایات اور مقبیہ کے اوصاف اور یہاں کے باشندوں کے فضائل ایک کتاب میں لکھ رکھا تھا، ادا کیا ہے، اور اوس کو محسن اہل مقبیہ کے نام سے موسوم کیا ہے، پھر ان کی بد اخلاقیات بیان کی ہیں،

شاید وہ مطلوبہ نسخہ یہی ہو، جو افسوس ہے، کہ میری نظر سے نہیں گذرا

معجم البلدان جلد ۵ ص ۱۳۵ القناع القزوح باہر المطبوع . معجم البلدان جلد ۵ ص ۱۳۶

ابنِ حوقل کی کتاب المسالك کا پہلا نسخہ ۸۱۷ء میں انگریزی ترجمہ کے ساتھ لندن سے چھپا، پھر ۱۸۳۷ء میں لندن سے شائع ہوا، پھر فریقہ سے متعلق اس کا ایک حصہ ۱۸۴۲ء میں پیرس سے اور عراق سے متعلق حصہ ۱۸۴۶ء میں فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا، ابنِ حوقل کی کتاب المسالك میں صفیہ کے متعلق جو مختصر حالات تھے، اور یا قوت نے اسکے حوالہ سے جو کچھ لکھا تھا، وہ پچھلے اوراق میں گزر چکا ہے

ابنِ جبیر | ابوالحسن محمد بن احمد بن جبیر بن سعید کنانی بلنسی، اندلسی چھٹی صدی کے مشہور مسلمان سیاحوں میں ہے، یہ ۳۵۹ھ میں بلنسیہ میں پیدا ہوا، یہیں تعلیم و تربیت پائی، اور اپنے زمانہ کا مشہور صاحبِ علم و فضل، محدث، فقیہ، ادیب اور شاعر سمجھا گیا،

یہ اپنے زمانہ کے مشہور سیاحوں میں تھا، اس نے تین سیاحتیں کیں، اور اپنا یادگار سفرنامہ لکھا، اس نے پہلا سفر شوال ۳۷۵ھ میں کیا، اور مشرق و مغرب کو چھان مارا، او اسی سفر میں صفیہ آیا، پھر دوسری مرتبہ صلاح الدین ایوبی کی فتح بیت المقدس کی خبر سن کر ۳۷۵ھ میں بیت المقدس گیا، پھر اس نے مختلف مقامات میں قیام اختیار کیا، پھر تیسری مرتبہ ساتویں صدی کے آغاز میں روانہ ہوا، اور یہی اس کا سفر آخرت ثابت ہوا،

۳۸۱ھ میں مصر میں وفات پائی،

ابنِ جبیر ۳۸۵ھ میں صفیہ آیا تھا، اور دو مہینوں سے زیادہ یہاں مقیم رہا، اور صفیہ کے مسلمانوں سے اسکے مراسم قائم ہوئے،

اس کے سفرنامہ کا سب سے پہلا حصہ صفیہ ہی کے متعلق ۱۸۴۶ء میں فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا، پھر دوسرا سفرنامہ ۱۸۵۲ء پھر ۱۸۹۶ء اور آخر میں ۱۹۱۷ء میں گیمبوریل نے چھاپا، قاطا احمد علی خان شوق راجپوری نے اسے اردو میں بھی ترجمہ کیا، جو ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا

ابن جریر نے اپنے عہد کے مقلیہ کے متعلق جو کچھ مشاہدات و تاثرات لکے ہیں، انہیں اس کے پہلے پیش کیا جا چکا ہے، ذیل میں مقلیہ میں اسکے ورود و قیام نقل و حرکت اور یہاں سے اکی ڈانگی کا ذکر اسی کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہو لگتا ہے:-

بحری سفر کے عجائب میں یہ بھی ہے کہ ہم نے سمندر کی گود ہی میں تین مینون، رجب شعبان، اور رمضان (۳۵۵ھ) کے چاند دیکھے، اور جس شام کو رمضان کا چاند نکلا، اسی صبح کو ہم نے جزیرہ مقلیہ کے مشہور کوہ آتش فشان اور جبل البرکان کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا،... یہاں تک کہ ہم آبنائے میں داخل ہوئے، اس وقت شب کی تاریکی چھا چکی تھی،... اب ارضِ کبیرہ (جنوبی اٹلی) کا ساحل ہماری دائیں طرف اور مقلیہ کی سرزمین بائیں طرف تھی، یہاں تک کہ جب یومِ کثینہ ۳ رمضان کی نصف شب کو ہم جزیرہ کے شہر مینا کے پاس پہنچے، تو سمندر میں سخت طوفان آیا، جہاز کے رستے یکے بعد دیگرے ٹوٹنے لگے، رومی اور مسلمان مسافروں اور عورتوں اور بچوں کے شور وادویلا سے ایک قیامت برپا ہو گئی، ہر شخص کے سر پر موت کھڑی دکھائی دی، یہاں تک کہ ستارہ صبح طلوع ہوا، اور ہم نے تعجب سے دیکھا کہ ہم شہر مینا سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر ہیں، آخر خدا کر کے اسی امید و بیم کی حالت میں... ہم ساحل مینا پہنچے،... ہم یہاں کے ہوٹلوں میں سے ایک ہوٹل میں ٹھہرے تھے، جہاں ہم نو دن ٹھہرے اور شب ۴ شنبہ ۱۲ رمضان میں ۸ دسمبر کو کشتی پر سوار ہو کر المدینہ (ہرم) روانہ ہو گئے،... ۱۰ یوم چار شنبہ کو شہر خلود کی بندر پر پہنچے،... یہاں سے نصف شب کو روانہ ہوئے، اور یوم پنجشنبہ بوقت چاشت شہر ترمہ پہنچے،... یہاں ہم یوم پنجشنبہ ۴ راہ رمضان کو رہے،... اور پھر یہاں سے بلارمہ... روانہ ہوئے،... جو ۲۵ میل پر یہاں سے آباد ہے، سمندر کی تلاطم خیزی کے سبب منتقلی کا راستہ اختیار کیا،... یہاں تک کہ ہم قصر سعد پہنچے، جو شہر ہرم سے ایک

فرسخ پر واقع ہے، رات ہم نے اسی قصر میں گزاری،.... صبح کی نماز پڑھ کر ہم شہر (بلرم) روانہ ہوئے،.... اور یہاں کے ایک ہوٹل میں یوم شنبہ ۱۶ رمضان مطابق ۲۲ دسمبر کو اوس میں اترے،.... اس شہر میں ہمارا قیام سات دن رہا،.... وہاں سے ہم یوم جمعہ ۲۲ رمضان مطابق ۲۸ دسمبر کو صبح کے وقت اٹرائش روانہ ہوئے،.... کیونکہ یہاں سے دو جہاز چھوٹنے والے ہیں، ایک اندلس جانے والا ہے، اور دوسرا سبتہ روانہ ہونے والا ہے،.... راستہ میں ہم نے ایک شب ایک شہر معروف بے علقہ میں گزاری، جو خالص اسلامی شہر ہے،.... علقہ میں ہم یوم شنبہ ۲۳ رمضان ۲۹ دسمبر کے وقت ستر تک ٹھہرے، اور وہاں سے روانہ ہو کر اوس کے قریب ایک قلعہ حسن حمہ میں اترے،.... اور وہاں سے اسی دن روانہ ہو کر عصر کے وقت اٹرائش پہنچے،.... ہم اپنے سفر کا اہتمام اندلس جانے والے ایک جہاز سے کر چکے تھے،.... کہ شاہ متقیہ کا حکم پہنچا کہ تمام سالوں کے جہازوں کی روانگی شاہی بیڑے کی روانگی سے پہلے روک دیجئے،.... ماہ ذی القعدہ کا چاند یوم دو شنبہ ۴ فروری کو نکلا، اور ہلوگ ابھی تک اسی شہر اٹرائش میں موجود ہیں، اور جہازوں کے موسم اور جنوی جہاز کے سنگراوٹھانے کا انتظار کر رہے ہیں، جس سے ہم لوگ اندلس جانے والے ہیں،.... ماہ ذی الحجہ کا چاند مطلع کے غبار آلود ہونے کے باعث روپوش رہا، ہم نے ماہ ذی القعدہ کو شب چار شنبہ ۶ مارچ پر ختم کر دیا، ابھی تک ہم اسی شہر اٹرائش میں قیام پذیر ہیں،.... جو تھی کی شب کو چاند نظر آیا، جو بڑا تھا، اور اس سے معلوم ہوا کہ وہ شب سہ شنبہ ہی کو نکلا تھا، چنانچہ اسی حساب تاریخ متعین کرنی، اور اس طرح یوم چار شنبہ ۹ ذی الحجہ مطابق ۱۳ مارچ کو یوم زفرہ پڑا اور اسی یوم عرفہ کو ہم جہاز پر سوار ہو گئے، اور یوم عید النبی کی صبح عرسہ جہاز پر طلوع ہوئی، ہلوگ جہاز پر پچاس مسلمانوں سے زیادہ ہیں؟

شریف ادیبی | ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد اللہ معروف بہ شریف ادیبی کا نام اسلامی تعلیم جزائیہ کی تاریخ میں زریں حروف میں لکھا جائے گا، اس کے تمام جزائی کارنامے سرزمینِ صقلیہ ہی میں انجام پائے،

وہ افریقہ کے سادات کے شاہی خاندانِ ادیبی کا چٹم و چراغ تھا، اس کا سلسلہ نسب یہ تھا محمد بن محمد بن عبد اللہ بن ادیس بن یحییٰ بن علی بن عمرو بن یزید بن احمد بن علی بن عبید اللہ بن عمر بن ادیس بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم، شریف ادیبی ۳۲۰ھ میں سبتہ میں پیدا ہوا، علوم کی تحصیل کے لئے قرطبہ گیا، اور اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی خصوصاً ادب اور علوم عقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل کی، اسے حیات کا طبعی شوق تھا، پیرانِ دنون ادیبی شاہزادوں میں حصولِ سلطنت کے لئے رقابتیں کیا اور لوگ ایک دوسرے سے خائف رہتے تھے، اسے شریف ادیبی نے ہوش بنبھائے ہی سیر و سیاحت شروع کی، اس اثنا میں اس کے علم و فضل کے چرچے پھیلے، تو راجہ ردم نے اسے صقلیہ آنے کی دعوت دی، اور اس کے علم و فضل اور خاندانی اعزاز کے مطابق اس کا اعزاز و اکرام کیا، صمدی راجہ دوم کے متعلق لکھتا ہے:-

وہ فلسفیوں سے محبت رکھتا تھا، اور اسی نے شریف ادیبی کو طلب کیا، اور جب وہ اس کی خدمت میں پہنچا، تو نہایت عزت کے ساتھ اس کی ممانداری اور نظم و توقیر کی۔

دنیا کا نفرتی کرہ ۱ راجہ نے ادیبی کے علم و ہنر سے فائدہ اٹھانا چاہا، اور پہلے اس سے ایک ایسا کرہ تیار کرنے کے لئے کہا، جس سے زمین کی ہیئت و صورت کا صحیح اندازہ ہو سکے، اور

اس کے لئے راجرنے ۴۰ لاکھ درہم کے وزن کی ایک نقرئی اینٹ اس کے حوالہ کر دی، اور یسی نے چاندی بچھلا کر قدیم اصول ہیئت کے مطابق آسمان کی شکل کے لئے چند دائرے بنائے، اور انھیں طبق در طبق بیوست کر کے کرہ کی شکل میں تیار کرایا، جو گویا مختلف طبق افلاک تھے، پھر زمین کے لئے ایک دوسرا دور کرہ تیار کیا گیا، اس کے بعد آسمان کے دائرے میں مختلف افلاک ستارے، اور تیارے دکھائے گئے، اور زمین کے عظیم الشان سانچہ پر دنیا کے تمام شہر و پہاڑوں بندرؤں، دیاروں وادیوں اور ان کے نشیب و فراز کی تصویر تاراری گئی، اس کے بنانے والے عقلی اہل علم اور یسی کے دست راست تھے، اسکا قطر تقریباً چھ فٹ اور وزن تقریباً ساڑھے پانچ من تھا، کرہ بنانے کا صلہ، جب عظیم الشان کرہ تیار کی بعد راجر کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو وہ اور یسی کا صناعت کمال دیکھ کر محو حیرت رہ گیا، اور اسے دل کھول کر اس کا صلہ دیا چنانچہ وہ لا کرہ بنانے کے بعد ایک تنائی سے زیادہ مقدار میں جو چاندی بچ گئی تھی، اور جو تقریباً ڈیڑھ لاکھ درہم کے ہم وزن ہوئی، وہ بخش دی، اس کے بعد اس نے شاہی خزانہ سے ایک لاکھ درہم عطا کیا، پھر ان ہی دونوں برشلونہ سے انواع و اقسام کے رومی مصنوعات سے لدی ہوئی کشتی راجر کی خدمت میں کسی نے نذر بھیجی، اور اس نے وہ کشتی مع تمام سامانوں کے اور یسی کے حوالہ کر دی،

متعلیہ میں مستقل وطن، اس کے بعد اور یسی نے وطن کی واپسی کا قصد کیا، لیکن راجرنے اسے معقول بہانہ سے متعلیہ میں مستقل قیام کرنے پر آمادہ کر لیا، اور اس سے کہا کہ تم خانہ ان خلافت کے رکن ہو، اگر مسلمانوں کے درمیان رہے، تو معلوم نہیں کس وقت کس قسم کے سیاسی حالات میں گھر جاؤ اور تمہیں قتل و خونریزی کا سامنا کرنا پڑے، اس لئے تمہیں وطن میں سکون میسر نہ آئیگا، مناسب ہو کہ فراغ یابی سے میری معیت میں زندگی بسر کرو، میں تمہاری ہر قسم کی حفاظت کرنے اور آرام دہ

آسائش پہنچانے کا ذمہ دار ہوں، اور یہی کے دل میں یہ بات اتر گئی، اور اس نے یہاں مستقل توطن اختیار کر لیا،

شاہانہ طرز زندگی، اس کے بعد راجہ نے اس کے مستقل بود و باش کا انتظام کیا، چنانچہ اس کے قیام کے لئے ایک آراستہ محل منتخب کیا، اور بیش قرار ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا، کہ وہ شاہزادگی کے لوازم قائم رکھ کر زندگی گزار سکے، اور اس کے لئے مختلف قسم کے شاہانہ اعزاز و مراتب قائم کئے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے دربار میں اس سے ملنے کے لئے جاتا، تو وہ خود شاہی تخت سے اتر کر اس کا استقبال کرتا، اور اپنے ساتھ لاکر اعزاز سے اپنے پہلو میں بٹاتا۔

۱۔ **علی سفر** | اس کے بعد راجہ نے ادیبی سے اس فقریٰ کرہ کی تشریح کے لئے ایک ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی، جس کے سارے بیانات چشم دید حالات پر مبنی ہوں، چنانچہ وہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے صاحبِ علم جغرافیہ دانوں اور باکمال مصوروں کی ایک جماعت ساتھ لیس کر سیاحت کے لئے روانہ ہوا، اور مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی خاک چھان ماری، وہ جن جن مقامات سے گذرا، ان کے نام اپنے خریطے میں ثبت کرتا گیا، اور اہم عمارات، مناظر اور اشیاء کی تصویریں اترواتا گیا، یہاں تک کہ یہ علی سفر کامل پندرہ برس میں ختم کر کے حقیقہ واپس آیا،

۲۔ **نزمۃ المشتاق**، | پھر واپسی کے بعد انہی معلومات کی بنیاد پر اپنی شہرہ آفاق کتاب **نزمۃ المشتاق** فی اختراقِ آفاق لکھ کر راجہ کے نام منون کر کے اس کے سامنے پیش کی، اور یہ ادیبی کا ایسا اہم علمی کارنامہ انجام پایا، جو علم جغرافیہ میں ہمیشہ کے لئے یادگار باقی رہ گیا،

۳۔ **ذیل میں نزمۃ المشتاق** کے دیباچہ کے ایک حصہ کا ترجمہ درج ہے، اس سے کتاب کی

لے کتاب الوافی بالوفیات صفحہ ۱۰ دراماری ص ۶۵۰، ۶۵۱ خیرۃ القصر دراماری ص ۱۱۱ نزمۃ المشتاق

تالیف اور اس کے مباحث کا اندازہ ہوگا، لکھا ہے:-

شہا راجا المعز باللہ المقدّر، بقدرتہ شاہ متعلیہ و ایطالیہ و انکروہ و فلوریہ... (راجہ کے مفصل القاب و محامد) کی حکومت کو جب وسعت حاصل ہوئی تو اس نے اپنے مملکت کی کیفیت ان کے اشکال و حدود اور خشکی و تری کے مقامات کو معلوم کرنا چاہا، اس غرض سے اس نے وہ کتابیں منگوائیں، جو جزائریہ اور اقلیم پر لکھی گئی تھیں،..... (میان اون کتابوں کے نام گنائے ہیں، جو اس وقت تک علم جزائریہ میں لکھی گئی تھیں،) لیکن ان میں اسکو یہ حالات تشریح و تفصیل کے ساتھ نہیں ملے، اس لئے اس نے اس فن کے علماء کو طلب کیا، اور ان سے بحث کی، لیکن جو کچھ کتابوں میں تھا، اس سے زیادہ علم ان کے پاس بھی نہ تھا، اب اس نے تمام ملکوں کے علماء کو بلوایا، ان سے سوالات کئے، اور بحثیں کیں، اور جس چیز پر ان سب نے اتفاق کیا، اور وہ اسکو صحیح معلوم ہوئے، اس کو قائم رکھا، اور جس چیز میں ان علماء نے اختلاف کیا، اس کو ۱۵ سال تک زیر غور رکھا، جب ہر چیز پر حی ہو گئی، تو یہ حکم دیا، کہ اس کے لئے خالص چاندی کا ایک ہڑا کرہ ڈھالا جائے، جس کا وزن چار سو رطل رومی ہو، اور اس کے ہر رطل میں ۱۱۲ درہم ہوں، پھر کارگیروں کو حکم دیا کہ اس پر ہفت اقلیم کی شکل مع اون کے ملکوں، ان کے طولوں، قطروں، راستوں، کمیتوں، خطوں، سمندروں، نالوں، بڑے، بڑے دریاؤں، بنجر اور آباد زمینوں کے بنائیں، اور ہر شہر کے درمیان جو راستے، مسافتیں، میل اور مشہور بندرگاہیں ہوں، ان کو بھی نہ چھوڑیں، پھر حکم دیا، کہ ان اشکال و صورت کے مطابق ایک کتاب تالیف کریں، جس کو اس دائرہ پر یہ مزیت حاصل ہو کہ اس میں ملکوں اور زمینوں کی پیدائش و کمون ہونے

مقامات، سمندرون، پہاڑوں، مسافروں، اون کے پیشے، ان کے بیانات کے اتمام اور ان حرفوں کا جو وہان لوگوں میں رائج ہیں، اور ان صنعتوں کا جو وہان خوبی کے ساتھ بنائی جاتی ہیں، اور اون تجارتی سامانوں کا جو وہان سے بھیجے جاتے ہیں، اور ان عجائب کا جو وہان قابل ذکر ہیں، ذکر ہوا، اسی کے ساتھ ان کے باشندوں اون کے طور و طریقہ اون کے مذاہب، وضع و لباس اور زبان کا بھی تذکرہ ہوا، اور اس کا نام جزئہ المشتاق فی اخراق الافات رکھا جائے

یہ واقعہ دسمبر مطابق شوال ۱۰۸۷ھ کے پہلے عشرہ میں ہوا، میں نے ان احکام کی تعمیل کی اور نقشہ بنایا اور زمین کی صورت سے جس کا نام جزافیہ ہے، ابتدا کی لے
نزدہ المشتاق اور بی کے متعلق مسرت لکھتے ہیں :-

”اور میں نے اپنی قابل قہد کتاب راہرنانی کے زمانہ میں لکھی تھی... یہ کتب معنی کے روشن و باغ معنی کے تجربات، معنی کی محنت اور معنی کی تنقید کی غیر فانی شہادت ہوا دس نے جو کچھ لکھا اوس میں سے زیادہ حصہ خود دیکھتا اور جانچ کر لکھا، اس کی اس کتاب کی صحت کے لئے یہ امر کافی ضمانت ہے، کہ معنی سائنس کا بہت بڑا ماہر تھا، اس کتاب نے اس بادشاہ کے نام کو بھی روشن کر دیا، جس کی درخواست پر یہ کتاب لکھنی شروع ہوئی اور کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی... قرون وسطا کے جزافیہ دان ہزار شہرت پائے ہون لگے کہ چرخ اور بی کی شہرت کے انبا کے سامنے نہ مل سکا... وضاحت بیان صحت تفصیلات اور صحیح تخمینہ مسافت میں اس کتاب کو قرون وسطی کی تصانیف میں درجہ اولیت حاصل ہے،... اور بی کی تصانیف نے دنیائے سائنس میں ایک جدید دور کی نیا دہائی لے

زہرۃ المشتاق سے استفادہ، زہرۃ المشتاق جغرافیہ کی ان کتابوں میں ہے، جو اس کے بعد کی تمام جغرافی کتابوں کا ماخذ بنی، ادریسی کے بعد کے مشہور مسلمان جغرافیہ نویس مثلاً ابن سید صاحب کتاب المغرب، مقدسی صاحب احسن التقاسیم، ابن فضل اللہ عمری صاحب کتاب المسالک والممالک اور ابوالفداء صاحب تقویم البلدان وغیرہ نے اپنی کتابوں کی تالیف میں اس سے فائدہ اٹھایا۔

زہرۃ المشتاق کا ایک عربی دوسری طرف زہرۃ المشتاق یورپ کے مشہور جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں کا ماخذ مت ہائے دراز تک رہی ہے، بلکہ اگر کہا جائے کہ یورپ نے جغرافیہ کا علم زہرۃ المشتاق ہی سے سیکھا، تو یہ کتنا بڑی حد تک صحیح ہوگا، اہل یورپ اس سے اس زمانہ سے فائدہ اٹھاتے رہے، جب ان میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج نہ تھا، اس کا اندازہ اسی زمانہ کے ایک ارمنی عیبائی اہل علم کی تصنیف سے ہوگا، اس کے دوستوں نے علم جغرافیہ میں ایک مختصر کتاب لکھنے کی خواہش کی، تو اس نے زہرۃ المشتاق ہی کا اختصار کر کے اپنی کتاب تیار کی، اور اس کا نام وہ کتاب انکرافیا لکھیہ رکھا، یہ کتاب عربی زبان میں ہے، اس کتاب کا دیباچہ گریفینی نے یادگاری مضامین میں شائع کیا ہے، کتاب کا سرنامہ یہ ہے :-

کتاب الحکرافیہ الکلیۃ ای صدقہ	کتاب حکرافیہ کلیہ، یعنی زمیں اور اس
الارض وما یجاوہہ التقطع من کتبا	کے موجودات کی شکل و صورت فقیر
نزهۃ المشتاق الفقیر مکرر دیم لکھ	مکرر دیم کسج ارمنی نے اسے زہرۃ المشتاق
الارمنی	سے چن کر تیار کیا،

اسکے بعد دیباچہ کا آغاز ان الفاظ میں دیکھئے :-

لے ان کتابوں کے دیباچوں اور اندونی عبارتوں میں مختلف مقامات پر ادرسی کے حوالے اور زہرۃ المشتاق کے اقتباسات آئے ہیں،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد للہ العظیم

السلام والذی ابدع السموات والارض فی احسن نظام

علم جغرافیہ کی تاریخ | دنیا کے علم جغرافیہ کی تاریخ میں ادریسی کا جو امتیاز ہے، اسے مصر کے مشہور
میں ادریسی کا امتیاز عیسائی اہل قلم ڈاکٹر صرف صاحب المقتطف کی زبان سے سنئے، اس میں
ادریسی کا صحیح مقام دکھایا گیا ہے۔

ادریسی کا امتیاز یہ ہے وہ جغرافیہ اسلام اور جغرافیہ یورپ کے درمیان نقطہ اتصال
کی حیثیت رکھتا ہے، اسکی کتاب پہلی مرتبہ لاطینی زبان میں ۱۱۹۳ء میں ترجمہ کی
گئی، جسے دو اہل علم جبریل صیونی ستونی ۱۱۹۳ء اور یوحنا صرونی نے ترجمہ کیا تھا، یہ
جغرافیہ کی پہلی کتاب تھی، جو اہل یورپ میں متداول ہوئی،
اسی طرح مشہور عیسائی مورخ سلیمان بتانی لکھتا ہے،

ادریسی پر لکھایوں کے جزائی اکتشافات سے پہلے پندرہویں صدی کے قبل تک یورپ
کے جغرافیہ نویسوں کا واحد ماخذ تھا،

زہبۃ المشتاق کی یورپی ترجمہ | یورپی زبانوں میں زہبۃ المشتاق کا پہلا ترجمہ وہی لاطینی
زبان میں ۱۱۹۳ء میں کیا گیا، جس کا تذکرہ اوپر گذرا، اس کے بعد جویر نے ۱۲۳۶ء میں
فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا، جو ۱۲۴۴ء میں شائع ہوا، اس کے بعد مختلف ملکوں
اپن، اٹلی، ہسپانیہ، مغرب، سوڈان، مصر، شام اور فلسطین سے متعلق اس کے مختلف حصوں کے ترجمے
مختلف یورپی زبانوں، آئینی، ایتالیوی، اور فرانسیسی میں شائع ہوئے، جن کا تذکرہ آگے آتا ہے

۱۹۳۶ء
۱۲۵۰ء مقالہ گریفینی جلد ۲ ص ۲۵، مقالہ جغرافیہ الاسلام در الادب مجموعہ مضامین المقتطف مشہور مطبوعہ

۱۲۵۰ء دائرۃ المعارف جلد ۲ ص ۶۴، ۱۲۵۰ء آداب اللغۃ العربیہ جلد ۳ ص ۸۶ والرواد ص ۴۸،

نہتہ الشاق کے نقشے | ادیسی نے مختلف قسم کے ۶۹ نقشے بھی اپنی کتاب میں منسلک کئے تھے جو انہی نقرئی دوائر اور اوس کے علمی سفر سے ماخوذ تھے، ان نقشوں سے بھی اہل یورپ نے پورا فائدہ اٹھایا، اور وہ یورپ کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے، مشہور عیسائی مؤرخ جرجی زیدان لکھتا ہے:-

ادیسی کا جزائیہ اہل یورپ کے لئے کئی صدیوں تک ممالک خصوصاً مشرق کے جزائی حالات کے لئے مدار بنا رہا، ان لوگوں نے اس کے نقشے اپنی زبانوں میں ترجمہ کئے، اس کے ایک نقشے سے جو فرانس کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے، یہ پتہ چلتا ہے کہ دریائے نیل کے منبع کا جو سراغ پچھلی صدی میں اہل یورپ نے لگایا ہے، ادیسی صدیوں پہلے اس سے واقف تھا، اس نقشے میں اوس نے نیل کا صحیح دہانہ دکھایا ہے۔

اسی طرح مٹرا سکاٹ لکھتے ہیں:-

تین سو برس کا مل تمام جزائیہ دان ادیسی ہی کے نقشوں کو بلا تیز و تبدل کے نقل کرتے رہے، جن جھیلوں سے مل کر دریائے نیل بنا ہے، ان کی جگہ وقوع جو ادیسی نے بتائی ہے، وہ بیکر اور اسٹانی کے ثابت کردہ مقامات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، حالانکہ ان دونوں مصنفین کے درمیان سات صدیاں ہیں۔

نہتہ الشاق کے نقشے | اس وقت تک نہتہ الشاق کا کوئی مکمل نسخہ شائع نہیں ہوا۔

اس کے متعدد نسخے یورپ کے مختلف کتب خانوں، پیرس، آکسفورڈ، روم اور قسطنطنیہ وغیرہ میں محفوظ ہیں، اس کے شائع شدہ حصے میں اولاً ۱۵۹۲ء میں اس کا ایک عربی اختصار

روم نے سکھایا یہ مختصر نزہۃ المشتاق کے مذکورہ بالا لاطینی زبان کے سابق الذکر مترجموں جبریل سیونیتا

(GABRIEL SIONITA) اور جانس ہسرونیتا (JOHANNES HESRONITA)

نے تیار کیا تھا، اس اصل کی اشاعت کے بعد ان کا لاطینی ترجمہ ۱۶۱۹ء میں شائع ہوا، جو سی بولڈ کے بیان کے مطابق اعلاطسے لبریز ہے، پھر مختلف مستشرقین کے اہتمام میں اس کے مختلف حصے مختلف وقتوں میں شائع ہوئے جو حسب ذیل ہیں،

۱۔ اندلس سے متعلق اس کا ترجمہ کوندمی نے کیا تھا، جسے اوس نے مع اصل کے میڈرڈ سے

۱۶۹۹ء میں چھاپا،

۲۔ شام و فلسطین سے متعلق اس کا حصہ ۱۸۳۸ء میں روزن ملر نے لائی باخ سے شائع کیا،

۳۔ مغرب، سودان، مصر اور اندلس کے حصہ کو ڈوزی نے ۱۸۶۶ء میں مطبع بریل میں

سے چھاپا، اس حصہ کا فرانسیسی ترجمہ بھی کتاب میں منسلک ہوا،

۴۔ ایتالیہ و صقلیہ سے متعلق حصہ ۱۸۰۵ء میں ایتالوی ترجمہ کے ساتھ اماری نے روم سے شائع کیا، اسی حصہ سے ان اوراق کی ترتیب میں مدد لی گئی ہے،

۵۔ اسی طرح جزا فیہ کے ان مختلف مجموعوں میں جو کسی ملک یا قوم پر مختلف مستشرقین

نے تیار کئے ہیں، ان میں نزہۃ المشتاق کے اقتباسات بھی شائع کئے ہیں، مثلاً اخبار ارم الجوا

من الارمان و ربک والروس کے نام سے ایک مجموعہ اقتباسات الکنز ندلسائی پل نے ۱۸۹۳ء

میں شائع کیا ہے، اس میں نزہۃ المشتاق کے اقتباس اور اس کے بعض نقشے چھاپے گئے ہیں،

مذکورہ بالا حصوں میں سے چند میری نظر سے گزرے ہیں،

ادبی و نیم دوم کے عہد میں، شریف ادیبی راجہ دوم کی وفات کے بعد یہیں مقیم رہا، ولیم اول

(۱۸۵۱ء - ۱۸۶۶ء) نے بھی اسکی قدر کی، اور اس کے نام پر بھی جزا فیہ میں ایک کتاب لکھی،

روض الانس | ادیبی کی یہ دوسری کتاب روض الانس و نزہۃ النفس یا کتاب المسالك والمسالك ہے، جو اصفہانی کے بیان کے مطابق زہرۃ المشاق سے زیادہ ضخیم تھی، ابو الفداء کے ماخذوں میں یہ بھی رہی ہے، اور اوس نے اسے کتاب الممالک کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چند سال پہلے تک اس کے وجود کا پتہ نہیں چلا تھا، ڈاکٹر صروف نے پیرس کے کتب خانہ میں موجود ہونے کا شبہ ظاہر کیا ہے، مگر کتب خانہ پیرس کی فرست میں اس کا ذکر موجود نہیں، البتہ کچھ دن گزرے، اس کے ایک مختصر حصہ کا پتہ بے ہرڈز (H. HOROVITZ) نے قسطنطنیہ کے ایک کتب خانہ کے مخطوطات پر نظر ڈالتے ہوئے چلایا ہے، یہ حصہ حکیم ابو غعلی پاشا کے کتب خانہ میں قسطنطنیہ میں موجود ہے، اسی بولڈ نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ سال وفات | اشرف ادیبی کا سال وفات قدیم ماخذوں میں دستیاب نہیں ہوا، البتہ کتب خانہ خدیوہ مصر کے فرست نگار نے زہرۃ المشاق کے ذکر میں ادیبی کا سال وفات ۱۱۹۶ھ لکھا ہے اور اسی بولڈ نے یہ روایت قبول کر لی ہے۔

دفن | قدیم ماخذوں میں سال وفات کا تذکرہ نہ ملنے سے اس کے دفن کا پتہ بھی نہ چل سکا، اسی سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید سسلی کی سرزمین ہی میں یہ آفتاب کمال غروب ہوا ہو، بہر حال ولیم کے عہد ۱۱۵۷ء سے ۱۱۵۸ء کے اثناء میں یقینی طور پر وہ صقلیہ میں موجود تھا، اگر اس کے بعد اس نے صقلیہ سے ہجرت کی ہوتی اور کسی اسلامی ملک میں اس نے قیام کیا ہوتا، تو یہ ممکن نہ تھا کہ اسکی علمی شہرت اس کی موت کو چھپائے رکھتی، اور وہاں کے اہل علم کی روایتیں کتب تراجم میں صرح نہ ہوتیں، اس لئے تعجب نہیں کہ اوس نے ۱۱۶۲ھ ہی میں صقلیہ میں وفات

لے خریدۃ القصر در الماری ص ۱۱۶، تقویم البلدان ابو الفداء ص ۱۷۱، الراد ص ۱۷۱، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ترجمہ ادیبی، فرست کتب خانہ خدیوہ جلد ۵ ص ۱۶۶، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ترجمہ ادیبی

پائی ہو، اور وہیں سپرد خاک کیا گیا ہو، اور اسلامی ملکوں میں اس کا سال وفات اور مدفن شہرت نہ پاسکا ہو،

علم ہیئت ریاضیات،

علم ہیئت عربوں کا محبوب فن رہا ہے، جہاں رہے وہاں فلک پیمائی کرتے نظر آئے، صغلیہ میں بلرم اور سینا میں رصد گاہیں قائم تھیں، اور ہیئت کے عملی تجربے کئے جاتے تھے، صغلیہ کے مہین کا علم محض کروں کے دائروں تک محدود نہ تھا، وہ اس سے مذہبی امور میں علی فائدے اٹھاتے تھے، نماز کے اوقات کی اس سے تعیین کرتے، مسجدوں کے میناروں پر رصد گاہیں قائم کرتے، یہاں تک کہ عوام میں ہیئت و نجوم سے ایسی دھچی بڑھی، کہ نجومیوں کے رزق کا سامان پیدا ہو گیا، لوگ ستاروں کی چال سے تقدیر کا نوشتہ معلوم کرتے اور حزم پتریان بنواتے، مٹرا سکاٹ سلمانان صغلیہ کے علم ہیئت پر دھچپ انداز بیان میں لکھے ہیں:-

”جد اہل اور ان آلات کے ذریعہ سے جو اسی زمانہ میں ... قریبہ وغیرہ میں ایجاد ہوئے تھے، عربی ہیئت دان مساجد بلرم کے میناروں پر سے سیاروں کی حرکات او کسوف و خسوف کے اوقات، فضا کے آسمان میں ستاروں کی تقیم، اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں ان کے مقامات کا مطالعہ کیا کرتے تھے، اور اسی طرح مسلمان اپنی مقدس عبادت گاہوں کے میناروں تک کو سائنٹفک تحقیقات کے کاموں میں لاتے تھے، یہ وہ زمانہ تھا جب یورپ کے کلیساؤں کو ایسے اصول و احکام اختراع ہوتے تھے، جکے مطابق وہ لوگ پادریوں کے بے انتہا مورد عقاب بنتے تھے،.....“

اسی طرح ریاضیات میں انکی ترقیوں کا تذکرہ کرتے ہیں:-

”ریاضیات میں متغیہ کے عربوں نے وہ کمال حاصل کیا کہ جب اسکندریہ کے فلسفیوں کا

ذہب قائم ہوا ہے، اس وقت سے لیسکر ان کے زمانہ تک کی کوئی قوم ان کی گرتک نہیں پہنچ سکی، چر یون ہے کہ انہوں نے کتب خانہ اسکندریہ کے علوم کے بڑے حصے کو جو فلسفہ مابعد کو وراثہ پہنچے، خود حاصل کیا، اور اسکو جذب کر کے بیٹھا رہے، عقلیہ کے عربی اندازوں نے تجربی ہندسے سے پانی کے آلات کو ترقی دی، آلات جنگ کو بنایا، اور ان کو زیادہ قوت دی، علوم ہیئت کو ترقی دی جن سے محققین کو بحری سفر میں آسانیاں ہو گئیں، اور کسے علاوہ اور ہزاروں اختراعات اور ایجادیں ایسی کر دیں جن سے کاروبار زندگی میں آسانی اور لطافتیں پیدا ہو گئیں۔

ریاضیات کے عملی نتائج میں مختلف مصنوعی و حرفتی کاموں کے لئے آلات اور شینوں کا بنانا بھی داخل ہے،

مسلمانانِ عقلیہ علم الآلات کی ترقیوں میں اپنے عہد کے باکمالوں میں شمار کئے گئے، انہوں نے اپنی ذہنی و عملی کوششوں سے بعض قابلِ قدر چیزیں ایجاد کیں، اور ان سے اپنے نظام معاشرت میں مدد لی،

پانی کے آلات اور کارخانے | پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے اور بلندی پر چڑھانے کے طریقوں

کو بڑی خوبی سے استعمال کیا، اور اس کے لئے نئے نئے آلات تیار کئے، یہاں جس کثرت سے دریا اور چشمے تھے، اسی کثرت سے انہوں نے پانی کے لئے کارخانے قائم کئے، اور ہر جگہ بڑی تعداد میں بچکیاں نصب کیں، چنانچہ ادنیٰ اکثر دریاؤں نہروں اور چشموں کے متعلق لکھا ہے :-

اور اس میں بہ کثرت بچکیاں ہیں،

بلکہ بعض چشمے جو کبھی کبھی کسی خاص موسم میں بہتے تھے، اس میں بھی بچکیاں قائم کی تھیں،

جس زمانہ میں اس میں پانی آتا، وہ اپنی پچکیوں کے ذریعہ سے اس کا پانی قریب کی وادیوں میں بھر لیتے تھے، چنانچہ ادرسی لکھتا ہے :-

”یہاں ایک نہر ہے جس کا عجیب و غریب حال ہے، وہ کسی کسی سال میں بہتی ہے اور جب بہتی ہے، تو دیر بنا دیتی ہے، اس وقت اس میں پچکیاں قائم کر دی جاتی ہیں، اور ان سے دادیوں کو بھر لیا جاتا ہے۔“

عین الاوقات | صغیہ میں مسلمانوں نے پانی کی مدد سے ایک آبِی گھڑی (CLEPSYDRA) تیار کی تھی، جو ایک چشمہ میں لگی ہوئی تھی، اور شہر کے مسلمانوں کو نماز کے اوقات سے مطلع کرتی تھی، وہ جس چشمہ میں تھی، اسے عین الاوقات کہتے تھے، ادرسی اور ابن فضل اللہ عمری نے اس کا تذکرہ کیا ہے، ادرسی کہتا ہے :-

یہاں ایک چشمہ ہے، جسے عین الاوقات کہا جاتا ہے، اسکی عجیب بات یہ ہے کہ یہ نماز کے وقت جاری ہوتا ہے، اور دوسرے وقتوں میں خشک رہتا ہے۔

صغیہ کی بنی ہوئی آبِی گھڑی آج تک موجود ہے، جو راجہ دوم کے عہد میں تیار ہوئی تھی اور اس پر اس کا نام کندہ ہو، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ وقت کا اندازہ لگانے اور ناپنے کے آلات میں بھی انھوں (مسلمانوں) صغیہ نے اختراع کی تھیں، اور اس خصوصیت میں سب سے آگے بڑھ گئے تھے، ایک پن گھڑی راجستانی کی یادگار باقی رہ گئی جو اس پر اس کا نام کندہ ہے، اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ صنعت اور صبح وقت بتانے میں وہ اس گھڑی کے برابر تھی، جو ہارون رشید نے

لے نزہۃ المشتاق ص ۲۴، ۲۵، ۲۶ وغیرہ۔ لے نزہۃ المشتاق ادرسی، مسالک الاعبا راجہ ابن فضل اللہ عمری دہلوی۔

شاہین کو تھکے پیچھے تھی، اس میں کسی اندرونی طاقت کی حرکت سے خود بخود گھٹنے لمبے تھے، ترکیب یہ تھی کہ بٹنے گھٹنے بھانے بھٹتے تھے، اتنی ہی گولیاں ایک برتن میں تھوڑے وقت کے بعد گرتی تھیں، اور اس سے آواز نکلتی تھی، اگر اس گولیاں کو زمانہ حال کی گولیاں کا مورثہ ملیا کھا جائے تو بچا نہ ہوگا۔

علم ہیئت کے آلات، اور سی نے راجر کے لئے جو کرہ بنایا تھا، وہ بھی یہاں لائق ذکر ہے، نیز مصلیہ کے بنے ہوئے چند اصطلاحات آج تک یورپ کے عجائب خانہ میں موجود ہیں، فن تعمیر کے آلات، فن تعمیر کے آلات بھی مصلیہ میں تیار کئے جاتے تھے، اور انہی کی مدد سے بہترین طرز تعمیر کی عمارتیں تیار ہوتی تھیں، جبکہ تذکرہ اس سے پہلے گزر چکا ہے، فن پارہ بانی کے آلات، فن پارہ بانی کے تمام آلات بھی مصلیہ ہی میں تیار کئے جاتے تھے، فن جنگ کے آلات، فن جنگ کے آلات کا تذکرہ بھی پہلے گزر چکا ہے، یہ سب بھی یہیں بنائے جاتے تھے،

ہیئت دان و ریاضی دان، مصلیہ کے ہیئت دانوں اور ریاضی دانوں کے چند نام معلوم ہو سکے ہیں وہ ابو جعفر عمر بن حسن بن قونی کا تب مصلیٰ منجم، ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ مصلیٰ منجم، احمد بن مفرج مصلیٰ مندرس، ابو محمد عبد الکریم مصلیٰ منجم، ابو محمد عبد المصطیٰ بن محمد سر قوسی ہیں، اور اسی طرح وہ چند سین بھی اسی زمرہ میں داخل ہیں جن کا تذکرہ اس سے پہلے گزر چکا، مورخین نے ان میں سے بعض کے علوم عقلیہ میں ماہر ہونے کی ستائش کی ہے، مثلاً ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ کے متعلق مفضل لکھتا ہے: "اصحاب علمین تھے، علم ہندسہ و نجوم میں ماہر تھے، اور ان علوم میں حکماء، اس پر اعتماد کرتے تھے۔"

احمد بن مفرج مفرج کے رصد خانہ کے بنانے والوں میں سے تھا، اس کے متعلق ابن میسر

لکھتا ہے :-

”وہ فاضل، ہوشمند اور مختلف فنون میں دستگاہ رکھتا تھا“

عبدالمطی کے متعلق ابن القطاع کا بیان ہے :-

”وہ ریاضیات میں ماہر تھا“

فنِ کیمیا سازی (کیمیٹری)

اس زمانہ میں معمولی دھاتوں میں تغیر و تبدل اور آمیزش کر کے اسے سونے اور چاندی میں منتقل کرنے کا امکان تصور کیا جاتا تھا، اس کیمیاگری کا شوق تصفیہ کے بے فکرؤں میں بھی موجڑ تھا، ابن مودب شاعر کے متعلق اس سے پہلے گزر چکا ہے، کہ اسے بھی کیمیاگری کا خبط تھا، اور جب وہ جرم کی پاداش کے خوف سے روپوش ہوا، تو چند اپنے ہی ہم مشرب و مستون کے یہاں پناہ لی، جو مخفی مکانوں میں بیٹھے، دھاتوں کو الٹ پھیر کر کیمیاگری کی دھن میں لگے رہتے تھے، لیکن اسکے ماسوا مسلمانوں کی توقہ کیمیا سازی پر بھی مبذول تھی، اس موضوع پر ان کی دو کتابوں کا پتہ چلا ہے،

کتاب سر الکیمیا، یہ ابن بشر بن مقلی کی ہے، اس کا نسخہ ٹیونس میں محفوظ ہے،

کتاب عمل الاصبغ والملاذد والمہذب، یہ کسی نامعلوم مقلی معنی کی ہے، اس کا بھی ایک

نسخہ ٹیونس میں محفوظ ہے، اس میں رنگ سازی اور روشنائی بنانے کے طریقے درج ہیں، گزشتہ نے کچھ اقتباس شائع کیا ہے جس میں فصول کی ترتیب کے بعد روشنائی کی مختلف قسمیں اور ان کے

۱۔ اخبار العلماء، اخبار النحال، ص ۱۸۹، خریۃ العقرو الماری، ص ۵۹۶، اخبار مصر، ابن میسر جلد ۲، ص ۵۶۴،

یادگاری مضامین جلد ۱، ص ۲۵۰، ابن حاکم ان ترجمہ محمد بن اکثم،

مختلف نفع اور نفع کی مختلف ترکیبیں بیان کی گئی ہیں۔

فلسفہ منطقی کا ذوق صقلیہ کے مسلمانوں کو عہدِ اسلامی کے اخیر میں پیدا ہوا، اور فلسفہ طبیعیات کی کتابیں علماء کے زیرِ مطالعہ آئیں، اور پھر بکرم و مسینا کی درسگاہوں میں یہ کتابیں داخل کی گئیں۔
فلسفہ کو سبقاً سبقاً پڑھنے لگے، مٹراسکٹ لکھتے ہیں:-

”سلاطین شرقین کے زمانہ میں علمائے قدیم کی فلسفہ و طبیعیات کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا، مسلمانانِ قرونِ وسطیٰ نے ارسطو کے اصول کی طرف قابلِ ذکر میلان دکھایا تھا، صقلیہ میں بھی یہ تصنیفات علماء کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں، اور ان سے ان کو بڑا شغف تھا،... علوم کے دو عجیب و غریب خزانے جو اسکندریہ کے مذہب کے فلسفون نے جمع کئے تھے، مصر کے یونانی اہلِ باطن و شاہوں کے الطافِ خسروی سے صقلیہ میں بھی پہنچ گئے تھے، یہاں کے کتب خانوں سے مالامال تھے، اور علمائے صقلیہ کے دماغوں کو منور کر چکے تھے، ہیرو، ایراتاس، تھیٹیس، اقلیدس، اور بطلمیوس کی کتابیں ان طالبِ علموں میں متداول تھیں جو پھر نوآئینہ کی یونیورسٹیوں میں پڑھتے تھے،...“

لیکن دراصل صقلیہ میں ان علوم کا رواج اسلامی حکومت کے زوال کے بعد عیسوی عہد میں مسلمان اہلِ علم کے ہاتھوں ہوا، درنہ صقلیہ کے عہدِ اسلامی میں ان فنون کے ماہرین میں بجز ایک دو ناموں سید بن فحون قرطبی اور ابو محمد عبدالمطلی بن محمد سرقوسی کے دوسروں کے نام معلوم نہ ہو سکے،

سید بن فحون قرطبی | سید بن فحون قرطبی کے صقلیہ میں تولد پذیر ہونے کا تذکرہ گزرجا
اندلس سے اس کی ہجرت کا سبب اس کے بعض فلسفیانہ میلان ہی تھے، المنصور بن ابی عامر

۳۶۶ھ سے ۳۹۲ھ نے اسی جرم میں قید و بند میں ڈالا، اور رہائی پا کر اس نے عقلیہ کو اپنا مین بنایا اور یہاں اپنے مشاغل میں مصروف رہا۔

تصنیفات فلسفہ میں اسکی دو کتب ہیں معلوم ہیں، ایک شجرۃ الحکمت ہے جس میں علوم فلسفہ کے مبادی و مقدمات بیان کئے ہیں، اور دوسرا سالہ تعدیل علوم پر ہے جس میں جوہر و عرض کے انقسام کے بعد علوم کے بتدریج وجود پذیر ہونے تک بحث کی ہے۔

ابو محمد عبدالمعلی بن محمد السرقسی | ابو محمد عبدالمعلی بن محمد سرقسی کا تذکرہ بھی اوپر گزر چکا ہے، وہ علم منطقی میں دستگاہ رکھتا تھا،

نارمن اور جرمن دوروں میں علوم فلسفہ اگرچہ عقلیہ کے اسلامی دور حکومت میں ان علوم کی ترویج کا کچھ زیادہ نشان نہیں تھا، لیکن یہاں کے نارمن اور جرمن دوروں میں مسلمانان عقلیہ ہی یونانی فلسفہ کے علمبردار تھے، اور کلیسا کے پادری اسلام سے بھلہ دیگر مذہبی اختلافات کے مسلمانوں کے اس ذوق فلسفہ کے باعث بھی بیزار تھے،

کیونکہ مسلمانوں کے اثر سے عیسائیوں کو مختلف طبقات خصوصاً فرمانروا خاندان میں ان علوم کو مقبولیت حاصل ہوئی، چنانچہ راجر دوم (۱۱۰۵ء - ۱۱۵۵ء) کو ادربی ابن فضل اللہ دمشقی اور صفدی نے عقلی اور فلسفیانہ علوم کا دوست اور فلاسفہ اور ماہرین علوم عقلیہ کا قدردان بتایا ہے۔

اسی طرح فریڈریک (۱۱۹۷ء - ۱۲۵۲ء) فرمانروا عقلیہ عربی زبان اور عربی علوم کا قدردان تھا، اس کے بچپن کے زمانہ میں پاپ اسکی حکومت کا نگران اور اس کا تالیق تھا، اس کے باوجود اسے ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم تمام و کمال مسلمان اساتذہ ہی نے دی، البتہ پوپ نے اسکے

۱۱۵۵ء بطبات الامم مشہور یا دیگر عربی مضامین جلد ۲۹۵ء الوانی باونیا تفرستہ انتھاق

اُٹھائے تعلیم میں ایک پادری کو اس کانگروں مقرر کر دیا تھا، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

”فریڈرک ثانی..... کی محبت ابتداء سے اسیے لوگوں سے رہی، جو اس زمانہ کے بہتر عالم تھے،..... اسے مسلمان معلموں نے ایک پادری کی نگرانی میں تعلیم دی،..... شہرہ شدہ وہ ہر ظم و فن میں ماہر ہوتا گیا، خاص کر ان میں جو اس قابل ذکر قوم کے تھے، جن کی قابلیت و محنت سے مکران قوم مرعوب تھی،

اس نے خصوصاً علم منطق و فلسفہ عقیدہ میں مسلمان اہل علم سے سبقاً استفادہ حاصل کئے، یہاں تک

کہ جب وہ اسلامی ممالک پر چڑھا حایوں میں جاتا، تو یہ اہل علم بھی اس کے ساتھ ہوتے، سلطانِ برنجی نے بیت المقدس کا واقعہ لکھا ہے، کہ

”جب نذر کا وقت آیا اور موزن نے اذان دی، تو سب کے سب فراش، خدام، اور استاد اس کے پاس سے اُٹھ گئے، یہ استاد اس کے ساتھ عقیدہ سے آیا تھا، جو اس کو منطق و فلسفہ کا درس دیتا تھا،“

فریڈرک نے ان علوم کا اس کثرت سے مطالعہ کیا، کہ رفتہ رفتہ عیسائیت سے برگشتہ ہو کر لاد مذہب ہو گیا، صاحبِ جامع التواریخ کا بیان ہے کہ

”اس کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ دہری ہے، چنانچہ وہ نصرانیت کا مذاق اڑایا کرتا ہے،“

اسے فریڈرک نے اگرچہ عالمِ عیسائیت میں مسلمانوں کے خلاف مذہبی آواز اٹھا کر اسلامی ممالک پر مسلسل مذہبی حملے کئے، لیکن یہ دہشِ حقیقت ہو کہ وہ خود قطعاً لاد مذہب ہو چکا تھا، اور اس کی یہ تمام حرکتیں تا متریسیائی حکومتِ علی پر مبنی تھیں،

ورنہ درحقیقت اس میں نہ کوئی مذہبی تعصب تھا اور نہ عیسائیت کیلئے وہ قہرشی کرتا تھا اس وقت وہ یورپ کی سب سے بڑی طاقت کا مالک تھا، یورپ جہل و جہود کی تاریکیوں میں پڑا ہوا تھا، وہاں کوئی تحریک اس وقت تک قابل قبول نہ تھی جب تک عیسائیت کے نام پر پیش نہ کی جاتی، اسلئے اس نے محض اپنے ذاتی اثر و اقتدار کے لئے یورپ میں مذہبی جذبات برانگیختہ کئے اور یورپ کی مڈی دل فوج اسلامی ممالک کے خلاف میدان میں لے آیا، اور اس کو دہخ کی گفتگوؤں میں مسلمانوں سے بیان بھی کر دیتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ الکامل کے سفیر امیر فرالدین سے دوران گفتگو میں اس نے کھلے الفاظ میں اس کا اقرار کیا تھا،

مسٹر اسکاٹ بھی اس کی ان تمام حرکتوں کے تذکرہ کے باوجود جو وہ مسیحیت سے اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے کیا کرتا ہے، یہ لکھتے ہیں :-

”اس کو فلسفہ نے مذہب کی طرف سے بالکل بے پروا کر دیا تھا..... یہ بھی اقتضا سے تدبیر تھا کہ اس نے کلیسا سے تعلق باقی رکھا، ورنہ اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے، کہ وہ لا مذہب تھا بلکہ شاید محد ہی جو تخیل میں وہ مذہب کا خوب مذاق اڑایا کرتا تھا“

چنانچہ پاپا سے رومانے بھی یہ الزام رکھتا کہ وہ دین اسلام سے خارج ہو کر مسلمانوں کی طرف اہل ہے، چار مرتبہ اسکے قتل کا فتویٰ صادر کیا،

فریڈریک نے علوم و عقیدہ کی مزاولت سے کامل دستگاہ حاصل کی، اور اہل علم میں شمار کیا گیا، مقررہ می اور ابو الفدا وغیرہ نے اس کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے، تعویذی لکھتا ہے :-

یہ بادشاہ اہل علم میں ہے، اور علوم ہندسہ، حساب اور ریاضیات میں تجرد کرتا ہے،

ابو الفدا نے شیخ جمال الدین کا جو سفیر بن کر فریڈریک کے پاس گئے تھے، یہ بیان نقل کیا

سے کتاب السلوک لمعرة دول الملوك در الماری ص ۵۲۰، اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۱۵۸، ابن خلدون جلد ۱ ص ۱۵۸، ابن خلدون جلد ۱ ص ۱۵۸

یہ شہنشاہ عیسائی بادشاہوں میں صاحب فضل ہے، علوم فلسفہ، منطق، اور طب کو دوست رکھتا ہے، مسلمانوں کی طرف مائل ہے اس لئے کہ اس کی جائے نشو و نما حقیقہ ہے اور ایک باشندوں میں غالب تعداد مسلمانوں کی ہے۔

تاریخ پیرس میں ہے ۱۱۔

”یہ شہنشاہ ممتاز بادشاہ ہے، اہل علم میں ہے، حکمت، منطق اور طب کا قدروں پر۔“

فریڈریک کی علمی و تحقیقیوں میں صلیبی لڑائیوں سے اور زیادہ اضافہ ہوا، وہاں سے آپس آکر اس نے حقیقہ میں فلسفہ، عرب اور اسلامی علوم و فنون کی علانیہ حمایت شروع کی حقیقہ میں کتب خانہ قائم کیا، ارسطو اور اقلیدس وغیرہ کی کتابیں عربی میں ترجمہ کرائیں، تیلیز میں ایک درسگاہ قائم کی، اور اس میں مسلمان فضلا کو جمع کیا، اور اسی طرح سلہنو کی طبی درسگاہ کی بھی سرپرستی قبول کی اور اس میں بھی اسلامی عنصر داخل کیا،

فریڈریک اپنے علمی شکوک و شبہات میں اپنے ہم عصر مسلمان سلاطین الکامل وغیرہ سے استمل کرتا، چنانچہ ایک مرتبہ علم ریاضی، حکمت اور ہندسہ کے مشکل مسائل قلمبند کر کے اسکے پاس استفسار کے طور پر بھیجے، الکامل کی طرف سے شیخ علم الدین معروف بہ تفسیفات نے تسلی بخش جوابات بھیج دئے، اسی طرح اہل علم مسلمان سفرائے بھی رجوع کرتا، الکامل کے سفیر امیر فخر الدین اور فریڈریک میں دقیق علمی مباحث زیر بحث رہتے، ایک دوسرے سفیر شیخ جمال الدین متوفی ۱۲۱۷ء سے بھی جو ملک النظار کے سفیر تھے، اس نے علمی شکوک رفع کئے، انھوں نے علم منطق میں ایک رسالہ اسی کے نام مسمون کر کے انبرورینہ (انبرور یعنی امپیر) لکھ کر اسے دیدیا تھا،

سلاطین بغداد جلد ۲ ص ۱۴۱ء تاریخ پیرس دراماری، ۱۱۷۷ء کتاب السلوک معرفۃ دول الملوک دراماری

ص ۵۲۲، ابوالفزا، جلد ۲ ص ۳۸۰

کتاب مسائل عقیدہ | اسی سلسلہ میں فریڈریک کی ایک اہم یادگار ابن سبعین متوفی ۶۱۹ھ کی کتاب کتاب مسائل عقیدہ یا الفوائد العقلیات ہے جو فریڈریک کے چند اہم فلسفیانہ سوالات کے جواب میں ہے،

فریڈریک نے سوالات اسلامی دنیا کے ممتاز اہل علم کے پاس روانہ کئے تھے چنانچہ مشرقی ممالک میں سے ہمسر شام عراق اور یمن سے اس کے جوابات موصول ہوئے لیکن اس کو تسکین نہ ہو سکی پھر افریقہ کی طرف اس نے رجوع کیا، اس کے بعد اندلس پر نگاہ گئی، اور اس عہد کے موحدی فرمانروا الرشید کے پاس سوالات بھیجے جس نے ابن خلاص والی بیتہ کے ذریعہ سے ابن سبعین کے پاس بھیجا جو ان دنوں علوم عقیدہ کے ماہرین میں سے تھے ابن سبعین نے سوالوں کے جوابات لکھے جو کتاب مسائل عقیدہ کے نام سے موسوم ہوئے، فریڈریک نے سوالوں کے ساتھ جوابوں کیلئے مقبول معاوضہ بھی بھیجا تھا لیکن ابن سبعین نے معاوضہ قبول کرنے سے انکار کر دیا جو فریڈریک کو افسانہ بن گیا۔ اس کتاب کے دو نسخے کتب خانہ بودلین اور آکسفورڈ میں ہیں، امارسی نے کچھ اقتباسات شائع کئے ہیں کتاب کی ابتداء ان الفاظ سے ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْحَمْدُ قَالَ الشَّيْخُ... فِي جَوَابِ مَسْأَلِ مَلِكِ الْمَرْوَاةِ لَمَّا سَأَلَهُ عَنْ صِلَةِ

فریڈریک کے سوالات قدامت عالم، علم الہی اور ماہیت روح کے متعلق تھے، اس کا بیان ہے کہ اس رسالہ سے ان مسائل میں اس کی پوری تشفی ہو گئی، اور پھر اس کے متعلق لکھتا ہے :-
”فریڈریک ثانی نے.... اپنی کتاب سبیلین کو شپنس (مسائل عقیدہ) میں ابدیت عالم اور ماہیت پر بحث کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا جو کہ ان مسائل کے متعلق اس کے تہم تکمیل ابن سبعین کے جوابات کو رخص ہو گیا۔“

ابن سبعین کے حالات کے لئے دیکھو عنوان الدرر المذہب لاسمیل لاہناج ص ۱۵۰ یادگاری مضامین امدادی وغیرہ ذیل ص ۵۵

۱۵۰ مکرز مذہب و سائنس ص ۲۱۱

مصلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن

پر ایک اجمالی نظر

مسلمانانِ مصلیہ کے بلند میارِ تہذیب و تمدن کے تقریباً تمام خط و خال آپ کی نگاہوں سے گزر چکے، انھوں نے تمدن کے ہر شعبہ کی داغ بیل ڈالی، اور اسے ترقی کے گنگرے تک پہنچا دیا۔ اعلیٰ نظامِ حکومت قائم کیا، معیشت کے دافرو سائل جمع کر کے خوش باش زندگی گزاری، زراعت، صنعت، حرفت، تعمیر اور تجارت میں ایسے کارنامے انجام دیے جو دنیا کے تمدن کی تاریخ میں کبھی فراموش نہ ہوں گے، اور علوم و فنون کی خدمات بجالانے میں وہ وہ نقطہ اقصا ہیں، جہاں علوم و فنون کے قدیم و جدید دوروں کی سرحدیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں، مثلاً کہا جاسکتا ہے کہ اگر سسلی میں اسلامی تہذیب کی تاسیس نہ ہوتی، اور صرف ایک یورپین فرمانروا، فرڈریک دوم سسلی میں بٹھیکر اسلامی علوم و فنون سے اپنا دماغ روشن نہ کرتا، اور پھر اس کے ہاتھوں یورپ میں علوم و فنون کی روشنی نہ بھپتی، تو یورپ کی موجودہ علمی ترقیاں سیکڑوں برس کے لئے پچھے رہ جاتیں، فرڈریک نہ صرف مصلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کا حامل تھا، بلکہ اس نے دوسرے اسلامی ملکوں خصوصاً اندلس کے اسلامی علوم و فنون بھی یورپ میں منتقل کئے، اور وہ یورپ کے اس دور کا حقیقی بانی ہوا، جسے ”نشاۃ ثانیہ“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر سسلی کے اسلامی تہذیب و تمدن کے محاسن اور یورپ پر اس کے اثرات کو ایک مدت تک چھپانے کی کوشش کی گئی، لیکن جب جبل و تعصب کی تاریکیاں چھٹ گئیں، تو منظر

عیسائی مورخین و مستشرقین کی حقیقت میں نگاہوں نے ان کا نظارہ کیا، اور فراخ دلی سے پرزور الفاظ میں ان کا اعتراف کیا، موسیو لیبان صفیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے متعلق لکھتے ہیں:

”عربوں کے زمانہ میں صفیہ کی علمی، حرفتی، اور اخلاقی حالت اس سے زیادہ عروج پر تھی، جو ان کے جانے کے بعد رہ گئی، تمدن کی عمرگی کا اندازہ اس طرح ہوتا ہے، کہ اس سے غیر اقوام کو کیا فائدہ پہنچا، اور جب ہم صفیہ کے عربی تمدن کو اس نظر سے دیکھیں، تو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے..... جو امور عام معاشرت سے متعلق تھے، مثلاً معاملات، جائداد وراثت وغیرہ ان کو عربوں نے رسم و رواج ملک کے مطابق ٹھہرایا تھا، کہ نارمن بھی بلا حرام انہی قواعد کی پابندی کرتے رہتے۔ عربوں کی علمی اور منستی، اور حرفتی خوبیاں ایسی مسلم تھیں کہ نارمن بادشاہ نے انہیں ہر طرح کا امن اور چین دے رکھا تھا، خود راہب ان کے عقل و شعور کی قدر کرتے، اگرچہ وہ ان کی ایجادوں اور کاریگریوں کو شیطان کی طرف منسوب کرتے تھے، ہنجد بہت سے عجیب بیانات کے جو عربوں کے متعلق لاطینی تاریخوں میں لکھے گئے ہیں، ہم مندرجہ ذیل واقعہ کو نقل کرتے ہیں، جس سے عیسائیوں کی رائے اپنے مذہبی دشمنوں کی بابت ظاہر ہوگی، توخ لکھتا ہے:-
 رابرٹ وکھاڈا کو اپنی فطرتی کے زمانہ میں ایک عورت ملی، جو سنگ مرمر کے ستون پر نصب تھی، اور اس کے سر پر کاسی کا حلقہ تھا، جس پر یہ الفاظ کندہ تھے، (کیم می کو غروب آفتاب کے وقت میرے سر پر ہونے کا تاج ہوگا)، کوئی شخص ان الفاظ کے معنی نہ سمجھ سکا، لیکن صفیہ کے ایک مسلمان نے جو قید تھا، اور مثل گل اولاد حضرت ہاجر کے سر و طلمات کے علوم سے واقف تھا، رابرٹ سے کہا کہ میں ان الفاظ کے معنی سمجھ گیا ہوں، اگر توجھے قید سے رہا کرے تو میں بتا دوں، جب رابرٹ نے اسے صفیہ پہنچا، چھوڑ دینے کا وعدہ کیا، تو اس نے کہا کہ کیم می کو غروب آفتاب کے وقت اس عورت کا سایہ جہان تک پہنچے، اس مقام پر کھڑا رہا“

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور ایک بہت بڑا دغہ راہبٹ کے ہاتھ لگا گیا۔
 اسی طرح مسٹر اسکاٹ نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا غرض درج ذیل ہے:-
 ”پڑھو کے تکلفات بہت ہی بڑے ہوئے تھے،..... جرمنی، آئلی، فرانس اور انگلستان کی خانگی
 اور تمدنی حالت کا اندازہ مسلمانانِ معتقہ سے کیا جائے، یہ مقدمہ ذکر نہایت پست حالت میں
 تھے، انہی چیزوں سے کسی قوم کی ترقی، خوش حالی اور خوش دلی کا اندازہ لگ سکتا ہے،..... معتقہ
 کی تہذیب کا نام نہون پر جو اثر پڑا، وہ بالکل ویسا ہی تھا، جیسا کہ روم کا اثر دوسری مائثرانہ
 اور خوشی قوموں پر پڑا تھا،..... نادرین اپنی مسلمان رعایا سے ہر طرح سبق لینے پر نہ صرف تیار
 ہی تھے، بلکہ سخت منتظر تھے، یہ لوگ تہذیب کے لطف و فوائد سے واقف ہو چکے تھے، اور ان
 کی قدر کرتے تھے، مگر اب تک خود ان سے مستفید نہیں ہوئے تھے،..... نادرین کو فاجح تھے
 تاہم مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو تفوق حاصل رہا،..... جو اصول حکمرانی مسلمان امرائے قائم
 کیا تھا، اسی کو نام نہون نے قائم رکھا، دوزرا، وحکام و دیوانی و فوجدار ہی سب مسلمان ہوتے
 تھے، یہی حکمہ مال و خزانہ کے متم تھے، اور یہی عدل و انصاف کے مظاہر تسلیم کر لیا گیا تھا، کہ تمام
 لوگوں کی زبان عربی رہے، اسی کو وہ بولیں اور اسی میں رسل و رسائل کرین، قانون و
 دستور لکھتے تھے، وہ زبان عربی میں ہوتے تھے،..... اصطلاحات قانونی و زبانِ عدالت
 بھی عربی ہی تھی،..... لباس، رسوم، درباروں کے آداب آپس کے میل جول کے اخلاق
 سب ایٹھائی تھے،..... شاہی خاندان کے تمام رسوم امرائے معتقہ کے رسوم کے سانچے میں
 ڈھلے ہوتے تھے،..... دلائل و براہین، کے زور سے یا کفار (مسلمانوں) کے عادات و اخلاق و
 تہذیب کے اثر سے عیسائی اکثر مسلمان ہوتے رہے تھے،..... اس تاہم خاکہ سے ناظرین

بہر حال ایک ایسی تہذیب کا اندازہ لگا سکتے ہیں، جو اپنی ہم عصر تہذیبوں سے باستثنا صرف اندس کی ایک تہذیب اسلامی کے بدرجہا بڑی ہوئی تھی، اس تہذیب نے ان خیالات و آباء کو بالکل بدل ڈالا، جن کو ایک زمانہ بعید سے سرزمین الاعتقاد اور دیندار (عیسائی) صیغہ تسلیم کرتے چلے آتے تھے،

رابرٹ برنلٹ اپنی کتاب ”ارتقاء انسانی“ میں لکھتا ہے :-

”صقیلیہ کا معاملہ ایسا ہی تھا، بارہویں صدی کے وسط تک یہ جزیرہ اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا، مسلمانوں کے عہد حکومت کے بعد یہاں عیسائی حکمران ایک عرصہ تک اسلامی طور و طریق اختیار کرتے رہے، بڑے بڑے معزز اور با اختیار عہدوں پر مسلمانوں کو متعین کیا، صقیلیہ کا طرز حکومت تمام یورپ کے لئے ایک نمونہ تھا، نارمن چونکہ سیک وقت صقیلیہ اور انگلینڈ پر حکمران تھے، اور ان کا آپس میں میل جول بھی رہتا تھا، اسلئے تمدن اسلامی کے بہت سے اثرات براہ راست صقیلیہ سے جزائرِ برطانیہ تک پہنچ گئے،

مسلمانوں کی غائب جنگیں کا	اسی کے ساتھ صقیلیہ کے مسلمانوں کی تمدنی ترقی کے متعلق بعض یورپین اہل علم، اور مورخین نے بعض ایسے خیالات ظاہر کئے ہیں، جو حقیقت سے
---------------------------	---

دور ہیں، مثلاً :-

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار ڈیوید لیون اور سٹر اسکاٹ نے صقیلیہ کے اسلامی دورِ حکومت پر یہ الزام لگایا ہے، کہ مسلمانوں کی غائب جنگیں ان کی تمدنی ترقی میں مانع ہوئیں، لیکن صقیلیہ کی پوری اسلامی سیاسی تاریخ گزر چکی، اس میں دیکھا جاسکتا ہے، کہ صقیلیہ میں جو کچھ سیاسی اضطرابات ہوئے، وہ ایک

۱۔ اخبارِ لانس جلد ۲ ص ۴۹۴ تا ۴۹۵، غلیف، روزنامہ زمیندار، مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۵۲ء، ۱۹۵۳ء انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا

جلد ۳۵ ص ۳۲، تمدن عرب لیون، ۱، اخبارِ لانس جلد ۲، اسکات،

مختصر زمانہ کو غلطہ کر کے وہاں کی عیسائی رعایا کی بوجھ بوسیدہ ہو کر یا وہ مسلمانوں کی فائدہ چنگیوں کے اثرات تھے، تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اگر مسلمانوں کو وہاں مزید سکون و اطمینان سے فرمانروائی کا موقع ملا تو نسبت کو مزید ترقی حاصل ہوتی،

مسلمانوں کی قوت خود ان کے دور حکومت میں ایک حد تک فروغ امن و امان قائم کرنے میں صرف ہوئی، اسی لئے جب اسلامی حکومت کے زوال کے بعد ملک میں قیام امن کی ذمہ داری ان کے سرے اٹھ گئی، تو ان کو اپنی استعداد کے برعکس کار لانے کا پورا موقع ملا، اور انھوں نے نارمن دور حکومت میں تہذیب و تمدن کو انتہائی عروج پر پہنچایا، کہ گویا نارمن حکومت عیسائی غالب ہیں، اسلامی روح کے مانند تھی،

کیہ مقصد کا اسلامی تمدن | مگر انسا کیلو پیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار اس حقیقت کو ایک دوسرے لباس
نارمنوں کے ہاتھوں فروغ پایا؟ | میں پیش کرتا ہے، وہ لکھتا ہے کہ

”مصلحیہ میں نارمنوں ہی نے اسلامی تمدن کو بام عروج پر پہنچایا، انے علوم و فنون کو ترقی دیا
اور اسلامی تہذیب و تمدن کو مزاج کمال پر پہنچایا۔“

یہ صحیح نہیں کہ مصلحیہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کو نارمن عہد ہی میں فروغ حاصل ہوا، ان کے ہم نظام حکومت، معیشت اور علوم و فنون کے ابواب میں زمانہ کے اعتبار سے مختلف دور قائم کر کے ہر ایک کو دوسرے سے غلطہ دکھائے ہیں، ان ابواب پر ایک نظر ڈالنے سے بآسانی فیصلہ کیا جاسکتا ہے، کہ اسلامی اور نارمنی دوروں میں سے کس دور میں نظام حکومت، زراعت، صنعت، حرفت، تعمیر، تجارت، اور علوم و فنون وغیرہ کو ترقی حاصل رہی ہے، بلاشبہ نارمنی دور میں ہی اسلامی تہذیب و تمدن کو فروغ حاصل رہا، لیکن اس دور کا امتیازی وصف یہ تھا، کہ اس میں پیشرو مسلمانوں کا اقتدار قائم رہا۔

نہ کہ یہ دور اپنی تمدنی ترقیوں میں اپنے پچھلے دور سے بھی باڑی لے گیا،

نارمنی دور میں عقیدہ، یورپین مورخین نارمنی دور میں اسلامی تہذیب و تمدن کے فروغ پانے کا سبب زبان اور معاشرت کی آزادی بتاتے ہیں کہ اس میں ہر قوم کو عقیدہ، معاشرت، اور زبان کی آزادی دیدی گئی تھی لیکن سوال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو ان کے مفتوح ہونے کے باوجود یہ آزادیان دی گئیں تو خود فاتح قوم نارمنوں کی آزادی کیوں سلب کر لی گئی؟ انھیں بہر حال بدرجہ اولیٰ آزادی حاصل تھی لیکن اسکے باوجود انھوں نے اپنے عقیدہ اور زبان کو ایک حد تک اور تہذیب و معاشرت کو تمام و کمال کیوں چھوڑ کر اسلامی عقیدہ، زبان، تہذیب اور معاشرت قبول کر لی، اس نے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ مفتوح قوم کے عقیدہ، زبان، معاشرت اور تہذیب ہی میں ایسی کشش موجود تھی کہ فاتح قوم آپ سے آپ اُدھر کھینچ گئی، ورنہ جہاں تک آزادی دینے کا تعلق ہے، نارمنوں کو جب استیلا ہوا تھا، اس وقت انھوں نے مسلمانوں کے عقیدہ، زبان اور معاشرت کی آزادی سلب کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، عرب مورخین کا یہ بیان جلد اول میں گذر چکا ہے کہ محاذ مذہب عیسوی راجہ

اول نے ابتداً مکتبہ میں یورپین قوموں کو لا کر آباد کیا اور مسلمانوں کی ذراعت، ہنر، صنعت، حرفت اور تجارت پر پورا قبضہ کر لیا، اور انھیں اپنے مذہب اسلام کی اخلاص و تبلیغ کی بھی قانوناً ممانعت کر دی اس لئے امر واقعہ یہ ہے کہ نارمنوں نے پہلے مسلمانوں کے عقیدہ و معاشرت اور تہذیب و تمدن پر ہر قسم کی پابندیاں عائد کیں لیکن جب وہ اس میں عملاً کامیاب نہ ہو سکے، تو سپر ڈال کر خود اسلامی تہذیب و تمدن کو قبول کرنے پر مجبور ہو گئے،

قدیم نارمنی تمدن | اس مسئلہ پر فریڈریشی اس سے پڑتی ہے کہ دراصل نارمن خود کسی تہذیب کے حامل نہ تھے، مکتبہ میں آنے سے پیشتر ان میں تہذیب و تمدن کی جو کچھ خوبھی آئی تھی وہ بالواسطہ اسلامی

سلفہ انسٹیٹیوٹ یو ایس ایف، بکریٹا، نیا یارک، تذکرہ نارمن، صفحہ ۱۸۷، العرب نویری وابن اثیر والوالعندار،

تنزیہ ہی کی رہنِ منت تھی،

تاریخ میں حکومت نارمنڈی کی ابتدا ۱۰۶۶ء سے ہوتی ہے، اس کے چند سال کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ برین کا ایک نارمن نائٹ ہرلوین دنیا سے کنارہ کش ہو کر ایک چھوٹی سی وادی میں چشمہ بک کے کنارے ایک کٹیا ڈال لیتا ہے، اور اسی سے مدرسہ بک کی ابتدا ہوتی ہے، ہرلوین اور اس کے مشہور تلامذہ یفرینگ اور ایلم اس مدرسہ کے ممتاز اساتذہ تھے، اور یہ تینوں اساتذہ نارمنڈی میں مسیحی و روحانی تعلیمات کے علمبردار تھے، جان رچرڈ گرین لکھتا ہے:-

جب چند برسوں میں ممالک عیسوی کا مشہور مدرسہ بن گیا، حقیقت دینی تحریک کی یہ پہلی رو تھی، جو ایتالیا سے نکل کر مغرب کے جاہل ملکوں میں پھیلی..... مذہبی قانون اور زامادستی کے تمام علمی کارناموں اور فلسفیانہ تفکیک اور مونٹسکیو کی آخری منزل بک کا مدرسہ ہی قرار پاتا ہے،..... عیسائی مفکرین میں سے مسلم نے پہلی مرتبہ خدا کے تصور کو عقل انسانی کے موافق ثابت کرنے کی کوشش کی؟

پھر دوسری طرف یورپین اہل علم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نامنوں کے قدیم تنزیہ و تمدن پر نارمنڈی کے یہود اہل علم کے گہرے اغوات پڑے تھے، اور یہ یہود اسلامی ممالک خصوصاً اندلس کے اسلامی مدارس کے تربیت یافتہ تھے، اور نارمنڈی میں اگر آباد ہو گئے تھے، پھر یہی لوگ وکیم فاتح کے اشارہ سے انگلستان پہنچے، اور ان سے وہاں معلوم کی ترویج ہوئی، جان رچرڈ گرین ہی کا بیان ہو کہ "لیکن اور سنٹ اوڈنزیری میں اب تک بہت سی عمارتیں یہود کی قیام گاہ کے نام سے مشہور ہیں یہی وہ پتھر کے مکان تھے، جو انگریزوں کے ذلیل مکافون کے بجائے تعمیر ہوئے، یہود کا اثر صرف تجارت ہی پر نہیں تھا بلکہ اسپین اور مشرق کے یہودی مدارس سے نقل رکھنے کی وجہ

انھوں نے علم طبعیات کی اشاعت کا نیا راستہ کھول دیا، اور غالباً آگسٹورٹین میں یہودیوں کا طبی مدرسہ بھی موجود تھا۔

اسلئے ناموں کا قدیم سے قدیم تمدن بھی اسلامی تمدن سے بالواسطہ اثر پذیر ہو چکا تھا، بلکہ اگر انسائیکلو پیڈیا کے مقالہ نگار کا یہ بیان بھی تسلیم کر لیا جائے کہ نارمن تمام تر فرانسیسی تہذیب سے متاثر تھے، تو بھی یہ سمجھا جاسکتا ہے، کہ وہ اسلامی تہذیب ہی کے بالواسطہ اثرات تھے، کہ مغربین یورپ فرانس کی تہذیب کو جنوبی فرانس کے راستہ سے اس زمانہ کی اسلامی تہذیب کا پر تو تسلیم کر چکے ہیں، نامزدی محمد بن اسلامی تمدن، اسی لئے انھوں نے عقیدہ میں اسلامی تہذیب کو بہت جلد قبول کر لیا جسے ہم جداول کے آخری باب میں تفصیل سے دکھا آئے ہیں، اس لئے یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں، یہاں پر صرف مسٹر اسکاٹ کے بیانات کا ایک اجمالی خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے، دیکھتے ہیں۔

”جو لوگ از روئے نسل و عقائد مسلمانوں کے جانی دشمن تھے، ان میں مسلمانوں کے قوانین مسلمانوں کے مدارس و علوم اور مسلمانوں کی راہ و رسوم صدیوں تک باقی رہیں، ... نارمن سلطنت کی جب عقیدہ میں باری آئی، تو وہ بھی ایک زمانہ مدید تک قائم رہ کر ختم ہو گئی، اس کے قیام میں مسلمان باجگزاروں نے کچھ کم مدد نہیں دی تھی، ... ان ٹکلی اور اخلاقی انقلابوں میں ... عربی عنصر نے صنعت و حرفت تجارت اور علم مختصر کر سوا فن حرب کے ہر چیز میں اپنا تفوق قائم رکھا، اور نیم وحشی فاتحین — نارمن — نے ... پہلی ہی نظر میں یہ تاڑ لیا تھا کہ ان کے مفتوحین — مسلمان — اگر قائم رہے ہیں، تو محض اپنے قواسم عقلی کی وجہ سے اور انھوں نے تجارت و سیاست میں مسیحی اٹلی کے ارباب سیاست پر

اگر فرغ پایا ہے، تو بالکل اپنی ذہانت کے سبب۔۔۔ نارمنوں کے جوہر دماغی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں ہر نئی سوسائٹی اور ہر جدید سیاست کے قبول کرنے کا مادہ تھا، ان کی صلاح و طراح و غلط و بدال کا اصل باعث یہی مادہ قبولیت تھا، ان کی غفلت اس وقت تک ظاہر نہیں ہوئی، جب تک انہوں نے۔۔۔ عقیدہ کا تخت نہ چھین لیا،۔۔۔ تین سو برس کی بنی بنائی قومی ترقی و تہذیب متغیرین نے اپنے اجنبی فاتحین کو تقویٰ کر دی، اس بنی بنائی چیز کو فاتحین نے سزا کھوں پر رکھا،۔۔۔ یہ بھی قدرت کا ایک عجیب تماشا ہے، کہ تہذیب و ترقی کی وہ قوم قدر کرتی ہے، جو زمانہ قدیم سے سوائے لوٹ مار کے اور کچھ جانتی ہی نہ تھی،۔۔۔ نارمنی مصلحت کی صورت یہ۔۔۔ تھی، کہ۔۔۔ مسلمانوں کے حسن تدبیر ان کی قابلیت اور ان کی محنت و مشقت کا اثر ہر چیز سے ظاہر ہوتا تھا،۔۔۔ اس جزیرہ کے تمام بحری فوائد مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے، انہی کے ہاتھ میں اس جزیرہ کے مال و خزانہ کی کنیاں تھیں، انہی کے ہاتھ میں عدالتیں تھیں، وہی حکام دیوانی و فوجداری تھے، وہی مالک غیر سے معاہدے کرتے تھے، وہی فوجرانوں کو تعلیم دیتے تھے، ان کی دیانتداری کو ان کے حریف بھی تسلیم کرتے تھے،۔۔۔ نارمنوں کے دربار کے متعلق ہم عمر مؤرخین لکھتے ہیں، کہ وہ شان و شوکت اور تہذیب کے لحاظ سے قاہرہ اور بغداد کے درباروں کے برابر تھا،۔۔۔ گو یہ انتہا درجہ کی تعریف ہے، مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں انسانی اثر بہت زیادہ تھا،۔۔۔ بایں مہر نارمن فاتحین کی وحشت بہت سی باتوں میں نمایاں تھی، جو ان کو اپنے اجداد کی وہمیات اور جہالت سے میراث میں پہنچی تھی،۔۔۔ شروع شروع میں تو انہوں نے اس کو بالکل نہیں چھوڑا، مگر رفتہ رفتہ وہ اس طرح غائب ہوئی، کہ گویا کبھی تھی ہی نہیں،۔۔۔ نارمنوں کی فتح سے مسلمانوں کی تہذیب کی روشنی ماند نہیں پڑی، بلکہ روشن تر ہو گئی تھی،۔۔۔

ہندو گاجون نے بہت جلد وسعت اور دولت و حشمت میں ترقی کی بہت سے محل ادا
 پائین باغ نہایت وسیع دیے ہی خوبصورت بن گئے، جیسے مسلمانوں کے ہوتے تھے.....
 جس طرح یونانی اور اسلامی سلطنت کے زمانہ میں پرمو کی حالت تھی، اب پھر اس میں
 انتہا درجہ کی تہذیب و علم کی ترقی معلوم ہوتی تھی..... مشہور ہے کہ کاؤنٹ راجہ کا ایک
 دارالعلوم تھا، مگر یہ کہانی ہی کہانی ہے..... عوام الناس کی ترقی تعلیم کے لئے کوئی خاص
 انتظام نہ تھا، بہر کیف یہود اور مسلمانوں کے مدارس تو موجود ہی تھے جھکو شاہی خزانہ سے
 مدد ملتی تھی، ان مدارس سے جو عیسائی چاہتے، فیضیاب ہوتے تھے.....

(الفرض) مازمنوں کی مصالح و فلاح اور تہذیب میں ان کی مفترح قوم کا بہت بڑا اصول
 حصہ تھا، بلکہ وہی اس کے بنانے والے تھے، اس تہذیب میں عربوں کے اثرات بالکل
 غیر منفک رہے، اصل یہ ہے، کہ عرب کی تہذیب کی بنیاد سالا سال کے فہم و فراست و تجربت
 پر مبنی تھی، نامنی تہذیب پر اس کا اثر اگر نہ پڑتا، تو تعجب کی بات تھی..... عربی خصوصیات
 کے انوار..... حتیٰ کہ مذہب پر منکس ہوئے.....

(بلکہ) مسلمانوں کے نظام اور قانون کا اثر کچھ ایسا قری تھا کہ اس کا غلبہ مازمنوں کی تمام
 سلطنت پر تھا، یہاں تک کہ پولیا اور کبریا میں بھی جو اس خاندان کے دارالسلطنت تھے
 یہی کیفیت تھی، پاپائی اعتبارات اور نیز دیگر سلطنتوں کے مرکز جو اس کے حدود اختیار
 میں واقع تھے، مسلمانوں کے اثرات سے محفوظ نہ رہے تھے..... (بہر حال) وہ اخلاقی اور
 ذہنی تبدیلیاں جنہوں نے یورپ بھر کے تمدن پر اثر ڈالا اور مازمنوں کے ذریعہ سے براعظم یورپ کے
 سیاسیات اور مذہبی زندگی کو بدل دیا، بہت آہستہ ہسل، غیر معین اور نامعلوم مگر نہایت سخت اور نہ روکنے

نامنوں اور عقیدہ کے اسلامی تمدن میں جو رشتہ قائم تھا اس کا اندازہ مٹر اسکات کے اُن اعترافاتِ بالا سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار کے بقول معتقیہ میں اود کے ہاتھوں اسلامی تہذیب کو عروج حاصل نہیں ہوا، بلکہ عقیدہ میں اسلامی تہذیب کا پودا مسلمانوں کے ہاتھوں نصب ہوا، اور پھر انہی کے ہاتھوں پل بھول کر اس قدر بار آور ہوا کہ ان کے جانشین نامنوں نے اس سے فائدہ اٹھایا، اور پھر ان کے اور ان کے جانشین جرمون کے توسط سے عقیدہ کی اسلامی تہذیب کی روشنی یورپ کے مختلف ممالک تک پہنچی،

معتقہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے اثراتِ یورپ پر

معتقہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے لئے یہ امر باعثِ فخر ہے کہ وہ یورپ کی جدید تمدنی ترقیوں کا بنیادی پتھر تسلیم کیا جاتا ہے، اگر جدید یورپ کی تمدنی ترقیوں کا سراغ لگایا جائے، تو تمدن کے ہر شعبہ میں عقیدہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے بالواسطہ و بلاواسطہ اثرات موجود ہیں گے، یورپ کے عقائدِ شرعی نظام، دستورِ حکومت، صنعت و حرفت، زراعت، تعمیر، تجارت، زبان، اور علوم و فنون، خصوصاً سائنس کے نئے علوم کی تخلیق اور ترقیوں میں خود یورپین اور عیسائی اہل علم کے بیانون کے مطابق کچھ نہ کچھ اثرات موجود ہیں، موسیولیان لکھتے ہیں:-

تربوں کا اثر مغربِ زمین پر بھی اتنا ہی ہوا، جتنا مشرق میں ہوا، اور ان ہی کی بدولت یورپ نے تمدن حاصل کیا، ان کا اثر یورپ پر مشرق سے کم نہ ہوا،..... مغرب میں..... علوم و ادب کا اثر بے انتہا ہوا،..... جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہے، یورپ میں عربوں کے علومِ جگِ صلیبی کے ذریعہ نہیں پھیلے، بلکہ انڈس اور جزیرہِ معتقہ اور اطالیہ کے ذریعہ سے..... موسیولی برتی لکھتے ہیں، کہ اگر عربوں کا نام تاریخ میں سے نکال دیا جاتا تو یورپ

کی مٹی نشہ نمانہ کنی صدی تک پیچھے ہٹ جاتی، ۔۔۔۔۔

ڈاکٹر جان ولیم ویر لکھتا ہے ۔۔۔

اسلام کے ان جگہ کا زنا من پران واقعات کا اضافہ کرنا غیر ضروری ہے، کیونکہ محرم میں اپنے قہمہ بیڑوں کو لیا کر انھوں نے اول کریٹ (توس) کشف کیا، پھر سلی کو مسخر کیا، اور اس کے بعد روما کو ذلیل و سوا کیا، البتہ اس امر کا تذکرہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ جنوبی اٹالیہ اور سسلی میں ان کے موجود ہونے کی وجہ سے یورپ کی عسکی و دماغی ترقی کو ایک بہت بڑی تحریک پہنچی ہے۔

مشرق اسکات نارمنوں کے ذریعہ یورپ میں اسلامی تہذیب و تمدن کے پھیلنے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔۔۔

”قوم عرب کی روایات نارمنوں کو میراث میں ملیں اور ان سے جرمنوں میں پہنچ کر اس قوم کو فائز المرام کر دیا، فریڈریک ثانی کے جوہر ذاتی کا اثر ۔۔۔ تمام ٹیوٹانک قوم پر پڑا، یہ امر فراموش نہ کرنا چاہیے، کہ وہ مقام جہاں سب سے پہلے یورپ کے ظلم و ستم اور بد وضعی پر بنناؤ ہوئی، وہ کسی تھا، جدید سلطنت جرمنی کی یورپ میں جو عظمت ہو، اور تہذیب میں اس نے جو ترقی کی ہے، اس کے لئے اس سلطنت کو قرون وسطیٰ کے اس سب سے بڑے بادشاہ کی ذہانت، قوت اور غیر معمولی عقل کا شکریہ ادا ہونا چاہیے، اور مؤرخانہ ذکر کو عربوں کا ہے۔“

صفت کے مسلمانوں نے یورپ کی جدید تہذیب میں جو حصہ لیا، اور ان کے جو تمدنی اثرات ہوئے انھیں اجمالاً علحدہ علحدہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے،

یورپ کے اوسوئیٹیان، مشرق و مغرب پر اسلام کے اثرات کا فرق دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ

”اسلام تمدن عرب میں ۵۱۳ء، ۵۱۴ء، ۵۱۵ء، ۵۱۶ء، ۵۱۷ء، ۵۱۸ء، ۵۱۹ء، ۵۲۰ء، ۵۲۱ء، ۵۲۲ء، ۵۲۳ء، ۵۲۴ء، ۵۲۵ء، ۵۲۶ء، ۵۲۷ء، ۵۲۸ء، ۵۲۹ء، ۵۳۰ء، ۵۳۱ء، ۵۳۲ء، ۵۳۳ء، ۵۳۴ء، ۵۳۵ء، ۵۳۶ء، ۵۳۷ء، ۵۳۸ء، ۵۳۹ء، ۵۴۰ء، ۵۴۱ء، ۵۴۲ء، ۵۴۳ء، ۵۴۴ء، ۵۴۵ء، ۵۴۶ء، ۵۴۷ء، ۵۴۸ء، ۵۴۹ء، ۵۵۰ء، ۵۵۱ء، ۵۵۲ء، ۵۵۳ء، ۵۵۴ء، ۵۵۵ء، ۵۵۶ء، ۵۵۷ء، ۵۵۸ء، ۵۵۹ء، ۵۶۰ء، ۵۶۱ء، ۵۶۲ء، ۵۶۳ء، ۵۶۴ء، ۵۶۵ء، ۵۶۶ء، ۵۶۷ء، ۵۶۸ء، ۵۶۹ء، ۵۷۰ء، ۵۷۱ء، ۵۷۲ء، ۵۷۳ء، ۵۷۴ء، ۵۷۵ء، ۵۷۶ء، ۵۷۷ء، ۵۷۸ء، ۵۷۹ء، ۵۸۰ء، ۵۸۱ء، ۵۸۲ء، ۵۸۳ء، ۵۸۴ء، ۵۸۵ء، ۵۸۶ء، ۵۸۷ء، ۵۸۸ء، ۵۸۹ء، ۵۹۰ء، ۵۹۱ء، ۵۹۲ء، ۵۹۳ء، ۵۹۴ء، ۵۹۵ء، ۵۹۶ء، ۵۹۷ء، ۵۹۸ء، ۵۹۹ء، ۶۰۰ء، ۶۰۱ء، ۶۰۲ء، ۶۰۳ء، ۶۰۴ء، ۶۰۵ء، ۶۰۶ء، ۶۰۷ء، ۶۰۸ء، ۶۰۹ء، ۶۱۰ء، ۶۱۱ء، ۶۱۲ء، ۶۱۳ء، ۶۱۴ء، ۶۱۵ء، ۶۱۶ء، ۶۱۷ء، ۶۱۸ء، ۶۱۹ء، ۶۲۰ء، ۶۲۱ء، ۶۲۲ء، ۶۲۳ء، ۶۲۴ء، ۶۲۵ء، ۶۲۶ء، ۶۲۷ء، ۶۲۸ء، ۶۲۹ء، ۶۳۰ء، ۶۳۱ء، ۶۳۲ء، ۶۳۳ء، ۶۳۴ء، ۶۳۵ء، ۶۳۶ء، ۶۳۷ء، ۶۳۸ء، ۶۳۹ء، ۶۴۰ء، ۶۴۱ء، ۶۴۲ء، ۶۴۳ء، ۶۴۴ء، ۶۴۵ء، ۶۴۶ء، ۶۴۷ء، ۶۴۸ء، ۶۴۹ء، ۶۵۰ء، ۶۵۱ء، ۶۵۲ء، ۶۵۳ء، ۶۵۴ء، ۶۵۵ء، ۶۵۶ء، ۶۵۷ء، ۶۵۸ء، ۶۵۹ء، ۶۶۰ء، ۶۶۱ء، ۶۶۲ء، ۶۶۳ء، ۶۶۴ء، ۶۶۵ء، ۶۶۶ء، ۶۶۷ء، ۶۶۸ء، ۶۶۹ء، ۶۷۰ء، ۶۷۱ء، ۶۷۲ء، ۶۷۳ء، ۶۷۴ء، ۶۷۵ء، ۶۷۶ء، ۶۷۷ء، ۶۷۸ء، ۶۷۹ء، ۶۸۰ء، ۶۸۱ء، ۶۸۲ء، ۶۸۳ء، ۶۸۴ء، ۶۸۵ء، ۶۸۶ء، ۶۸۷ء، ۶۸۸ء، ۶۸۹ء، ۶۹۰ء، ۶۹۱ء، ۶۹۲ء، ۶۹۳ء، ۶۹۴ء، ۶۹۵ء، ۶۹۶ء، ۶۹۷ء، ۶۹۸ء، ۶۹۹ء، ۷۰۰ء، ۷۰۱ء، ۷۰۲ء، ۷۰۳ء، ۷۰۴ء، ۷۰۵ء، ۷۰۶ء، ۷۰۷ء، ۷۰۸ء، ۷۰۹ء، ۷۱۰ء، ۷۱۱ء، ۷۱۲ء، ۷۱۳ء، ۷۱۴ء، ۷۱۵ء، ۷۱۶ء، ۷۱۷ء، ۷۱۸ء، ۷۱۹ء، ۷۲۰ء، ۷۲۱ء، ۷۲۲ء، ۷۲۳ء، ۷۲۴ء، ۷۲۵ء، ۷۲۶ء، ۷۲۷ء، ۷۲۸ء، ۷۲۹ء، ۷۳۰ء، ۷۳۱ء، ۷۳۲ء، ۷۳۳ء، ۷۳۴ء، ۷۳۵ء، ۷۳۶ء، ۷۳۷ء، ۷۳۸ء، ۷۳۹ء، ۷۴۰ء، ۷۴۱ء، ۷۴۲ء، ۷۴۳ء، ۷۴۴ء، ۷۴۵ء، ۷۴۶ء، ۷۴۷ء، ۷۴۸ء، ۷۴۹ء، ۷۵۰ء، ۷۵۱ء، ۷۵۲ء، ۷۵۳ء، ۷۵۴ء، ۷۵۵ء، ۷۵۶ء، ۷۵۷ء، ۷۵۸ء، ۷۵۹ء، ۷۶۰ء، ۷۶۱ء، ۷۶۲ء، ۷۶۳ء، ۷۶۴ء، ۷۶۵ء، ۷۶۶ء، ۷۶۷ء، ۷۶۸ء، ۷۶۹ء، ۷۷۰ء، ۷۷۱ء، ۷۷۲ء، ۷۷۳ء، ۷۷۴ء، ۷۷۵ء، ۷۷۶ء، ۷۷۷ء، ۷۷۸ء، ۷۷۹ء، ۷۸۰ء، ۷۸۱ء، ۷۸۲ء، ۷۸۳ء، ۷۸۴ء، ۷۸۵ء، ۷۸۶ء، ۷۸۷ء، ۷۸۸ء، ۷۸۹ء، ۷۹۰ء، ۷۹۱ء، ۷۹۲ء، ۷۹۳ء، ۷۹۴ء، ۷۹۵ء، ۷۹۶ء، ۷۹۷ء، ۷۹۸ء، ۷۹۹ء، ۸۰۰ء، ۸۰۱ء، ۸۰۲ء، ۸۰۳ء، ۸۰۴ء، ۸۰۵ء، ۸۰۶ء، ۸۰۷ء، ۸۰۸ء، ۸۰۹ء، ۸۱۰ء، ۸۱۱ء، ۸۱۲ء، ۸۱۳ء، ۸۱۴ء، ۸۱۵ء، ۸۱۶ء، ۸۱۷ء، ۸۱۸ء، ۸۱۹ء، ۸۲۰ء، ۸۲۱ء، ۸۲۲ء، ۸۲۳ء، ۸۲۴ء، ۸۲۵ء، ۸۲۶ء، ۸۲۷ء، ۸۲۸ء، ۸۲۹ء، ۸۳۰ء، ۸۳۱ء، ۸۳۲ء، ۸۳۳ء، ۸۳۴ء، ۸۳۵ء، ۸۳۶ء، ۸۳۷ء، ۸۳۸ء، ۸۳۹ء، ۸۴۰ء، ۸۴۱ء، ۸۴۲ء، ۸۴۳ء، ۸۴۴ء، ۸۴۵ء، ۸۴۶ء، ۸۴۷ء، ۸۴۸ء، ۸۴۹ء، ۸۵۰ء، ۸۵۱ء، ۸۵۲ء، ۸۵۳ء، ۸۵۴ء، ۸۵۵ء، ۸۵۶ء، ۸۵۷ء، ۸۵۸ء، ۸۵۹ء، ۸۶۰ء، ۸۶۱ء، ۸۶۲ء، ۸۶۳ء، ۸۶۴ء، ۸۶۵ء، ۸۶۶ء، ۸۶۷ء، ۸۶۸ء، ۸۶۹ء، ۸۷۰ء، ۸۷۱ء، ۸۷۲ء، ۸۷۳ء، ۸۷۴ء، ۸۷۵ء، ۸۷۶ء، ۸۷۷ء، ۸۷۸ء، ۸۷۹ء، ۸۸۰ء، ۸۸۱ء، ۸۸۲ء، ۸۸۳ء، ۸۸۴ء، ۸۸۵ء، ۸۸۶ء، ۸۸۷ء، ۸۸۸ء، ۸۸۹ء، ۸۹۰ء، ۸۹۱ء، ۸۹۲ء، ۸۹۳ء، ۸۹۴ء، ۸۹۵ء، ۸۹۶ء، ۸۹۷ء، ۸۹۸ء، ۸۹۹ء، ۹۰۰ء، ۹۰۱ء، ۹۰۲ء، ۹۰۳ء، ۹۰۴ء، ۹۰۵ء، ۹۰۶ء، ۹۰۷ء، ۹۰۸ء، ۹۰۹ء، ۹۱۰ء، ۹۱۱ء، ۹۱۲ء، ۹۱۳ء، ۹۱۴ء، ۹۱۵ء، ۹۱۶ء، ۹۱۷ء، ۹۱۸ء، ۹۱۹ء، ۹۲۰ء، ۹۲۱ء، ۹۲۲ء، ۹۲۳ء، ۹۲۴ء، ۹۲۵ء، ۹۲۶ء، ۹۲۷ء، ۹۲۸ء، ۹۲۹ء، ۹۳۰ء، ۹۳۱ء، ۹۳۲ء، ۹۳۳ء، ۹۳۴ء، ۹۳۵ء، ۹۳۶ء، ۹۳۷ء، ۹۳۸ء، ۹۳۹ء، ۹۴۰ء، ۹۴۱ء، ۹۴۲ء، ۹۴۳ء، ۹۴۴ء، ۹۴۵ء، ۹۴۶ء، ۹۴۷ء، ۹۴۸ء، ۹۴۹ء، ۹۵۰ء، ۹۵۱ء، ۹۵۲ء، ۹۵۳ء، ۹۵۴ء، ۹۵۵ء، ۹۵۶ء، ۹۵۷ء، ۹۵۸ء، ۹۵۹ء، ۹۶۰ء، ۹۶۱ء، ۹۶۲ء، ۹۶۳ء، ۹۶۴ء، ۹۶۵ء، ۹۶۶ء، ۹۶۷ء، ۹۶۸ء، ۹۶۹ء، ۹۷۰ء، ۹۷۱ء، ۹۷۲ء، ۹۷۳ء، ۹۷۴ء، ۹۷۵ء، ۹۷۶ء، ۹۷۷ء، ۹۷۸ء، ۹۷۹ء، ۹۸۰ء، ۹۸۱ء، ۹۸۲ء، ۹۸۳ء، ۹۸۴ء، ۹۸۵ء، ۹۸۶ء، ۹۸۷ء، ۹۸۸ء، ۹۸۹ء، ۹۹۰ء، ۹۹۱ء، ۹۹۲ء، ۹۹۳ء، ۹۹۴ء، ۹۹۵ء، ۹۹۶ء، ۹۹۷ء، ۹۹۸ء، ۹۹۹ء، ۱۰۰۰ء، ۱۰۰۱ء، ۱۰۰۲ء، ۱۰۰۳ء، ۱۰۰۴ء، ۱۰۰۵ء، ۱۰۰۶ء، ۱۰۰۷ء، ۱۰۰۸ء، ۱۰۰۹ء، ۱۰۱۰ء، ۱۰۱۱ء، ۱۰۱۲ء، ۱۰۱۳ء، ۱۰۱۴ء، ۱۰۱۵ء، ۱۰۱۶ء، ۱۰۱۷ء، ۱۰۱۸ء، ۱۰۱۹ء، ۱۰۲۰ء، ۱۰۲۱ء، ۱۰۲۲ء، ۱۰۲۳ء، ۱۰۲۴ء، ۱۰۲۵ء، ۱۰۲۶ء، ۱۰۲۷ء، ۱۰۲۸ء، ۱۰۲۹ء، ۱۰۳۰ء، ۱۰۳۱ء، ۱۰۳۲ء، ۱۰۳۳ء، ۱۰۳۴ء، ۱۰۳۵ء، ۱۰۳۶ء، ۱۰۳۷ء، ۱۰۳۸ء، ۱۰۳۹ء، ۱۰۴۰ء، ۱۰۴۱ء، ۱۰۴۲ء، ۱۰۴۳ء، ۱۰۴۴ء، ۱۰۴۵ء، ۱۰۴۶ء، ۱۰۴۷ء، ۱۰۴۸ء، ۱۰۴۹ء، ۱۰۵۰ء، ۱۰۵۱ء، ۱۰۵۲ء، ۱۰۵۳ء، ۱۰۵۴ء، ۱۰۵۵ء، ۱۰۵۶ء، ۱۰۵۷ء، ۱۰۵۸ء، ۱۰۵۹ء، ۱۰۶۰ء، ۱۰۶۱ء، ۱۰۶۲ء، ۱۰۶۳ء، ۱۰۶۴ء، ۱۰۶۵ء، ۱۰۶۶ء، ۱۰۶۷ء، ۱۰۶۸ء، ۱۰۶۹ء، ۱۰۷۰ء، ۱۰۷۱ء، ۱۰۷۲ء، ۱۰۷۳ء، ۱۰۷۴ء، ۱۰۷۵ء، ۱۰۷۶ء، ۱۰۷۷ء، ۱۰۷۸ء، ۱۰۷۹ء، ۱۰۸۰ء، ۱۰۸۱ء، ۱۰۸۲ء، ۱۰۸۳ء، ۱۰۸۴ء، ۱۰۸۵ء، ۱۰۸۶ء، ۱۰۸۷ء، ۱۰۸۸ء، ۱۰۸۹ء، ۱۰۹۰ء، ۱۰۹۱ء، ۱۰۹۲ء، ۱۰۹۳ء، ۱۰۹۴ء، ۱۰۹۵ء، ۱۰۹۶ء، ۱۰۹۷ء، ۱۰۹۸ء، ۱۰۹۹ء، ۱۱۰۰ء، ۱۱۰۱ء، ۱۱۰۲ء، ۱۱۰۳ء، ۱۱۰۴ء، ۱۱۰۵ء، ۱۱۰۶ء، ۱۱۰۷ء، ۱۱۰۸ء، ۱۱۰۹ء، ۱۱۱۰ء، ۱۱۱۱ء، ۱۱۱۲ء، ۱۱۱۳ء، ۱۱۱۴ء، ۱۱۱۵ء، ۱۱۱۶ء، ۱۱۱۷ء، ۱۱۱۸ء، ۱۱۱۹ء، ۱۱۲۰ء، ۱۱۲۱ء، ۱۱۲۲ء، ۱۱۲۳ء، ۱۱۲۴ء، ۱۱۲۵ء، ۱۱۲۶ء، ۱۱۲۷ء، ۱۱۲۸ء، ۱۱۲۹ء، ۱۱۳۰ء، ۱۱۳۱ء، ۱۱۳۲ء، ۱۱۳۳ء، ۱۱۳۴ء، ۱۱۳۵ء، ۱۱۳۶ء، ۱۱۳۷ء، ۱۱۳۸ء، ۱۱۳۹ء، ۱۱۴۰ء، ۱۱۴۱ء، ۱۱۴۲ء، ۱۱۴۳ء، ۱۱۴۴ء، ۱۱۴۵ء، ۱۱۴۶ء، ۱۱۴۷ء، ۱۱۴۸ء، ۱۱۴۹ء، ۱۱۵۰ء، ۱۱۵۱ء، ۱۱۵۲ء، ۱۱۵۳ء، ۱۱۵۴ء، ۱۱۵۵ء، ۱۱۵۶ء، ۱۱۵۷ء، ۱۱۵۸ء، ۱۱۵۹ء، ۱۱۶۰ء، ۱۱۶۱ء، ۱۱۶۲ء، ۱۱۶۳ء، ۱۱۶۴ء، ۱۱۶۵ء، ۱۱۶۶ء، ۱۱۶۷ء، ۱۱۶۸ء، ۱۱۶۹ء، ۱۱۷۰ء، ۱۱۷۱ء، ۱۱۷۲ء، ۱۱۷۳ء، ۱۱۷۴ء، ۱۱۷۵ء، ۱۱۷۶ء، ۱۱۷۷ء، ۱۱۷۸ء، ۱۱۷۹ء، ۱۱۸۰ء، ۱۱۸۱ء، ۱۱۸۲ء، ۱۱۸۳ء، ۱۱۸۴ء، ۱۱۸۵ء، ۱۱۸۶ء، ۱۱۸۷ء، ۱۱۸۸ء، ۱۱۸۹ء، ۱۱۹۰ء، ۱۱۹۱ء، ۱۱۹۲ء، ۱۱۹۳ء، ۱۱۹۴ء، ۱۱۹۵ء، ۱۱۹۶ء، ۱۱۹۷ء، ۱۱۹۸ء، ۱۱۹۹ء، ۱۲۰۰ء، ۱۲۰۱ء، ۱۲۰۲ء، ۱۲۰۳ء، ۱۲۰۴ء، ۱۲۰۵ء، ۱۲۰۶ء، ۱۲۰۷ء، ۱۲۰۸ء، ۱۲۰۹ء، ۱۲۱۰ء، ۱۲۱۱ء، ۱۲۱۲ء، ۱۲۱۳ء، ۱۲۱۴ء، ۱۲۱۵ء، ۱۲۱۶ء، ۱۲۱۷ء، ۱۲۱۸ء، ۱۲۱۹ء، ۱۲۲۰ء، ۱۲۲۱ء، ۱۲۲۲ء، ۱۲۲۳ء، ۱۲۲۴ء، ۱۲۲۵ء، ۱۲۲۶ء، ۱۲۲۷ء، ۱۲۲۸ء، ۱۲۲۹ء، ۱۲۳۰ء، ۱۲۳۱ء، ۱۲۳۲ء، ۱۲۳۳ء، ۱۲۳۴ء، ۱۲۳۵ء، ۱۲۳۶ء، ۱۲۳۷ء، ۱۲۳۸ء، ۱۲۳۹ء، ۱۲۴۰ء، ۱۲۴۱ء، ۱۲۴۲ء، ۱۲۴۳ء، ۱۲۴۴ء، ۱۲۴۵ء، ۱۲۴۶ء، ۱۲۴۷ء، ۱۲۴۸ء، ۱۲۴۹ء، ۱۲۵۰ء، ۱۲۵۱ء، ۱۲۵۲ء، ۱۲۵۳ء، ۱۲۵۴ء، ۱۲۵۵ء، ۱۲۵۶ء، ۱۲۵۷ء، ۱۲۵۸ء، ۱۲۵۹ء، ۱۲۶۰ء، ۱۲۶۱ء، ۱۲۶۲ء، ۱۲۶۳ء، ۱۲۶۴ء، ۱۲۶۵ء، ۱۲۶۶ء، ۱۲۶۷ء، ۱۲۶۸ء، ۱۲۶۹ء، ۱۲۷۰ء، ۱۲۷۱ء، ۱۲۷۲ء، ۱۲۷۳ء، ۱۲۷۴ء، ۱۲۷۵ء، ۱۲۷۶ء، ۱۲۷۷ء، ۱۲۷۸ء، ۱۲۷۹ء، ۱۲۸۰ء، ۱۲۸۱ء، ۱۲۸۲ء، ۱۲۸۳ء، ۱۲۸۴ء، ۱۲۸۵ء، ۱۲۸۶ء، ۱۲۸۷ء، ۱۲۸۸ء، ۱۲۸۹ء، ۱۲۹۰ء، ۱۲۹۱ء، ۱۲۹۲ء، ۱۲۹۳ء، ۱۲۹۴ء، ۱۲۹۵ء، ۱۲۹۶ء، ۱۲۹۷ء، ۱۲۹۸ء، ۱۲۹۹ء، ۱۳۰۰ء، ۱۳۰۱ء، ۱۳۰۲ء، ۱۳۰۳ء، ۱۳۰۴ء، ۱۳۰۵ء، ۱۳۰۶ء، ۱۳۰۷ء، ۱۳۰۸ء، ۱۳۰۹ء، ۱۳۱۰ء، ۱۳۱۱ء، ۱۳۱۲ء، ۱۳۱۳ء، ۱۳۱۴ء، ۱۳۱۵ء، ۱۳۱۶ء، ۱۳۱۷ء، ۱۳۱۸ء، ۱۳۱۹ء، ۱۳۲۰ء، ۱۳۲۱ء، ۱۳۲۲ء، ۱۳۲۳ء، ۱۳۲۴ء، ۱۳۲۵ء، ۱۳۲۶ء، ۱۳۲۷ء، ۱۳۲۸ء، ۱۳۲۹ء، ۱۳۳۰ء، ۱۳۳۱ء، ۱۳۳۲ء، ۱۳۳۳ء، ۱۳۳۴ء، ۱۳۳۵ء، ۱۳۳۶ء، ۱۳۳۷ء، ۱۳۳۸ء، ۱۳۳۹ء، ۱۳۴۰ء، ۱۳۴۱ء، ۱۳۴۲ء، ۱۳۴۳ء، ۱۳۴۴ء، ۱۳۴۵ء، ۱۳۴۶ء، ۱۳۴۷ء، ۱۳۴۸ء، ۱۳۴۹ء، ۱۳۵۰ء، ۱۳۵۱ء، ۱۳۵۲ء، ۱۳۵۳ء، ۱۳۵۴ء، ۱۳۵۵ء، ۱۳۵۶ء، ۱۳۵۷ء، ۱۳۵۸ء، ۱۳۵۹ء، ۱۳۶۰ء، ۱۳۶۱ء، ۱۳۶۲ء، ۱۳۶۳ء، ۱۳۶۴ء، ۱۳۶۵ء، ۱۳۶۶ء، ۱۳۶۷ء، ۱۳۶۸ء، ۱۳۶۹ء، ۱۳۷۰ء، ۱۳۷۱ء، ۱۳۷۲ء، ۱۳۷۳ء، ۱۳۷۴ء، ۱۳۷۵ء، ۱۳۷۶ء، ۱۳۷۷ء، ۱۳۷۸ء، ۱۳۷۹ء، ۱۳۸۰ء، ۱۳۸۱ء، ۱۳۸۲ء، ۱۳۸۳ء، ۱۳۸۴ء، ۱۳۸۵ء، ۱۳۸۶ء، ۱۳۸۷ء، ۱۳۸۸ء، ۱۳۸۹ء، ۱۳۹۰ء، ۱۳۹۱ء، ۱۳۹۲ء، ۱۳۹۳ء، ۱۳۹۴ء، ۱۳۹۵ء، ۱۳۹۶ء، ۱۳۹۷ء، ۱۳۹۸ء، ۱۳۹۹ء، ۱۴۰۰ء، ۱۴۰۱ء، ۱۴۰۲ء، ۱۴۰۳ء، ۱۴۰۴ء، ۱۴۰۵ء، ۱۴۰۶ء، ۱۴۰۷ء، ۱۴۰۸ء، ۱۴۰۹ء، ۱۴۱۰ء، ۱۴۱۱ء، ۱۴۱۲ء، ۱۴۱۳ء، ۱۴۱۴ء، ۱۴۱۵ء، ۱۴۱۶ء، ۱۴۱۷ء، ۱۴۱۸ء، ۱۴۱۹ء، ۱۴۲۰ء، ۱۴۲۱ء، ۱۴۲۲ء، ۱۴۲۳ء، ۱۴۲۴ء، ۱۴۲۵ء، ۱۴۲۶ء، ۱۴۲۷ء، ۱۴۲۸ء، ۱۴۲۹ء، ۱۴۳۰ء، ۱۴۳۱ء، ۱۴۳۲ء، ۱۴۳۳ء، ۱۴۳۴ء، ۱۴۳۵ء، ۱۴۳۶ء، ۱۴۳۷ء، ۱۴۳۸ء، ۱۴۳۹ء، ۱۴۴۰ء، ۱۴۴۱ء، ۱۴۴۲ء، ۱۴۴۳ء، ۱۴۴۴ء، ۱۴۴۵ء، ۱۴۴۶ء، ۱۴۴۷ء، ۱۴۴۸ء، ۱۴۴۹ء، ۱۴۵۰ء، ۱۴۵۱ء، ۱۴۵۲ء، ۱۴۵۳ء، ۱۴۵۴ء، ۱۴۵۵ء، ۱۴۵۶ء، ۱۴۵۷ء، ۱۴۵۸ء، ۱۴۵۹ء، ۱۴۶۰ء، ۱۴۶۱ء، ۱۴۶۲ء، ۱۴۶۳ء، ۱۴۶۴ء، ۱۴۶۵ء، ۱۴۶۶ء، ۱۴۶۷ء، ۱۴۶۸ء، ۱۴۶۹ء، ۱۴۷۰ء، ۱۴۷۱ء، ۱۴۷۲ء، ۱۴۷۳ء، ۱۴۷۴ء، ۱۴۷۵ء، ۱۴۷۶ء، ۱۴۷۷ء، ۱۴۷۸ء، ۱۴۷۹ء، ۱۴۸۰ء، ۱۴۸۱ء، ۱۴۸۲ء، ۱۴۸۳ء، ۱۴۸۴ء، ۱۴۸۵ء، ۱۴۸۶ء، ۱۴۸۷ء، ۱۴۸۸ء، ۱۴۸۹ء، ۱۴۹۰ء، ۱۴۹۱ء، ۱۴۹۲ء، ۱۴۹۳ء، ۱۴۹۴ء، ۱۴۹۵ء، ۱۴۹۶ء، ۱۴۹۷ء، ۱۴۹۸ء، ۱۴۹۹ء، ۱۵۰۰ء، ۱۵۰۱ء، ۱۵۰۲ء، ۱۵۰۳ء، ۱۵۰۴ء، ۱۵۰۵ء، ۱۵۰۶ء، ۱۵۰۷ء، ۱۵۰۸ء، ۱۵۰۹ء، ۱۵۱۰ء، ۱۵۱۱ء، ۱۵۱۲ء، ۱۵۱۳ء، ۱۵۱۴ء، ۱۵۱۵ء، ۱۵۱۶ء، ۱۵۱۷ء، ۱۵۱۸ء، ۱۵۱۹ء، ۱۵۲۰ء، ۱۵۲۱ء، ۱۵۲۲ء، ۱۵۲۳ء، ۱۵۲۴ء، ۱۵۲۵ء، ۱۵۲۶ء، ۱۵۲۷ء، ۱۵۲۸ء، ۱۵۲۹ء، ۱۵۳۰ء، ۱۵۳۱ء، ۱۵۳۲ء، ۱۵۳۳ء، ۱۵۳۴ء، ۱۵۳۵ء، ۱۵۳۶ء، ۱۵۳۷ء، ۱۵۳۸ء، ۱۵۳۹ء، ۱۵۴۰ء، ۱۵۴۱ء، ۱۵۴۲ء، ۱۵۴۳ء، ۱۵۴۴ء، ۱۵۴۵ء، ۱۵۴۶ء، ۱۵۴۷ء، ۱۵۴۸ء، ۱۵۴۹ء، ۱۵۵۰ء، ۱۵۵۱ء، ۱۵۵۲ء، ۱۵۵۳ء، ۱۵۵۴ء، ۱۵۵۵ء، ۱۵۵۶ء، ۱۵۵۷ء، ۱۵۵۸ء، ۱۵۵۹ء، ۱۵۶۰ء، ۱۵۶۱ء، ۱۵۶۲ء، ۱۵۶۳ء، ۱۵۶۴ء، ۱۵۶۵ء، ۱۵۶۶ء، ۱۵۶۷ء، ۱۵۶۸ء، ۱۵۶۹ء، ۱۵۷۰ء، ۱۵۷۱ء، ۱۵۷۲ء، ۱۵۷۳ء، ۱۵۷۴ء، ۱۵۷۵ء، ۱۵۷۶ء، ۱۵۷۷ء، ۱۵۷۸ء، ۱۵۷۹ء، ۱۵۸۰ء، ۱۵۸۱ء، ۱۵۸۲ء، ۱۵۸۳ء، ۱۵۸۴ء، ۱۵۸۵ء، ۱۵۸۶ء، ۱۵۸۷ء، ۱۵۸۸ء، ۱۵۸۹ء، ۱۵۹۰ء، ۱۵۹۱ء، ۱۵۹۲ء، ۱۵۹۳ء، ۱۵۹۴ء، ۱۵۹۵ء، ۱۵۹۶ء، ۱۵۹۷ء، ۱۵۹۸ء، ۱۵۹۹ء، ۱۶۰۰ء، ۱۶۰۱ء، ۱۶۰۲ء، ۱۶۰۳ء، ۱۶۰۴ء، ۱۶۰۵ء، ۱۶۰۶ء، ۱۶۰۷ء، ۱۶۰۸ء، ۱۶۰۹ء، ۱۶۱۰ء، ۱۶۱۱ء، ۱۶۱۲ء، ۱۶۱۳ء، ۱۶۱۴ء، ۱۶۱۵ء، ۱۶۱۶ء، ۱۶۱۷ء، ۱۶۱۸ء، ۱۶۱۹ء، ۱۶۲۰ء، ۱۶۲۱ء، ۱۶۲۲ء، ۱۶۲۳ء، ۱۶۲۴ء، ۱۶۲۵ء، ۱۶۲۶ء، ۱۶۲۷ء، ۱۶۲۸ء، ۱۶۲۹ء، ۱۶۳۰ء، ۱۶۳۱ء، ۱۶۳۲ء، ۱۶۳۳ء، ۱۶۳۴ء، ۱۶۳۵ء، ۱۶۳۶ء، ۱۶۳۷ء، ۱۶۳

ان کا اثر یورپ پر مشرق سے کم نہیں ہوا، لیکن البتہ اس اثر کی نوعیت میں فرق ہے، مشرق میں یہ اثر زیادہ تر مذہب اور زبان اور فنون و حرفت پر پڑا، برخلاف اس کے مغرب میں مذہبی اثر بالکل نہیں ہوا، اور فنون و حرفت کا اثر بہت کم، لیکن علوم و ادب کا اثر بے انتہا ہوا^۱۔ لیکن اسے کلیتہً صحیح باور نہیں کیا جاسکتا، بلاشبہ یورپ میں اسلامی سلطنت کے اقتدار کے زمانہ میں وہاں کے باشندوں نے مشرق کی نسبت تو کسی تعداد میں اسلامی عقیدہ قبول کر کے مذہب تبدیل کیا، لیکن اس کے باوجود عقیدہ کے اسلامی عہد حکومت میں صرف ایک شہر مارزیں میں لاکھ مسلمان آباد تھے، یہ ظاہر ہے کہ اس قدر بڑی تعداد صرف باہر سے آنے والے مسلمانوں کی^۲ نہیں ہو سکتی، اس لئے کم سے کم عقیدہ و اندلس میں اسلامی تمدن کے اثر سے اسلام کا عقیدہ قبول کیا گیا، بطور اول کے باب میں گزر چکا ہے، کہ نارمنوں کے دور میں بھی جب کہ اسلامی عقیدہ کے ماننے میں کوئی مادی کشش باقی نہیں رہ گئی تھی، لوگ صرف تمدنی اثرات سے متاثر ہو کر اس عقیدہ کو قبول کرتے، اور چھپ چھپ کر اسلام لاتے تھے،

تبدیل مذہب سے قطع نظر کر کے اگر دیکھا جائے تو یورپ پر اسلامی عقیدہ کا اثر ایک دوسری حیثیت سے نہایت پائدار ثابت ہوا ہے، اپنی اگرچہ یورپ کے باشندوں نے بڑی تعداد میں عیسوی مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول نہیں کیا، تاہم ان کے دینی عقائد میں اسلام نے عظیم الشان انقلاب پیدا کیا، یورپ میں مذہبی مسائل پر عقلی دلائل سے غور و فکر اور بحث و مناظرہ کی ابتداء اسلامی علوم و فنون کی اشاعت کے بعد ہوئی ہے، پھر توبہ و انابت، نجات، اور دینی پیشواؤں کے مذہبی اقتدار وغیرہ کے مسائل اسلامی تمدن ہی کے اثرات سے یورپ میں پیدا ہوئے،

علاوہ ازیں اسلامی عقائد کا اصل اصول عقیدہ توحید ہے، اسلام کے ظہور کے وقت یہ یورپ کے

باشندے یہود اور نصوڑے سے بت پرستوں کو چھوڑ کر عیسائیت کے عقیدہ تثلیث کے علمبردار تھے، صرف ایک نسطوری فرقہ، عام عیسائیوں سے کسی قدر اصطلاحی طور پر عقیدہ علاحدہ تھا، اُس کے بعد یورپین توحید کا عقیدہ پہلی مرتبہ مسلمان لیسکر داخل ہوئے، اندلس کی راہ سے اس عقیدہ نے وہاں جو راہ پائی، اس سے قطع نظر کیجئے، دیکھنا یہ ہے، کہ کسلی کے مسلمانوں کے عقیدہ توحید نے یورپ کے عقاید میں کیا تبدیلیاں کیں،

یورپ میں اصلاحِ مذہب کی تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں، کہ مذہب کی اصلاح کی پہلی آواز آتلی سے بلند ہوئی، جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے، کہ یہاں یونیورسٹیوں کے قائم ہونے سے یہ مقام علم و فن کا مرکز بن گیا تھا، اور یہ معلوم ہے، کہ یونیورسٹیاں عربی اثر سے قائم ہوئی تھیں، اور ان میں مسلمان اساتذہ بھی تعلیم دیتے تھے، اور غالباً انہی وجہ سے ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر نے دینِ اسلام کو مذہبِ عیسوی کی تجویز پر تحریکِ اصلاح سے تعبیر کیا ہے، پھر انہی اثرات سے جرمنی میں علم تحقیق کی تخلیق ہوئی، اور اس کے اثر سے پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی مارٹن لوتھر عالم وجود میں آیا، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

”فریڈریک ثنائی کے اثر و نفوذ سے جرمنی کے باشندوں میں تحقیقات کا اہلی مادہ سمجھ علم اس فلسفیانہ وسیع انجیلی کی بنیاد پر ہی، جو مصلیہ کے تعلیم یافتہ مسلمانوں میں عموماً نظر آتی تھی، اس روشن خیالی کا آخری نتیجہ اگرچہ ابتدا میں معلوم نہیں ہوا، مگر صدیاں گزر جانے پر یہ ہوا کہ لوتھر جیسا صاحبِ رائے شخص پیدا ہوا، جس نے یہ ثابت کر کے کہ نا جلیل کا ترجمہ و تفسیرِ شخص کر سکتا، پاپا کے تخت کی جڑیں ہلا دیں۔“

سہ ابن رشد مطبوعہ مہاراف ص ۳۰۰ بحوالہ ولیم انفلڈ ص ۱۵۹، سہ معرکہ مذہب و سائنس

سہ اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۰۲،

یورپ کا شرعی نظام اسلام سے پہلے عیسائیت کا شرعی نظام، سلطنت سے بالکل جداگانہ سمجھا جاتا تھا، دینی و دنیاوی پیشوایوں کا کسی ذاتِ واحد میں جمع ہونا ممکن نہ تھا، پوپ اعظم کی ذات بڑے بڑے باجروں عیسائی فرمانرواؤں سے برتر مانی جاتی تھی، لیکن یورپ نے مسلمان خلفاء میں دینی و دنیاوی پیشوایانِ مجتمع دیکھ کر اس نظام کو ممکن اہل تصور کیا، اور سب سے پہلے فریڈریک دوم نے سسلی میں اپنے شہنشاہانہ تفوق کے تحت دینی پیشوائی کے امتیاز کو اپنی ذات میں مدغم کرنا چاہا، اور سسلی کی عیسائی رعایا مسلمانوں کے اثرات سے اس قدر ذہنی ترقی کر چکی تھی، کہ اس نے فریڈریک کے اس ادعا کو جائز تصور کر کے اس کی ہمنوائی کی،

اگرچہ فریڈریک اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا، لیکن عیسائی فرمانرواؤں کے درمیان تخیل مستقل طور پر قائم ہو گیا، چودھویں صدی میں فپ بیل شاہِ فرانس نے اس کی پھر ایک کوشش کی، اور بالآخر سولہویں صدی میں ہنری ثامن شاہِ انگلستان نے اسے عملاً کر دکھایا، اور آج بھی شہنشاہِ جارج پنجم سلطنتِ برطانیہ کا دینی و دنیاوی دونوں پیشوا مانا جاتا ہے،

یورپین عورتوں کے حقوق و مراتب میں اسلامی تہذیب کے اثرات، مسلمانوں کے تمدن کے اثر سے یورپ کی عورتوں کے حقوق و مراتب میں ترقی ہوئی، اگرچہ عورتوں کے متعلق جمہورانی و فرانسیسی قوانین کی صلاح موسوی شریعت نے بہت کچھ کر دی تھی، اور عورتوں کو اپنی ملک میں تصرف کا اختیار بہر حال حاصل ہو گیا تھا، تاہم اسلامی شریعت میں عورتوں کو جو حقوق و مراتب عطا کئے گئے تھے، ان کے لحاظ سے عیسائی عورتیں مسلمان عورتوں سے بہت پیچھے تھیں، یورپ نے عورتوں کے حقوق و مراتب مسلمانوں ہی سے سیکھے، موسیو لیان لکھتے ہیں :-

”تمدنِ اسلام میں عورتوں کو بالکل وہی مرتبہ دیا گیا تھا جو انہیں بہت دنوں بعد

یورپ میں حاصل ہونے والا تھا..... وہ مذہب عیسائی نہ تھا، جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے بلکہ اسلام تھا جس نے عورتوں کو ان کی اس دقت کی گہری ہوئی حالت سے ترقی دی... قبل اس کے کہ عربوں نے مسیحا یون کو عورتوں کا لحاظ رکھا، ہمارے زمانہ قدیم کے امرا اور حکمران بہت ہی بری طرح سے پیش آتے تھے،

یورپ میں عورتوں کے حقوق و مراتب کے قائم ہونے میں صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے اثرات میں بھی پہلی مرتبہ نامہ من اور جرمن فرمانرواؤں نے عورتوں کے وہ حقوق تسلیم کئے جو صقلیہ کے مسلمان سلاطین و امرا کی حرمتوں میں مسلمان عورتوں کو حاصل تھے، یہاں تک کہ نامہ منوں نے مسلمانوں کے قانونِ اشتراک کے اصول کو بھی دو صدیوں تک کسی قدر جزئی ترمیم کے ساتھ جاری رکھا،

اسی طرح یورپ کی عورتوں کے لباس، زیورات، اور طرز زندگی پر مسلمان عورتوں کے اثرات پڑے، یہاں تک کہ یورپین عورتوں کے چہروں پر نقاب ڈالی گئی، اور شریعت اور اونچے گھرانوں کی عورتیں بدوہ دار و ساریوں میں سفر کرنے لگیں،

آج اہل یورپ عورتوں کو آزادی دینے میں اپنی حد سے گزر گئے ہیں، وہ صحیح حدود میں آتی وقت تک رہے، جب تک انھوں نے اسلامی تمدن کے قائم کردہ حدود کا لحاظ رکھا، مگر اسکاٹ اسلامی تہذیب کے اثر سے یورپ میں عورتوں کے حقوق و مراتب کے بڑھنے کے متعلق لکھتے ہیں:-
”انہی مسلمانوں کے طفیل میں..... فرقہ نموان کی وہ عزت ہونے لگی، جو گونہ پرستش کی حد تک جا پہنچی، اسی سے تنگ و ناموس کی عزت بڑھی، اسی سے خودداری پیدا ہوئی، اور اسی سے طرز تمدن میں لطافت پیدا ہوئی“

ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں:-

دسویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی تک تمام سبھی یورپ میں عورتوں کو تعلیم نہیں دیا جاتی تھی، اور ان کے ساتھ وہ عزت و ملامت روا رکھی جاتی تھی، جو مسلمانوں کا خاصہ تھا، اس سبب سے وہ ممالک مستثنیٰ تھے، جن پر مسلمانوں کی تہذیب و اخلاق کا اثر پڑ چکا تھا، جنوبی فرانس (جہاں اندلس کا اثر پہنچا)، اور اٹلی (جہاں متغلبہ کے اثرات پہنچے) میں عورتوں سے روادوسی کا سوک کیا جاتا تھا،..... باقی تمام ممالک میں ان کی حالت اس سے بہت ہی مختلف تھی، ان پر ناقابل بیان سختیاں کی جاتی تھیں، وحشیوں کی صحبت اور وحشیانہ گرد و پیش ان کو ذلیل کئے ہوئے تھا، اگر وہ کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، تو اپنے بزرگوں اور آقاؤں کا کھونا ہوتی تھیں، اگر کمتر درجہ کی ہوتی تھیں، تو تحقیر، تذلیل اور قہر کی تکلیف و رنج اٹھانے والی کینزوں کی حالت میں تھیں اور یہ سب باتیں دنیادریائی عینا کی عورتوں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھیں، یہ اخلاقی ذلت اور طبیعتی دنائت مدتوں تک قائم رہی، اس سبب سے وہ مقامات مستثنیٰ تھے، جہاں عربوں کی تہذیب کے تعلقات نے دماغی و اخلاقی تبدیلی بالاستقلال پیدا کر دی تھی،

معاشرت و عادات پر اثرات، اسلامی تہذیب کے اثرات یورپ والوں کی معاشرت و عادات پر بھی ہوئے، آج یہ حیرت سے سنا جائے گا، کہ مکانات کو صاف ستھرا کرکنا، ان میں پائین باغ لگانا، روزانہ نہانے کی عادت ڈالنا اور غسلیوں کا رواج عام ہونا وغیرہ یورپ میں مسلمانانِ صفیہ و اندلس کی تہذیب ہی کے برکات ہیں اسی طرح تفریحی مسلمانوں اور کھیلوں میں شطرنج، ٹیبلٹ وغیرہ کا رواج ہوا، اور موسیقی کے قواعد میں یورپین ممالک میں سے اتلی آج بھی شہرت رکھتا ہے، اتلی

نے عربوں سے موسیقی کے قواعد سیکھے تھے؛

صقلیہ کے اسلامی نظامِ حکومت کے اثر سے یورپ کے دستورِ حکومت میں تبدیلیاں چنانچہ عیسائی مورخین تقریباً بالاتفاق لکھتے ہیں، کہ صقلیہ کے یہ دونوں دور گویا اسلامی حکومت ہی کے در درتھے، خصوصاً فریڈریک کے تعلقات دوسرے مسلمان سلاطین سے بھی قائم ہوئے، اور اسے صقلیہ میں مزید ترقی یافتہ اسلامی نظامِ حکومت کے مطابق اپنے دستورِ حکومت کو نافذ کرنے کا موقع ملا، اور پھر یورپ کے مختلف ممالک نے فریڈریک کے قائم کردہ دستورِ حکومت کے طرز پر اپنے نظامِ حکومت قائم کئے، مثلاً اسکاٹ لکھتے ہیں:-

”وضع قوانین اور اقتصادی معاملات میں سلطنتِ صقلیہ اپنی مجموعہ سلطنتوں سے بہت بڑی ہوئی تھی، انگلستان کے تمام ملکی نظام خصوصاً ایوانِ عام کا تخیل صقلیہ ہی سے لیگیا، اور پھر بھی صقلیہ ہی کی پارلیمنٹ کی نقل ہے، ان دونوں باتوں میں انگلستان کو اس (فریڈریک) کی، سلطنت کا شکر گزار ہونا چاہیے۔“

یورپ کی زراعت، صنعت، حرفتِ تعمیر، اور تجارت سے یورپ حرفتِ تعمیر و تجارت پر اثرات کو جو خواہ مخواہ پہنچے، ان کا تذکرہ حدیث کے بیان میں اجمالاً لگنا چکا ہے، یہ حقیقت یہ ہے کہ اُس عہد تک اہلِ یورپ جہالت و جمود میں پڑے ہوئے تھے، اسلامی تہذیب و تمدن کے درخشاں اثرات سے وہ بیدار ہوئے، اور ان کے سارے نظام میں حرکت پیدا ہوئی، جس نے ان کی زندگی و عمل کا کوئی شعبہ کسی نہ کسی حد تک متاثر ہوئے، بغیر نہ رہا، جیسے کہ اس زمانہ میں یورپ کے جدید تمدن سے اپنے پچھلے تمدن پر ٹھہری ہوئی قومیں امادی و غیر ارادی طور پر متاثر ہو رہی ہیں چنانچہ

معیشت کے مختلف شعبوں میں بھی یورپ نے اسلامی تمدن سے فائدہ اٹھایا، مثلاً:-

زراعت کو مسلمانانِ مصطفیٰ نے یہاں کے قدرتی ذرائع سے فائدہ اٹھا کر غیر معمولی ترقی دی تھی۔ سیکڑوں نئے پھل پھول، سبزی اور جڑی بوٹیاں یہاں غیر ملکوں سے لا کر لگائیں، زراعت کے بہترین وسائل اور طریقے اختیار کئے، اور ان کے ذریعے یہاں رواج پائے، اگرچہ یورپ کی زرعی ترقی میں انڈس کا نمایاں حصہ سمجھا جاتا ہے، لیکن یورپ مسلمانانِ مصطفیٰ کی زرعی کوششوں کے احسان سے بھی بکدوش نہیں ہو سکتا، بلکہ مصطفیٰ کی زرعی ترقیوں سے انڈس نے بھی فائدہ اٹھایا، اور انڈس سے سارے یورپ کو فائدہ پہنچا، مسٹر اسکاٹ انڈس کی زرعی ترقیوں کے سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں:-

ابن النوام (اشبیلی) کی اس تصنیف سے معلوم ہوتا ہے، کہ انھوں نے اپنی اس کتاب کا مواد مصطفیٰ سے لیا تھا، کیونکہ وہاں زراعت اور اس کے متعلقات کو وہی ہی ترقی ہو چکی تھی، جیسی کہ جزیرہ نماے انڈس میں اس سیر حاصل جزیرہ میں زعفران اور بہت سی بوٹیاں وہیں کی پیداوار تھیں، اور وہاں سے دوسری ترکاریوں اور پھلوں کے ساتھ انڈس پہنچی،

اسی طرح مسلمانانِ مصطفیٰ کی صنعت و حرفت اور تعمیر کی ترقیوں سے بھی یورپ نے فائدہ اٹھایا، مسلمانانِ مصطفیٰ پارچہ بانی میں انڈس سے بھی بہت لے گئے تھے، انڈس نے اس فن کو مصطفیٰ سے حاصل کیا تھا، اور پھر ان دونوں اسلامی ملکوں نے فرانس واطلی کی راہ سے اسے سارے یورپ میں پہنچا دیا، مسٹر اسکاٹ مسلمانانِ انڈس کی پارچہ بانی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:-

”کپڑا بننے میں مسلمانانِ انڈس کو وہ کمال حاصل تھا، کہ ان کی کوئی ہم عصر قوم ان کی ہمراہ نہ کر سکتی تھی، یورپ کے تمام ملک میں ریشم کا استعمال صرف بادشاہ ہی کر سکتا تھا،... میل میں یہ حرفت مصطفیٰ سے انڈس میں آئی تھی،... ان دونوں ملکوں میں گیا رہوین مدی

کے بعد عام طور پر لوگ کپڑا پہنتے تھے، حالانکہ اس زمانہ تک یورپ کے دوسرے ملکوں میں یہ پیش قیمت ہی بچھا جاتا تھا،..... نازن شاہان پرمو کے محافظ تین سپاہیوں کی وریاں بھی دیکھ ہی کی ہوتی تھیں، یہ کپڑے وزن میں ہلکے اور استعمال میں مضبوط ہوتے تھے،..... زمانہ حال کی سائنس باوجود اس قدر ترقی کے ایسا مضبوط، نازک، او خوبصورت کپڑا نہیں بنا سکی،..... نہ معلوم وہ رنگ کیسے غیر معمولی تھے، جن سے ان کپڑوں کے سوت رنگے جاتے تھے،..... انقلابِ دہر نے جو چند نمونے اب تک باقی رہے ہیں ان کے رنگوں کی شوخی میں اب تک بہت ہی تھوڑی کمی آئی ہے صنعت و حرفت کے لہ شعبہ میں بھی ایٹمی، اثر بنیٹین اور مصفیہ کے راستے سے (یورپ) پہنچا،

اسی طرح مصفیہ کی تعمیر و ترقیوں کے نشانات یورپین طرز تعمیر میں آج بھی موجود ہیں، مسلمان مصفیہ کے تجارتی تعلقات مختلف ممالک سے جس قدر وسیع تھے، اس کا اندازہ صفحات بالا سے ہوا ہو گا کہ مصفیہ کے تجارتی بہاؤ یورپ کے بندروں پر نظر آتے تھے، اور مصفیہ کی منڈیاں ہر قسم کے قیمتی مال تجارت سے لبریز رہتی تھیں،

یورپ کو ان تجارتی تعلقات سے بھی بیش بہا فوائد پہنچے، فرانسیسی مستشرق سید پلاٹ کے بقول یورپ نے عربوں ہی سے بہت سے مالی معاملات کے اصول اور بحری تجارت کے قوانین سیکھے اور اس کے ساتھ یورپ نے ہما زراانی اور بحری سفر کے لئے قطب نما کے استعمال کا طریقہ بھی مسلمانوں سے سیکھا،

پھر طریقہ مبادلہ میں مسلمانوں کے زرِ ناپ، تول، اور لین دین کے طریقوں سے بھی یورپ نے فائدہ اٹھایا، دنیا میں سکون کا رواج زمانہ قدیم سے ہے لیکن جیسا کہ گذر چکا، مصفیہ میں مسلمانوں

کے چاشمین نارمنوں نے اپنے سکے صقلیہ کے اسلامی سکون کے نمونہ پر ڈھالے، یہاں تک کہ کھتا توحید و رسالت تک ان میں عربی حروف میں برقرار رکھے گئے، پھر نارمنوں کے سکوں کو دیکھ کر یورپ کے دوسرے ملکوں کی بعض حکومتوں نے بھی انہی نمونوں پر اپنے سکے ڈھالے جن میں عربی حروف کفہ، تھے، ابھی حال میں ہندوستان کے بعض مسلمان اکابر نے سیلون کے عجائب خانہ میں انگلستان کے کسی فرمانروا کا سکہ دیکھا ہے، جس میں ایک طرف اس فرمانروا کا نام اور دوسری طرف عربی حروف میں کلمہ توحید منقوش ہے۔

علوم و فنون کے اثرات، | موسیو لیان کا بیان اور گزر چکا ہے، کہ مغرب میں عربوں کے علوم و ادب کا اثر بے انتہا ہوا، اور یورپ کی نئی ترقیوں میں صقلیہ کے اسلامی علوم و فنون کا بھی حصہ ہے۔

سسلی کی راہ سے عربی ادب و فلسفہ یورپ میں خاص طور پر پھیلا جس میں اٹلی کے ان مختلف دارالعلوموں سے بڑی مدد ملی، جو فریڈریک دوم کی سرپرستی میں قائم تھے، فریڈریک نے اسلامی علوم و فلسفہ کو یورپ میں رائج کرنے کی بڑی خدمت انجام دی ہے، انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں

”اس کا دربار جو پڑھوین تھا، وہ یورپ کے شاندار ترین درباروں میں تھا، اور اس

وقت کی تمام معلوم دنیا کے علماء اس میں آتے تھے، اس کا کسی قدر، نشر کا فلسفہ بعد کو تھ

عقلیت (ریشنلزم) کی ابتداء خیال کیا جانے لگا، اس نے مدرسے اور یونیورسٹیاں قائم

کیں اور خود بھی سیلین زبان میں شاعری کرتا تھا۔“

لے اخبار الاذیس جلد ۳ ص ۱۷۷، لے موصوف نے اس سکہ کی بنیاد پر انگلستان کے اس فرمانروا کے مسلمان ہونے کا نظریہ قائم کیا، اور اس پر اسلامی اخباروں میں تائیدی تحریریں لگی ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ محض اس سکے پر عربی حروف میں کلمہ طیبہ کا منقوش ہونا اس فرمانروا کے مسلمان ہونے کے ثبوت کیلئے کافی نہیں، اسے صرف یورپ میں اسلامی تمدن کی مقبولیت کے اثرات ہی کہتے ہیں، اس کا سکہ ۱۱۴۱ھ میں عرب ۱۱۴۱ھ میں انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا (نپلس) جلد ۱۹ ص ۱۰۱

سٹر اسکات لکھتے ہیں :-

”فریڈریک نے جو اصلاہین کی تھیں، وہ واقعی نہایت وسیع اور اہم تھیں، اس کے ہمہ گیر الطافِ خسروانہ سے علم و سائنس بھی محروم نہ رہ سکا، آئندہ نسلِ انسانی پر اس کا یہ دوامی احسان ہے اور رہے گا، اور اس کے مسلمان آتالیقوں نے جو اثر اس کے قلب پر ڈال دیا، اور جو مذاق اس میں پیدا کیا، وہ کبھی اس سے الگ نہیں ہوا، اس کے دربار میں عرب اور یہودی علماء اکثر حاضر رہتے تھے، فوج و افواج کی تعلیم انہی دونوں کے متعلق تھی، اس نے اپنے ملک میں مختلف زبانوں کے کھانے کا بہت شوق دلایا، علم کے تمام شاہین عربی، عبرانی اور یونانی زبانوں میں بے تحلف گفتگو کر سکتے تھے، اس زمانہ میں نہیں اور سلفو علم کے نہایت مشہور مرکز تھے“

رابرٹ برنالت لکھتا ہے :-

”تمدنِ اسلام کا اثر یورپ پر سب سے زیادہ فریڈریک دوم کے زمانہ میں پڑا، جو حقیقت میں ازمنہ متوسطہ کا سب سے بڑا عیسائی حکمران تھا، اگر یورپ کے براعظم کو وحشت اور جہالت کی گہرائیوں سے نکال کر شاہراہ ترقی و تمدن پر لانے کا سہرا کسی کے سر ہے، تو وہ فریڈریک ہے جس نے اسلامی تمدن کو اختیار کیا، اور پھر اسکو پھیلانے کی انتھک کوشش کی،

فریڈریک کے دربار میں سلطانِ ماہرینِ علوم کا اجتماع رہتا تھا، وہ لوگ ریاضی اور علمِ نباتات کے متعلق ضروری معلومات پر بحث کرتے تھے، یہ دربار یورپ کے حکمرانوں کے درباروں سے بالکل مختلف تھا، ان کے یہاں جہالت اور توہمات کا دار و درہ تھا، فریڈریک نے نمبرز، مینا، اور پیڈوائیں یونیورسٹیاں قائم کیں، اور سلفو میں ایک طبی مدرسہ قائم کیا جس میں مسلمان

کے طریق علاج کی تعلیم دی جاتی تھی، اس نے یورپ میں ریاضی کے معلمین کی ہمت افزائی کی، یہود اور مسلمان علماء کو جمع کر کے ہر دستیاب ہونے والی عربی کتاب کا ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا، اپنے ایک دوست میکائیل کو قرطبہ بھیج کر ابن رشد کی کتابیں میا کین، اور پھر ان کی نقیینہ کرا کر انہیں اپنی سلطنت کے ہر مدرسہ میں درس و تدریس کیلئے بھیج دیا، فریڈریک کے خلاف عیسائی قوموں کی طرف سے بڑے بڑے خوفناک الزامات لگائے گئے، ان میں ایک بڑا الزام یہ تھا کہ وہ روزانہ غسل کرتا ہے حتیٰ کہ توار کے روز بھی، اسلامی تمدن کو اختیار کر لینے کی بنا پر اس وسیع المنظر بادشاہ کو بہت سے معاصب کا سامنا کرنا پڑا،

اٹلی کے دارالعلوم اور علوم عقلیات [اسی کے اسلامی علوم و فنون کے اثر سے اٹلی میں مختلف وقتوں میں تعلیم کے متعدد اہم مرکز قائم کئے گئے، جن سے علوم عقلیات کی ترقی کے ساتھ یورپ میں آزادی خیال کی تحریک پیدا ہوئی، اور لوگ غور و فکر کے عادی بنے، اسلئے یورپ کے پیدا کرنے میں اٹلی کے ان دارالعلوموں کا بڑا حصہ ہے، وہ دارالعلوم اور ان کے مختصر خدمات حسب ذیل ہیں،

سرنو کا طبیبہ کالج، [ان تین سے سرنو (اٹلی) کے طبیبہ کالج کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی، اس کی داغ بیل مسلمانوں نے ڈالی تھی، یہ یورپ میں سب سے پہلا طبی مدرسہ تھا، جسے مسلمانوں نے سرنو میں قائم کیا اور اس کے ذریعہ یورپ علم طب سے روشناس ہوا، اور طبی تحقیقاتوں کا عظیم الشان دروازہ کھل گیا، جن کے مظاہر آج دنیا کے ہر حصہ میں نمایاں ہیں، لیکن کہتا ہے، ۱۔

فن طب میں عربوں کی تعریف کی گئی ہے، سرنو کے مدرسے نے جسے انھوں نے قائم کیا، تھا، اٹلی اور یورپ میں طب کے اصولوں کو زندہ کیا،

سلفہ تاریخ از نقاش انسانی تخفیف در روزنامہ زمیندار مورخہ ۲۰ نومبر ۱۳۵۷ھ ڈاکٹران اینڈ ڈال آف دی رومن اسپتال جلد ۵ ص ۴۱۴، (اور میس ایڈیشن)

تدریس پر لکھا ہے :-

یورپ کا پہلا طبّی مدرسہ تھا، جسے عربوں نے اٹلی کے شہر سلفونین قائم کیا؛
یہ طبی مدرسہ آٹھویں صدی عیسوی سے قائم تھا، فریڈریک دوم نے اس پر بڑی توجّہ کی، سلطان
ماہرین فن اور مسلمانوں کے دامن فیض کے تربیت یافتہ یہود اطباء اس میں اساتذہ تھے، اس میں طب
جراحی و درون کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی، نصاب درس خالص اسلامی علم طب کی کتابوں پر مشتمل
تھا، انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں ہے :-

”اس کے نصاب تعلیم میں تائمر و ہیپاتین تھیں، جو مسلمانوں نے یونانی زبان سے ترجمہ
پھر تالیف کی تھیں“

اس مدرسہ میں تین زبانیں عربی، عبرانی اور یونانی پڑھائی جاتی تھیں، نصاب کی بیشتر کتابیں
عربی زبان میں تھیں، اسلئے عربی زبان کو عیسوی عہد میں بھی تفوق حاصل رہا، اس زمانہ میں عربی زبان
کی تحصیل اسی طرح ضروری تھی، جیسے موجودہ زمانہ میں جدید علم طب کے حاصل کرنے کیلئے کسی یورپین
زبان کا جاننا ضروری ہے، مارگو لیتھ لکھا ہے :-

”بطنی حیثیت یورپ پر عربوں کا اثر نسبت زیادہ فزوں تک قائم رہا اور اس علم کیلئے عربی زبان کی تحصیل سترہویں صدی
تک نہایت اہم سمجھی جاتی تھی“

مدرسہ میں بلا تفریق مذہب و ملت مختلف مذاہب کے ماننے والے طلبہ داخل تھے، مدرسہ کے
اساتذہ طبّی و علمی تحقیقاتوں میں مصروف رہتے تھے، عیسائی مورخین کو اعتراف ہو کہ
”بہت سے اصول و نظریات ایسے ہیں جو اسی کالج کی تحقیقاتوں سے عالم وجود میں آئے“
اور آج تک اسی طرح صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں“

چنانچہ مورخین نے طب میں ان کی اُن ایجادوں اور اکتشافوں کی فہرست درج کی ہے، جو

جدید علم طب میں اس زمانہ میں بھی مقبول اور رائج ہیں، اسی طرح حفظِ صحت، دوا سازی، تشخیصِ امراض وغیرہ میں سلاو کے اساتذہ کے مقرر کئے ہوئے اصول اس زمانہ میں بھی تسلیم کئے جاتے ہیں، موسیو لیسان لکھتے ہیں،

”سلاو کے درجہ طب کے ملفوظات میں نہایت عمدہ اصول حفظِ صحت بیان کئے گئے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ اس مدرسہ کی شہرت جو یورپ میں اول سمجھا جاتا تھا، عربوں ہی کے سب سے تھی، نوین صدی مسیحی کے وسط میں جو وقت مارنمون نے جزیرہ مصفیہ اور اطالیہ کے اس حصہ کو جو عربوں کے قبضہ میں تھا لے لیا، تو انھوں نے ان کے مدرسہ طب کی بھی پیروی ہی حمایت کی جیسی کل دوسرے اسلامی نظامات کی، ایک نہایت عالم عرب قرطاجہ کا شیوا جس کا نام قسطنطین افریقی تھا، اس مدرسہ کا منتظم ہوا، اس نے عربی تصانیف طب کی ترجمہ لاطینی میں کیا، اور اسی کی کتابوں سے وہ ملفوظات لئے گئے، جن کی وجہ سے سلاو کے مدرسہ کی اس قدر شہرت ہوئی۔۔۔“

اس مدرسہ میں زمانہ تعلیم آٹھ سال تھا، ابتدائی تین سال ادب و فلسفہ کی تعلیم کے لئے، پھر طبی تعلیم کی مینا و پانچ سال مقرر تھی، پھر سال بھر تک کسی لائق طبیب کی نگرانی میں تجربہ کھایا جاتا تھا، اسکے بعد فضیلت کی سند دی جاتی تھی، یورپ کے موجودہ علم طب کے نظام تعلیم کا ابتدائی خاکہ سلاو کے مدرسہ ہی سے چل گیا، سلاو یونیورسٹی اس کے بعد سلاو کا یہی طبی مدرسہ یورپ کی سب سے پہلی یونیورسٹی کی شکل میں منتقل ہو گیا، انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں ہے۔

”اسی طبی مدرسہ نے سلاو میں ایک یونیورسٹی کی شکل اختیار کی، جو سرزمین یورپ میں سب سے پہلی یونیورسٹی تھی“

فنِ طب میں ایسا سرِ نو کے مدرسہِ طبیبہ سے ان خدمات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو مسلمانانِ صفیہ کے ہاتھوں فنِ طب کی انجام پائی تھیں، مسلمانانِ صفیہ و اندلس کے ذریعہ یورپ کے جدید علمِ طب میں جو اضافے ہوئے ہیں، مسٹر اسکاٹ نے انھیں ایک جگہ بیان کیا ہے، لکھتے ہیں،

”تمام یورپ مسلمانانِ اندلس و صفیہ کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے مفردات میں کچھ اضافات جس حبِ الملوک، اعلیٰ، مراصدل، کبابِ چینی، حویدار، ریونچینی اور کافور اور مرکبات میں جلا، اکیر شربت اور چون، خوشبودار مصاحون میں قرنفل، جوزہوا، انجیل اور الائچی سے آشنا کیا، یہ چیزیں یورپ کے بازاروں میں اب بھی اپنے عربی ناموں ہی سے موسوم ملی آتی ہیں۔۔۔ صفیہ کے قوانین اس معاملہ (دواخانوں کی دیکھ بھال اور دوا سازی میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں) اور بھی سخت تھے، ہر دوا ساز کو اپنی دوا سازی کی کامیت کا سخت امتحان دینا پڑتا تھا، طلباء کے سامنے حاضر ہو کر اس کو قہمیں کھا کر یہ اقرار کرنا پڑتا تھا، اگر کوئی دوا فروغ مقرر درجہ سے کمتر درجہ کی دوائیں فروخت کریگا، تو وہ اسکی اطلاع طلبا اور حکومت کو دینگا، بددیانتی اور فریب کے روک تھام کے لئے تو یہ تدابیر اضطرار کی جاتی تھیں، اور عوام کے فائدہ کے لئے دواؤں کا نرخ نامہ ہر دوکان پر رکھا ہوتا تھا کہ وہ دوا کا انداز یا قیمت نہ لے سکیں ان قواعد کی جو کوئی خلاف ورزی کرتا تھا، اس کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں، انہی قواعد کو شہنشاہ فریڈریک دوم نے اپنے ملک میں نافذ رکھا، اور انہی (قوانین) کی وجہ سے سلفو اور فلپس کے مدارسِ طبیبہ کو کامیابی ہوئی، اور صفیہ نے تمام دنیا میں فنِ طب میں شہرت تمام حاصل کی، اسی طرح موسیو لیبان لکھتے ہیں،

”عربوں کی طبی ترقیان زیادہ تر فنِ جراحی، علاماتِ امراض، قرابادین اور ادویات میں ہیں

انھوں نے بہت سے طریقے علاج کے ایجاد کئے ہیں،..... قرابادین میں انھوں نے بہت سی دوائیں بڑھائی ہیں،..... دواؤں کے استعمال کے وہ طریقے بھی انہی نے نکالے ہیں جو اب اتنے زمانہ کے بعد نئی ایجادوں کے نام سے مشہور کئے جاتے ہیں،..... فنِ جراحی کی بھی ابتدائی ترقی عربوں ہی سے ہوئی، اور زمانہ حال تک ان ہی کی تصنیفات پر یورپ کے مدارس طبیہ کا دار و مدار رہا ہے،

یورپ میں مختلف علوم و فنون، فلسفہ، سائنس، ریاضیات اور ادب کی ترقی میں اٹلی کے چند دوسرے دارالعلوم نیپلس اور سیڈوانے بھی نمایاں حصہ لیا، ان میں بھی اسلامی اثرات موجود تھے نیپلس یونیورسٹی، فریڈریک نے نیپلس میں علوم عقلیات کی تعلیم کے لئے ایک یونیورسٹی قائم کی تھی جس میں مختلف اسلامی ممالک کے ممتاز اہل علم اساتذہ مقرر کئے گئے تھے، اور ایک عظیم الشان کتب خانہ فراہم کیا گیا تھا اس میں اسلامی مدارس کے طرز پر طلبہ کے لئے وظائف مقرر تھے، اور یورپ کے گوشہ گوشہ کے طلبہ یہاں تحصیل علم کیلئے آتے تھے، نیپلس یونیورسٹی نے یورپ کی جہالت کے دور کرنے کی غیر معمولی مدت انجام دی،

پیڈویونیورسٹی، اسی طرح اس عہد میں شمالی اٹلی کا شہر سیڈوا علوم کا مرکز بنا، یہاں بھی مسلمان اساتذہ کی نگرانی میں ایک یونیورسٹی قائم کی گئی، جس میں مسلمان، یہود اور عیسائی اساتذہ تعلیم دیتے تھے اس میں مختلف علوم و فنون، ادب طب، فلسفہ سائنس اور ریاضیات وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی، اور مسلمان حکماء و فلاسفہ کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، خصوصاً ابن رشد کے فلسفہ کو اس یونیورسٹی میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اس کی کتابوں کے ترجمے نے سرسے کئے گئے، اور دوسرے فلسفوں کے مقابلہ میں اس کے فلسفہ کی پر زور حمایت کا فرض یہاں کے یورپین اساتذہ نے انجام دیا، اہل یورپ نے

لے تون عرب ص ۴۵، ۴۵۵، اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۴۲، ابن رشد رینیان ص ۴۴، و مرکز مذہب سائنس

اس یونیورسٹی کی طرف خاص توجہ کی، انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں ہے:-

”پیڈوا اپنی یونیورسٹی کے لئے مدت سے مشہور چلا آتا ہے، جسے فریڈریک دوم نے ۱۲۳۱ء میں قائم کیا تھا، ونس کے زمانہ حکومت میں یونیورسٹی تین اکابر کی ایک مجلس کے زیر اقتدار تھی، وہ مجلس ”دی ریفارمیٹری ڈیوا اسٹوڈیو ڈی پیڈوا“ کے نام سے مشہور تھی، اس کے اساتذہ طلبہ کی فہرست طویل اور شاندار ہے،
موسیو لیسان کہتے ہیں:-

”اطالیہ کے دارالعلوموں میں تصانیف عرب کی وقعت وہی تھی جو نشانہ ثانیہ کے بعد یونان و روم کی تصنیفات کی ہو گئی، پڑارک کی پر جوش شکایتوں سے ہمیں علوم عرب کے تسلط کا اندازہ ہو سکتا ہے، وہ کہتا ہے:-

”ذہاس تھینز کے بعد سر و فیض سکھایا، ہوم کے بعد رمل ہوا، لیکن کہا جاتا ہے کہ عربوں کا کوئی مقابلہ تحریر میں نہیں کر سکتا، ہم اکثر یونانیوں کے برابر رہے ہیں، اور بعض چیزوں میں ان سے بڑھ گئے ہیں، یعنی ہم تمام اقوام عالم پر فوقیت لے گئے ہیں، لیکن تم کہتے ہو کہ ”استغفارے عرب، واسے ہماری حماقت، واسے ہمارا جنون، او فطرت ایطالیہ کیا تو سو گئی، کیا تو گری؟“

ناظم ادب باری کے مدارس، اسی طرح خود سلی ناظم اور باری وغیرہ میں اس عہد میں مشہور مدرسے قائم تھے جہاں اسلامی فلسفہ و حکمت کی تعلیم دی جاتی تھی،

یورپ میں عربی کتابوں کے ترجمے | یورپ میں عربی کتابوں کے ترجمہ کا دور یہود کے تعلیم یافتہ خاندانوں کے اسپین سے ترک وطن کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، جو وقت تک وہ اسپین میں رہے، ان کی کئی علمی زبان عربی رہی، لیکن فرانس ادیسچی اسپین میں پہنچ کر انھیں ان علوم کو یورپ کی زبانوں میں

سہ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا (پیڈوا) جلد ۲، ۱۵۴۴ء، تمدن عرب ۱۵۵۰ء و ۱۵۵۱ء، مہر کذہب سنس (ڈریپر)

منتقل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور اب ان کی تصنیف و تالیف کی زبان یورپین ہو گئی، اسلئے ان ملکوں میں پہلے انھوں نے عربی کتابوں کے ترجمے سے اپنے علمی کاموں کی ابتداء کی، اور عربی و لاطینی زبانوں میں عربی کتابیں منتقل کیں،

دوسری طرف سلی میں نازمنون اور فریڈریک دوم نے مختلف عربی علوم و فنون فلسفہ، منطق، سائنس، اور طب کی بہ کثرت کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ کرائیں، اور بعد میں وہ کتابیں بھی اس کے عہد میں یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جانے لگیں، پھر یہ دھچپ اتفاق ہے کہ یورپ میں ان کے اسلامی علوم و فنون کی اشاعت بھی فریڈریک کے توسط سے سلی و آٹلی ہی کی راہ سے بہت زیادہ ہوئی، اور اندلسی حکماء و فلاسفہ کی کتابیں یہاں ترجمہ کی گئیں، فلسفہ و طب کے علاوہ ریاضیات، ہیئت و مساحت اور تجربہ و غیرہ کی کتابیں بھی لاطینی زبانوں میں ترجمہ کی گئیں، ان کتابوں کی فہرست مع مصنفوں اور مترجموں کے مرتب کی جائے، تو بہت طویل ہوگی، ترجمہ کی یہ خدمت زیادہ تر آٹلی کے انہی دارالعلوموں میں انجام پائی،

اسلامی فلسفہ و سائنس یورپ میں آٹلی کے دارالعلوموں اور عربی کتابوں کے ترجموں سے یورپ میں ذہنی ترقی اور آزاد خیالی کی بنیاد پڑی، اور ایک زمانہ دراز تک یورپ میں اسلامی فلسفہ مقبول رہا، مگر آخر کار تاریخِ فلسفہ میں لکھے ہیں،

”راجرشی ٹاں سسلی اور شمشاد فریڈریک ثانی دو علم دوست پادشاہوں نے بہت سے عرب علماء اپنے گرد جمع کر لئے، اور ان کے زیر ہدایت اسطو کے فلسفے اور اسکی شروح کا لاطینی زبان میں ترجمہ کرایا، یہ ترجمے بولون، پیرس، اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں میں پیش کئے گئے، اس سے پیشتر اسطو کا مطالعہ محض بحیثیت ایک منطقی کے کیا گیا تھا، اور وہ بھی نہایت سطحی

ابن رشد و فلسفہ ص ۶۱ تا ۶۴، محرر مذہب و سائنس ڈپریرس ۱۶۵ و اخبارالذہن ص ۳۷۵ تمدن و تہذیب

طریقے سے مگر اس کے بعد اخلاقیات، طبیعیات، اور الہیات کے ماہر کی حیثیت سے اس پر نظر ڈالی گئی؛

ڈاکٹر ٹی جے وی ہائر تاریخ فلسفہ اسلام میں لکھتے ہیں :-

”اسلامی اور عیسائی عالم جنوب میں دو نقطوں پر ایک دوسرے سے مل گیا یعنی جنوبی ایشیا اور ہسپانیہ میں پرمومین شہنشاہ فریڈریک دوم کے دربار میں عربی علوم بڑے شوق سے پھیلانے لگے، اور لاطینی قوم اس سے بہرہ مند ہوئی شہنشاہ موصوف اور اس کے بیٹے منفرد نے بوغزہ اور پیرس کی یونیورسٹیوں میں فلسفیانہ تصانیف کے ترجمہ عنایت کئے، ان میں بعض ترجمہ عربی سے ہوئے تھے، اور بعض براہ راست یونانی اصل کتب سے“

مسٹر سکاٹ فریڈریک دوم کے متعلق لکھتے ہیں :-

”اسی نے مسلمانوں کے علم و فضل کو تمام یورپ میں پھیلادیا، جو ممالک اس کے زیر نگین نہ تھے ان میں بھی تعلیمی تحریک پیدا ہو گئی، خوش عقیدہ لوگ اس کی آزادی خانی سے بہت گھبراتے تھے، عرب فلسفی اور عرب سیاست دان پر قبضہ فریڈریک کو اعتبار تھا، اور اس کے جتنے گھرے تعلقات ان لوگوں سے تھے، اور کسی سے نہ تھے،..... ہانٹ پیلے اور سرنو کے مدارس ایک دوسرے کے معاصر تھے، ان ہی کی بدولت وہ یورپ جس پر ظلمت چھائی ہوئی تھی،..... وہ ابن رشد کے علم فلسفہ، ابن بطار کے علم نباتات، ابوالفہم کے علم جراحی، ابن العوام کے علم فلاحات، اور ابن الخلیل کے علم تاریخ سے دوچار ہوا،..... وہ اصول جو دربار ائینڈاور فریڈریک کے فلسفیوں نے اختراع کئے تھے، وہی لالروڈیو گوناٹ اور پوریٹن خدا ہرے کے بیخ و بنیا و قرار پائے، دینی و دنیاوی آزادی کی وہ برکات جن سے آج

مہذب اور روشن خیال دنیا کے باشندے مستفیض ہو رہے ہیں، وہ عجیب و غریب کلیں جو انسانی محنت و مشقت کو ہلکا بھلیکھ کو کم، رسل و رسائل میں آسانی، تجارت میں تشویش، مصنوعات میں ترقی، باجمہ نسل انسانی کی راحت کے تمام سامان مہیا کرتی ہیں، بالواسطہ نتیجہ ہیں ان فلسفیانہ تحقیقات اور سائنٹفک ترقیوں کا جن کے محرک مستقیہ کے نام نہ بادشاہ شاہ فردریک دوم اور والیان پرودیس ہوئے، حقیقت نفس الامریہ ہے کہ اگر یہ بادشاہ باشندگان عرب کی قابلیت اور تہذیب کو نہ دیکھتے، تو ان کے خواب و خیال میں بھی یہ تہذیب پیدا نہ ہوتی، اس کا سب سے یہ تمام برکات جو دنیا و مافیہا میں نظر آتی ہیں، عربوں ہی کے طفیل میں ہیں۔“

ڈیریر لکھتا ہے:-

عربوں کے ادب کی طرح جس نے مسیحی دنیا پر جنوبی فرائض اور سلی کی راہ سے پیش قدمی کی تھی، ان کا سانس بھی انہی ڈونون راستوں سے یورپ میں داخل ہوا، اسلامی سائنس کے قدم شمالی اٹلی میں مضبوطی سے جم گئے، فلسفہ مشائیہ نے اس غلوت سے آراستہ ہو کر جو ابن رشد نے اس کے لئے تیار کیا تھا، بہت سے خفیہ اور علانیہ پیرو پیدا کر لئے، ایسے لوگوں کی تعداد کم نہ تھی، جو اس فلسفہ کا خیر مقدم نہایت تپاک سے کرتے اور اس کے مسائل کو نظر احسان سے دیکھنے کے لئے تیار تھے، لیونارڈو ڈاونچی کا شمار اس جماعت میں ہے، وہ اس اصول موضوعہ کا بانی ہے کہ سائنس میں استدلال بجز تجربہ اور مشاہدہ کے معتبر اور معیہ یقین نہیں ہو سکتا، حقائق قدرت پر صبح روشنی صرف تجربہ ہی

سہ اخبار الانڈس جلد ۲ ص ۵۰-۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱

ڈال سکتا ہے، اور قوانین قدرت کی دریافت کے لئے تجربہ کا ہونا لازمی ہے، ڈاؤنی نے بتایا کہ کیا کہ ایک نقطہ پر دو عمومی قوتوں کا عمل کسی مستطیل کے خط الزاویہ کے عمل کے مشابہ ہوتا ہے، جس کے امتداد ان قوتوں کو ظاہر کرتے ہیں، اس اصول کے بعد غیر متقیم قوتوں کے مسئلہ کا حل ہونا بہت آسان ہو گیا، اس مسئلہ پر ایک صدی بعد اسٹیونین نے از سر نو روشنی ڈالی، اور قوت جبرئیل کی تشریح کے متعلق اس سے کام لیا، رگڑ کے قوانین جن کا عملی ثبوت آگے چل کر مانس نے دیا، اسی (ڈاؤنی) کے دریافت کئے ہوئے ہیں، اصول حقیقت سرعت رفتار کی ماہیت سے وہ بخوبی واقف تھا، سطوح مائل اور قوس ہائے مدور پر اجسام کے نزول کی شرائط پر اس نے مفصل بحث کی ہے، عکسی تصویر کھینچنے کا کبیر اسی کی ایجاد ہے، علم ترکیب اجسام حیوانات و نباتات کے متعدد مسائل کی نسبت اس نے صحیح خیالات ظاہر کئے، طبقات الارض کے جدید علم کے بعض مقامات مسائل مثلاً آثار متحجرات کی نوعیت اور برہان اعظم کے ارتفاع کی نسبت جو امور اس نے بیان کئے ہیں، ان کے تجربہ نے آج تصدیق کر دی ہے، اس نے اس مسئلہ کی تشریح کی ہے، کہ چاند کی روشنی زمین کے نور کا عکس ہے۔

یورپ میں اسلامی سائنس کے اثرات سے جو انقلاب ہوئے، مورخین نے انہیں تفصیل سے بیان کیا ہے، اس کا عقلی اثر سب سے پہلے یہ ظاہر ہوا کہ یورپ کی مطلق العنان ذہنی حکمرانی کا خاتمہ ہو گیا، اس کے ساتھ ہر بات کے قبول کرنے کے لئے محض فرسودہ روایات ساقط اعتبار کر دئے گئے، گنجت کا معیار روایت کے بجائے درایت پر رکھا گیا، کہ جو کچھ علم و تجربہ کے معیار پر صحیح اور سچے اسے صحیح باور کیا جائے، اسکی وجہ سے یورپ میں نظریات اور ان کے دلائل قائم کرنے کا رواج ہوا، اور خصوصاً فن ریاضی پر توجہ مبذول ہو گئی، کہ اسکی بنیاد عقل و تجربہ پر ہے، ڈیرسر لکھتا ہے:-

لے معرکہ مذہب و سائنس ص ۱۴۴

”اس طور پر فن ریاضی تحقیقات علمی کا بہت بڑا آکر بن گیا، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ فن علمی استدلال کا آکر بن گیا، ایک اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے، کہ اس نے دماغ کے عمل کو حرکت اضطراری کی شکل میں بدل دیا، اس لئے کہ اس کی علامات اکثر و بیشتر فکر و غور کی قائم مقام ہو گئیں، تحکیم و تدقیق استدلال کی عادت جس نے اس کے فیض سے نشوونما پایا، دوسرے علوم و فنون میں بھی داخل ہو گئی، جس کی وجہ سے دنیا میں ایک عقلی انقلاب پیدا ہو گیا۔“

اسی طرح فنِ ابجد کے یونین پہنچنے کی سرگزشت میں ذکر سیر لکھتا ہے، ۱-

”مبادی فنِ ابجد کی معلومات کے لئے ہم عربوں کے رہینِ منت بن، ریاضی کی اس شاخ کا نام ایک انجین کا رکھا ہوا ہے، دارالعلوم اسکندریہ سے اس فن کے جو بچے کچھ اجزا ان تک پہنچے تھے، ان میں انھوں نے ان معلومات کا اضافہ کیا، جو ہندوستان سے حاصل کئے گئے تھے، اور منیخ و ترتیب کے بعد اس اصلاح یافتہ مجموعہ کو ایک متعل فن کی حیثیت سے مدون کیا، عربوں سے یہ فن تیرہویں صدی کے شروع میں اٹلی پہنچا، لیکن اس پر اس قدر کم توجہ کی گئی، کہ تین سو سال تک یورپ میں کوئی کتاب اس فن پر نہ لکھی گئی، ۱۵۵۷ء میں پٹیویلی نے پہلی مرتبہ ایک کتاب بنام فنِ ابجد لکھانے کی ہضمت میں کا رڈن ساکن میلان (اٹلی) نے مساواتِ کعبہ یعنی تیسرے درجہ کی مساوات کے حل کرنے کا طریقہ دریافت کیا، ہنسلے میں سیپونیفریو اور اس کے بعد ٹاڈیلیا اور وٹیانے مزید اضافے کئے، اب علماء جرمنی نے اس فن پر اپنی توجہ مبذول کرنی شروع کی جو ۱۷۰۰ء

اسلامی اثر سے علمی جلسوں کا قیام، سسلی کی راہ سے اٹلی میں اسلامی سائنس کے قدم مضبوطی سے جبنے کا

۱۷۱۲ء یعنی گویا ابجد کی اسلامی کتابیں جو کچھ یورپ میں زبانون میں منتقل ہوئی تھیں یورپ میں تین سو برس تک صرف انہی پر مدار رہا، ۱۷۰۰ء معرکہ مذہب و سائنس ص ۱۳۴،

نمایان اثر یہ ہوا کہ یورپ میں اس فن کی ترقی کے لئے علمی ادارے قائم ہونے لگے جن سے یورپ کی موجودہ سائنٹفک ترقیانِ عالم وجود میں آئیں، ڈریسپر لکھتا ہے :-

”نمائندہ اٹلی میں جب ایک دفعہ سائنس کے قدم مضبوطی سے جم گئے، تو بہت جلد کل جزیرہ نما میں اس کا اثر پھیل گیا، اس کے پریش کرنے والوں کی روز افزون تعداد کا پتہ ان علمی مجلسوں سے چلتا ہے، جو بہ کثرت قائم ہوتی جاتی ہیں، اور جلد جلد ترقی کر رہی ہیں، یطبعین ان اسلامی جاس کا چربہ تھیں، جو زمانہ سابق میں غناطہ و قرطبہ میں موجود رہ چکی تھیں اسلامی تمدن نے جس راستہ پر اپنے نقش قدم چھوڑے تھے، اس پر گویا سفر کی یادگار قائم کرنے کی غرض سے ۱۲۵۰ء میں ٹولوز کی اکاڈمی کی بنا ڈالی گئی، جو آج کے دن تک قائم ہے..... علم طبیت کو ترقی دینے کی غرض سے پہلی علمی مجلس کی بنیاد پیز میں بیٹیا پورٹانے ڈالی، ترابوشی کا بیان ہے، کہ حکام کلیہ نے اس مجلس کو بند کر دیا، اس کے بعد پرنس فریڈرک سیسی نے روم میں یہ مجلس بنام لنٹن قائم کی،..... غلارنس کی اکاڈمی ۱۲۵۰ء میں قائم ہوئی.....“

ان علمی مجالس اور ان کے ارکان اور ان مجلسوں کی قائم مقام مجلسوں نے سائنس کی نئی ترقیوں، ایجادوں اور انکشافوں سے دنیا بدل دی،

عربی ادب کے اثرات، عربی ادب و شعر بھی جنوبی فرانس اور سسلی ہی کی راہ سے مسیحی دنیا میں پہنچا، اور وہ ان اپنے نمایان اثرات قائم کئے، تصفیہ کے نامی اور جرمن دوروں میں عربی زبان، ادب اور شعر و شاعری کو جو غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی، اس کا تذکرہ پچھلے صفحوں میں گذر چکا ہے، ان عیسائی فرماؤں کی توجہ سے عربی زبان نہ صرف یورپ کی تعلیمی و علمی زبان کی حیثیت سے تسلیم کی گئی، بلکہ عربی ادب و شعر سے دہائی معاشرتی زندگی میں بھی خوشگوار سی پیدا کی گئی، یہاں تک کہ عربی تصفیہ و ان نظموں کے طرز پر

انہی اور جرمنی کے شعرا اپنی نظمیں کہنے لگے، جن میں روایت و قوانین کی بھی رعایت ہوتی تھی، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں ۱۰۔

”ایک صدی کامل دربارِ یونان کو کوئی ادبی قابلیت کی وجہ سے بہت ہی مشہور رہا ہے، جو وہاں کی شہرت اور وہاں کے لطفِ صحبت کی وجہ سے کچھ چلے آئے اور وہیں کے جو رہے“ عربِ جاہلیت کے قصائد اور نظمیں نہ صرف پڑ ہو بلکہ ہمایہ شہر و دم میں اسی قدیم شان و لب و لہجہ میں پڑھی جاتی تھیں، اور مسلمان اور غیر مسلمان دونوں تہذیب و آفرین کہتے اور دُعا دیتے تھے۔“

پھر ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں ۱۱۔

”جو مثال کہ مسلمان بادشاہانِ صفیہ نے قائم کی تھی، اسی کو دیکھ کر اٹلی کے ان لوگوں میں دماغی ترقی کا خیال پیدا ہوا جنہوں نے اس ملک میں قرونِ وسطیٰ کے علمِ ادب کی بنیاد رکھی، مسلمان مسلمان جو اس زرخیز جزیرہ پر حکمران تھے، سب کے علم کی نہایت باذلِ قدر دان تھے، نارمنوں نے..... اہل عرب کے تہذیب و تمدن علمی پر خاص طور سے توجہ اور تشویش کی نظر ڈالی..... یورپ میں مطربِ سوتی مارے مارے پھرتے ہیں، ان گیتوں کی عربی گیتوں سے مماثلت یہ چتہ دیتی ہے، کہ ان کا ذریعہ الفا کیا ہے، اور صورتیں جو قویِ روان پر مبنی ہیں، اس کی تائید کرتی ہیں، کہ یورپ کے علمِ ادب کا سرچشمہ عربی ہے،..... اٹلی کے سب سے بڑے علمائے ادب نے بے خیالی میں عرب شعرا کا اس طرح اعتراف کیا ہے، کہ انہوں نے یورپ کے مطربانِ سوتی کی نظموں کے اوزان و بحر اور اسلوب کی تقلید کی ہے، ڈانٹی نے بھی جو اپنے زمانہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا، ان کے متبع مین تامل نہیں کیا، بلکہ ان کی حمایت

کی ہے۔ پرائک کی کینزونی میں بے شمار ایسی باتیں ملتی ہیں جن کو مسلمانانِ صغیہ کے طرزِ عمل سے بہت مماثلت ہے..... شاہ فریڈریک ثانی کے قدردانی کی اتباع سے علم کا چہرہ چا کوہِ الپس تک پہنچا، اور اسی کے ساتھ مسلمانانِ صغیہ کی تہذیبِ علم ادب کے اس نقل مکانی کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنی کے غزل سر "شعرا کا ایک جدا فرقہ پیدا ہو گیا.... سو برس سے نیا جرمن سوسائٹی میں یہ کتابیں متداول رہیں، اور اگر گئے اور شلر پیدا نہ ہو جاتے تو وہ کتا بین اب تک بے مثال ہی رہتیں۔"

عربی زبان کے اثرات | یورپ میں عربی علوم و فنون کے داخل ہونے سے عربی زبان کو بھی قدرۃً مقبولیت حاصل ہوئی، وہ مدتوں ان میں سے بعض ملکوں میں اس حیثیت سے سمجھی اور بولی جاتی رہی، کہ گویا وہ وہاں کی ملکی زبان تھی، اور ابتداً یورپ میں عربی زبان کے بغیر کسی علم و فن کا پڑھنا پڑھانا بے معنی سمجھا جاتا تھا، خصوصاً کاجون میں تعلیم پانے کے لئے ہر طالبِ علم کا عربی زبان کا پڑھنا اسی طرح ضروری تھا، جیسے موجودہ زمانہ میں ہندوستان میں کاجون میں تعلیم پانے کے لئے انگریزی زبان کا جاننا ضروری ہے، یورپ میں تحصیلِ علم کے لئے عربی زبان کی اہمیت مارگو لیتھ کے بقول سترہویں صدی عیسوی تک قائم رہی۔"

عربی زبان کو جزیرہ صغیہ سے اگر جان بوجھ کر مٹایا نہ جاتا تو شاید آج بھی اس کے گہرے اثرات اسی طرح وہاں موجود ہوتے، جیسے مالٹا کی موجودہ مالٹی زبان میں ہیں، اور جن کا تذکرہ صفحہ ۲ بالا میں گذر چکا ہے، چنانچہ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں یہ تصریح اعتراف کیا گیا ہے، کہ صغیہ میں عربی زبان نے مسلمانوں کے بعد نامنوں کے زمانہ میں بھی ترقی کی، مگر اس کے اثرات

۱۵ اخبار الاندلس جلد ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷

مٹانے کے لئے فرانسیسی اور ایطالوی زبانوں کو وہاں رائج کیا گیا، اور قریب تھا کہ جزیرہ سے اس زبان کا نام و نشان مٹ جائے، لیکن فریڈریک دوم نے تخت نشین ہو کر پھر اس زبان کی سرپرستی قبول کر لی، اور اس میں ایسی نئی جان ڈال دی، کہ اس کے آثار یورپ سے مدتوں محو نہ ہو سکے۔ عربی زبان کے اثرات یورپ کی مختلف زبانوں تک پہنچے، اور اس کی مدد سے ان زبانوں کی تکون میں بڑی مدد پہنچی، چنانچہ آج بھی یورپ کی مختلف زبانوں میں عربی خیالات، طرزِ ادا اور عربی قواعد صرف و نحو کے علاوہ عربی الفاظ کا بڑا ذخیرہ یادگار کے طور پر باقی رہ گیا ہے۔ عربیوں نے دیکھتے ہیں :-

یورپ کی لاطینی اقوام کی البتہ ایک مثال ہے، جہاں عربی زبان کی قدیم السنہ کی جگہ نشین نے کی لیکن یہاں بھی اس نے اپنے تسلط کے عین آثار چھوڑے ہیں..... فرانس میں بھی عربی زبان نے بڑا اثر چھوڑا، موسیو سد یو نہایت درست لکھتے ہیں کہ..... یہ امر نہایت قریں قیاس ہے کہ عربوں ہی کی زبان سے جو آٹھویں صدی عیسوی سے ہجروم پر قابض تھے، فرانسیسی اور اطالوی زبانوں میں اکثر وہ الفاظ اخذ کئے گئے، جو ہزارانی اور بحری انتظام سے متعلق ہیں..... یہ بھی قریں قیاس ہے، کہ جس وقت باقاعدہ اور مستقل فوجیں یورپ میں قائم ہونے لگیں، تو افسروں کے نام اور لڑائی میں نعرے کے الفاظ بھی عربوں ہی سے گئے، اور انتظامِ مملکت کے متعلق اصطلاحیں بھی بغداد و قرطبہ سے اخذ کی گئیں، فرانس کے طبقہ ثالث کے سلاطین پوری طرح عربوں کے متقلد تھے، اور اسی وجہ سے شکار کے متعلق اکثر الفاظ عربی الاصل ہیں..... ہمارا علم ہیئت ان اصطلاحوں سے معمور ہے، اکثر شکاروں کے نام بھی عربی ہیں، اور ریاضی کی اصطلاحات، کیمیا کی اصطلاحات، اور علم حیوانات اور علم طب

کی بہت سی اصطلاحات اور ادویہ کے نام عربی سے اخذ کئے گئے ہیں،

یورپین زبانوں میں سے جو زبانیں براہ راست صقیہ کے اثر سے متاثر ہوئیں، وہ ایتالیائی، جرمن اور پھر بالواسطہ فرانسیسی اور انگریزی زبانیں ہیں، ایتالیائی زبان پر براہ راست خود عربوں نے اثر ڈالا، جرمن زبان فریڈریک کی علمی تحریک سے متاثر ہوئی، اور فرانسیسی اور انگریزی زبانوں کو اولاً نامنون اور پھر عربی زبان کا اثر قبول کی ہوئی ایتالیائی اور جرمن زبانوں نے متاثر کیا،

ان میں سے خصوصاً اٹلی کی زبان پر براہ راست اثر پہنچنے کے بعد جب فریڈریک کی علمی تحریک سے اس پر عربی کے نئے اثرات پہنچے تو ایک ایسی نئی زبان کی نگہیں ہوئی، جو عربی اور لاطینی زبانوں سے اسی طرح مل کر بنی ہے، جیسے ہندوستان میں قدیم سنسکرت اور عربی و فارسی زبانوں کے میل جول سے نئی ہندوستانی زبان اردو عالم وجود میں آئی، یہ زبان فریڈریک دوم کے دربار میں پیدا ہوئی، اور نئی ایتالیائی زبان کے نام سے موسوم کی گئی،

مسٹر اسکاٹ یورپ میں عربی زبان کے اثرات دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں، :-

یہ زبان اب بھی دریائے سائین اور دریائے دنیوب کے کناروں پر کہیں کہیں بولی جا رہی ہے، اس میں عربی استعاق اور عربی الفاظ اب بھی موجود ہیں، دور کیوں جائے، خود انگریزی زبان اور اس کے ذریعہ سے دنیا کا وہ سب سے بڑا حصہ جہاں انگریزی بولی جاتی ہے، عربی زبان کا شرمندہ احسان ہے، بہ نسبت اور مالک کے اٹلی میں اس زبان نے دفتر شمال کی طرف سے فرانس سے اور جنوب کی طرف سے صقیہ سے حملہ کیا، اور جزیرہ شمالی کی انگریز بولی پر تفوق حاصل کر کے اس کو نکال باہر کیا، اس کی واروگیر میں ختم نہیں ہوئی

بلکہ شاہانِ فرار اور انٹ فیراٹ کو اپنے قبضہ میں لا کر وہ یونانی ریاست تھیسا نو سیکا تک
 جا پہنچی،
 پھر ایک دوسرے موقع پر کتے بین :-
 ”اس زبان نے یورپ کے محاورات بلکہ تمام ادب پر گہرا اور قتل اثر ڈالا ہے، اگر یہی
 زبان کے سب سے زیادہ روزمرہ کے محاورات بغیر تبدیلی کے اسی زبان سے لئے ہوئے ایک
 ہمارے زبان میں موجود ہیں، فریچ زبان کے اکثر الفاظ و محاورات زبانِ عربی سے ماخوذ
 ہیں اپنی زبان کو تو بگڑا ہی ہوئی عربی کہا جاتا ہے، زبانِ ایطالیہ پر جو اثر صقلیہ
 کے مسلمانوں نے ڈالا ہے، وہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے قصص و حکایات بشیر عربی یا
 عبرانی میں لکھے جاتے تھے :-



خاتمہ

یورپ سے اسلامی تہذیبوں کے انتشار کا اہم مسئلہ

یورپ میں عربی زبان اور عقیدہ کا پھیلا ہوا اسلامی تمدن، عرب و اسلام کے انتشار کے ساتھ تقریباً پندرہویں صدی عیسوی تک باقی رہا، اس انتشار میں ایک طرف تو یورپ میں بیداری پیدا ہوئی دوسری طرف صلیبی لڑائیوں سے وہاں کے باشندوں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض، عناد اور تعصب کے جذبات پہلے سے زیادہ ادھر گئے، اور یورپ کے مذہبی پیشواؤں اور سیاسی مدبروں نے نہ صرف اسلامی تہذیب و تمدن کے فتنات مٹانے چاہے، بلکہ مسلمانوں کی تکلیفیں اعلیٰ اور ادنیٰ تر قیوں کو سرے سے فراموش کر دینا چاہا، گائیفری گنس کہتا ہے:-

”میں بخوبی جانتا ہوں کہ عیسائی مسلمانوں، ان کے مذہب اور ہر اس چیز کو جو ان سے تعلق رکھتی ہے، بخت و عداوت و نفرت سے دیکھتے ہیں، مگر تحقیق کرنے سے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہی مسلمان اپنے مذہب کی بنیاد پر تے ہی روسے زمین پر ایسی فیاض اور روشن غیر قوم بن گئے تھے کہ ہم بہ نسبت قدامائک کے مفید علوم کی اشاعت کیلئے ان کے بہت ممنون ہیں، امریکن مصنف ڈیویر یورپ کی احسان فراموشی کے متعلق لکھتا ہے:-

یورپ کے عیسائی مصنفین نے ہر عنوان پر قلم اٹھاتے وقت خواہ اس کا موضوع تاریخ ہو

یاندہمب، یاسانس، جب اپنے فہمذ فلفین (مسلمانوں) کا ذکر کیا ہے، تو اسی طرح زہر لگا ہوا
ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جس چیز میں وہ کوئی ذمہ کا پھون نہ نکال سکیں، اسے چھپائیں
اور جس چیز کو چھپا نہ سکیں اسکی تنقیص کریں،

جس طریقہ سے یورپ کے لڑائی پھرے مسلمانوں کے سائنٹفک علمی و ادبی احسانات کو پس پشت
ڈال دینے کی کوشش کی ہے، اس پر مجھے سخت افسوس ہوتا ہے، مگر یقیناً وہ بہت دیر تک چھپتے
سکتا، وہ انصافی جو مذہبی بغض و عناد اور قومی افتخار پر مبنی ہو اسے ثبات حاصل نہیں ہوتا۔

یورپین یونیورسٹیوں سے | انہی کوششوں کا نتیجہ ہوا کہ سسلی سے عربی زبان جو وہان کی تقریباً مادی
اسلامی علوم و فنون کا انرج

زبان بن چکی تھی، چودہویں صدی میں ناپید ہو گئی، صرف اہل علم کے ایک
مختصر حلقہ میں علمی زبان کی حیثیت سے کچھ دنوں کے لئے باقی رہی، اسی طرح اٹلی کی وہ یونیورسٹیاں
جو مسلمانوں اور ان کے علوم و فنون کے ذریعہ عالم وجود میں آئی تھیں، پیرارک متروقی ۱۲۴۷ء میں متعصب
عیسائی فلاسفہ کے ہاتھوں میں آگین جھونکے گئیں، ان یونیورسٹیوں سے عربی زبان و اسلامی علوم و فنون
کے خارج کرنے کی پر زور تحریک اٹھائی، اور ان کے بجائے یونانی زبان اور اس کے علوم و فنون
کو داخل کرنا چاہا، یورپ کے اہل علم نے اس تحریک کا خیر مقدم کیا، اور یونانی و لاطینی زبانوں کے حیا
کی کوششیں شروع ہوئیں اور پھر یورپین یونیورسٹیوں سے عربی لڑائی پھر رفتہ رفتہ خارج کیا جانے لگا، اور
اس کی جگہ یونانی زبان اور لڑائی پھر کوٹنے لگی، یہاں تک کہ نومبر ۱۴۹۶ء کو فیوئیس نے یورپ کی مشہور
یونیورسٹی پیڈا ویم ایل یونانی زبان میں ارسطو کے فلسفہ پر لکھ دیا، اور اس موقع پر یونیورسٹی کی طرف سے
جشن مسرت کی عظیم الشان تقریب منائی گئی جس میں شعراء یورپ نے مسرت آمیز نظمیں سنائیں۔

۱۷۱۰ء میں جارج پاولو جی فاروسی لائف اینڈ ٹیکر کرائف محمد ص ۵۵ لندن ۱۹۲۹ء کا ٹرانسلیٹ (مترجم) ج
سائنس ڈریسٹر ص ۱۹۲، ۱۹۳۰ء میں لکھنؤ میں پیرا لٹینیکا جلد ۲ ص ۲۵۰ (سلی) ابن شد ۱۲۳۳ء میں جارج وولیم انگریڈ ۱۸۵۳ء میں لکھنؤ ۱۹۱۹ء

اس دن گویا یورپ سے اسلامی علوم و فنون اور عربی زبان کے اخراج پر مہر ثبت کر دی گئی،
 صفیہ کے اسلامی تہذیب | اس کے بعد یورپ میں صفیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے جو کچھ تھوڑے بہت آثار
 تمدن کے آثار کی بربادی، باقی رہ گئے تھے، رفتہ رفتہ وہ بھی محو کر دیے گئے، ہسٹریاں صفیہ کے اسلامی
 تہذیب و تمدن کے آثار کے برباد کئے جانے کے متعلق لکھتے ہیں :-

”دنیا بھر کی کسی قوم کے آثار ایسے کامل طور پر اور ایسے باقاعدہ طریقہ سے کین نہیں
 مٹائے گئے، جیسے کہ مسلمانانِ صفیہ کے آثار برباد کئے گئے۔“
 اس کے بعد ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں :-

”صفیہ کی جاے وقوع غیر محفوظ ہے، جس کی وجہ سے یہ سرزمین ہر غارت گر کی تمنہ و شوق
 رہ چکی ہے، روم کے پوپ مسلمانوں کی ہر چیز کے ہانی و ٹمن رہے ہیں، اس نے وہ عمارات بالکل
 غارت ہو گئیں جن کا ذکر تاریخون میں ہے، کہ مسلمانوں کے زمانہ میں بہ کثرت موجود تھیں،
 یہی انجام ان صنعتی اور حرفتی چیزوں کا ہوا جن کو کوئی خاص اہمیت تھی، یا فی الحقیقت وہ
 طور پر مسلمانوں کے زمانہ کی ہیں ان میں سے کوئی چیز کسی قوی عجائب خانہ یا ذاتی جمع کردہ چیزوں
 میں موجود نہیں ہے، غرض مسلمانانِ صفیہ کی تہذیب کی کوئی یادگار جس کا تذکرہ وہاں
 کے مورخین نے کیا ہے، اس وقت صفیہ ہستی پر باقی نہیں ہے جب یہ خیال کیا جائے کہ قرونِ
 وسطیٰ میں صفیہ کی صنعت و حرفت و تجارت بہت بڑے پیمانہ پر تھی، اور ہمایہ سلطنتوں
 ان کے تعلقات نہایت دوستانہ تھے، تو ان کے آثار تعمیر و اشیاے صنعتی و حرفتی کا دنیا سے
 بالکل ناپید ہو جانا سخت تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے۔“

غیر فانی نقوش | بلاشبہ صفیہ کے مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کی مادی یادگارین صفیہ ہستی سے مٹ گئیں

لیکن امرِ مہضف کی پیشینگوئی کے مطابق جب مذہبی نفیض و عناد اور تعصب کا پردہ چاک ہوا تو غیر متعصب عیسائی مورخین نے اعتراف کیا کہ

”جن ممالک پر مسلمانوں کے علوم کا اثر پڑا تھا، اور جنہوں نے مسلمانوں کی تہذیب کی تقلید کی تھی، انہی میں احیائے علوم ہوا، باقی تمام مسیحی دنیا جہالت کی سخت ترین و بدترین حالت میں گرفتار رہی یہ اہم واقعات ہیں، اور ان سے ان اسباب کا پتہ لگتا ہے، جو یورپ کی مذہبی ترقی کے مسبب ہوئے ہیں، اور جن کا نتیجہ آج کل کے سائنس کا اوج کمال ہے.....“

یہ تھی وہ تہذیب جس کو مسلمانانِ مصفیہ و اندلس نے یورپ کے واسطے کلیلہ و توریث چھوڑا، ان کے فتوحات و اثرات ان کی وہ ترقی جو زمانہ امن و امان میں ہو کر تھی ہیں، ان کی وہ صنعتی، حرفتی اختراعات ان کے اقتصادی ایجادات، ان کا تہذیب و تمدن پر دہائی اثر یہ وہ باتیں ہیں، کہ جن کا اگر اعتبار نہ آئے، تو محلِ تعجب نہیں، وہ جو کچھ کر گئے، اس کی مثال دنیا کی کوئی قوم نہیں دکھا سکتی ہے۔

ابو العرب مصعب بن ابراہیم کی یاد میں آنسو بہاتے ہوئے یہ سچ کہتا ہے:-

و یا وطنی ان بت عنی فانتی، مسا وطن اکو اسر لعناق الغائب

اے وطن (مصفیہ) اگر تو میرے موافق نہیں ہو تو میں عمرہ اؤنٹنیوں کے کجاو کو اپنا وطن بنا لوں گا

اذا کان اصلى من تراب فكلها بلادى و حل العالمین اقارب

جب کہ میری اصل خاک ہے، تو میری زمین میرا ملک اور تمام دنیا میری اقربا ہے

کہ دراصل اسلامی تہذیب و تمدن یورپ کی ترقیوں کے خمیر میں داخل ہے اس لئے جب تک دنیا میں تہذیب

و تمدن کا وجود باقی ہے اس کے خمیر میں مصفیہ کے اسلامی تمدن کے نام و نشان کو بھی ثبات و دوام حاصل ہے

مرانی

صقلیہ کی یاد میں بعض صقلی مسلمانوں نے چند قطرات اشک گرائے ہیں جن کے داغ صفحہ قطا پر آج تک باقی ہیں :-

عبد اکیم بن عبد الواحدی :-

عشقت صقلیہ یا فعا، و کانت کبعض جنان الخلو
میں شباب ہی میں صقلیہ کا جو جنتِ خلد کے مثل تھا، عاشق ہوا،
فما قدر الوصل حتی اکتملت و صارت جہنم ذات الوقود
دل میرزا سکا یہاں تک کہ میں ادھیڑ ہو گیا اور اب صقلیہ جہنم ہو گیا، جن میں آگ بھڑک رہی
ابو الحسن علی بن عبد الجبار ابن ودائی صقلی :-

صقلیہ کانت و کتابعا فی ظل عیشنا عمر طرب
صقلیہ اور صقلیہ کے انشا پرداز تر و تازہ عیش کے سایے میں تھے،
مد علیہا الامن استارہ فسارذکرہا مع الرب
امن نے اس پر اپنے پردے پھیلا دیئے، اور مسافروں کے ذریعے اس کا نام چرچا ہوا،
للمشکرو النعمۃ ما خوالوا فبدلوا الملح من العذب
جب تک انھیں نعمتیں عطا کی گئیں اور انھوں نے انھیں شکر ادا نہیں کیا اور شکر کو ٹھک کر بول دیا،
ابو حفص عمر بن رقی صقلی :-

نفسی تحت الی اہلی و اوطائی و ہل را یتربعبا غیر حنان
میرادل اہل و عیال اور وطن کا مشاق ہو گیا تم نے کوئی ایسا عاشق ہی دیکھا ہو جو

کانوا بقلبی احياء و فی کبدی
 میرے دل میں انکی یاد تازہ ہو اور میرے سینے میں میرے رنج و غم کی آگ بجڑ رہی ہے
 کان منادی البعث قام منادیا
 لخشیر فہبت الخلق طمراً کما کانوا
 کوپچ کے منادی نے عام اجتماع کے لئے منادی کی، اور لوگ جس حالت میں تھوڑی حالت میں تھے
 وقد ضاق رجب الاضر^{للتق} بالخلق
 جموعهم مارجال ونسوان
 زمین کی فضا لوگوں کی بھرتے تنگ ہو گئی
 اور مرد اور عورت جمع ہو کر گڑبڑ ہو گئے،
 وشقت قلوب لا جیوب^{للتق} رجعت
 بلا بل ورجعت نفوس واذھا
 دل پھٹنے لگ کر گیان اور اضطرابِ قلب کی دھڑکن کی صدا بار بار آئی اور رُوح و باں دہل گئے
 وکانوا بلبس اللہ و بیضاً حامیاً
 فعادوا وھم فی لبس الحزن^{للتق} عذاباً
 خوشی کے لباس میں وہ لوگ سفید کھوتے تھے، اور اب غم کے لباس میں کو بھرتے ہو گئے،

دعاء

دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ مسلمانانِ حقیت کو اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے، کہ انھوں نے اوس کی
 مدد سے اور اوس کے لئے اس کو فتح کیا تھا، اسد کا پہلا قدم اوس کے نام اوٹھا تھا، اور شاید اسی لئے انکے
 کاموں کو برکت نصیب ہوئی، اور انھوں نے چند دنوں میں نبی نوع انسان کی وہ خدمت انجام
 دی، جو دوسری قوموں سے صدیوں میں بھی انجام نہ پاکی لیکن افسوس کہ آج ان کی ترتیب بھی معلوم
 نہیں کہ عقیدت کے دو پھول ان پر چڑھائے چاکیں، رحمہم اللہ جمیعاً رحمۃ واسعة و آخر
 دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین،

سید ریاست علی ندوی

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ ہجری

دارالمنین عظم گڑھ

۱۹۳۵ء
 ۱۹ دسمبر

تصحیح و استدراک

کتاب کے طبع ہونے کے بعد ذیل کی چند چیزیں لائق تصحیح و استدراک نظر آئیں:-
ابن ظفر حنفی کی جاے پیدائش اور مقام نشو و نما میں موصوفین کے جو مختلف بیانات صفحہ ۲۱۱
 میں درج کئے گئے ہیں، اور پھر ۲۰۲ میں جو تخریج نکالا گیا ہے صلاح الدین صفدی کی الوافی بالوفیات سے اسی
 پوری تصدیق ہوتی ہے، وہ لکھا ہے:-

”ابن ظفر متقیہ میں پیدا ہوا، مگر میں نشو و نما پائی، حجاز کو ملن آیا، اور وہیں ۵۶۵ھ میں وفات پائی“
 ابن ظفر کی جو کتابیں علوم قرآن میں ہیں، اور جن کا ذکر صفحہ ۲۰۱ میں کیا گیا ہے، ان میں کوئی تفسیر
 البکیر اور کتاب مینبوع اعیان کے متعلق شبہ ظاہر کیا گیا جو کہ شاید دونوں ایک ہی کتاب ہوں لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ دونوں
 علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں، صفدی نے تفسیر البکیر کا ذکر کتاب تفسیر القرآن کے نام سے کیا ہے، اور اسے ۱۲ جلدوں
 میں بتایا ہے، اور مینبوع اعیان دو یا تین جلدوں میں ہے،

علم کلام میں ابن ظفر کی ایک کتاب التسخیر کا ذکر آیا ہے جو لفظی میں التسخیر کے نام سے ہے، وہی رسالہ
 الوافی میں التسخیم فی اصول الدین کے نام سے ملا، اور صفدی نے دوسرے رسالہ الجنة فی اعتقاد اهل
 السنة کا نام الجنة من فرق اهل السنة لکھا ہے، علم کلام میں ابن ظفر کے دو اور رسالے بڑھائے جاسکتے
 ہیں، (۱) کتاب کشف الکسف، (۲) الانباء عن الکتاب المستفی بالاحیاء.

نیز ان کا ایک سالہ نظم فقہ میں نظر انداز ہو گیا جو وہ اسچر ترقی الفرائض والوکلاء بحران رسالوں کا تذکرہ
 سکوان اوقفی میں بھی آیا ہے،

ابو الحسن طاہر بن احمد مصری جو ہری نوی متوفی ۵۴۴ھ کا عرف ایک مجاہد ابن مانا چھپ گیا جو ابن بابنہ

ضمیمہ

فہرست مآخذ

یعنی

ان کتابوں کی فہرست جن سے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی گئی

کتب عربی

(بہ ترتیب حروف تہجی)

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نمبر
۱	ابن رشد و فلسفتہ	(الف) فرح الطون	ادارہ جامعہ اسکندریہ ۱۹۰۲ء مطبوعہ ۱۸۴۰ء
۲	آثار البلاد و اخبار العباد	زکریا بن محمد بن محمود قزوینی (۲۶۴ھ)	بریل لیڈن ۱۹۰۶ء
۳	احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیع	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بشاری مقصدی (۳۴۵ھ)	مقتبس در یادگاری مضامین از نسخہ قلمی برش میوزیم پیرس مطبوعہ عمومیہ مصر ۱۳۱۴ھ
۴	اخبار الدول المنقطعة	علی بن خافزار دمیتمونی (۶۳۶ھ)	
۵	الاخبار السنیۃ فی الحروب الصلیبیہ	سید علی حریری	
۶	اخبار الطوال	ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری متوفی ۲۸۲ھ	مطبوعہ بریل لیڈن ۱۸۵۵ء
۷	اخبار العلماء باخبار الحکماء	وزیر جمال الدین ابوالحسن علی بن قاضی ابوالفتح یوسف قنطلی متوفی ۶۳۱ھ	مطبوعہ سادہ مصر ۱۳۲۶ھ
۸	اخبار مصر	محمد بن علی بن یوسف بن جلب معروف بابن محمد بن علی بن یوسف بن جلب معروف بابن	مطبوعہ مہندی قاہرہ ۱۹۱۹ء

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نمبر
۹	اخبار الملوك ونزهة الممالك والمملوك في طبقات الشعراء	النصور محمد بن مرشاه متوفى ۶۱۸هـ	مقتبس دراماری از نسخ مطبوعه لیدن،
۱۰	آداب اللغة الفصحى (کچھ تاریخ ادب اللغة الفصحی)		
۱۱	ارشاد الارباب الى معرفة الآداب (معروف بہ نجم الادباء)	شهاب الدین ابو عبد اللہ ریاض قوت بن عبد اللہ حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ	مطبع ہندیہ مصر ۱۹۰۰ھ
۱۲	انوار الرياض في اخبار عیال	شهاب الدین احمد بن محمد قری صاحب فنی الطیب متوفی ۸۱۱ھ	دریاد گاری از نسخ قلمی پیرس
۱۳	اسد الغابہ فی معرفة الصحابة	ابو الحسن علی بن محمد مؤید بن بنیزری متوفی ۶۲۳ھ	مطبع دہلیہ مصر ۱۲۷۰ھ
۱۴	الاشمالیت فی معرفة زیارات	علی بن ابوبکر ہراوی، متوفی ۶۳۰ھ	مقتبس دراماری از نسخ قلمی پیرس
۱۵	اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام	لسان الدین محمد بن خطیب وزیر اندلی متوفی ۷۷۰ھ	مقتبس دریاد گاری مضامین
۱۶	کتاب الاقالیم	ابو اسحاق علی الفارسی معروف بہ اطرزی،	مقتبس دراماری از نسخ مطبوعہ گوتمہاجر منی،
۱۷	اکتفاء القنوع بما هو المطبوع	اڈورڈ فندیک، ۶۷۳ھ	مطبع الدلال مصر ۱۳۱۲ھ
۱۸	الاحان المسلیة فی حل جزیرة صقلیة	ابن سعید صاحب کتاب المغرب متوفی ۶۷۳ھ	یہ کتاب المغرب ہی کا کمرہ ہو، جو ابن القطاع کی الدرۃ الخطیرۃ کا نوذوہ مقتبس در گاری مضامین،
۱۹	الامامة والسیاسة	ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبة متوفی ۲۷۰ھ	مطبع فتوح ادبیہ مصر،
۲۰	کتاب الانساب	قاضی ابوسعید عبد الکریم بن ابوبکر محمد تیمی سمحانی، متوفی ۵۶۲ھ	عکسی ۱۹۱۲ھ
(ب)			
۲۱	البدای (دکھو کتاب البدی)		
۲۲	بقیة الوفا فی طبقات اللغویین والنحاة	جلال الدین عبد الرحمن سیوطی متوفی ۸۹۱ھ	مطبع سعادہ مصر ۱۳۲۶ھ

شمار	نام کتاب	مشت	تفصیل نسخہ
۲۳	البيان المغرب في اخبار ملوك الاندلس المغرب	ابو العباس ابن عذاری مراکشی،	مقتبس دراماری و ترجمہ مہندوست فی موسوم بہ تاریخ مغرب مترجمہ مولوی لعل اکرم
۲۴	تاریخ آداب اللغة العربیة	(ست) جرجی زیدان،	مطبع الهلال مصر ۱۹۱۱ء
۲۵	تاریخ ابن اثیر، (دیکھو اکامل فی التاریخ)	.	.
۲۶	تاریخ ابن خلدون، (دیکھو العبر و دیوان المبتدأ و الخیر)	.	.
۲۷	تاریخ ابن خلدون، (دیکھو و فی الاعیان)	.	.
۲۸	تاریخ ابن عساکر، (دیکھو التاریخ الکبیر)	.	.
۲۹	تاریخ ابوالفداء، (دیکھو المختصر فی اخبار البشر)	.	.
۳۰	تاریخ ابویعلیٰ ابن قلاؤنی،	ابویعلیٰ حمزہ بن احمد معروف بیلن قلاؤنی	مطبع بریل لیڈن ۱۹۰۸ء
۳۱	تاریخ اولیة لبعض الدول لحفصیة الموحدیة و شیوع الدلائل (موسومة بتاریخ الدولین الموحدیة)	ابوعبد اللہ محمد بن ابراہیم اللؤلؤی الزرکشی حفصیة	مطبع الدولة التوزیة ۱۲۸۵ھ مقتبس دراماری از نسخہ قلمی
۳۲	تاریخ بغداد،	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی مشرقی	پیرس مطبع سعادہ مصر ۱۸۴۹ء
۳۳	تاریخ المحدثین الاسلامی	جرجی زیدان،	مطبع الهلال مصر ۱۹۰۸ء
۳۴	تاریخ تونس،	حسین بن محمد بن داودان،	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی بوایلین و اکیفور
۳۵	تاریخ الحكماء،	محمد بن علی بن محمد زوزنی،	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی

شمار	نام کتاب	معنف	تفصیل نمہ
۳۶	تاریخ دول الاسلام	شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ	دائرة المعارف ج ۱۳۳
۳۷	تاریخ الدولین الموحدین	ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم زکریا متوفی ۷۴۸ھ	مطبع الدولة التونسية ۱۲۸۹ھ
۳۸	تاریخ الرسل والملو	ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ	مطبع بریل لیڈن ۱۸۴۹ھ
۳۹	تاریخ جزیرة صقلیة من حین دخلها المسلمون و اخبار ماجری فیها من الحروب و تبدیل الامم و غیر ذلك		ایک کتاب لاطینی زبان میں ۱۶۱۳ء میں شائع ہوئی ہے اس نام کار سال فیض کے بطور پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری نقل کیا گیا ہے تاریخ قطیف ابو زید عمری کی طرف منسوب ہے، مقتبس دراماری
۴۰	تاریخ طبری، (وکیو تاریخ السل)	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن ابی بکر قضاہی	
۴۱	تاریخ قضاہی،	معروف بہ ابن ابی، متوفی ۷۲۵ھ	
۴۲	تاریخ الاسلام	شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ	مقتبس دراماری از ۱۲۸۹ھ
۴۳	التاریخ الکبیر	ابو القاسم علی بن حسن بن حبیب اللہ بن عبد اللہ بن حسین بن عساکر متوفی ۵۱۴ھ	مطبع روضۃ الشام، ۱۳۲۵ھ
۴۴	تحفة الالباب نخبة الامم	ابو حامد ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحیم بن بربع غزالی متوفی بعد ۵۶۰ھ	مقتبس دراماری از ۱۲۸۹ھ قلمی پیرس
۴۵	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ	مطبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۷ھ
۴۶	توقیب المداہک و تقریب المساک	قاسم ابو الفضل عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۲۷ھ	مقتبس در یادگار ملی، حیدرآباد
۴۷	لمعرفة اعلام مذہب مالک	جلال الدین عبد الرحمن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ	۱۲۸۹ھ قلمی ملوکہ محمد بن ابی مصر ۱۳۲۵ھ
۴۸	تزمین المساک بمناقب مسیدنا الامام مالک،		
۴۹	التعلیق العبد علی موطاء محمد	مولانا عبدالحی فرنگی علی	مطبع موطاء امام محمد ۱۳۲۵ھ مطبع مصطفائی کتب خانہ

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۴۹	تقویم البلدان،	عماد الدین امین بن ملک فضل نور الدین	دار الطباعة سلطانیه پریس ۱۳۴۰ء
۵۰	التکملة لکتاب الصلوة،	معروف بہ ابوالفداء صاحب حماة متوفی ۷۲۵ھ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن ابوبکر قضا معروف بابتار متوفی ۷۵۵ھ	مطبع روض مجرب طبع ۱۸۸۶ء
۵۱	التنبیہ والاشراف،	ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی متوفی ۳۴۶ھ	مطبع بریل لیدن ۱۸۹۴ء
۵۲	تہذیب الاسماء اللغات،	ابوزکر یاجی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ	دار الطبعات المینیر پریس
۵۳	تہذیب التہذیب،	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد معروف بہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ۸۵۵ھ	دار الطبعات حیدرآباد دکن ۱۳۲۵ھ
۵۴	تاج العروس من جواهر القاموس	محب الدین ابوالفیض سید محمد قاضی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ	مطبع خیر بہ مصر ۱۳۰۶ھ
۵۵	جامع التواریخ،	(ج) نسب بہ حسین یافعی	مقبس دراماری از نسفی
۵۶	جذوة القتبس فی ذکر ولائہ	ابو عبد اللہ محمد بن ابوالنعمان حمیدی متوفی ۴۴۸ھ	مقبس دراماری از نسفی پریس
۵۷	الاندلس فی اسماء وولات الخلد جغرافیہ زہری، (دیکھو کتاب الجغرافیہ)		مقبس دراماری از نسفی قلی بودالین،
۵۸	الجواهر المضمیہ فی طبقات الحنفیہ،	محمد بن محمد عبد القادر بن ابوالوفاء محمد قرشی حنفی متوفی ۷۷۵ھ	دار الطبعات حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ
۵۹	حسن المحاضرة فاحبا ومصطفی	(ح) جلال الدین عبد الرحمن سید علی متوفی ۹۱۱ھ	مطبع شرفیہ مصر ۱۳۲۷ھ
۶۰	الحلة السیداء	ابوبکر بن الما بار قضا علی بنی متوفی ۷۵۵ھ	مقبس دراماری از نسفی پریس مقبولہ فی اسکواہل

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
(خ)			
۶۱	خریدۃ العجائب فريدة الغرائب	زين الدين ابو حفص عمر بن مظفر بن الوری متوفی ۸۴۵ھ	مقتبس دراماری از نسخہ مطبوعہ اوپا لا سولون ۱۸۳۵ء
۶۲	خریدۃ القصر جريدة اهل العصر	عماد الدین ابو عبد اللہ محمد بن حامد الکاتب اصفہانی متوفی ۷۹۵ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس و برٹش میوزیم، مطبع اکڈمیہ دمشق ۱۳۴۳ھ
۶۳	خطط الشاہ	سید کر و علی	مطبع نیل مصر ۱۲۲۳ھ
۶۴	خطط مصر	تقی الدین احمد بن علی بن عبد العادر بن محمد معروف بہ مقریزی متوفی ۸۴۵ھ	
(د)			
۶۵	دائرة المعارف	سیمان بتانی	مصر
۶۶	دیون صلة السمط	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن ابوالحسن علی معری معروف بہ ابن شباط	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی موسئو الفانس و سولوزیو
۶۷	دیاج المذهب فی معرفة احوال علماء المذہب	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد بن فرحون یحیی مدنی مالکی متوفی ۷۹۵ھ	مطبع سعادہ مصر ۱۳۲۹ھ
(ذ)			
۶۸	الذخیرۃ فی محاسن اهل الجزیرۃ	ابوالحسن علی معروف بہ ابن بام سنقری متوفی ۵۴۲ھ	مقتبس در مجموعہ انتخابیخ نوعیاد ووزی مطبوعہ بریل لیڈن ۱۸۴۶ء
۶۹	ذیل تارسیخ دمشق (و یکمہ تارسیخ ابو یعلیٰ بن قسطلانی)		

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نمبر
٤٠	رحلة ابن جبير	(س)	١٩٠٤
٤١	رحلة الیتمانی	محمد بن احمد بن جبرکنانی متوفی ١١٢٢ھ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم تیمانی	مطبوعہ بریل لیڈن مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس و نسخہ ملوکہ موسیو الغاش و دو گو رز پونس مقتبس در یادگاری مفتیان
٤٢	رفع الاصراع قضاء مصر	شہاب الدین احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ	مقتبس در یادگاری مفتیان
٤٣	الرواد (کتاب اعلام المقلد)		ادارہ المکتب مصر ١٩٢٢ھ
٤٤	الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ والحفصیہ	شہاب الدین ابو محمد عبد الرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم مقدسی	مطبوعہ وادی نیل مصر ١٢٨٤ھ
٤٥	سبایض النفوس فی طبقات علماء قیروان و فرقہ و مالیہما من بلدانہا و ماسیما و حصونہا و سواحلہا زہاد و عبادہم و فساکہم و شیئ من اخبارہم و فضائلہم و تراسخ و فیاتہم	ابوبکر عبد اللہ بن ابو عبد محمد معروف بالمالکی	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس
٤٦	مجلہ الزما	(س)	مصر
٤٧	السلوک لمعرفة دول الملک	(س)	٨٣٦ھ
		تقی الدین احمد بن علی مقریزی متوفی ٨٣٦ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نمبر
		(ش)	
۷۸	شرح المختار من شعر دینار اختیار الخالدین	ابوطاہر اسمعیل بن احمد بن زیادۃ اللہ تجسیبی (بعد ۴۳۱ھ)	مصحح مولوی بدرالدین علوی مطبوعہ مطبع اتحاد مصر ۱۹۳۴ء
۷۹	شرح مواقف لعصا الدین عبد الرحمن بن احمد یحیی	سید شریف علی بن محمد جانی متوفی ۱۰۱۶ھ دمولی حسن علی بن محمد شاہ قاری متوفی ۱۰۱۶ھ و عبد الحکیم سیالکوٹی (۱۰۱۶ھ)	مطبوعہ مطبع سعاد مصر ۱۳۲۵ھ
۸۰	حکاب الصلۃ فی تراتخ الأمۃ الراشدۃ	ابوالقاسم خلف بن عبد الملک بن مسعود بن بشیرال قرطبی متوفی ۳۵۵ھ	مقتبس درامری از نسخ قلمی اسکریال منقولہ دکتبہ پیر
		(ط)	
۸۱	طبقات الامم	قاسمی ابوالقاسم صاعد بن احمد اندلسی متوفی ۴۶۲ھ	مطبوعہ کتو لیکہ بیروت ۱۹۱۳ء
۸۲	طبقات ابی العرب	ابوالعرب محمد بن قادم	مقتبس در یادگاری مقامات از نسخ قلمی مکتوبہ دکتبہ پیر
۸۳	طبقات الحنفیہ (موتوات الزائم)	قاسم بن قتلوبغا جنقی (۳۹۹ھ)	مطبوعہ پیرنگ ۱۸۶۲ء
۸۴	طبقات الشافعیۃ الکبریٰ	ساج الدین ابونصر عبد الوہاب بن قتی الدین سبکی متوفی ۷۱۱ھ	مطبوعہ حیدر مصر
۸۵	الطبقات الکبیرات	محمد بن سعد کاتب واقفی متوفی ۲۳۳ھ	مطبوعہ بریل لیڈن ۱۳۲۲ھ
		(ع)	
۸۶	العبر و دیوان المبتدأ	ولی الدین ابوزید عبد الرحمن بن محمد بن طبر	دار الطباعة عامرہ

شمار	نام کتاب	مضنف	تفصیل نسخہ
	فی ایام العرب والعجم و بوہر و من عاصمہم من ذوی السلطان اکبر معروف بہ تاریخ ابن خلدون،	خلدون حفزی مغربی متوفی ۸۰۶ھ	مصر ۱۲۸۲ھ
۸۷	العبر فی خبر من عبر	شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ	مقبس دراماری از نسخہ قیصر
۸۸	عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات،	زکریا بن محمد بن محمود قزوینی متوفی ۷۲۲ھ	مطبوعہ التقدم مصر
۸۹	العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین،	تقی الدین محمد بن احمد حسینی قاسمی، متوفی ۷۳۵ھ	مقبس دراماری
۹۰	عقد الجمال فی تاریخ اهل الزمان،	برادر الدین محمود بن احمد متوفی ۷۵۵ھ	مقبس دریا و گامری مقبض
۹۱	عنوان الدلایہ فیمن عرف من العلماء فی المائۃ السابغ بجایہ	ابوالعباس احمد بن احمد بن عبد اللہ غفرانی متوفی ۷۴۲ھ	مطبوعہ ثنائیہ مصر ۱۳۲۶ھ
۹۲	عیون الانباء فی طبقات الاطباء،	موفق الدین ابوالعباس احمد بن قاسم معروف بر ابن ابی صیدہ متوفی ۷۶۶ھ	مطبوعہ ہبیہ تہران ۱۲۹۹ھ
(ف)			
۹۳	کتاب الفارسیۃ فی مبادی الدولۃ الحفصیہ،	ابوالعباس احمد بن حسن بن علی بن خلیف بن تفقد.	مقبس دراماری از نسخہ مطبوعہ دجزل الشیخ کتاب
۹۴	الفتح القسی فی الفتح لقدسی	ابو عبد اللہ محمد بن محمد معروف بر عماد الدین کاتب اصفہا فی متوفی ۷۵۹ھ	بریل لیڈن ۱۳۵۵ھ
۹۵	فتوح البلدان،	ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری متوفی ۲۶۹ھ	مطبوعہ بریل لیڈن ۱۸۶۶ھ
۹۶	فتوح الشام و مصر،	(منسوب بہ) ابو عبد اللہ محمد بن عمرو اقدسی، متوفی ۲۷۷ھ	مقبس دراماری از نسخہ قیصر

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نموده
۹۷	فتوح مصر و اخبارها.	ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالحکم	مقتبس دراماری از نسخ قلمی
۹۸	کتاب الفلاحۃ،	بن امین قرطبی متوفی ۲۵۷ھ، ابوزکریا محمد بن محمد بن احمد بن العوام، انیلی،	مقتبس دراماری از نسخ قلمی بودلین و ترجمہ ہندستانی موسوم بہ کتاب الفلاحۃ مترجمہ مولوی سید ہاشم ندوی
۹۹	الکامل فی التاریخ،	(ک) عزالدین ابوالحسن علی بن ابوالکریم محمد شہبازی معروف بہ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ	مطبع بریل لیڈن ۱۸۶۶ھ
۱۰۰	کتاب البدی،	نورالدین علی بن موسی بن سعید مغربی غزنوی متوفی ۶۷۳ھ	مقتبس دراماری از نسخ قلمی بودلین و اسکفورد، لندن ۱۸۸۷ھ
۱۰۱	کتاب تحقیق مالہند معرہ بہ کتاب الہند بیرونی،	ابوالریحان محمد بن محمد خوارزمی بیرونی متوفی ۵۴۰ھ	مقتبس دراماری از نسخ قلمی پیرس، مطبع عالم ۱۳۱۰ھ
۱۰۲	کتاب الجغرافیہ،	ابوعبد اللہ محمد بن ابوبکر دہری متوفی ۵۳۲ھ، مصطفیٰ بن عبداللہ ملاکاتب حلبی متوفی ۵۶۶ھ	مقتبس دراماری از نسخ قلمی پیرس و بودلین، در یادگاری مضامین کمال مقالہ ہوتس، دمشق
۱۰۳	کشف الظنون عن اسامی الکتاب والفنون،	ابوالبشر محمد بن احمد بن حامد ولابی متوفی ۵۳۱ھ	مقتبس دراماری از نسخ قلمی پیرس و بودلین، در یادگاری مضامین کمال مقالہ ہوتس، دمشق
۱۰۴	کتاب الکلی و الاسماء	نورالدین علی بن موسی بن سعید غزنوی	مقتبس دراماری از نسخ قلمی پیرس و بودلین، در یادگاری مضامین کمال مقالہ ہوتس، دمشق
۱۰۵	کتاب مختصر جغرافیہ	نورالدین علی بن موسی بن سعید غزنوی	مقتبس دراماری از نسخ قلمی پیرس و بودلین، در یادگاری مضامین کمال مقالہ ہوتس، دمشق
۱۰۶	ملحۃ البہجۃ العلمیۃ فی بعض النسبۃ العقلیۃ،	محمد بن طیب قادری حسی،	مقتبس دراماری از نسخ قلمی پیرس و بودلین، در یادگاری مضامین کمال مقالہ ہوتس، دمشق
۱۰۷	مجلۃ المجمع العلی العربی	.	مقتبس دراماری از نسخ قلمی پیرس و بودلین، در یادگاری مضامین کمال مقالہ ہوتس، دمشق

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نمبر
۱۰۸	المختصر فی اخبار البشر	سید الدین ایل ابو الفداء صاحب حماة متوفی ۷۳۲ھ	مطبع حینیہ مصر
۱۰۹	مختصر کتاب ابناء الرأۃ على ابناء الرأۃ للقطی	شمس الدین ابو عبد اللہ دہبی متوفی ۷۴۶ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلی لیڈن،
۱۱۰	مرآة الجنان وعبرة الیقطان	ابو محمد عبد اللہ بن اسعد یافعی متوفی ۷۶۵ھ	مطبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۴ھ
۱۱۱	مرآة الزمان	شمس الدین ابو ظفر یوسف سبط ابن جوزی متوفی ۷۵۵ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلی پیرس
۱۱۲	مرج الذهب ومعادن الجوهري	ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی متوفی ۳۴۶ھ	امپریل پریس پیرس
۱۱۳	مسالك الابصار فی ممالك الامصار	شهاب الدین ابو الباس احمد بن محیی کرمانی علمانی معروف بابن فضل اللہ کتاب شتی متوفی ۷۹۴ھ	مقتبس دراماری از نسخہ پیرس، بودلین و آکسفورڈ
۱۱۴	المسالك والممالك	ابو العباس محمد بن حوقل (۳۶۴ھ)	مطبع آخر مقتبس دراماری از نسخہ مطبوعہ آکسفورڈ
۱۱۵	مسالك الممالك	ابو الحیاتی ابراہیم بن محمد فارسی اصطخری کرخی	مطبع بریل لیڈن ۱۹۲۴ھ
۱۱۶	المسالك والممالك	ابو عبید اللہ بن عبد العزیز بکری اندلسی متوفی ۷۷۵ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلی پیرس
۱۱۷	مسند ابن حنبل	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ	مطبع مینیہ مصر ۱۳۱۲ھ
۱۱۸	کتاب المشترك وضعا و المفترق صغفا	شهاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی متوفی ۷۹۶ھ	مقتبس دراماری از نسخہ مطبوعہ گوتنگن جرمنی
۱۱۹	معالم الايمان فی معرفة اهل القبور وان	عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ انصاری حریری دباغ متوفی ۷۹۹ھ قاسم بن عیسی بن جاقی توفی ۸۲۳ھ	مطبع عربیہ تونس ۱۳۲۲ھ
۱۲۰	المعجب فی تلخیص اخبار غفر	شمس الدین ابو محمد عبد الواد بن علی کرمانی	مطبع لیڈن ۱۸۵۸ھ

شماره	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۱۲۱	معجم الادب بآغا قوت، (دیکھو ارشاد الکامیب)	شہاب الدین ابو عبد اللہ قوت بن عبد اللہ	مطبع سجادہ مصر ۱۳۲۳ھ
۱۲۲	معجم البلدان،	حموی رومی بغدادی متوفی ۶۷۲ھ،	
۱۲۳	المغرب فی حلی المغرب،	ابو الحسن نور الدین علی بن موسیٰ بن سعید	مطبع بریل لیڈن ۱۸۹۹ء
۱۲۴	المغرب فی ذکر بلاد افریقیہ	غزالی متوفی ۶۷۳ھ،	انجرائر ۱۹۱۱ء
۱۲۵	والمغرب، کتاب المقفی،	ابو عبید اللہ عبد اللہ بن عبد العزیز کبری متوفی ۷۸۵ھ، مقریزی متوفی ۸۵۵ھ	مقبس دراماری از نسخہ قلی پریس نجف مصنف مطبع دولہ تونس ۱۳۸۸ھ
۱۲۶	المونس فی اخبار افریقیہ وتونس،	ابو عبد اللہ محمد بن ابو القاسم یحییٰ قزوینی معروف بابن ابی دنیا متوفی ۱۱۱۱ھ	
(ن)			
۱۲۷	الناسخ والنسخ،	ابو جعفر نحاس متوفی ۳۳۰ھ	مطبع السجادہ مصر ۱۳۲۳ھ
۱۲۸	نبذة المحتاجہ فی اخبار ملوک صنعاجہ،	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حماد	مقبس دراماری از نسخہ قلمی ملوکہ موسیو شربو،
۱۲۹	الفجر والظاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ،	جمال الدین ابو الحسن یوسف بن قنزی برودی قاہری متوفی ۸۳۵ھ،	مقبس دراماری، مضامین،
۱۳۰	نجمة الدھر وعجائب البر والبحر،	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابوطالب انصاری صوفی دمشقی متوفی ۷۶۲ھ	مقبس دراماری از نسخہ قلی پریس،
۱۳۱	نزهة الالباب فی طبقات الادباء	ابو الیرکان عبد الرحمن بن محمد انباری متوفی ۷۶۶ھ	مصر ۱۲۹۹ھ
۱۳۲	نزهة المشتاق فی اختراق الافاق،	ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد اللہ ادربی متوفی ۷۶۰ھ	روم ۱۸۵۵ھ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۱۳۳	نشتی الا زہار فی عجائب الاقطار	ابوالبرکات محمد بن احمد بن ایاس متوفی ۹۳۲ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس،
۱۳۴	نفع الطیب من غصن الاذی الطیب،	ابوالعباس احمد بن محمد مقرر اندلسی متوفی ۱۰۴۱ھ	مطبوع از ہریہ مصر ۱۳۰۲ھ
۱۳۵	نہایت الکارب فی فنون الاذی	شہاب الدین ابوسعید اللہ احمد بن عبد الوہاب بکری نویری متوفی ۶۳۳ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی لیڈن،
۱۳۶	نیل الابدحاج بتطریز الدیباچ	ابوالعباس احمد بن احمد بن عمر بن محمد اقیت معروف بہ بابا تنکی متوفی ۷۳۹ھ	بہامش دیباچ المذہب مطبوعہ مصر ۱۳۲۹ھ
۱۳۷	الوافی بالوفیات،	(و) صلاح الدین غلیل بن ایک صفدی متوفی ۷۶۶ھ	مطبوع دولہ اتانبول مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس مطبوعہ مصر ۱۳۹۹ھ
۱۳۸	وفیات الاعیان و ابناء ابناء الزمان،	قاضی احمد معروف بہ ابن ملک کان متوفی ۷۸۱ھ	
۱۳۹	جلۃ الملل،	(ه) .	قاهرہ مصر،
۱۴۰	کتاب الهند بیدونی، (وکیو) کتاب فی تحقیق مال الهند)	.	
۱۴۱	کتاب ہیئت اشکال الارض و مقارہا فی الطول والعرض معروف بہ جغرافیہ،	.	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس،

کُتب زبان انگریزی و ہندوستانی غمر

(بہ ترتیب حروف تہجی)

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۱	ابن رشد،	مولوی محمد یونس انصاری	مطبوع معارف دارالمصنفین عظیم لاہور ۱۳۳۴ھ
۲	اجبالا لاندس،	اس پی اسکاٹ،	ترجمہ ہسٹری آف دی مورث اسپائران فور ترجمہ جناب شی محمد خلیل الرحمن صاحب مطبوعہ
۳	ارض القرآن	مولانا سید سلیمان ندوی،	مطبوع معارف دارالمصنفین عظیم لاہور،
۴	اسٹوری آف دی نیشن سیریز، (دیکھو سسلی، بیزٹائن امپائر پیل مازکی اسٹوری آف دی نازمن)		
۵	اسٹوری آف دی نازمن (اسٹوری آف دی نیشن سیریز جلد ۱۲۹)	مارا اور دن جیوٹ،	فشر اینون، لندن،
۶	اماری (دیکھو پیلو تھیکا)،		
۷	انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا،		طبع یاد دہم کیمبرج یونیورسٹی پریس ۱۹۱۱ء
۸	انسائیکلو پیڈیا آف اسلام،		طبع اول لندن ۱۹۰۷ء
۹	جبل اور نیل کالج میگزین،		لاہور ترجمہ تھانہ شرق کا انٹرنیٹ پریس
۱۰	میسو تھیکا اور بوسکیو لا، (مجموعہ اماری)	میکائل اماری،	مطبوعہ پرنس ۱۵۵۵ء
۱۱	بیزٹائن امپائر، (اسٹوری آف دی نیشن سیریز جلد ۱۳۰)	سی ڈبلیو، ای او من،	ذکر جلد اول کے دیباچہ میں آیا، ترجمہ کی کتاب کے اقتباسات اسی میں شامل ہوئے ہیں، فشر اینون لندن،

شمار	نام کتاب	محقق (پ)	تفصیل نسخہ
۱۲	پہلے مانرکی (اسٹوری آف دی نیشنس سیریز جلد ۵۰)	ولیم باری، (ت)	فنز انیون لندن ۱۹۰۲ء
۱۳	تاریخ ارتقاءے انسانی،	رابرٹ برفالٹ،	ترجمہ دی میکنگ آف ہیومنٹی شخص حصہ اسلامی تہذیب اور روزنامہ زمیندار لاہور مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۲۲ء و مجلہ اورینٹل کالج میگزین، جلد ۶۳۳
۱۴	تاریخ اہل انگلستان،	جان رچرڈ گرین،	ترجمہ اے شارٹ ہسٹری آف دی انگلش پیپل، مترجمہ قاضی ملتہ حسین ایم اے دارالطبع عثمانیہ، ۱۹۲۱ء
۱۵	تاریخ تمدن عرب (دیکھو تمدن عرب)،		
۱۶	تاریخ جمہوریت روما،	ڈبلیو، ای، ہیٹ لینڈ ایم اے	مترجمہ جناب حمید احمد انصاری دارالطبع عثمانیہ ۱۹۲۲ء
۱۷	تاریخ روما،	ایچ ایف پیلیم ایم اے	مترجمہ جناب حمید احمد انصاری دارالطبع عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۲۲ء
۱۸	تاریخ خوب،	موسیو سدیو	مترجمہ مولوی عبدالغفور و مولوی محمد عظیم انصاری مطبوعہ النفاذ لکھنؤ،
۱۹	تاریخ فلسفہ،	الفرڈ ویبر	مترجمہ ڈاکٹر طحیہ عبدالکیم ایم اے، دارالطبع عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۲۵ء
۲۰	تاریخ فلسفہ اسلام،	ڈاکٹر ٹی جے، دی بوارڈ،	مترجمہ مولوی مرزا محمد ہادی صاحب بی اے، دارالترجمہ حیدرآباد مطبوعہ ۱۹۲۹ء
۲۱	تاریخ مبین (دیکھو ہسٹری آف دیجائن اینڈ فال)		

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۲۲	تاریخ مغرب	ابن عذاری مراکش	ترجمہ البیان المغرب جلد اول (مترجمہ پروفیسر جمیل الرحمن ایم اے، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء)
۲۳	تاریخ یورپ	ایور پیچر، پی ایچ ڈی، ورفرڈینڈنٹینول، پی ایچ ڈی،	مترجمہ مولانا عبد الماجد، دریابادی بی اے، فواب حیدر یار جنگ و قاضی تلمذ حسین ڈاکٹرۃ الطبع عثمانیہ ۱۹۲۲ء
۲۴	تاریخ یونان	پروفیسر بیوری،	ترجمہ ہسٹری آف گریس مترجمہ مولوی سید ہاشمی فرید آبادی، دارالطبع عثمانیہ ۱۹۱۹ء
۲۵	تاریخ یونان قدیم	پروفیسر اولف ہولم،	مترجمہ پروفیسر محمد بارون خان شروانی ایم اے، دارالطبع عثمانیہ ۱۹۲۶ء
۲۶	تہذیب عرب	ڈاکٹر گستاوی بان	مترجمہ شمس العلماء مولوی سید علی بگرامی بی اے، طبع اول مطبوعہ مفید عام اگرہ ۱۸۹۸ء
۲۷	ڈکشنری آف جغرافیہ	(ڈ) جارج آر، ایمپرس	طبع یورپ،
۲۸	سسی (اسٹوری آف ویٹمنس سیریز، جلد ۱۳۱)	(س) ایڈورڈ فریمن،	نشر اینون لندن،
۲۹	سفرنامہ برنارڈ		مقتبس در تصنیف میں اسلام، مولف مولانا عبد الحکیم شرر مطبوعہ د لگڈ از پریس کھنول ۱۹۱۵ء
۳۰	سینے تاریخی میٹیل اماری، (مجموعہ مضامین ہیا و گار صد سالہ میکائل اماری)		مطبوعہ پروفیسر اس محمود مضامین کا ذکر جلد ۱ کے دیباچہ میں کیا گیا جو اس مختلف مستشرقین نے انگریزی فزج جون اسپینی، لاطینی اور ٹالین زبان میں مضامین لکھے ہیں اور عربی زبان کی کئی کتابوں کے اقتباسات دئے ہیں،

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(ف)	
۳۱	کتاب الفلاحات	ابو زکریا یحییٰ بن محمد بن العوام اشبیلی	مترجمہ مولوی سید ہاشم ندوی مطبوعہ معارف پریس دارالمصنفین ۱۹۲۷ء، مطبوعہ ٹیپہ ۱۹۳۲ء
۳۲	فہرست کتب خانہ بانکی پور جلد ۱۰	مولوی حاجی معین الدین ندوی، پرنسپل مدرسہ شمس الدینی، ٹیپہ	مطبوعہ ۱۳۰۰ھ
۳۳	خدیوہ مصر	ڈاکٹر کارل فورس و سید محمد بہاؤ دی	مطبوعہ رام پور ۱۹۱۲ء
۳۴	رام پور		
		(ف)	
۳۵	تفسار الادب میں ذکر علماء النحو و الادب	احمد بن علی معروف بن ولفقار علی نقوی بھوپالی	مطبع مفید عام اگرہ ۱۳۱۶ھ
۳۶	محمد نازم	ڈی ایس مارگولیتھ	ہوم یونیورسٹی لاہور بریڈیٹھ لندن دارالمصنفین عظیم گڑھ مقالات مجاز کے کتب خانے اسلام کا اثر یورپ پر ابن رشتیق حقیقیہ میں اور زبان عربی جزیرہ مالٹا کی موجودہ زبان اور زبان عربی ترجمہ کافلکٹ ٹوین ریجین اینڈ سائنس مترجمہ مولوی ظفر علی خان بی اس (علک) لاہور مطبوعہ رفقاہ عام سلیم پریس لاہور ۱۹۵۱ء مطبوعہ ٹیپہ ۱۹۵۲ء
۳۷	محوک مذہب و سائنس	ڈاکٹر جان ولیم ڈرپرائیمل	
۳۸	مفتاح الکونین الخفیہ	مولوی عبدالحکیم کشلاگر خدائش خان لاہور بریڈیٹھ	

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۴۰	نہرہۃ الشقائق	ادریسی،	ترجمہ ایلانوی، مترجمہ ایم اماری و سی سیپاریلی، مطبوعہ روم ۱۸۸۳ء
۴۱	ہٹاریکل جیوگرافی آف ارییا،	(ن)	اپوسٹولس و ولس، لندن،
۴۲	ہٹری آف دی ڈکلائن	(۵)	ایوریٹینس اڈیشن لندن،
۴۳	ایند فال آف دی روڈن لیبیا ہٹورین ہٹری آف دی درلڈ،	ایڈورڈ لگین	لندن ٹامس پیرس مشاء
۴۴	یہ گاری مضامین، (دیکھو سینے تاریخی)	(ح)	-

